تنظیم عسکری، اتحادیہ انجمن ہای فرہنگی طلاب ہندوستان

خصوصی شمارہ

علمی - تحقیقی سمینار

کی عملی تبلیغی سیرت طیبہ

مدیر

محمد باقر رضا

معاونین

سید محمد عارف، عتیق حیدر، شمشاد حسین

www.imammesajjad.com

تنظیم عسکری، اتحادیہ تشکل های فرہنگی طلاب ہندوستان

حوزہ عمیہ قم ایران

فہرست

سیرت و کردار اہل بیت علیہم السلام 3
امام سجاد علیہ السلام اور دعائے ابوحمزہ ثمالی 5
امام سجاد علیہ السلام کے اشعار 8
زندگانی امام سجادؑ 17
حیات امام سجاد کے جہادی پہلو 42
حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اور امامت کی ذمہ داریاں 62
منظوم خطبہ امام سجاد علیہ السلام 96
امام سجاد علیہ السلام کے کلام میں قرآن کا نورانی چہرہ 103
امام سجاد علیہ السلام کی علمی میراث 117
امام سجاد علیہ السلام اور حکام وقت 171
امام سجاد علیہ السلام کے بعض شاگردوں کی مختصر سوانح حیات 187
امامت دلائل اور نصوص کی روشنی (امام سجادؑ) 196
موضوع بندی صحیفہ سجادیہ 211
ہادی امت حضرت امام زین العابدین علیہ السلام 282
عصر امام سجادؑ اور الحادی افکار 285
ناشر پیغام کربلا امام سجاد علیہ السلام 292
موضوع بندی رسالۃ الحقوق 299
عصر امام سجاد علیہ السلام میں کچھ الحادی افکار و انحرافات 318
امام زین العابدین علیہ السلام اور تواضع 325
دعائے مکارم الاخلاق 332

سیرت و کردار اہل بیت علیہم السلام

الحمد للہ ایک بہانہ سامنے آیا اور امام سجاد علیہ السلام کے سیرت پر اردو زبان میں نسبتا ایک جامع کام انجام پا گیا۔ یوں تو پوری دنیا میں درجنوں سمینار اور دیگر پروگرام ہوئے اور ہر ایک نے اپنے اعتبار سے امام علیہ السلام کو خراج خدمت و عقیدت پیش کیا جو لائق صد آفریں اور قابل صد قدردانی ہے' لیکن قم کے سیمینار کا ایک الگ امتیاز ہے' اور ہونا بھی چاہئے کیونکہ حوزہ علمیہ در حقیقت مرکز تعلیمات اہل بیت علیہم السلام ہوتا ہے اور شہر قم اس سلسلہ میں ممتاز ہے۔

سائٹ کی تشکیل (www.imammesajjad.com) ' خصوصی شمارہ ' آپ کی تفاسیر قرآن ' آپ کی احادیث ' آپ کے کلمات قصار کا ترجمہ اور آپ کے خطبات اور آپ کے اشعار کا منظوم ترجمہ ' متفرق مضامین و مقالات ' یہ سب توفیقات الہی کے مصادیق ہیں جو ہم سب کو اللہ نے عطا کیں جن میں سے کچھ کام جاری رہیں گے اور روز بروز تکمیل ہوتے رہیں گے۔ ان کاموں کو سوچ کر اس کی نگاہ عنایت کے تئیں اس کی بارگاہ میں شکر کے سجدے کے لئے سر جھکتا چلا جاتا ہے۔ رب کریم سے دعا ہے کہ ہم پر ہمیشہ اپنی نگاہ محبت و عنایت رکھے اور خدمت دین و شریعت کی توفیق کو کبھی ہم سب سے نہ چھینے۔ آمین

علماء و محققین نے بڑی انتھک محنت کر کے اس مجموعہ کو تیار کیا ہے جس کے ہم بڑے مشکور و ممنون ہیں۔ قوم کو چاہئے کہ اس انمول مجموعہ سے فائدہ اٹھائے اور سیرت امام سجاد علیہ السلام سے مکمل طور سے آشنا ہو کر اس پر عمل پیرا ہو۔

ایک نکتہ جو انتہائی اہمیت کا حامل ہے اس طرح ہے کہ یہ سلسلہ امام سجاد علیہ السلام پر رکنا نہیں چاہئے بلکہ دیگر معصومین علیہم السلام کے کردار و سیرت پر بھی اسی طرح جامع اور قابل استفادہ کام ہونا چاہئے۔ اردو میں اگرچہ گزشتہ علماء نے کافی محنت و مشقت کی ہے اور اچھا خاصا ذخیرہ اردو کے دامن مین موجود ہے لیکن پھر

بھی ایسے مقامات کم نہیں ہیں جہاں خلا دکھائی دیتا ہے۔ اس کے علاوہ جدید ذرائع تحقیق و تدقیق سامنے آنے کے سبب الکٹرانک دنیا میں بہت بڑا خلا محسوس ہوتا ہے جس کو پر ہونا چاہئے۔ اور رفتہ رفتہ یہ کام بآسانی ہو سکتا۔

جو اشخاص یا ادارے یہ علمی تحقیقی کام کر سکتے ہیں ان کو آگے بڑھنا چاہئے اور جو اشخاص اور ادارے اس کام میں تعاون کر سکتے ہیں ان کو بھی میدان میں آنا چاہئے۔

اس سلسلہ میں جن افراد اور جن اداروں نے جس طرح بھی اس کام میں کسی طرح کا کوئی تعاون کیا ہے ہم ان سب کے مشکور و ممنون ہیں۔

رب کریم سے دعا ہے کہ ہم سب کو ائمہ اہلبیت علیہم السلام کی سیرت طیبہ پر گامزن ہونے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین

محمد باقر رضا
۵/ شعبان المعظم ۱۴۳۸ھ
حوزہ علمیہ قم

امام سجاد علیہ السلام اور دعائے ابو حمزہ ثمالی

از تبرکات خطیب اعظم طاب ثراہ

چوتھے امام ' امام زین العابدین علیہ السلام کے ایک بزرگ صحابی جناب ابو حمزہ ثمالی تھے۔ ان کی عظمت و حیثیت کو سمجھنے کے لئے یہی کافی ہے کہ حدیثوں میں آیا ہے کہ میدان محشر میں ایک ایک معصوم کے ساتھ ان کے مخصوص صحابی بلائے جائیں گے جنھیں حواریین کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں جناب عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے ساتھیوں کے لئے حواریین کا لفظ استعمال ہوا ہے اور ان کی تعداد بارہ تھی۔

جب آواز دی جائے گی کہ رسول اکرم ﷺ کے حواریین آئیں تو سلمان فارسی ' ابوذر ' مقداد آئیں گے۔ جب آواز دی جائے گی کہ مولائے کائنات کے حواریین آئیں تو مالک اشتر ' ابن عباس ' عمار یاسر اور اس قسم کے دیگر اصحاب آئیں گے۔ امام حسن علیہ السلام کے حواریین کو آواز دی جائے گی۔ امام حسین علیہ السلام کے حواریین پکارے جائیں گے تو شہدائے کربلا آئیں گے۔ جب امام زین العابدین علیہ السلام کے حواریین پکارے جائیں گے تو ان میں ابو حمزہ ثمالی بھی شامل ہوں گے۔

جناب ابو حمزہ ثمالی کس منزلت ' مرتبہ اور درجہ پر فائز تھے اس کا اندازہ اس واقعہ سے بھی لگ سکتا ہے کہ ان کی ایک کمسن بچی تھی۔ وہ گری اور اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا وہ بھی اس طرح کہ ہڈی ٹوٹ کر اوپر چڑھ گئی۔ ابو حمزہ بیٹی کو ایک جراح کے پاس لے گئے ' جراح نے کہا:

ہڈی ٹوٹ کر چڑھ گئی ہے مجھے ہڈی کھینچ کر بٹھانا پڑے گا اور تمہاری بچی جو ابھی سے بے چین ہے اس کو بہت زیادہ تڑپنا پڑے گا۔

ابو حمزہ سے یہ کہہ کر وہ گھر کے اندر سامان لینے چلا گیا۔

ابو حمزہ یہ کہتے ہیں کہ میرے دل میں خیال آیا کہ بچی ابھی رو رہی ہے، تڑپ رہی ہے، درد سے بے چین
جب اس کا ٹوٹا ہوا ہاتھ کھینچا جائے گا ہڈی بٹھائی جائے گی تو بہت زیادہ بے چین ہو گی۔ بس میرے دل میں
کی تکلیف کا خیال آیا۔ وہ کہتے ہیں کہ تھوڑی دیر بعد جب جراح سامان لے کر نکلا اور اس نے کہا:

بیٹی! ہاتھ بڑھاؤ، میں ہاتھ ٹھیک کر دوں۔

لڑکی نے ہاتھ بڑھا دیا۔

جراح نے کہا: بیٹی! یہ تم نے غلطی سے دوسرا ہاتھ بڑھا دیا ہے، اس میں فریکچر نہیں ہے، یہ تو ٹھیک ہے۔
ٹوٹ گیا ہے وہ بڑھا دو۔

بچی نے دونوں ہاتھ بڑھا دیئے، اب وہ جراح کبھی اس ہاتھ کو دیکھتا کبھی اس ہاتھ کو دیکھتا ہے اور انتہائی حیر
میں ہے۔ اس نے کہا:

میری عقل کام نہیں کرتی ہے۔ میں ابھی دیکھ کر گیا تھا کہ ہاتھ ٹوٹا تھا، اب دیکھ رہا ہوں کوئی اثر نہیں ہے۔
تم پر اللہ کی مہربانی ہے، میں اس کی وجہ نہیں بیان کر سکتا ہوں۔

ابو حمزہ ثمالی کہتے ہیں کہ میں بچی کو لے کر امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور میں نے پورا واق
بیان کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

ابو حمزہ! جب تمہارے دل میں تمہاری بچی کی تکلیف کا خیال پیدا ہوا تو اس رحمٰن کی رحمت میں جوش پیدا ہوا
اس نے بغیر کسی علاج کے تمہاری بچی کے ہاتھ کو ٹھیک کر دیا کہ نہ اسے تکلیف ہو، نہ تمہیں تکلیف ہو۔

جناب ابو حمزہ ثمالی کی عظمت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ماہ رمضان میں رات ختم ہونے او
روزے کے شروع ہونے سے پہلے ہر گھر میں سحری کھائی جاتی ہے، سحری کا کچھ کھانا اور کچھ پینا ہے، اس کے
علاوہ کچھ نہیں ہے۔ لیکن یہ کیسا مذہب ہے جو یہ کہتا ہے کہ سحر کے وقت کچھ ضروری کھاؤ اس لئے کہ سحر کے
وقت کھانا بھی عبادت ہے اور ہر لقمے پر ثواب دیا جائے گا۔

پالنے والے! ہم کھا رہے ہیں تو ثواب کیوں دے رہا ہے؟ تو جواب آئے گا: اپنی مرضی سے کھاؤ گے تو ثواب
نہیں دیں گے، ہمارے کہنے سے کھا رہے ہو اس لئے ثواب دے رہے ہیں۔

اس کے بعد حکم شریعت ہے کہ جب سحری کھا چکو تو دعائے سحر پڑھو، یعنی روزی ملی ہے تو رازق کو بھی یا
کرو۔ ہمارے سماج میں یہ ہوتا ہے کہ ہم اس سحر کو واجب سمجھ کر کھاتے ہیں اور دعا نہیں پڑھتے ہیں۔

سحر کے وقت پڑھی جانے والی دعاؤں میں سے ایک طولانی دعا بھی ہے اس دعا کا نام دعائے ابو حمزہ ثمالی ہے۔ یہ چوتھے امام علیہ السلام ۔نے تعلیم فرمائی ہے۔ یہ دعا آج تک ابو حمزہ ثمالی کے نام سے مشہور ہے، جیسے دعائے کمیل مولائے کائنات علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے لیکن آپ نے اپنے صحابی کمیل کو بتائی تھی۔ دعائے ابو حمزہ ثمالی میں وہ دعائیں موجود ہیں جو ہم میں سے کوئی آدمی سوچ نہیں سکتا ہے۔ اپنے لئے، اولاد کے لئے، مرنے والوں کے لئے، زندہ کے لئے، دنیا کے لئے، روزی کے لئے، علم کے لئے، زیارت کے لئے۔ کوئی دعا ہم سوچ نہیں سکتے ہیں جو اس کے اندر موجود نہ ہو۔ میں نے اس دعا کو بار بار پڑھا تو یہی اندازہ ہوا کہ یہ دعائے ابو حمزہ ثمالی نہیں ہے بلکہ انسانی دعاؤں کا انسائیکلو پیڈیا ہے جو امام زین العابدین علیہ السلام نے مرتب کر کے ہمارے حوالے کیا ہے۔

اسی دعا کا ایک فقرہ ہے کہ جس میں یہ راز مل جائے گا کہ کیا وجہ ہے کہ ہم خدا، رسول ﷺ اور اہل بیت علیہم السلام کو مانتے ہیں لیکن ان کا حکم کیوں نہیں مانتے:

اللھم اخرج حب الدنیا من قلبی -

پہلی دعا یہ ہے کہ پالنے والے! میرے دل سے دنیا کی محبت نکال دے۔

و اجمع بینی و بین المصطفیٰ و آله خیرتک من خلقک

اور ہم کو نبی اور ان کے اہل بیت کے ساتھ جمع کر دے جو تیری ساری مخلوق میں سب سے بہتر و برتر ہیں۔

امام زین العابدین علیہ السلام کی اس دعا نے بتایا کہ دو محبتیں جمع نہیں ہو سکتیں۔ اگر دنیا سے محبت ہو گی تو نبی و اہل بیت علیہم السلام کے لئے سینہ میں جگہ نہیں نکلے گی۔ اگر نبی و اہل بیت علیہم السلام کے لئے دل میں جگہ بنانا ہے تو دنیا کی محبت سے دل کو خالی کرنا پڑے گا۔

اس دعا سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ لڑائی دو چیزوں کے درمیان ہے، نبی و اہل بیت علیہم السلام کی محبت میں اور دنیا کی محبت میں۔ اگر دنیا کی محبت ہو گی تو نبی و آل نبی علیہم السلام کی محبت نہ ہو گی اور نبی و اہل بیت علیہم السلام کی محبت ہے تو دنیا کی محبت نہ ہو گی۔

ہم خدا، نبی اور امام کو مانتے ہیں اور ان کا حکم نہیں مانتے یا کچھ باتیں مانتے ہیں اور کچھ نہیں مانتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جہاں تک ان ذوات کی محبت ہے وہاں تک مانتے ہیں اور جہاں سے دنیا کی محبت آجاتی ہے وہاں چھوڑ دیتے ہیں۔

امام سجاد علیہ السلام کے اشعار

مترجم: استاذ الاساتذہ ابن علی واعظ

بارگاہِ الٰہی میں تضرع وزاری

الم تسمع بفضلک یا ملائي	میرے دلدار و یار، میرے خدا
دعاء من ضعیف مبتلائي	اے مرے دوست، اے مرے مولا
غریق فی بحور الغم حزنا	ایک رنجیدہ ناتواں کی دعا؟
اسیر بالذنوب و بالخطائي	نہ سنی تو نے اپنے فضل سے کیا
مناد بالتضرع کل یوم	غرق دریائے رنج و غم ہے وہ
ملح بالتساول والدعائي	اور زندانی گناہ وخطا
اتیتک باکیا فارحم بکائي	لب پہ بس اس کے ہے دعا و سوال
رجایا منک اکثر من خطائي	روز دیتا ہے گڑگڑا کے صدا
ولی ھم وانت کشوف ھمي	ہوں تیرے در پہ میں بہ نالہ وآہ
ولی داء وانت دواء دائي	طالب رحم ہے مرا نالہ
سابکی حسرۃ دمعا بکاء	میں ہوں پر غم، تو کاشف غم ہے
اذا لم یبق من دمع دمائي	میں ہوں بیمار اور تو ہے دوا
لقد ضاقت علی الارض طرا	ہیں خطائیں شمار سے باہر
واھل الارض ما عرفوا دوائي	پر خطا سے فزوں ہے میری رجا
	خون آنکھوں سے میں بہاؤں گا

جزائی تعذبنی ولکن
اعوذ بحسن عفوک عن جزائي
فخذ بیدی فانی مستجیر
بفضلک یا مجیر ویا رجائي
رجائی کان منقطعا بذنبي
رجائی منک لی حقق رجائي
تفضل سیدی بالعفو مني
فانی مبتلاء فی بلائي

خشک ہو گا جو چشمہ اشکوں کا
ہو گئی تنگ مجھ پہ ساری زمیں
نہیں اہل زمیں کے پاس دوا
ہے جزا میری' دے سزا مجھکو
پر میں طالب ہوں تیرے رحمت کا
ہو ترا ہاتھ دستگیر اگر
ہاتھ آجائے مجھکو میری جزا
آس توڑی میری خطاؤں نے
اب نہیں کوئی آس تیرے سوا
میرے آقا معاف کردے گناہ
فضل سے اپنے دور کردے بلا

امیر المومنین علیہ السلام کے فضائل

و من شرف الاقوام یوما برایه
فان علیا شرفته المناقب
وقول رسول الله والحق قوله
وان رغمت منهم انوف کواذب
فانک منی یا علی موالقا کهارون
من موسی اخ لی و صاحب
دعاه ببدر فاستجاب لامره
وسارع فی ذات الاله یضارب
فما زال یعلوهم به وکانه
شهاب تلقاه القوابس ثاقب

بخشا قوموں کو شرف احمد نے اپنی فکر سے
اور حیدر کو شرف ان کے فضائل سے ملا
دوسرے قول نبی سے اور سچ ہے ان کا قول
بولتے ہیں وہ سدا پا کر اشارہ وحی کا
تم میں مجھ میں یا علی انس و محبت ہے وہی
ربط انس. مہر جو ہارون کو موسیٰ سے تھا
بدر میں حکم نبی سے آگئے میدان میں
کر دیا چرچا جہاد فی سبیل اللہ کا
اس طرح قوموں کو پیغمبر علو دیتے رہے
وہ شہاب نور اور ہر ایک طالب نور کا

جنازہ

نواع اذا الجنائز قابلتنا
جنازہ دیکھ کر دل کو ہمارے ہوتی ہے وحشت

و نلهو حين تقضى ذاهبات
جنازہ کے گزر جانے پہ چھا جاتی ہے پھر غفلت

كروعة ثلة لمغار سبع
درندہ جیسے اپنے غار کے در پر ہو استادہ
تو حیوانوں کے دل میں ڈر سما جاتا ہے اور خفت

فلما غاب عادت راتعات
مگر جب موڑ کر چہرے کو اپنے غار کی جانب
وہ غائب ہو تو حیوانوں کو چرنے سے کہاں فرصت

خدا سے راز و نیاز

اليک يا رب قد وجهت حاجاتي
تیری جانب اے خدا رخ ہے میری حاجات کا

و جئت بابک يا رب بحاجاتي
تیرے در پر در دلایا ہوں ضروریات کا

انت العليم بما يحوى الضمير به
تجھ سے بہتر کون جانے دل میں جو پوشیدہ ہے

يا علم السر علام الخفيات
واقف اسرار! تو عالم ہے مخفیات کا

اقض الحوائج لى ربى فلست ارى
حاجتیں بر لا کہ میں سمجھا نہیں تیرے سوا

سواک يا رب من قاض لحاجاتي
نام دوں یارب میں جس کو قاضی الحاجات کا

وسع بفضلک لى رزقا اعيش به
رزق کی وسعت عطا کر مجھ کو اپنے فضل سے

يا قاسم الرزق من فوق السماوات
رزق کا قاسم ہے تو، مالک ہے تقدیرات کا

واغفر ذنوبى اخطات وارحمني
بخش دے جو بھی خطا مجھ سے ہوئی، اور رحم کر

يا راحم الخلق فارحم لى مناجاتي
ہے تو ہی عالم مرے ہر کام اور ہر بات کا

سهل اموری واختمها بمنقلبى
سہل کر میرے امور زندگانی بے سوال

استر عيوبى و بلغنى مراداتي
میرے عیبوں کو چھپا، منھ بھر میرے حاجات کا

حقق بجودک آمالي و منقلبى
میری امیدیں ہوں پوری اور دعا ہو مستجاب

بعد الممات بروضات وجنات

ولا تواخذنی بالذنب نعلمه

واغفر بجودک یا ربی خطیئاتي

اجمع لی الشمل فی اهلی وفی ولدي

و ردنی احبابی و حبابی

یا خالقا من لا شنیه له

اسمع دعائی و یسر لی مهماتي

یا من تعالی بلا وصف یکون له

للواصفین ولامدح البریات

بعد مرگ اعزاز دے باغات اور جنات کا

جس خطا کا میری تجھ کو علم ہے کر دے معاف

اپنے اس بندے پر کر احساں خود اپنی ذات کا

مجھ کو یارب خانوادے اور فرزندوں کے ساتھ

جمع کر دے ایک جا، در کھول دے خیرات کا

خالق بے مثل! سن میری دعا اور سہل کر

کام سارا میری ہستی کی ضروریات کا

اے کہ تیری ذات ہے اوصاف سے بالاترین

کب ہے تو محتاج مداحوں کے توصیفات کا

اپنی عزت نفس

لباسی للدنیا التجلد والصبر

ولبسی للاخری البشاشة والبشر

اذا اعترانی امر لجأت الی العز

لانی من القوم الذین لهم فخر

أ لم تر ان العرف قد مات اهله

وان الندی والجود ضمها قبر

علی العرف والجود السلام فما بقي

من العرف الاالرسم فی الناس والذکر

وقائلة لما راتنی مسهدا

کأنّ الحشا منی یلذعها الجمر

أ باطن داء لو حوی منک ظاهرا

میرا لباس دنیا ہے صبر اور تحمل

اور آخرت کا جامہ خوش روئی اور مسرت

مشکل میں اپنی عزت کا ڈھونڈھتا ہوں سایہ

معیار قومی اپنا عزت ہے اور کرامت

دیکھا ہے تو نے نیکو کاران مر چکے ہیں

جود و سخا بھی پہنچے ہیں اندرون تربت

نیکی وجود کو تم کر لو سلام آخر

باقی ہے ذکر نیکی اور جود کی علامت

بے خواب رات بھر میں اس طرح جاگتا تھا

جیسے جلا رہی ہو دل کو کوئی حرارت

یہ حال میرا دیکھا تو بولا ایک ہمدم

کیا ہے یہ درد آخر کیسی ہوئی ہے حالت

کیا درد باطنی ہے؟ ہوتا یہ درد ظاہر

میں نے کہا کہ اس سے ہے تنگ دل کی وسعت

احوال کا تبدل احباب کا تفقد

فقلت الذی بی ضاق عن واسعة الصدر

تغیر احوال وفقد احبة

وموت ذوی الافضال قالت کذا الدهر

اموات کا تسلسل اور دوستوں کی فرقت

کہنے لگا کہ ہاں ہاں ایسا ہی ہے زمانہ

غم پر اک اور غم ہے، کس کو یہاں ہے راحت

حکام ستمگر سے خطاب

لکم ما تدعون بغیر حق

اذا میز الصحاح من المراض

عرفتم حقنا فجحد تمونا

کما عرف السواد من البیاض

کتاب اللہ شاهدنا علیکم

وقاضینا الا له فنعم قاض

صحیح اور غلط میں تمیز ہو پھر بھی

تمہیں یہ حق ہے کہ ناحق کرو کوئی دعویٰ

ہمارے حق سے سمجھ بوجھ کر کیا انکار

نہ فرق سمجھا سفیدی کا اور سیاہی کا

خدا ہمارا ہے قاضی جو خیر قاضی ہے

ہماری سمت سے شاہد ہے بس کتاب خدا

مردم کوفہ سے خطاب

لا غرو ان قتل الحسین و شیخه

قد کان خیرا من حسین واکرما

فلا تفرحوا یا اهل کوفة بالذي

اصیب حسین کان ذالک اعظما

قتیل بشط نهر نفسی فداوٴ

جزاء الذی ارداه نار جهنما

حسین قتل ہوئے گر تو کیا کہ ان کے پدر

کہ جن کا مرتبہ ہر طرح سے مسلم ہے

نہ خوش ہو کوفیو اس ظلم سے جو توڑا گیا

حسین پر کہ علی کا عدو تو اظلم ہے

لب فرات ہوئے قتل ان پہ جاں ہو فدا

جو قاتل ان کا ہے اس کی سزا جہنم ہے

یا امة السوء لا سقیا لربعکم

یزیدیو! بخدا تم ہو کیا بری امت

یا امة لم تراع جدنا فینا	ہمارے جد کا کیا تم نے کچھ لحاظ نہ پاس
	عطا کرے نہ خدا تم کو خیر اور برکت
لو اننا و رسول الله یجمعنا	سدا رہے گا دلوں پر تمہارے خوف وہراس
یوم القیامة ما کنتم تقولنا	اگر ہم اور رسول خدا قیامت میں
	ہوں ایک جا، تو تمہیں کیا وہ وقت آئے گا راس
تسیرونا علی الاقتاب عاریة	ہمیں بٹھائے ہو تم بے کجاوہ اونٹوں پر
کاننا لم نشید فیکم دینا	کہ جیسے ہم نے نہ قائم کی تم میں دیں کی اساس
بنی امیة ما هذا الوقوف علی	بنی امیہ! ہے کیسا یہ سب تسلسل ظلم
	ہمارے داعی حق سے نہ اب لگانا آس
تلک المصائب لا تلبون داعینا	یہ باتیں کفر کی ہیں اور یہ کام کفر کے ہیں
	ذرا نہیں تمہیں انسانیت کا کچھ احساس
تصفّقون علی ایدیکم فرحا	خوشی میں قتل کی، تم تالیاں بجاتے ہو
	کیا اسیر ہمیں اور بجھی نہ ظلم کی پیاس
وانتم فی فجاج الارض تسبونا	پھرا رہے ہو ہمیں کربلا سے شہر بہ شہر
الیس جدی رسول الله؟ ویلکم	دل و دماغ تمہارے ہیں قیدی خناس
اهدی البریة عن سبل المضلینا	خدا کی مار ہو تم پر رسول ہیں مرے جد
	دکھا کے سب کو رہ حق گئے خدا کے پاس
یا وقعة الطف قد اورثتنی حزنا	بنایا تو نے ہمیں کربلا! ہے وارث غم
والله یهتک استار المسیئنا	خدا ذلیل کرے گا عدو کو بے وسواس

گوہر علم کو نااہلوں سے چھپانا

انی لاکتم من علمی جواهرة	چھپاتا ہوں میں اپنے علم کے ہر ایک گوہر کو
کیلا یری الحق ذو جهل فیفتنا	دکھائی دے نہ تا کہ حق جہول فتنہ پرور کو
و قد تقدم فی هذا ابو حسن	مرے دادا اسی پر مجھ سے پہلے تھے عمل پیرا
الی الحسین اوصی قبله الحسنا	وصیت یہ انہوں نے کی تھی خود شبیر و شبر کو
ورب جوهر علم لو ابوح به	ہیں کتنے گوہر علمی جنہیں ظاہر اگر کر دوں

لقیل لی انت ممن یعبد الوثنا
ولاستحل عجال مسلمون دمی
یرون اقبح ما یاتونه حسنا

تو اہل ہوش پھر بت خانہ سمجھیں گے مرے گھر کو
مسلمانوں کو میرا خوں' بہادینے کا حق ہوگا
کہیں گے خوب تر سمجھے تھے ہم اک امر بدتر کو

راحت و سکون کا متلاشی

ان کنت تطلب راحة و سعادة
ومن الامور الصالحات تمكّن
قل یا کریم و یا رحیم ففیهما
سر عظیم ظاهر متیقن
تقراها الفا طاهرا متطهرا
فی خلوة اللیل حین تنام الاعین
یاتیک آت فی منامک قائلا
لک ما یسر به التقی الموقن
فهناک تلقی راحة و سعادة
طول الحیاة وبعده لا تحزن

اگر اے دوست تم طالب ہو راحت اور سعادت کے
تمہیں حاصل امور صالحہ میں بھی تمکن ہو
کہو تم (یاکریم یارحیم) کیونکہ اے بھائی
ہے اک سر عظیم وظاہر اس میں' گر تیقن ہو
کرو تم باطہارت ورد اس کا خلوت شب میں
اگر ہر شب کو وہ صد بار' واضح اس کا تب گن ہو
اک آنے والا آکر خواب میں تم کو بتائے گا
مبارک ہو خوشی' جس سے ہری تقوی کی گلبن ہو
حیات و موت میں پاؤ گے راحت بھی سعادت بھی
کہ اس کے بعد حزن و رنج کا امکان ہی سن ہو

اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مصائب

نحن بنو المصطفی ذوو غصص
یجرعها فی الانام کاظمنا
عظیمة فی الآنام محنتنا
اولنا مبتلی و آخرنا
یفرح هذا الوری بعیدهم
و نحن اعیادنا مآتمنا
والناس فی الآمن والسرود وما
یامن طول الزمان خائفنا
وما خصصنا به من الشرف

ہم آل نبی ہمدم اندوہ و بلا ہیں
ہم جرعہ کش ضبط غم و صبر و رضا ہیں
ہم پر جو مصیبت ہے' بڑی ہے وہ مصیبت
از اول و تا آخر ما' سب غربا ہیں
جب عید مناتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں سب لوگ
ہم عید میں بھی غمزدہ و اہل عزا ہیں
امن اور مسرت میں بسر کرتے ہیں سب لوگ
ہم خوف و خطر ہی میں گرفتار سدا ہیں

الطائل بین الآنام آفتنا
جو خاص شرف ہم کو ملا ہے' ابدی ہے

یحکم فینا والحکم فیه لنا
ہم اس کے سبب قیدی آفات و جفا ہیں

جاحدنا حقنا و غاصبنا
حق چھینا اور انکار کیا حق سے ہمارے
جو غاصب و منکر ہیں وہی اب امرا ہیں

غم بے پایاں

انّ الزمان الذی قد کان یضحکنا
ہمیں ہنسایا زمانہ نے جن کی قربت میں

بقربهم صار بالتفریق یبکینا
رلا رہا ہے ہمیں اب انہیں کی فرقت میں

حالت لفقدهم ایامنا فغدت
ہمارے دن ہوئے تاریک ان کی فرقت میں

سودت و کانت بهم بیضا لیالینا
ہماری راتیں بھی روشن تھیں جن کی قربت میں

فهل تری الدار بعد البعد آنسة؟
وہ جب ہیں دور تو کیا گھر میں انس، کیا الفت

ام هل یعود؟ کما قد نادینا
پلٹ کے آئیں گے جو دن تھے قید الفت میں

یا ظاعنین بقلبی اینما ظعنوا
جہاں بھی کوچ کیا' میرے دل میں کوچ کیا

وبالفواد مع الاحشاء داعینا
کہیں بھی جاؤ' رہو میرے دل کی حرکت میں

ترفّقوا بفوادی فی هوادجکم
عماریوں میں بھی تم میرے دل کے ساتھ رہو

فقدته یوم راحت من اراضینا
جو کھو گیا ہے تمہارے سفر کی مدت میں

فوالذی حجت الرکبان کعبته
قسم ہے جس کا سواران کعبہ کرتے ہیں قصد

ومن الیه مطایا الکل ساعینا
سواریاں ہیں رواں جس کے ظل رحمت میں

لقد جری حکم مجری دمی بدمی
تمہارا عشق مرے خوں کے ساتھ جاری ہے

من الفراق جری سولا لبارینا
خدا سے ہوں میں سوالی تمہاری فرقت میں

ہے ہر عزت برائے اہل تقوی

من عرف الرب فلم تغنه
جسے اللہ کا عرفاں نہ ہوگا

معرفة الرب فذاک الشقی
کبھی خوش بخت وہ انساں نہ ہوگا

ما ضر فی طاعة ما ناله
اطاعت میں ہو نقصاں یا منافع

فی طاعة الله و ماذا لقی
حقیقت میں کوئی نقصاں نہ ہوگا

ما یصنع العبد التقی — ہے ہر عزت برائے اہل تقوی

والعز کل العز للمتقی — کہ ان کا کام بے یزداں نہ ہوگا

زندگانی امام سجادؑ

شاہوار حیدر سعیدی

حضرت علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ بارہ اماموں میں سے چوتھے امامؑ اور چودہ معصومینؑ میں سے چھٹے معصومؑ ہیں۔آپؑ کے پدر بزرگوارؑ حسینؑ بن علیؑ ہیں جو کہ رسولِ اکرمؐ کے نواسے اور شیعیانِ جہان کے تیسرے امامؑ ہیں۔آپؑ کی مادر گرامیؑ معروف قول کی بنا پر ساسانی سلسلے کے آخری بادشاہ یزدگرد سوم کی بیٹی جناب شہر بانوؑ ہیں۔

ولادت باسعادت

مشہور قول کی بنا آپؑ سنہ ۳۷ھ یا سنہ ۳۸ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے[1]۔اس بنا پر آپؑ کی عمر واقعہ کربلا میں ۲۳/سال قرار دی گئی ہے اور مورخین نے کہا ہے کہ سنہ ۶۱ھ میں واقعہ کربلا میں آپؑ کے فرزند امام

---

[1] ۔طبقات کبریٰ: ج۵ص۱۵۷۔انساب الاشراف: ج۱ص۱۳۶۔صواعق محرقہ: ص۲۰۱۔وفیات الاعیان: ج۲ص۴۳۱۔الکافی: ج۱ص۴۶۶۔ارشاد: ج۲ص۱۳۸۔مناقب آلِ ابی طالبؑ: ج۳ص۱۷۵۔کتاب نسب قریش: ص۵۸۔کشف الغمہ: ج۲ص۷۳۔بحار الانوار: ج۴۶ص۸۔

باقرؑ چار سال کی عمر میں موجود تھے۔ اگرچہ کچھ نقلوں میں ۳۰[1]، ۳۱[2]، ۳۳[3]، ۳۵[4]، ۳۶[5] اور ۴۸[6] آپؑ کا س
ولادت قرار دیا گیا ہے۔

آپؑ کی ولادت کا دن مختلف منابع میں ۱۵/ جمادی الاول قرار دیا گیا ہے[7]۔ اگرچہ بعض لوگوں نے
۵/ شعبان[8] اور بعض لوگوں نے ۹/ شعبان کو آپؑ کی ولادت کا دن قرار دیا ہے[9]۔

اگر ہم قولِ مشہور کو امامؑ کی ولادت کا سال قرار دیں تو شیخ مفیدؒ کی عبارت، جس کے مطابق آپؑ دو سال اپنے
جد بزرگوار (مولائے کائناتؑ) کے ساتھ مدینہ منورہ میں رہے، تاریخی واقعیت کے ساتھ سازگار نہیں
ہے، کیونکہ مولائے کائناتؑ نے سنہ ۳۶ھ میں مدینہ کو عراق کے مقصد سے جدائی طلب افراد کا مقابلہ کرنے
کے لئے خیر باد کہا اور اپنی شہادت کے سال سنہ ۴۰ھ تک کوفے میں رہتے تھے۔ لیکن اگر ہم سنہ ۳۵ھ کو آپ
کی ولادت کا سال قرار دیں تو شیخ مفیدؒ کا قول درست ہوگا۔ موالید میں ابن خشاب کی عبارت نیز دوسروں کی
عبارت جنھوں نے لکھا ہے کہ آپؑ نے اپنی زندگی کے ابتدائی دو سال اپنے جد امیر المومنینؑ کے ساتھ مدینہ
میں گذارے ہیں، تاریخی واقعیت کے ساتھ سازگار ہے[10]۔ امام حسینؑ بھی حضرت علیؑ کی، مدینہ سے عراق
روانگی کے آغاز سے آپؑ کے ہمراہ تھے اور سنہ ۳۷ھ سے سنہ ۴۰ھ تک اپنے والد کے ساتھ رہے تھے۔ طبری

---

[1] ۔ابن شہر آشوب کتاب شرح الاخبار کے مصنف کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ آپؑ واقعہ کربلا میں تیس سال کے تھے۔ مناقب آلِ ابی طالبؑ: ج۴ص۱۷۴۔

[2] ۔ ابن شہر آشوب کتاب شرح الاخبار کے مصنف کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ آپؑ واقعہ کربلا میں تیس سال کے تھے۔ مناقب آلِ ابی طالبؑ: ج۴ص۱۷۴۔

[3] ۔ مختصر تاریخ دمشق: ج۱۷ص۲۳۰۔ بیہقی نے کتاب لباب الانساب میں آپؑ کی ولادت کے بارے میں تین قول بیان کئے ہیں: ۳۳، ۳۶، ۳۸ ہجری۔

[4] ۔ اقبال الاعمال: ص۶۲۱، مصباح المتہجد، ص ۷۳۳، تواریخ النبیؐ والآلؑ: ص۳۰۔

[5] ۔ اقبال الاعمال: ص۶۲۱، مصباح المتہجد، ص ۷۳۳، تواریخ النبیؐ والآلؑ: ص۳۰۔ بحار الانوار: ج۴۶ص۱۳۔

[6] ۔ تاریخ طبری: ج۵ص۴۲۹۔ طبری امام سجادؑ کو کربلا میں بچہ قرار دیتا ہے۔

[7] ۔مسار الشیعہ: ص۳۱۔ مصباح المتہجد: ص ۷۳۳۔ اعلام الوریٰ: ص۲۵۶۔

[8] ۔کشف الغمہ: ج۲ص۱۰۵۔

[9] ۔روضۃ الواعظین: ص۲۴۲۔

[10] ۔بحار الانوار: ج۴۶ص۱ بحوالہ موالید الائمہ ووفیاتہم۔

نے سنہ ۳۷ھ کے حوادث میں جنگ صفین کی توصیف میں ابو مخنف کے قول اور زید بن وہب سے اپنی اسناد کے ذریعے جنگ صفین میں امام حسینؑ کی دلاوری کے بارے میں گفتگو کی ہے [1]۔

جو لوگ معتقد ہیں کہ امام زین العابدینؑ سنہ ۴۸ھ میں پیدا ہوئے اور کربلا میں تیرہ سال کے نوجوان تھے، اس طرح استدلال پیش کرتے ہیں:

کربلا کا مؤرخ حُمید بن مسلم کہتا ہے: میں عصرِ عاشورا جناب علیؑ بن الحسینؑ کے پاس گیا آپؑ بیمار تھے اور بستر پر پڑے ہوئے تھے۔ اتنے میں شمر اپنی جماعت کے ساتھ قریب آیا۔ وہ آپؑ کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا سبحان اللہ کیا تم بچے کو بھی قتل کرتے ہو؟ پھر جو بھی آپؑ کے قریب آتا تھا میں اُس سے یہی کہتا تھا یہاں تک کہ عمر بن سعد آگیا اور اُس نے کہا کہ کوئی بھی عورتوں کے خیمے کے نزدیک نہ جائے اور اِس بچے کو نہ ستائے [2]۔

دمیری لکھتا ہے کہ (امام) زین العابدینؑ اپنے والد کے ساتھ کربلا میں تھے اور بچہ ہونے کی وجہ سے آپؑ کو قتل نہیں کیا گیا [3]۔

دینوری لکھتا ہے: (امام) حسینؑ کے مددگاروں، فرزندوں اور بھتیجوں میں سے کسی نے رہائی نہیں پائی، مگر آپؑ کے بیٹے علیؑ نے جو کہ قریب بلوغ تھے اور عمر بن حسنؑ جو کہ چار سال [4] کے تھے [5]۔

اور دوسری نقل کے مطابق خیموں کے لوٹے جانے اور آگ لگائے جانے کے موقع پر نسلِ حسینؑ سے بچنے والا تنہا فرزند جو کہ سخت بیماری کی وجہ سے جنگ میں شرکت نہ کر سکا، کھال کے بستر پر ایک خیمے میں پڑا ہوا تھا۔ اُس کے نیچے سے کھال (کے بستر) کو کھینچ لیا گیا اور شمر اُس کو قتل کرنے کے درپے ہو گیا۔ لیکن جناب

---

[1] ۔تاریخ طبری: ج۶، ص ۳۲۹۳۔

[2] ۔تاریخ طبری: ج۵ ص ۳۶۷۔ ارشاد: ج ۲ ص ۱۱۷۔

[3] ۔حیاۃ الحیوان: ج۱ ص ۲۳۷۔

[4] ۔اگر یہ امام حسنؑ کے فرزند ہیں تو ان کی عمر چودہ سال ہونا زیادہ مناسب ہے کیونکہ امام حسنؑ واقعہ کربلا سے گیارہ سال قبل انتقال فرما چکے تھے۔ مترجم۔

[5] ۔الاخبار الطوال: ص ۲۵۶۔

زینبؑ نے اُس کو اپنے برابر قرار دیا اور اس طرح اُس کی جان بچائی' اور عمر بن سعد نے بھی خیموں کے پاس پہونچ کر حکم دیا کہ امامؑ کے بیمار جوان کو کوئی نہ ستائے[1]۔

یہاں آپؑ کے بلوغ یا عدمِ بلوغ کا کوئی ذکر نہیں ہوا ہے' لہٰذا یہ قول قابلِ قبول نہیں ہے۔

طبری ابن زیاد کے دربار کے بارے میں لکھتا ہے: جب ابنِ زیاد نے علیؑ بن الحسینؑ کو دیکھا تو پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ امامؑ نے فرمایا: میں حسینؑ کا بیٹا علیؑ ہوں۔ ابن زیاد نے کہا کہ کیا خدا نے علیؑ بن الحسینؑ کو قتل نہیں کیا؟ امامؑ نے جواب دیا کہ میرا ایک بھائی تھا جس کا نام بھی علیؑ تھا' لوگوں نے اُسے قتل کر دیا۔ ابن زیاد نے کہا: خدا نے اُسے قتل کیا۔ امامؑ نے فرمایا:

"اللہ یتوفی الانفس حین موتھا"

ترجمہ: "خدا جانوں کو موت کے وقت لے لیتا ہے"[2]۔

ابنِ زیاد کو غصہ آگیا اور وہ بولا کہ تعجب ہے کہ ابھی بھی تم میں اتنی جرات اور توانائی باقی رہ گئی ہے کہ میری بات کا جواب دو۔ پھر اُس نے مزی بن معاذ احمری سے کہا کہ دیکھو کہ یہ بچہ کیا بالغ ہو چکا ہے۔ اُس نے جب کہا کہ ہاں تو ابن زیاد نے اُن کے قتل کا حکم دیدیا۔ جنابِ زینبؑ نے اپنے بھتیجے کو سینے سے لگا کر فرمایا کہ کیا تو ابھی ہمارے خون سے سیراب نہیں ہوا ہے؟ کیا تو نے ہم میں سے کسی کو زندہ چھوڑا ہے؟ اگر تو اُسے قتل کرنا چاہتا ہے تو مجھے بھی اُس کے ساتھ قتل کر دے۔ امامؑ نے بھی فرمایا کہ اِس صورت میں کسی پرہیزگار شخص کو کاروان کے ساتھ بھیج دے جو اُن کے ساتھ مسلمانوں جیسا برتاؤ کرے۔ ابن زیاد نے امام سجادؑ کی طرف رخ کر کے کہا کہ خود تم اُن کے ساتھ رہو[3]۔

بلاذری بھی لکھتے ہیں: "جب امام حسینؑ کے رشتے داروں کو ابن زیاد کے پاس لایا گیا تو اُس نے علیؑ بن الحسینؑ کو دیکھ کر کہا کہ دیکھو کہ وہ سن بلوغ کو پہونچے ہیں یا نہیں؟ لوگوں نے کہا: ہاں! تو اُس نے کہا کہ اُن کی گردن اڑا دو!..."[4]۔

---

1 ۔ الامامۃ والسیاسۃ: ص ۲۵۸۔ تاریخ طبری: ج ۵ ص ۳۶۷۔ ارشاد: ج ۲ ص ۱۱۷۔ البدایۃ والنہایۃ: ج ۸ ص ۱۸۸۔

2 ۔ زمر/ ۴۲۔

3 ۔ تاریخ طبری: ج ۵ ص ۲۵۸۔ لہوف: ص ۱۹۳۔ نہایۃ الارب: ج ۷ ص ۲۰۱۔

4 ۔ انساب الاشراف: ج ۳ ص ۲۰۸۔

ان روایات سے ایسا لگتا ہے کہ امامؑ سن بلوغ تک پہونچ چکے ہیں اور شاید آپؑ کی بیماری اتنی زیادہ تھی کہ آپؑ کی عمر مبارک بیس اور چند سال کم لگتی تھی۔

لیکن اُس روایت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا جو محمد بن عمر واقدی نے امام جعفر صادقؑ کے قول سے نقل کی ہے کہ امام زین العابدینؑ نے ۵۸/سال کی عمر میں انتقال فرمایا وہ لکھتے ہیں کہ یہ ارشاد اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ امام سجادؑ ۲۳/یا ۲۴/سال کی عمر میں اپنے والدؑ کے ساتھ کربلا میں موجود تھے۔ بنابریں اُن لوگوں کا قول درست نہیں ہے جنھوں نے آپؑ کو صغیر اور نابالغ بتایا ہے۔ آپؑ کربلا میں بیمار تھے اور اسی لئے آپؑ نے جنگ میں شرکت نہیں کی۔ دوسری طرف آپؑ کے فرزند امام باقرؑ بھی کربلا میں موجود تھے' جناب جابرؓ بن عبد اللہ انصاریؓ نے مدینہ میں ان کی زیارت کی ہے اور ان سے حدیث نقل کی ہے جب کہ جناب جابرؓ کا سنہ ۷۸ھ میں انتقال ہوا ہے[1]۔

امام زین العابدینؑ شام میں جو یزید بن معاویہ سے روبرو ہوئے اور جو آپؑ کے لئے اِس بات کا موقع فراہم ہوا کہ آپؑ منبر پر جائیں اور وہ نورانی خطبہ ارشاد فرمائیں' یہ سب اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ آپؑ اس زمانے میں بچے نہیں تھے[2]۔

زہری نے بھی کہا ہے: علیؑ بن الحسینؑ ۲۳/سال کی عمر میں اپنے والد بزرگوارؑ کے ساتھ تھے[3]۔

ایسا لگتا ہے کہ امام سجادؑ کی پیدائش سنہ ۳۵ھ اور سنہ ۳۷ھ کے درمیان مولائے کائناتؑ کی خلافت ظاہری کے دوران مدینہ میں ہوئی اور جب آپؑ کے والد گرامیؑ کوفہ روانہ ہوئے تو آپؑ بھی اپنے خاندان کے دوسرے افراد کے ساتھ مدینہ سے کوفہ روانہ ہوئے اور سنہ ۴۱ھ تک اپنے چچا امام حسنؑ کے معاویہ کے ساتھ صلح کرنے تک کوفے میں تھے۔

---

[1] ۔طبقات کبریٰ: ج۵ ص ۲۲۲۔ مختصر تاریخ دمشق: ج ۱۷ ص ۲۵۶۔ کشف الغمہ: ج ۲ ص ۱۹۱۔

[2] ۔اس بات سے مدنظر کہ امامت کا بچپن' جوانی اور بڑھاپا ایک طرح کا ہوتا ہے' مذکورہ بالا مطلب صحیح نہیں ہے۔ (مترجم)

[3] ۔مختصر تاریخ دمشق: ج ۱۷ ص ۲۳۱۔

کنیت اور القاب

آپؑ کی کنیتیں ابو محمدؑ[1]، ابو الحسنؑ[2]، ابو بکر[3] اور ابو الحسین[4] ہیں، ان میں سے ابو محمدؑ زیادہ مشہور ہے۔

آپؑ کے القاب زین العابدینؑ[5] (عبادتگذاروں کی زینت)، سجادؑ[6] (بہت زیادہ سجدہ کرنے والے) زین الصالحین[7] (صالحین کا زیور)، امام المومنین[8] (مومنین کے امام)، سید المتقینؑ[9] (پرہیزگاروں کے سردار)، منار القانتینؑ[10] (شب زندہ داروں کے چراغ)، سید العابدینؑ[11] (عبادتگذاروں کے سردار)، ذو الثفنات[12] (گھٹے پڑنے والی پیشانی والے)، قدوۃ الزاہدین[13] (زاہدوں کے پیشوا)، امین[14] اور زکی[15] ہیں۔ لیکن آپؑ کے زیادہ مشہور القاب زین العابدینؑ اور سجادؑ ہیں۔ آپؑ حقیقت میں ان صفات کے مظہر تھے۔

---

[1] ۔ انساب الاشراف: ج ۲ ص ۱۴۶۔ صفۃ الصفوۃ: ج ۲ ص ۵۲۔ کشف الغمۃ: ج ۲ ص ۱۰۵۔

[2] ۔ طبقات کبریٰ: ج ۵ ص ۱۵۷۔ صفۃ الصفوۃ: ج ۲ ص ۵۲۔

[3] ۔ مناقب آلِ ابی طالبؑ: ج ۴ ص ۱۷۵۔ کشف الغمۃ: ج ۲ ص ۱۰۵۔

[4] ۔ کتاب نسب قریش: ص ۵۸۔ ارشاد: ج ۲ ص ۱۳۸۔

[5] ۔ ارشاد: ج ۲ ص ۱۳۸۔ کشف الغمۃ: ج ۲ ص ۷۳-۷۴۔ مناقب آلِ ابی طالبؑ: ج ۴ ص ۱۲۹، ۱۷۵۔ حلیۃ الاولیاء: ج ۳ ص ۱۳۳۔

[6] ۔ مناقب آلِ ابی طالبؑ: ج ۴ ص ۱۷۵۔ علل الشرائع: ص ۲۳۲۔

[7] ۔ مناقب آلِ ابی طالبؑ: ج ۴ ص ۱۷۵۔ علل الشرائع: ص ۲۳۲۔

[8] ۔ کشف الغمۃ: ج ۲ ص ۷۳۔ مناقب آلِ ابی طالبؑ: ج ۴ ص ۱۷۵۔

[9] ۔ کشف الغمۃ: ج ۲ ص ۷۳۔

[10] ۔ مناقب آلِ ابی طالبؑ: ج ۴ ص ۱۷۵۔ حلیۃ الاولیاء: ج ۳ ص ۱۳۳۔

[11] ۔ مناقب آلِ ابی طالبؑ: ج ۴ ص ۱۷۵۔ کشف الغمۃ: ج ۲ ص ۷۴۔

[12] ۔ علل الشرائع: ص ۲۳۳۔ مناقب آلِ ابی طالبؑ: ج ۴ ص ۱۷۵۔ کشف الغمۃ: ج ۲ ص ۷۴۔ شرح نہج البلاغہ: ج ۱۰، ص ۷۹۔

[13] ۔ کشف الغمۃ: ج ۲ ص ۷۳۔

[14] ۔ کشف الغمۃ: ج ۲ ص ۷۴۔

[15] ۔ کشف الغمۃ: ج ۲ ص ۷۴۔

ان میں سے زیادہ تر القاب لوگوں نے آپؑ کو دیئے ہیں 'لوگ آپؑ سے خاص عقیدت اور آپؑ پر اعتماد رکھتے تھے اور آپؑ میں ان صفات کو دیکھتے تھے۔ امام رضاؑ کے زمانے میں مشہور شیعہ شاعر دعبل خزاعی کا ایک قصیدہ تائیہ ہے' وہ اس قصیدے کے ایک شعر میں آپؑ کو دو القاب سجادؑ اور ذوالثفنات کے ذریعے یاد کرتا ہے[1] :

دیار علیؑ والحسینؑ و جعفرؑ　　　وحمزۃؓ والسجادؑ ذی الثفنات

آپؑ کے شمائل 'ظاہری خصوصیات اور اجتماعی آداب

امام سجادؑ اپنے ظاہر کو بہت زیادہ اہمیت دیتے تھے۔ آپؑ خوبصورت اور بہت خوشبودار تھے 'آپؑ کی پیشانی پر سجدے کے نشان نظر آتے تھے۔ فرزدق اپنے قصیدے میں آپؑ کے ظاہر کی یوں توصیف کرتا ہے: آپؑ کے چہرے کے نور سے اُس سورج کی طرح جس کی پرتوافشانی سے تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں' سیاہی ختم ہو جاتی ہے ۔پروردگار نے ان کو ایسی عظمت اور افتخار ان کو بخشا ہے کہ قلم صنعت نے خود کو ان کی لوح پر کمال تک پہونچایا ہے۔

عبد اللہ بن سلیمان کہتا ہے: میں اپنے والد کے ساتھ مسجد میں تھا کہ امام سجادؑ تشریف لائے۔ آپؑ بہت خوبصورت تھے۔ آپؑ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا جس کے دو حصے آپؑ نے اپنے شانوں کے درمیان ڈال رکھے تھے۔

امام صادقؑ نے فرمایا ہے: علیؑ بن الحسینؑ اس طرح چلتے تھے کہ تم کو گمان ہوتا کہ آپؑ کے سر پر پرندہ بیٹھا ہوا ہے۔ (یہ سکون 'آرامش اور وقار سے کنایہ ہے) 'آپؑ کسی بھی طرف نہیں جھکتے تھے[2] اور اپنا ہاتھ نہیں ہلاتے تھے۔ جب راستے میں کسی ڈھیلے کو دیکھتے تھے تو سواری سے اتر کر اپنے ہاتھوں سے اُس کو راستے سے ہٹا دیتے تھے[3]۔

سفیان بن عیینہ بھی کہتا ہے: چلتے وقت کبھی بھی آپؑ کا ہاتھ آپؑ کے پیر کی ران سے آگے نہیں بڑھتا تھا[4] 'آپؑ سکون 'آرامش اور خضوع کے حامل تھے[5] ' در حقیقت آپؑ اس آیہ کریمہ کے مصداق تھے:

---

1 ۔ دیوان دعبل خزاعیؒ 'ص ۱۳۱۔

2 ۔ بحار الانوار: ج ۴۶ ص ۷۰۔

3 ۔ بحار الانوار: ج ۴۶ ص ۹۳۔

4 ۔ بحار الانوار: ج ۴۶ ص ۹۳۔

5 ۔ بحار الانوار: ج ۴۶ ص ۹۸ 'بحوالہ کشف الغمہ۔

"و عباد الرحمن الذین یمشون علی الارض هوناً "[1]۔

ترجمہ : "خدائے رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں"۔

آپؑ بیٹھتے وقت کبھی اپنے ایک پیر کو دوسرے پیر کی ران پر رکھتے تھے[2]۔

آپؑ کی نہایت خوبصورت آواز تھی اور قرآن کو نہایت خوبصورت آواز میں پڑھتے تھے۔آپؑ کے گھر کے پاس سے گذرنے والے آپؑ کی خوبصورت آواز کی وجہ سے بے اختیار رک جاتے تھے اور آپؑ کی قرائت کو غور سے سنتے تھے[3]۔امامؑ عمدہ لباس زیبِ تن فرماتے تھے اور جب خدا کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تھے تو غسل کرتے تھے اور عطر لگاتے تھے۔

لہٰذا زہد کا مطلب یہ نہیں ہے کہ زندگی کی لذتوں سے چشم پوشی کی جائے اور ریاضت کی جائے‘ بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ خدا کی مرضی کے مطابق عمل کیا جائے‘ اس کی معصیت اور ہر اس چیز سے اجتناب کیا جائے جو اس نے حرام کی ہے اور اس دنیوی پونجی کی طمع نہ کی جائے جو لوگوں کے ہاتھوں میں ہے۔

آپؑ کی پوشاک کے بارے میں چند روایات وارد ہوئی ہیں :

آپؑ سردیوں میں "خز" کا لباس پہنتے تھے‘ اور جب گرمیاں آجاتی تھیں تو اُس کو بیچ کر اُس کے پیسوں کو صدقہ دیدیتے تھے[4]۔ سلیمان بن راشد اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ علیؑ بن الحسینؑ نے ایک طرح کا سیاہ اونی لباس اور پورے بدن کو چھپانے والا گول شکل کا ایک لباس پہن رکھا تھا[5]۔

امام رضاؑ بھی فرماتے ہیں : امام سجادؑ "خز" کا اونچا لباس اور "خز" کی چوکور شکل کی ردا پہنتے تھے جس کی قیمت سو دینار تھی[6]۔امام رضاؑ ہی سے منقول ایک اور روایت کے مطابق علیؑ بن الحسینؑ سردیوں میں "خز" کا جبہ‘ "خز" کی ردا اور "خز" کی ٹوپی پہنتے تھے اور سردیوں اُن میں گذارتے تھے۔ گرمیوں میں اپنا کوٹ بیچ کر اُس کے پیسوں کو صدقہ دیدیتے تھے اور فرماتے تھے :

---

[1] ۔فرقان/ ۶۳۔

[2] ۔ بحار الانوار : ج ۴۶ ص ۵۹۔

[3] ۔ بحار الانوار : ج ۴۶ ص ۷۰۔

[4] ۔ بحار الانوار : ج ۴۶ ص ۱۰۵۔۱۰۶۔

[5] ۔ بحار الانوار : ج ۴۶ ص ۱۰۶۔

[6] ۔ بحار الانوار : ج ۴۶ ص ۱۰۶۔

" من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ و الطیبات من الرزق"

ترجمہ: "کس نے اس زینت کو جو اس نے اپنے بندوں کے لئے نکالا ہے اور اور پاک و پاکیزہ روزی کو حرام قرار دیا ہے"[1]۔

امامؑ اپنی شادی میں بھی رنگ برنگے کپڑے پہنتے تھے، رنگین فرش پر بیٹھتے تھے اور اپنی زوجہ کی خواہش کا احترام کرتے تھے۔ ابو خالد کابلی کہتے ہیں: میں نے شادی کی رات امامؑ کو اس طرح دیکھا، اگلے دن جو میں آپؑ کے پاس گیا تو میں نے دیکھا کہ آپؑ خرما کی چٹائی پر بیٹھے ہیں اور کرباس کا لباس پہنے ہوئے ہیں۔ آپؑ نے مجھ سے فرمایا کہ اے ابو خالد جو تم نے کل دیکھا وہ خواتین کا نظریہ ہے اور میں ان کی مخالفت کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا[2]۔

امام سجادؑ وضو سے پہلے مسواک کرتے تھے، وضو کے بعد اور نماز شروع کرنے سے پہلے عطر لگاتے تھے۔ عبد اللہ بن حارث کہتے ہیں کہ امام سجادؑ نے مشک کی ایک شیشی اپنی نماز کی جگہ میں رکھ رکھی تھی اور آپؑ جب نماز میں داخل ہوتے تھے تو اس کے ذریعے خود کو خوشبودار فرماتے تھے[3]۔

امامؑ یہ دوست نہیں رکھتے تھے کہ وضو کے لئے پانی فراہم کرنے میں کوئی آپؑ کی مدد کرے آپؑ خود وضو کے لئے کنویں سے پانی کھینچتے تھے اور نمازِ شب کے لئے سونے سے پہلے فراہم شدہ پانی کو ایک گوشے میں رکھ دیتے تھے اور اس کو ڈھک دیتے تھے۔ پھر رات کی تاریکی میں اٹھتے تھے، پہلے مسواک کرتے تھے، پھر عطر لگا کر وضو کرکے نماز شب پڑھتے تھے[4]۔

آپؑ اجتماعی امور میں اولویتوں کا خیال رکھتے تھے۔ ابو حمزہ ثمالیؒ کہتے ہیں: امام سجادؑ نے فرمایا ہے: اگر میں بازار میں پہونچوں اور میرے پاس کچھ درہم ہوں جن کے ذریعے میں اپنے گھر والوں کے لئے گوشت فراہم کروں جب کہ اُن کو اُس کی زیادہ ضرورت ہو تو یہ میرے لئے اِس سے زیادہ پسند ہے کہ میں ایک غلام آزاد کروں[5]۔

---

[1] ۔ بحار الانوار: ج ۴۶ ص ۱۰۶، سورہ اعراف کی آیت نمبر ۳۲ کی طرف اشارے کے ساتھ۔

[2] ۔ بحار الانوار: ج ۴۶ ص ۱۰۲۔۱۰۳۔

[3] ۔ الکافی: ج ۶ ص ۵۱۵۔ بحار الانوار: ج ۴۶، ص ۹۸۔

[4] ۔ بحار الانوار: ج ۴۶ ص ۹۸۔

[5] ۔ وسائل الشیعہ: ج ۱۵ ص ۲۵۱۔ بحار الانوار: ج ۴۶، ص ۹۸۔

اور آپؑ فرماتے تھے: جو شخص چار خصوصیات کا حامل ہو اُس کا ایمان کامل ہے، اس کے گناہ جھڑ جائیں گے اور وہ اس حالت میں اپنے پروردگار سے ملاقات کرے گا کہ وہ اس سے خوشنود ہوگا: جو شخص لوگوں کے حق کو خدا کی خاطر ادا کرے، لوگوں سے سچ بولے، برائیوں سے خدا اور لوگوں کے سامنے حیا اور پرہیز کرے اور اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھے اخلاق کے ساتھ برتاؤ کرے[1]۔

جب آپؑ کو کسی فرزند کی بشارت دی جاتی تھی تو آپؑ یہ نہیں پوچھتے تھے کہ وہ لڑکا ہے یا لڑکی، بلکہ اس کی سلامتی کے بارے میں سوال کرتے تھے۔ اور جب آپؑ کو بتایا جاتا تھا کہ فرزند سالم ہے تو آپؑ شکر خدا بجالانے کے بعد فرماتے تھے کہ تعریف اس خدا سے مخصوص ہے جس نے مجھ سے ایک ناقص اور بری مخلوق پیدا نہیں کی[2]۔

امام صادقؑ فرماتے ہیں کہ میرے جدّ علیؑ بن الحسینؑ فرماتے تھے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ میرے سامنے دو کام پیش کئے گئے ہوں جن میں سے ایک دنیا کے لئے ہو اور دوسرا آخرت کے لئے ہو اور میں نے دنیوی کام کو انتخاب کیا ہو مگر یہ کہ رات ہونے سے پہلے میں اس کام سے روبرو ہوا جس کو میں ناپسند کرتا تھا[3]۔

نیز آپؑ فرماتے تھے: میں کام کو مسلسل انجام دینا چاہتا ہوں چاہے کم ہو[4]۔

جب کوئی طالبعلم آپؑ کی خدمت میں پہونچتا تھا تو آپؑ فرماتے تھے کہ رسولِ خدا کی وصیت پر آفرین۔ پھر آپؑ فرماتے تھے کہ جب کوئی طالبعلم اپنے گھر سے خارج ہوتا ہے اور زمین کے خشک و تر پر قدم رکھتا ہے تو ساتویں طبقے تک زمین اس کے لئے تسبیح کہتی ہے[5]۔

امام سجادؑ کی مادر گرامی

آپؑ کی مادر گرامیؑ جنابِ شہر بانوؑ تھیں جو آخری ساسانی بادشاہ یزدجرد سوم بن شہریار بن شیرویہ بن خسرو پرویز کی بیٹی تھیں[6]۔ چند جنگوں کے بعد جو اس کی بادشاہی کے دوران ایرانیوں اور عربوں کے درمیان پیش آئیں اور ان میں عرب کامیاب ہوئے، وہ ایران کے مغرب سے مشرق کی طرف چلا گیا تاکہ چین کے خاقان

---

[1] ـ امالی مفیدؒ: ص۲۹۹۔

[2] ـ وسائل الشیعہ: ج۱۵ص۱۴۳۔

[3] ـ بحار الانوار: ج۴۶ص۹۸۔

[4] ـ وسائل الشیعہ: ج۱ص۷۰۔

[5] ـ بحار الانوار: ج۱ص۱۶۸۔

[6] ـ تاریخ الائمہؑ: ص۳۴۔ الکافی: ج۱ص۴۶۶۔ ارشاد: ج۲ص۱۳۷۔

سے مدد حاصل کرے، لیکن وہ بالآخر سنہ ۳۱ھ میں اپنے سرداروں کی خیانت کی بناپر مرو کے نزدیک زریق نامی بستی میں ایک چکی والے کے ہاتھوں مارا گیا اور ساسانی سلسلے کی بادشاہت کا خاتمہ ہو گیا[1]۔

اگرچہ جناب شہربانو ؑ کے والد کا نام کبھی نوشجان[2] یا شیرویہ بن خسرو پرویز بتایا گیا ہے[3]، لیکن یزدجرد نام سب سے زیادہ مشہور ہے۔

جناب شہربانو ؑ کے فارسی نام شہربانویہ[4]، جہان بانویہ[5]، جہان شاہ[6]، شہرناز[7]، شاہ زنان[8]، اور عربی نام سلافہ[9]، غزالہ[10]، غلوہ[11]، حلوہ[12]، خولہ[13]، حرار[14]، برہ[15]، اور سلامہ[16] بھی بتائے گئے ہیں۔ کچھ روایات یہ بھی بتاتی ہیں کہ حضرت علیؑ نے ان کا نام شہربانو ؑ رکھا[17]، یا مریم یا فاطمہ میں بدل دیا[18]۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے لئے عربی نام رکھنا ان کے آس پاس کے لوگوں کی آسانی کے لئے تھا۔

---

[1] ۔رجوع کریں: تاریخ طبری: ج۴ص ۲۹۷۔۲۹۸۔ غرر اخبار الملوک: ص ۷۴۵۔۷۴۸۔

[2] ۔ مناقب آل ابی طالبؑ: ج۳ص ۳۱۱۔

[3] ۔تہذیب: ج۶ص ۷۷۔ بحار الانوار: ج۴۶ص ۱۳۔

[4] ۔ تاریخ الائمہؑ: ص ۲۴۔ الکافی: ج۱ص ۴۶۷۔ ارشاد: ج۲ص ۱۳۷۔

[5] ۔ مناقب آل ابی طالبؑ: ج۳ص ۳۱۱۔

[6] ۔ بصائر الدرجات: ص ۳۵۵۔ الکافی: ج۱ص ۴۶۷۔ بحار الانوار: ج۴۶ص ۹۔۱۱۔

[7] ۔ مجمل التواریخ والقصص: ص ۴۵۶۔

[8] ۔ارشاد: ج۲ص ۱۳۷۔ اعلام الوریٰ: ج۱ص ۴۸۰۔ مناقب آل ابی طالبؑ: ج۳ص ۳۱۱۔

[9] ۔المعارف: ص ۲۱۵۔ وفیات الاعیان: ج۳ص ۲۶۶۔ کامل مبرد: ص ۶۴۵۔

[10] ۔تاریخ یعقوبی: ج۲ص ۲۴۷۔۳۰۳۔ تہذیب الکمال فی اسماء الرجال: ج۲۰ص ۳۸۳۔ کشف الغمہ: ج۲ص ۷۴۔

[11] ۔تاریخ الائمہ: ص ۲۴۔

[12] ۔لباب الانساب: ج۱ص ۳۴۸۔

[13] ۔ مناقب آل ابی طالبؑ: ج۳ص ۳۱۱۔ کشف الغمہ: ج۲ص ۱۰۵۔

[14] ۔ تاریخ یعقوبی: ج۲ص ۱۸۴۔

[15] ۔ مناقب آل ابی طالبؑ: ج۳ص ۳۱۱۔ تاریخ موالید الائمہؑ و وفیاتھم، ص ۲۴۔

[16] ۔طبقات خلیفہ بن خیاط: ص ۲۳۸۔ الکافی: ج۱ص ۴۶۶۔

[17] ۔ الکافی: ج۱ص ۴۶۷۔

[18] ۔ مناقب آل ابی طالبؑ: ج۳ص ۳۱۱۔

اب تک ذکر کیے گئے مختلف منابع نیز دیگر منابع سے رجوع کر کے 'جنابِ شہر بانوؑ' کا شاہزادی ہونا امام سجادؑ کی ماں کے عنوان سے ثابت ہو جاتا ہے۔ نسب شناسوں کے درمیان سے شاید ابو یقظان سحیم (م ۱۹۰ق) ایک نہایت قدیم فرد ہے جس نے اِس نظریئے کی تائید کی ہو اور زمخشری[1] نے اُن کے قول سے استناد کرتے ہوئے 'امام سجادؑ کی مادر گرامی کو یزدگرد کی بیٹی قرار دیا ہے۔ اِس کے علاوہ انساب[2] و طبقات کی بہت سی کتابوں 'حدیثی 'روائی اور فقہی[3] آثار نیز ادبی 'تاریخی اور جغرافیائی آثار کے دوسرے مؤلفین نے اِس مطلب کی تائید اور تکرار کی ہے[4]۔

اِن میں سے زیادہ تر منابع نویں صدی ہجری سے پہلے تالیف ہوئے ہیں اور اُن کا صفویہ سے کوئی ربط نہیں ہے 'لہٰذا اِن خاتون کا وجود مسلم اور ناقابلِ انکار ہے۔

اِس بات کو ثابت کرنے کی ایک اور دلیل کہ امام زین العابدینؑ کی والدہ یزدجرد کی بیٹی ہیں 'یہ ہے کہ بعض مؤرخین نے اموی خلیفہ یزید بن ولید بن عبد الملک بن مروان (یزید الناقص) کی ماں فیروز بن یزدجرد کی بیٹی شاہ فرید یا شاہ آفرید کو قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ امام زین العابدینؑ کی مادرِ گرامیؑ شاہ فرید کی پھوپھی تھیں[5]۔

---

[1] ۔رجوع کریں : تفسیرِ زمخشری : ج ۳ 'ص ۵۴۴–۵۴۵۔

[2] ۔رجوع کریں : سر السلسلۃ العلویہ 'ابو نصر سہل بن عبد اللہ بخاری 'ص ۳۱۔ لباب الانساب 'ابو الحسن علی بن زید بیہقی 'ج ۱ ص ۳۴۶–۳۴۸۔ المجدی فی انساب الطالبیین 'ابن صوفی 'ابو الحسن علی بن ابی الغنائم : ص ۲۸۳۔ الشجرۃ المبارکۃ فی انساب الطالبیۃ : ص ۷۳۔ مناقب آلِ ابی طالبؑ 'ابن شہر آشوب : ج ۳ ص ۳۱۱۔ عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالبؑ 'ابن عنبہ احمد بن علی 'ص ۱۹۲–۱۹۳۔ الشجرۃ المبارکۃ فی انساب الطالبیۃ 'فخر الدین رازی 'ص ۷۳۔ صحاح الاخبار 'رفاعی مخزومی 'ص ۶۳۔ النفحۃ العنبریۃ 'ابو الفتوح یمانی موسوی : ص ۴۶۔

[3] ۔رجوع کریں : الکافی 'کلینیؒ : ج ۱ ص ۴۶۶۔ بصائر الدرجات 'ابو جعفر صفار قمی 'ص ۱۴۰۔ دلائل الامامۃ 'محمد بن جریر طبری : ص ۱۹۵–۱۹۶۔ روضۃ الواعظین 'فتال نیشاپوری : ص ۲۰۱۔ الخرائج والجرائح 'قطب الدین راوندی : ج ۲ ص ۷۵۰–۷۵۱۔ السرائر 'ابن ادریس : ص ۱۵۵۔ الدروس 'شہید اولؒ : ج ۲ ص ۱۲۔ المستجاد 'علامہ حلیؒ : ص ۴۸ '۳۵۲۔ العدد القویۃ 'یوسف بن مطہر حلیؒ : ص ۵۶–۵۸۔

[4] ۔رجوع کریں : کامل مبرد : ص ۶۴۵۔ تاریخ یعقوبی : ج ۲ ص ۱۸۳۔ قابوسنامہ 'عنصر المعالی کیکاؤس : ص ۱۳۷–۱۳۸۔ تاریخ الائمۃ 'ابن ابی ثلج بغدادی : ص ۲۴۔ نثر الدرر 'ابو سعید منصور ابن ابی 'ج ۱ ص ۳۳۹۔ مجمل التواریخ والقصص 'ص ۴۵۶۔ فارسنامہ 'ابن بلخی : ص ۴۔ سیر اعلام النبلاء 'ج ۴ ص ۳۸۶۔ نہایۃ الارب 'شہاب الدین نویری 'ج ۲۰ ص ۱۱۹۔ وفیات الاعیان 'ابن خلکان 'ج ۲ ص ۲۶۶۔ تاریخ قم 'حسن بن محمد بن حسن قمی 'ص ۵۰۰۔

[5] ۔المحبر : ص ۳۱۔ کامل مبرد : ص ۶۴۶۔ تاریخ یعقوبی : ج ۲ 'ص ۳۱۰۔ تاریخ طبری : ج ۷ 'ص ۲۹۸۔ مروج الذہب : ج ۲ 'ص ۱۹۲۔ العقد الفرید : ج ۲ 'ص ۶۴۴۔ جمہرۃ انساب العرب : ص ۸۱۔ نثر الدرر : ج ۴ 'ص ۶۵۔ سیر اعلام النبلاء : ج ۴ 'ص ۳۹۹۔ نہایۃ الارب : ج ۲۱ 'ص ۳۸۷۔ وفیات الاعیان : ج ۳ ص ۲۶۷۔

اِس کے باوجود بعض قدیم منابع نے امام سجادؑ کی مادرِ گرامیؑ کو ام ولد قرار دیا ہے [1] اور کبھی اُس کا نام بھی ذکر کیا ہے [2]۔ اُس کے بعد ابن جوزی، ابن کثیر اور ابن حجر عسقلانی نے اسی نظریئے کو اپنا مدرک قرار دیا ہے [3]۔ اُن کو کبھی "فتاۃ" (جوان کنیز) اور یا کنیز کہا گیا ہے [4]۔ بعض نے امام زین العابدینؑ کی والدہ کو ایک سندھی خاتون [5] قرار دیا ہے [6]۔

اِن مؤرخین اور محدثین کے عقیدے سے جنہوں نے کہ امام سجادؑ کی والدہؑ کو سندھی خاتون قرار دیا ہے اور یا "فتاۃ" (جوان کنیز) اور یا ام ولد قرار دیا ہے، یہ استنباط نہیں کیا جا سکتا کہ آپؑ یزدجرد کی بیٹی نہ ہوں، جس طرح کہ ذہبی نے آپؑ کو ام ولد بھی قرار دیا ہے اور یزدجرد کی بیٹی بھی قرار دیا ہے [7]۔

اگر ہم یہ مان لیں کہ یزدجرد کی بیٹی جناب شہر بانوؑ امام زین العابدینؑ کی ماں تھیں تو یہ سوال پیش آتا ہے کہ آپؑ کو کس سال اور کون سے خلیفہ کے زمانے میں مسلمانوں نے قید کیا؟

مصنفین کے ایک گروہ نے اُن کی اسارت خلیفہ دوم کے زمانے میں اور زیادہ تر نے فتح مدائن کے زمانے (سنہ ۱۶ھ) میں قرار دی ہے [8]۔ نسب شناسوں کے درمیان ابو یقظان سُحیم نے ایک داستان نقل کی ہے کہ اُن کے بعد دوسرے مصنفین نے اُن کے قول کو اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ ابو یقظان نے کہا ہے قریش کے افراد ام ولد کنیزوں سے کوئی رغبت نہیں رکھتے تھے یہاں تک کہ کنیزوں کے یہاں اپنے زمانے کے تین بہترین افراد علیؑ بن الحسینؑ، قاسم بن محمدؒ بن ابی بکر اور سالم بن عبد اللہ بن عمر کی پیدائش ہوئی۔ اور داستان اِس طرح ہے کہ یزدجرد کی بیٹیوں کو قید کر کے عمر کے پاس لایا گیا اور عمر نے اُن کو بیچنا چاہا۔ حضرت علیؑ نے عمر سے فرمایا کہ بادشاہ کی بیٹیوں کو بیچا نہیں جاتا۔ اُن کی قیمت معین کرو۔ پھر حضرت علیؑ نے اُن کی قیمت ادا

---

[1] ۔ام ولد اُس کنیز کو کہا جاتا ہے جس کی کسی شخص سے شادی ہو گئی ہو اور اُس سے اُس کی اولاد بھی ہو گئی ہو ایسی حالت میں وہ کنیز کنیز ہونے کی حالت سے خارج ہو جاتی ہے اور اس کو بیچا نہیں جا سکتا۔

[2] ۔ طبقات کبریٰ: ج۵ ص۲۱۱۔ کتاب نسب قریش: ص۵۸۔ انساب الاشراف: ج۲ ص۳۲۲۔ تاریخ طبری: ج۷ ص۶۲۹۔

[3] ۔رجوع کریں: المنتظم: ج۶ ص۳۲۶۔ البدایہ والنہایہ: ج۹ ص۱۲۱۔ الاصابہ فی تمییز الصحابہ: ج۵ ص۶۷۰۔

[4] ۔رجوع کریں: تاریخ خلیفہ بن خیاط، ص۲۱۷۔ تہذیب الکمال فی اسماء الرجال: ج۱۰ ص۳۸۲–۳۸۳۔

[5] ۔سندھ ہندوستان کے مغرب میں ایک علاقہ اور یا خراسان میں "نسا" کے نزدیک ایک گاؤں ہے۔ رجوع کریں: مادہ سند کے ذیل میں معجم البلدان۔

[6] ۔ المحبر: ص۵۰۵۔ المعارف، ص۲۱۵۔

[7] ۔ سیر اعلام النبلاء: ج۴، ص۳۹۹۔

[8] ۔لباب الانساب: ج۱ ص۳۴۶ ـــ ۳۴۷۔ المجدی فی انساب الطالبیین: ص۹۳۔ عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالبؑ ص۱۹۲۔

کی اور انہیں اپنے بیٹے حسینؑ، ابو بکر کے بیٹے اور عمر کے بیٹے کو بخش دیا[1]۔ بعض روایات میں یزدجرد کی بیٹیاں دو[2] اور بعض میں ایک[3] ذکر کی گئی ہیں۔

کہا گیا ہے کہ (یزدجرد کی) یہ بیٹی (جناب شہر بانوؑ) جب عمر کے سامنے پہونچیں تو انہوں نے غصے اور غم سے بھری ہوئی کوئی بات کہی۔ عمر نے اُن کا قصد کیا۔ مولائے کائناتؑ نے عمر سے کہا کہ اُن کو پریشان نہ کرے اور اُن کو اختیار دیدے تاکہ وہ کسی ایک شخص کو پسند کر لیں۔ انہوں نے امام حسینؑ کو پسند کر لیا۔ جب علیؑ بن الحسینؑ کی ولادت ہوئی تو علیؑ بن الحسینؑ کو دو بہترین منتخب کا فرزندؑ (ابن الخیر تین) کہا گیا، کیونکہ خدا نے عرب میں سے ہاشم اور عجم میں سے فارس کو منتخب فرمایا[4]۔

لیکن یہ روایت معتبر نہیں ہے کیونکہ اُس کی سند میں عمرو بن شمر موجود ہے جس کو علمائے رجال نے ضعیف قرار دیا ہے۔ اِس کے علاوہ یہ برداشت قرآن کے ظاہر اور اسلامی شریعت کی روح سے سازگار نہیں ہے اور قرآن نے سببِ کرامت تقوے کو قرار دیا ہے[5]۔

ایسا لگتا ہے کہ یہ روایت پہلی صدی کے آخر میں یا دوسری صدی کے آغاز میں گڑھی گئی ہے۔ بہر حال عمر کے زمانے میں جناب شہر بانوؑ کی اسارت پر دلالت کرنے والی روایات چند دلیلوں کی بنا پر باطل ہیں :

۱۔اِن روایات کا یزدجرد کی بیٹیوں کی تعداد میں موافق نہ ہونا۔اِس کے علاوہ اِن روایات کی متن کے الفاظ بھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

۲۔بعض منابع کے لکھنے کے مطابق یزدجرد سنہ ۱۳ھ کے آخر میں اکیس سال کی عمر میں تخت نشین ہوا اور سنہ ۳۱ھ میں اُس کا انتقال ہو گیا[6]۔ لیکن بعض مورخین نے تخت نشینی کے وقت اُس کے سن کے بارے میں

---

1 ۔ تفسیر زمخشری: ج ۳ ص ۵۴۴۔۵۴۵۔ نیز رجوع کیجئے: نثر الدرر: ج ۵ ص ۵۶۔۵۷۔

2 ۔ رجوع کریں: سر السلسلۃ العلویۃ: ص ۳۱۔ دلائل الامامۃ: ص ۱۹۵۔۱۹۶۔ لباب الانساب: ج ۱ ص ۳۴۶۔۳۴۸۔ مناقب آل ابی طالبؑ: ج ۳ ص ۲۰۸۔

3 ۔ الکافی: ج ۱ ص ۳۶۶۔۳۶۷۔ عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالبؑ: ص ۱۹۲۔ فارسنامہ: ص ۵۱۔۵۲۔

4 ۔ الکافی: ج ۱ ص ۳۶۷۔ نیز رجوع کیجئے: نثر الدرر: ج ۱ ص ۳۳۹۔ فارسنامہ: ص ۴۔

5 ۔ حجرات/ ۱۳۔

6 ۔ تاریخ طبری: ج ۲ ص ۷۔۴۔۴۸۔۴۷، ج ۳ ص ۲۹۳۔۲۹۴۔ الکامل فی التاریخ: ج ۳ ص ۱۲۲۔

کہا ہے کہ وہ نابالغ[1]، گیارہ سال[2]، پندرہ سال[3] اور یا سولہ سال[4] کا تھا۔ یہ دس سال کے زمانے کا اتار چڑھاؤ بھی، مدینہ میں عمر کے پاس یزدجرد کی بیٹیوں کے لائے جانے کی داستان کے جعلی ہونے کی ایک دلیل ہے۔ یہاں تک کہ اگر ہم پہلی روایت (اکیس سالہ) کو قبول کر لیں تو بھی یزدجرد جنگ قادسیہ (سنہ ۱۴ھ، سنہ ۱۵ھ یا سنہ ۱۶ھ) یا جنگِ مدائن (سنہ ۱۶ھ) کے زمانے میں ایسی لڑکی یا لڑکیوں کا باپ نہیں ہو سکتا تھا جو شادی کی آمادگی رکھتی ہوں، اور اگر اس کی کمسن لڑکیاں مدینہ لے جائی گئی ہیں تو وہ عمر بن خطاب سے ایسی باتیں کرنے پر قادر نہیں تھیں[5]۔

۳۔ مؤرخین کے کہنے کے مطابق عربوں کی ایرانیوں سے جنگ کے وقت یزدجرد اور اُس کا خاندان کبھی بھی میدانِ جنگ میں نہیں تھا بلکہ وہ ایک شہر سے دوسرے شہر فرار اور پسپائی کی حالت میں تھا اور اُس کی عورتیں، اولاد اور خزانہ اُس کے ساتھ تھے[6]، بنابریں عمر کے زمانے میں جناب شہر بانوؑ کی اسارت قابل قبول نہیں ہے۔

۴۔ اگر جنابِ شہر بانوؑ کو عمر بن خطاب کی زندگی کے آخری دنوں یعنی سنہ ۲۳ھ میں مدینہ لایا گیا ہو تو اُن کی اسارت اور ایک روایت کے مطابق سنہ ۳۳ھ[7] اور مشہور قول کے مطابق سنہ ۳۸ھ[8] میں امام زین العابدینؑ کی ولادت کے درمیان تقریباً دس یا پندرہ سال کا فاصلہ ہے۔ اور یہ زیادہ زمانہ ہے۔ علامہ مجلسیؒ نے دونوں استبعاد کی طرف اشارہ کیا ہے[9]۔

۵۔ جب عمر کا انتقال ہوا تو ابھی خراسان اور ایران کے شمالی اور شمال مشرقی حصے عربوں کے قبضے میں نہیں آئے تھے اور یزدجرد اور اُس کا خاندان انہیں علاقوں میں قیام پذیر تھے اور عمر کے زمانے میں اور یہاں تک کہ عثمان کی

---

[1] ۔ یتیمۃ الدہر: ص ۷۳۔

[2] ۔ مروج الذہب: ج۱ ص ۳۲۲-۳۲۳۔

[3] ۔ زین الاخبار: ص ۱۰۳۔

[4] ۔ الاخبار الطوال: ص ۱۱۹۔

[5] ۔ رجوع کریں: الکافی: ج۱ ص ۴۶۷۔ قابوسنامہ: آخر فصل ۲۷۔

[6] ۔ فتوح البلدان: ص ۳۲۲۔ تجارب الامم: ج۱ ص ۳۸۸۔ سنی ملوک الارض والانبیاء: ص ۵۵۔

[7] ۔ سر السلسلۃ العلویۃ: ص ۳۱۔

[8] ۔ ارشاد: ص ۷۳۱۔

[9] ۔ بحار الانوار: ج ۴۶ ص ۱۰۔

خلافت کے زمانے میں عربوں کا پورے خراسان یا ساسانی سلطنت کے خاندان کے کچھ افراد تک دستیابی کا امکان بالکل منتفی ہے۔

۶۔ حضرت علیؑ سے منسوب کلام کا یہ حصہ بھی غور کئے جانے کے لائق ہے: "شہزادیوں کو بیچا نہیں جا سکتا"۔ سوال یہ ہے کہ شہزادیوں نے یہ امتیاز کہاں سے حاصل کیا ہے؟ کیا رسولِ خدا کے زمانے میں ایسا حکم تشریع ہوا ہے؟ یا قرآن کے کسی لفظ کا ظاہر اس حکم پر دلالت کرتا ہے؟

لیکن ایک روایت کے مطابق یزدجرد کی بیٹیوں کی اسارت عثمان (حکومت: ۲۳–۳۵ق) کے زمانے میں پیش آئی۔ یزدجرد نے بادشاہ ہوتے وقت جس سن میں بھی ہو شادی کی اور اُس کی کچھ اولاد ہوئیں۔ مسعودی کے لکھنے کے مطابق [1] ۳۵/۳۵ سال کی عمر میں انتقال کے وقت یزدجرد کے دو بیٹے (بہرام اور فیروز) اور تین بیٹیاں (اَدرَک، شہر بانو اور مَردَوَند یا مروارید) تھیں۔ اور وہ کہیں بھی جاتے وقت اپنی بیوی اور بچوں کو اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ لہٰذا اس بات کا احتمال ہے کہ (سنہ ۳۱ھ میں) اُس کے انتقال کے بعد اُس کے خاندان کے کچھ افراد عثمان کے زمانے میں اسیر کر لئے گئے ہوں[2]۔

ابن بابویہؒ نے[3] سہل بن قاسم نوشجانی کی روایت کے مطابق نقل کیا ہے کہ امام رضاؑ نے ایرانیوں سے اپنی قرابتداری کی خبر دیتے ہوئے فرمایا: جب عبد اللہ بن عامر بن کُریز نے خراسان کو فتح کیا تو اُس نے یزدجرد کی دو لڑکیوں کو اسیر کر کے عثمان کے پاس بھیج دیا۔ عثمان نے اُن میں سے ایک امام حسنؑ کو اور دوسری امام حسینؑ کو بخش دی اور وہ دونوں حمل کے وقت دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ لیکن ابن بابویہ کی یہ روایت بعض مسلّم امور سے مطابقت نہیں رکھتی۔ کسی بھی مؤرخ یا محدث نے امام حسن مجتبیٰؑ کی ازواج کے درمیان یزدجرد کی بیٹی یا کسی ایرانی نسل کی کسی خاتون کا نام نہیں لیا ہے۔

ابن بابویہ کی روایت اعتبار سے قابل قبول ہے:

۱۔ عبد اللہ بن عامر سنہ ۲۹ھ سے سنہ ۳۵ھ تک بصرہ کا گورنر تھا اور اسی وقت یا خود خراسان پر حکومت کرتا تھا اور یا اُس کے نصب کردہ افراد۔ مندرجہ بالا روایت کی صحت اِس لحاظ سے قابلِ قبول ہے۔

---

[1] ۔ مروج الذہب: ج۱ص۲۴۴۔

[2] ۔ انساب الاشراف: ج۱ص۳۴۹۔

[3] ۔ عیون اخبار الرضاؑ: ج۲ص۱۳۵–۱۳۔

۲۔سند کے لحاظ سے اِس روایت میں کوئی ضعف نہیں ہے۔

۳۔امام زین العابدینؑ کی ولادت سب سے مشہور قول کی بناپر سنہ ۳۸ھ میں[1] اور قاسم بن محمدؒ بن ابی بکر کی ولادت سنہ ۳۶ھ یا سنہ ۳۸ھ میں ہوئی[2]۔لہٰذا دو شہزادیاں اُس وقت اسیر ہوئیں اور بھیجی گئیں جب سنہ ۳۳ھ میں عبد اللہ بن عامر اور دوسرے حکام کی قیادت میں مسلمانوں کی افواج کو خراسان میں کچھ کامیابیاں حاصل ہوئیں[3]۔

۴۔امام حسینؑ اور محمدؒ بن ابی بکر۔یزدجرد کی دو بیٹیوں کے ذریعے ایک دوسرے کے ساڑھو تھے اور مصنفین کے درمیان امام زین العابدینؑ اور قاسم بن محمدؒ بن ابی بکر کا ایک دوسرے کا خالہ زاد بھائی ہونا معلوم رہا ہے[4]۔

۵۔ممکن ہے کہ متعصب شیعہ کاتبوں اور نسخہ برداروں نے محمدؒ بن ابی بکر کی جگہ امام حسن مجتبیٰؑ کا نام ابن بابویہؒ کی روایت میں داخل کر دیا ہو۔

۶۔امام صادقؑ سے منقول ایک روایت کے مطابق جس میں آپؑ نے فرمایا: ابو بکر نے دو بار میری ولادت میں شرکت کی ہے[5]، مراد یہ ہے کہ میرے نانا اور نانی کا شجرہ ابو بکر تک پہونچتا ہے'کیونکہ امام صادقؑ کی مادرِ گرامی ام فروہؒ قاسم بن محمدؒ بن ابی بکر کی بیٹی ہیں اور ام فروہؒ کی ماں اسماءؒ عبد الرحمن بن ابی بکر کی بیٹی ہیں[6]۔

ایسا لگتا ہے کہ امام زین العابدینؑ کی مادر گرامی کے بارے میں سب سے صحیح روایت ابن بابویہ کی روایت ہے۔درج ذیل افراد جنابِ شہر بانوؑ کی اسارت عثمان کے زمانے میں قرار دیتے ہیں: ابو نصر سہل بن عبد اللہ بخاری، شیخ مفیدؒ، فتال نیشاپوری، ابو علی فضل بن حسن طبرسیؒ، ابن شہر آشوب مازندرانیؒ، ابن عنبہ، رفاعی مخزومی، محمد بن جریر طبری، علامہ حلیؒ اور محمد بن ادریس حلیؒ[7]۔

---

[1] ۔ارشاد: ج۲ص ۱۳۷۔

[2] ۔طبقاتِ کبریٰ: ج۵ص ۱۹۳۔

[3] ۔الکامل فی التاریخ: ج۳ص ۱۳۷۔

[4] ۔ سر السلسلۃ العلویۃ' ص۳۱۔ارشاد: ج۲ص ۱۳۷۔ مناقب آلِ ابی طالبؑ: ج۳ص ۲۰۸۔وفیات الاعیان: ج۳ص ۲۶۷' ج۳ص ۵۹۔

[5] ۔کشف الغمہ: ج۲ص ۳۷۳۔عمدۃ الطالب: ص ۱۹۵۔سیر اعلام النبلاء: ج۶ص ۲۵۵۔صحاح الاخبار: ص ۱۴۲۔

[6] ۔تہذیب الکمال فی اسماء الرجال' ج۵ص ۷۵۔عمدۃ الطالب: ص ۱۹۵۔

[7] ۔ سر السلسلۃ العلویۃ' ص۳۱۔ارشاد: ج۲ص ۱۳۷۔روضۃ الواعظین: ص ۲۰۱۔اعلام الوریٰ: ج۱ص ۴۸۰۔ مناقب آلِ ابی طالبؑ: ج۳ص ۳۱۱۔دلائل الامامۃ: ص ۸۱۔۸۹۔المستجاد من کتاب الارشاد: ۳۸' ۳۵۲۔السرائر: ص ۱۵۵۔

دوسری روایات نے یزدجرد کی بیٹیوں کی اسارت کو حضرت علیؑ کے زمانے کی طرف پلٹایا ہے۔ حضرت علی
نے سنہ ۳۶ھ یا سنہ ۳۷ھ میں خُلَید بن قُرہ یربوعی (یا خُلَید بن طَریف یا خُلَید بن کاس) کو خراسان بھیجا۔ خلی
نے نیشاپور والوں سے جنگ کی اور اُن کو شکست دی اور ایک فتحنامہ اور کچھ قیدی کوفہ بھیجے۔ وہ چاہتا تھا ک
کسریٰ کی بیٹیوں کو قید کر لے۔ کسریٰ کی بیٹیوں نے امان میں ہونے کی شرط پر جنگ سے ہاتھ کھینچ لیا اور خلی
نے اُن کو کوفہ بھیج دیا۔ حضرت علیؑ نے احترام کے ساتھ اُن کی ضیافت کی اور اُن کو نرسی نامی ایک ایرا
شخص کے حوالے کر دیا۔ نرسی نے اُن کی اچھی طرح ضیافت کی[1]۔

ایک اور روایت کے مطابق حُریث بن جعفر حنفی (یا جعفی) نے جو کہ حضرت علیؑ کی جانب سے خلافت ک
مشرقی سرزمینوں میں ایک علاقے کا حاکم تھا' یزدجرد کی دو بیٹیاں امامؑ کی خدمت میں بھیجیں۔ امامؑ نے اُن می
سے ایک امام حسینؑ کو دی جن سے امام زین العابدینؑ پیدا ہوئے اور دوسری محمدؒ بن ابی بکر کو دی جن سے قا
بن محمدؒ پیدا ہوئے[2]۔ لیکن یہ بعید ہے کہ حضرت علیؑ نے خلیفہ مسلمین ہونے کی حالت میں دو ایرانی شہزادیو
کو اپنے بیٹے یا منہ بولے بیٹے کو بخش دیا ہو یا شادی کر دی ہو۔

بہر حال جنابِ شہر بانوؓ ایک بافضیلت' برگزیدہ اور بہت نیک خاتون تھیں اور اُن کے بیٹے امام زین العابدی
اُن کا بہت حق ادا کرتے تھے[3]۔ امام زین العابدینؑ کی ولادت کے وقت مدینہ میں آپؓ کا انتقال ہو گیا[4]۔

اگرچہ ایک روایت میں ابو مخنف کے حوالے سے کہا گیا ہے کہ امام حسینؑ کی شہادت اور آپؑ کے اہلحرم ک
اسیری کے بعد جنابِ شہر بانوؓ نے خود کو فرات میں غرق کر دیا[5]۔ لیکن یہ مطلب آپؓ کی شان و منزلت س
سازگار نہیں ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد جنابِ شہر بانوؓ شہر رے چلی گئیں اور وہاں ایک پہ
میں جو کہ آپؓ کے نام سے ہے' روپوش ہو گئیں[6]۔ لیکن ایسا قول بے بنیاد ہے اور کسی بھی قدیمی منبع میں نہی

---

1 ۔ وقعہ صفین: ص ۱۲۔ اسی طرح رجوع کریں: دینوری' الاخبار الطوال: ص ۱۵۳-۱۵۴۔ دینوری نے کسریٰ کی صرف ایک بیٹی کا ذکر کیا ہے جو کابل سے نیشاپور آئی اور وہاں کے لوگ اُس کے گرد اکٹھا ہوئے اور انھوں نے خلیفہ کی سرپیچی کی۔

2 ۔ سر السلسلۃ العلویۃ' ص ۳۱۔ ارشاد: ج ۲ ص ۱۳۷۔ روضۃ الواعظین: ص ۲۰۱۔

3 ۔ کامل مبرد: ج ۲ ص ۱۲۰۔ المجدی فی انساب الطالبیین: ص ۹۳۔

4 ۔ تاریخ قم: ص ۵۰۰۔ عیون اخبار الرضاؑ: ج ۲ ص ۱۳۶۔ لباب الانساب: ج ۱ ص ۳۵۱-۳۵۲۔

5 ۔ رجوع کریں: مناقب آل ابی طالبؑ: ج ۳ ص ۲۵۹۔

6 ۔ الذریعہ: ج ۲۳ ص ۳۶۔

آیا۔ بنابریں کوہِ رے کے جنوبی حصے میں واقع بقعہ (اب کوہِ بی بی شہر بانوؑ) جو کہ آخری صدیوں میں جنابِ شہر بانوؑ کے مدفن کے لحاظ سے معروف ہو گیا ہے، صحیح نہیں ہے۔

آپؑ کی ازواج:

امام باقرؑ ام عبداللہ سے پیدا ہوئے، عبداللہ، حسن اور حسین کی ماں ام ولد تھیں، زید اور عمر حوراء[1] نامی ام ولد سے، حسین اصغر، عبدالرحمٰن اور سلیمان ایک اور ام ولد سے، امامؑ کے سب سے چھوٹے فرزند علی اور خدیجہ ایک اور ام ولد سے، اور محمد اصغر، فاطمہ، عُلَیّہ اور ام کلثوم ایک اور ام ولد سے تھے۔

آپؑ کی ازواج کے درمیان امام حسنؑ کی بیٹی جناب فاطمہؑ[2] مکنیٰ بہ ام عبداللہ ایک جلیل القدر خاتون تھیں۔ امام جعفر صادقؑ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے: وہ صدیقہ تھیں اور امام حسنؑ کی اولاد میں کوئی خاتون ان کی طرح نہیں تھی[3]۔

آپؑ کی اولاد:

امامؑ کی اولاد کی تعداد کے بارے میں مؤرخین کے درمیان اختلاف ہے سب سے قدیم منبع میں آپؑ کی اولاد کے نام اس طرح وارد ہوئے ہیں: محمدؑ ملقب بہ باقر، حسین اکبر، عبداللہ ملقب بہ باہر، زیدؒ، داؤد، عمر اشرف، علی، عبدالرحمٰن، حسین اصغر، سلیمان، قاسم، خدیجہ، ام کلثوم، فاطمہ، عُلَیّہ اور ام الحسین[4]۔

شیخ مفیدؒ نے ارشاد میں، علی بن عیسیٰ اربلی نے کشف الغمہ میں اور ابن صباغ مالکی نے الفصول المہمہ میں آپؑ کی اولاد کی تعداد پندرہ لکھی ہے جن میں سے گیارہ بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں: محمدؑ، عبداللہ، حسن، حسین، زیدؒ، عمر، حسین اصغر، عبدالرحمٰن، سلیمان، علی، محمد اصغر، خدیجہ، فاطمہ، عُلَیّہ اور ام کلثوم[5]۔

---

[1] ۔ بحار الانوار: ج ۴۶ ص ۱۸۳۔

[2] ۔ انساب الاشراف: ج ۱ ص ۱۴۷۔ تاریخ یعقوبی: ج ۲ ص ۳۰۵۔ المجدی فی انساب الطالبیین: ص ۲۰۔

[3] ۔ الکافی: ج ۱ ص ۴۶۹۔

[4] ۔ کتاب نسب قریش: ص ۶۲ ـ ۶۳۔

[5] ۔ ارشاد: ج ۲ ص ۱۵۲۔ کشف الغمہ: ج ۲ ص ۹۔

مؤرخین کے درمیان پانچ بیٹے اور دو لڑکیاں مشترک ہیں: امام محمد باقرؑ' زید شہیدؒ' عبداللہ' عمر' علی' عُلَیہ اور ام کلثوم۔امام زین العابدینؑ کی اولاد امام محمد باقرؑ' زید شہیدؒ' عبداللہ' عمر اشرف' حسین اصغر اور علی اصغر سے ہیں[1]۔

ہم آپؑ کی کچھ اولاد کا تذکرہ کر رہے ہیں:

۱۔امام محمد باقرؑ: شیعوں کے پانچویں امامؑ جنہوں نے اپنے والدؑ کے بعد امامت کی ذمہ داری سنبھالی' امت اسلامیہ کو سیدھے راستے پر لگایا اور مکتبِ فقہی کی' اسلام کے مضبوط پایوں' منابع اور اصول پر بنیاد رکھی۔آپؑ کے بارے میں ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔

۲۔زیدؒ: آپؒ ایک بزرگوار مرد اور اپنے بھائی امام محمد باقرؑ اور بھتیجے امام جعفر صادقؑ کے نزدیک نہایت محترم تھے۔آپؒ کی ولادت کے سال کے بارے میں اختلاف ہے۔سنہ ۶۷ھ سے لے کر سنہ ۷۷ھ تک کہا گیا ہے' وہ امام باقرؑ کے بعد اپنے بھائیوں میں سب سے برتر اور بزرگوار شمار ہوتے تھے' ان کی والدہ ام ولد تھیں۔وہ بزرگوار اور پرہیزگار خاندان میں پیدا ہوئے' گرانمایہ باپ کے دامن میں پلے بڑھے اور بچپن سے ہی مکارم اور فضائل اخلاق کے ساتھ تربیت پائی۔وہ مدینہ کے تابعین میں شمار ہوتے تھے' کہا گیا ہے کہ ان کے والد بزرگوارؑ اور برادر بزرگوارؑ کے بعد کوئی شخص ان کے ورع' دیانت' زہد اور تقوے میں کوئی شخص ان کے پائے کا نہیں تھا۔در حقیقت انہوں نے معرفت کے اس پائے کو حاصل کر لیا تھا کہ کتاب "اختیار معرفۃ الرجال" میں کشی کے لکھنے کے مطابق امام صادقؑ نے ان کے بارے میں فرمایا تھا: "وہ عارف' عالم اور نہایت سچے تھے" اور امام ہشتمؑ ان کو علمائے آلِ محمدؐ میں سے سمجھتے تھے۔

جنابِ زیدؒ نے دوسری صدی ہجری کے ابتدائی عشروں میں امت کے امر کی اصلاح کی غرض سے قیام کیا اور بالکل ظلم کو قبول نہیں کیا۔انہوں نے ظلم قبول کرنے سے انکار' ذلت قبول نہ کرنے اور عزت کی موت کو ذلت کی زندگی پر ترجیح کرنے کو اپنے خاندان سے سیکھا تھا۔در حقیقت ان کا قیام بنی امیہ کی حکومت کے اواخر میں اہم علوی قیاموں میں شمار ہوتا تھا اور بنی امیہ کا آپؒ کو شہید کرنا ایسی مصیبتوں میں شمار ہوتا تھا جو کربلا میں سرکار سید الشہداؑ' ان کے گھر والوں اور ساتھیوں کی شہادت کے بعد بنی امیہ کی جائر حکومت نے ایجاد کی۔پھر بھی ان بزرگوار کی شہادت کے نتائج ایسے تھے کہ بنی امیہ نے اس قیام کے دامن کی وسعت کے خوف سے

---

[1] ۔ عمدۃ الطالب: ص ۱۶۰۔

اس بات کی کوشش کی کہ اس کی حرمت اور قداست کو کم کردیں۔ اور اسی لئے انہوں نے کچھ حدیث گڑھنے والوں اور حکومتی مفتیوں کو غلط روایات گڑھنے پر آمادہ کیا تاکہ آپؒ کے قیام کی واقعیت کو الٹا دکھائیں۔

جناب زیدؒ مسلمانوں پر بنی امیہ کے حکام اور گماشتوں کے ظلم و ستم سے رنج میں تھے اور اس صورتحال سے آزردہ خاطر تھے جس میں لوگ رہ رہے تھے۔ جناب زیدؒ اس خاندان اور اس کے گماشتوں کا ہاتھ لوگوں کے سروں سے کوتاہ کرنا چاہتے تھے۔ امام صادقؑ نے اپنے چچا زیدؒ کے بارے میں فرمایا: "زیدؒ علمائے آلِ محمدؐ میں سے تھے، خدا کی خاطر غضبناک ہوئے اور دشمنانِ خدا سے لڑے یہاں تک کہ مارے گئے"[1]۔

جنابِ زیدؒ نے کوشش کی کہ کچھ ایسے ساتھی پالیں جن کی مدد سے مسلمانوں کو بنی امیہ کے ستم سے نجات دلائیں۔ عراق کے لوگوں نے ان سے مدد کا وعدہ کیا۔ ابن اثیر کی نقل کے مطابق جنابِ زیدؒ نے کوفے میں اپنے شیعوں سے اس طرح بیعت کی: "میں تم کو کتابِ خدا، سنتِ پیغمبرؐ، ستمگروں کے ساتھ جہاد، مستضعفین کی مدد، محرومین کی نصرت، مساوی طور پر حقداروں کے درمیان بیت المال کی تقسیم، رد مظالم اور اہلبیتؑ کی مدد کرنے کی دعوت دیتا ہوں، کیا تم اس شرط کے ساتھ بیعت کرتے ہو؟ اگر وہ ہاں کہتے تھے تو وہ اپنا ہاتھ ان کو دیتے تھے اور کہتے تھے کہ خدا کا عہد، میثاق اور اس کا اور رسولِ خدا کا ذمہ تمہارے اوپر ہے کہ میری بیعت کو پورا کرو، میرے دشمنوں سے لڑو اور آشکار و نہاں طور پر مجھ سے خیر خواہی کو دریغ نہ کرو، خدایا گواہ رہنا! اس طرح پندرہ ہزار اور ایک اور روایت کے مطابق چالیس ہزار لوگوں نے آپؒ کی بیعت کی"[2]۔

جنابِ زیدؒ نے اپنے ساتھیوں کو جہاد کے لئے آمادہ کیا۔ لیکن چونکہ آپؒ کو گرفتار ہونے کا خوف تھا اس لئے مقررہ وقت سے پہلے قیام کے لئے آمادہ ہوگئے۔ کوفے کے لوگوں نے جب دیکھا کہ حاکمِ کوفہ یوسف بن عمر جنابِ زیدؒ سے لڑنے کے لئے آمادہ ہوگیا ہے تو انہوں نے جنابِ زیدؒ کو تنہا چھوڑ دیا، جنابِ زیدؒ کے خروج کے وقت ان چالیس ہزار لوگوں میں سے صرف ۲۱۸ لوگ آپؒ کی مدد کے لئے آئے اور جنگ کے وقت صرف چند لوگوں نے ان کے ساتھ بہادری کے ساتھ جنگ کی۔ کوفیوں نے جنابِ زیدؒ کے ساتھ اسی طرح دغا کی جس طرح کہ مولائے کائناتؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے ساتھ کی تھی۔ جب انہوں نے اپنے سامنے خطرہ دیکھا تو گھروں میں چلے گئے اور ان کو دشمنوں کے حوالے کردیا۔ ایک تیر ان کی پیشانی پر لگا ان کو ایک گھر میں لے جایا

---

[1] ۔ عیون اخبار الرضاؑ، ص ۱۹۵۔

[2] ۔ الکامل فی التاریخ: ج ۵ ص ۲۳۳۔

گیا۔ جب طبیب نے ان کی پیشانی سے تیر کھینچا تو وہ شہید ہو گئے۔ آپؒ کی شہادت ۲/صفر سنہ ۱۲۰ھ میں ۴۲/سال کی عمر میں واقع ہوئی۔ جو لوگ آپؒ کے پاس تھے انہوں نے آپؒ کے سپردِ خاک کر دیا تاکہ یوسف بن عمر کا ہاتھ ان تک نہ پہونچے اور پھر ان کی قبر پر پانی چلا دیا۔ لیکن آپؒ کے ایک ساتھی کی خیانت کی بناپر یوسف کو آپؒ کی لاش مل گئی، اس نے آپؒ کا سر تن سے جدا کر کے ہشام بن عبد الملک کے لئے بھیج دیا او بدن کو کوفے کے کناسہ علاقے میں تختہ دار پر آویزاں کر دیا[1]۔

یہیں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کیوں امام حسینؑ کے بعد ہمارے کسی بھی امامؑ نے تلوار نہ چلائی اور علوم آلِ محمدؐ کی ترویج کو مقدم قرار دیتے تھے۔

جب جنابِ زیدؒ کی شہادت کی خبر امام صادقؑ کو معلوم ہوئی تو آپؑ بہت روئے اور فرمایا: "انا للہ و انا الیہ راجعون"، اپنے چچا کی مصیبت پر صبر کا اجر میں خداوند عالم سے طلب کرتا ہوں کہ وہ نیک شخص تھے۔ وہ ہماری دنیا اور آخرت کے لئے تھے۔ خدا کی قسم وہ اُن شہدا کی طرح شہید ہوئے جو رسولِ خدا، حضرت علیؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی طرح شہید ہوئے۔ ان لوگوں پر وائے ہو جنہوں نے اُن کی فریاد کو سنا اور اس کا جواب نہیں دیا"۔

یہ حدیث صاف طور پر امام صادقؑ کے 'جنابِ زیدؒ کے قیام کی تجدید کرنے کی خبر دیتی ہے۔ صاحب عمدۃ الطالب اور بخاری ان کے فرزندوں کو چار بیٹے قرار دیتے ہیں جن کے نام یحیٰ، حسین ذو الدمعہ، عیسیٰ اور محمد۔ ابو الفرج اصفہانی اور ابن عساکر خدیجہ نام کی ایک بیٹی کا بھی نام لیتے ہیں[2]۔ جنابِ یحیٰؒ نے اپنے والدؒ کے بعد ان کے قیام کو جاری رکھا اور ولید بن یزید بن عبد الملک کی حکومت کے شروع میں سنہ ۱۲۵ھ میں شہید ہوئے۔ اپنے والدؒ کی طرح ان کا بدن بھی بہت سالوں تک تختہ دار پر تھا۔ جنابِ زیدؒ کی نسل ان کے چاروں فرزندوں سے ہے۔

سوانحمری اور سادات کے انساب کی کتابوں میں جنابِ زیدؒ کے کچھ ایسے پوتوں کی سوانحمری وارد ہوئی ہے جو اپنے زمانے کے مشہور عالم، متکلم اور فقیہ تھے[3]۔

1۔ رجوع کریں: کتاب نسب قریش: ص ۶۱۔ انساب الاشراف: ج ۳ ص ۲۲۰۔ الکامل فی التاریخ: ج ۵ ص ۲۴۲-۲۴۳۔

2۔ مقاتل الطالبیین، ص ۱۳۲۔ تاریخ مدینہ دمشق: ج ۱۹ ص ۳۵۵۔

3۔ رجوع کیجئے: سر السلسلۃ العلویۃ: ص ۶۰-۶۸۔ المجدی: ص ۲۳۷-۲۷۶۔

جنابِ زیدؒ نے اپنے والد بزرگوارؑ اور برادر گرامی امام محمد باقرؑ کے علاوہ مدینہ کے نامور محدثین جیسے ابان بن عثمان، عروہ بن زبیر اور عبید اللہ بن ابی رافع سے حدیث سنی[1] اور ان سے بہت سے افراد نے حدیث نقل کی ہے جن میں سے کچھ کے نام ابن عقدہ نے "روی عن زید بن علی" نامی کتاب میں جمع کیے ہیں جس کی متن ظاہراً موجود نہیں ہے[2]۔ لیکن ابو عبد اللہ محمد بن علی کوفی (م ۴۴۵ق) کی ایک مختصر کتاب ہے جس کا نام "تسمیۃ من روی عن الامام زید من التابعین" ہے، انہوں نے اس کتاب میں ان تابعین کی ایک فہرست تدوین کی ہے جنھوں نے جنابِ زیدؒ سے حدیث نقل کی ہے۔ بہر حال جنابِ زیدؒ سے نقلِ حدیث کرنے والے اہم اور معروف افراد میں سے محمد بن شہاب زہری، ابو خالد عمرو بن خالد واسطی اور شعبہ بن حجاج کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے[3]۔

۳۔عبد اللہؒ: ان کی کنیت ابو محمد اور لقب باہر (حیرت میں ڈالنے والا) ہے، اُن کی مادر گرامی ام ولد تھیں اور وہ حسنؒ و حسینؒ کے ساتھ ایک ماں سے تھے۔ اُن کے حُسن و جمال اور رخسار کی درخشندگی کی وجہ سے اُنہیں عبد اللہؒ باہر کہا جاتا تھا[4]۔

عبد اللہ رسولِ خدا اور مولائے کائناتؑ کے صدقات کے متولی تھے، وہ فاضل اور فقیہ انسان تھے اور راویوں کی تعبیر کے مطابق انہوں نے بہت سی احادیث اپنے آبائے کرامؑ کے ذریعے رسولِ خدا سے نقل کی ہیں۔ اُن کی نسل اُن کے فرزند "محمد ارقطؒ" سے ہے[5]۔

۴۔عمرؒ: ملقب بہ اشرف، اُن کو عمر اشرف کہا جاتا تھا۔ کہتے ہیں کہ وہ چونکہ والدین کی طرف سے شرف اور شرافت کے حامل تھے، اِس لئے اِن کو اِس لقب سے پکارا جاتا تھا۔ وہ مدینہ میں پیدا ہوئے اور تابعین میں سے تھے۔

---

[1] ۔رجوع کیجئے: تہذیب الکمال فی اسماء الرجال: ج۱۰ص۹۶۔ کتاب نسب قریش: ص۶۱۔انساب الاشراف: ج۳ص۲۲۰۔ الکامل فی التاریخ: ج۵ص۲۴۲۔۲۴۳۔

[2] ۔رجال نجاشی: ص۹۴۔

[3] ۔رجوع کریں: تاریخ مدینہ دمشق: ج۱۹ص۴۵۱۔

[4] ۔منتہی الآمال: ص۴۲۵۔

[5] ۔ منتہی الآمال: ص۴۲۵۔

عمرؒ ایک فاضل، جلیل القدر، پرہیزگار اور سخاوتمند شخص تھے۔ وہ رسولِ خدا اور مولائے کائناتؑ کے صدقات کے متولی تھے۔ ان سے روایت نقل ہوئی ہے کہ انہوں نے کہا ہے: "ہماری دوستی میں زیادتی کرنے والا ہماری دشمنی میں زیادتی کرنے والے کی طرح ہے، ہم کو اسی طرح سمجھو جس طرح خدا نے قرار دیا ہے، جس چیز کے ہم لائق نہیں ہیں وہ ہماری طرف منسوب نہ کرو۔ اگر خدا ہم پر عذاب نازل کرے تو ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہے اور اگر ہم کو موردِ رحمت قرار دے تو ہم پر رحمت اور فضل کی بنا پر ہے"۔ عمر اشرفؒ نے امام حسنؑ کی بیٹی جناب ام سلمٰیؓ سے شادی کی۔ عمرؒ کی نسل ان کے چار فرزندوں علی اصغرؒ محدث، ابو علی قاسمؒ، عمرؒ شجری اور ابو محمد حسنؒ سے ہے۔ سید رضیؒ اور سید مرتضیٰؒ اپنی ماں فاطمہؓ بنت حسین بن احمد کی طرف سے عمر اشرفؒ کی نسل سے ہیں۔

کہتے ہیں کہ امام محمد باقرؑ سے عرض کیا گیا کہ آپؑ کے بھائیوں میں سے کون سا بھائی آپؑ کے نزدیک زیادہ محبوب ہے؟ آپؑ نے جواب میں فرمایا کہ عبد اللہؒ میرا ہاتھ ہیں جس کے ذریعے میں حملہ کرتا ہوں، عمرؒ میری آنکھ ہیں جس کے ذریعے میں دیکھتا ہوں، زیدؒ میری زبان ہیں جس کے ذریعے میں بولتا ہوں اور حسینؒ حلیم و بردبار ہیں۔ وہ آرام اور سکون سے چلتے ہیں اور ان لوگوں میں سے ہیں کہ جن نادان لوگ ان سے گفتگو کرتے ہیں تو چپ ہو جاتے ہیں[1]۔

۵۔ **حسینؒ**: وہ فاضل سید اور صاحب ورع تھے، انہوں نے دینی معارف اپنے پدر بزرگوارؑ سے نقل کئے تھے اور عبادت اور نیکوکاری میں مشہور تھے۔ اسی طرح انہوں نے اپنی پھوپھی فاطمہؓ بنتِ امام حسنؑ اور اپنے بھائی امام محمد باقرؑ سے حدیث سیکھی۔

احمد بن عیسیٰ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے حسینؒ بن علیؑ بن الحسینؑ کو دیکھا کہ وہ دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے تھے اور جب تک دعا قبول نہ ہو جاتی ہاتھ کو نیچے نہیں لاتے تھے۔

اسی طرح کہا گیا ہے کہ خوفِ خدا کی شدت سے اُن کا یہ حال تھا کہ گویا ان کو دوزخ میں ڈال کر دوبارہ باہر نکالا گیا ہے[2]۔

1۔ منتہی الآمال: ص ۷۲۷۔

2۔ منتہی الآمال: ص ۷۵۷۔

۶۔ حسین اصغرؒ: ان کی کنیت ابو عبد اللہ تھی۔ وہ ایک پاکدامن، محدث اور فاضل شخص تھے۔ انہوں نے بھی علوم و معارف اپنے والدؑ، بھائی اور پھوپھی سے حاصل کئے۔ ایک جماعت نے اُن سے حدیث نقل کی ہے۔ شیخ طوسیؒ نے اپنے رجال میں اُن کو امام باقرؑ اور امام صادقؑ کے ساتھیوں میں شمار کیا ہے۔ سنہ ۱۵۷ھ میں ۶۴/سال کی عمر میں اُن کا انتقال ہوا اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ اُن کے چند فرزند تھے جن کے نام یہ ہیں: عبد اللہؒ، حسنؒ، ابو الحسین اور عبید اللہ اعرج۔ ان کی نسل حجاز، عراق، بلادِ عجم اور مراقش میں بکثرت تھیں[1]۔

۷۔ علی اصغرؒ: ان کی کنیت ابو الحسین ہے۔ وہ امام سجادؑ کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ وہ شرف و قدر کے حامل تھے اور اُن کچھ فضائل و مناقب شمار کئے گئے ہیں۔

صاحب عمدۃ الطالب کہتے ہیں: علیؒ کی اپنے فرزند حسن افطسؒ سے بہت نسل چلی[2]۔

علی اصغرؒ اپنی بہن خدیجہؓ کے ساتھ ایک ماں سے تھے۔ خدیجہؓ نے اپنے چچازاد بھائی محمد بن عمر اشرفؒ سے شادی کی[3]۔

۸۔ جنابِ عُلَیّہ: امام سجادؑ کی بیٹیوں میں جناب عُلَیّہ مشہور ہیں۔ علمائے رجال نے اپنی کتابوں میں اُن کا نام ذکر کیا ہے۔ انہوں نے ایک کتاب فراہم کی ہے جس سے جنابِ زرارہؒ نے نقل کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ فاضل خاتون اور حدیث کی راوی ہیں[4]۔ جناب عُلَیّہ پہلے علی بن حسین بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ کی زوجہ تھیں اور پھر عبد اللہ بن معاویہ بن عبد اللہؒ بن جعفر طیارؒ سے شادی کی[5]۔

۹۔ ام الحسن: انہوں نے داؤد بن علی بن عبد اللہ بن عباس سے شادی کی۔ ان کے انتقال کے بعد داؤد نے اُن کی بہن فاطمہ سے شادی کی[6]۔

۱۰۔ ام الحسین: انہوں نے ابراہیم امام (ابراہیم بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس) سے شادی کی۔

---

[1] ۔ منتہی الآمال: ص۷۵۸۔
[2] ۔ منتہی الآمال: ص۷۶۸۔
[3] ۔ منتہی الآمال: ص۷۴۴۔
[4] ۔ منتہی الآمال: ص۷۴۴۔
[5] ۔ جمہرۃ انساب العرب: ص۵۲۔
[6] ۔ جمہرۃ انساب العرب: ص۵۲۔

حیات امام سجاد کے جہادی پہلو

سید مبین حیدر رضوی

انبیاء الٰہی اور ائمہ کرام کا طرہ امتیاز ان کی مجاہدانہ زندگی اور دفاع مذہب حق ہے اور اس راہ میں انہوں نے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کیا ہے۔ اپنے قیمتی ترین اثاثہ کے ساتھ ساتھ متاع حیات کا نذرانہ پیش کر دیا ہے تا کہ دین حق سلامت رہے اس سلسلہ عصمت و طہارت کی ایک کڑی ذو الثفنات، میر کاروان حسینی، سید الساجدین، زین العابدین حضرت علی ابن الحسینؑ ہیں، جن کی حیات راہ حق کے دفاع میں گذری آپ کی حیات میں بہت نشیب و فراز ہیں مگر آپ کی مجاہدانہ زندگی اپنے آپ میں ایک کائنات سموئے ہے۔ آپ کی مجاہدانہ زندگی کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے: کربلا، اسیری، مدینہ۔ آپ کربلا کے تاریخی اور انقلابی سفر میں اپنے پدر بزرگوار امام حسینؑ کے ساتھ ساتھ تھے ہر چند کہ روز عاشورہ بیماری کے سبب جنگ میں شریک نہ ہو سکے لیکن میدان کربلا میں آپ کا وجود و حضور ایثار و قربانی و فداکاری کے لحاظ سے مکمل تھا جو آپ کی شجاعت اور روح جہاد کے وجود کی محکم دلیل تھی۔ آپ نے اپنے والد بزرگوار کو آغاز سفر سے انجام سفر تک تنہا نہیں چھوڑا۔

آپ جانکاہ واقعہ کربلا کے چشم دید گواہ ہیں اور ان روح فرسا مناظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ آپ انقلاب کربلا کے تسلسل و دوام اور قانونی ترجمان ہیں۔ آپ کی جانفشانیوں کا صدقہ ہے کہ تاریخ اس کو بھلا نہ سکی۔

واقعہ کربلا:

واقعہ کربلا میں آپ کی مجاہدات کے ادراک کے لئے ضروری ہے کہ پہلے واقعہ کربلا پر ایک طائرانہ نظر ڈالی جائے ۴۰ ہجری سے ۶۰ ہجری تک معاویہ کا دور حکومت تھا اس دوران اس نے علیؑ و اولاد علیؑ اور محبان علیؑ کو کچلنے ' شہر بدر کرنے ' ان کے گھروں کو تاراج کرنے ' سولی دینے اور شکنجہ و قید میں ڈالنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی اور وہ ان مذکورہ امور پر نہ صرف یہ کہ نادم نہ تھا بلکہ نازاں بھی تھا اس کے بیس سالہ عہد حکومت میں اسلام نابود اور سنت رسول پامال ہو چکی تھی۔

اس نے اسلامی خلافت کو بادشاہت میں بدل دیا تھا ' بیت المال ' باپ کی میراث شمار اور آزادی فکر و بیان قدغن تھا ' مسند قضاوت پر من چاہے قاضیوں کو براجمان کر دیا تھا قبیلائی تعصب کا ایک بار پھر راج ہو گیا تھا اس کی شیطنت کا سلسلہ جاری تھا ' یہاں تک کہ جعدہ بنت اشعث امام حسنؑ کی بیوی کے ذریعہ نواسہ رسول امام حسنؑ کو زہر دغا سے شہید کرا دیا گیا اور ستم بالائے ستم یہ کہ نواسہ رسولؐ کو رسولؐ کے پہلو میں دفن نہیں ہونے دیا۔

جب معاویہ دنیا سے گیا تو ۲۲ رجب ۶۰ ہجری میں اس کا بیٹا یزید اس کا جانشین بنا جو اس وقت حوارین نامی علاقہ میں عیش و نوش میں زندگی گذار رہا تھا۔ ضحاک بن قیس کی کاوشوں سے وہ شام آیا اور خود کو خلیفہ مسلمین کہلایا۔

اس نے سوچا کہ جو لوگ میری حکومت کی راہ میں رکاوٹ ہیں ان کو راستہ سے ہٹا دے اسی لئے حاکم مدینہ ولید بن عتبہ کو خط لکھا کہ حسینؑ بن علیؑ ' عبد الرحمٰن بن ابی بکر ' عبد اللہ بن زبیر ' عبد اللہ بن عمر سے بیعت لے اور اگر انکار کریں تو قتل کر دے۔

مذکورہ افراد میں امام حسینؑ اور عبد اللہ بن زبیر پر خاص نظر تھی۔ ولید نے رات کو امامؑ سے یزید کی بیعت طلب کی امامؑ نے اس موضوع پر بات کرنے کو دن پر ملتوی کیا مگر ابن زبیر راتوں رات مکہ بھاگ گیا۔

ابن سعد کی روایت کے تحت امام نے اسی رات بیعت سے صاف انکار کیا۔ ۲۸ رجب ۶۰ ہجری میں امام حسینؑ نے اپنے اعزا و اقارب کے ساتھ مدینہ سے مکہ کی جانب سفر کیا۔ اور ۳ شعبان ۶۰ ہجری شب جمعہ کو مکہ میں وارد ہوئے۔ مکہ میں قیام کے دوران کوفہ کے اشراف اور بزرگ شیعہ حضرات منجملہ سلیمان بن صرد خزاعی مسیب بن نجبہ ' رفاعہ بن شداد و حبیب مظاہر نے امام حسینؑ کو خطوط لکھے اور کوفہ آنے کی دعوت دی تاکہ اموئیوں کے خلاف آکر رہبری و امامت فرمائیں۔ ان کے علاوہ دیگر افراد نے بھی امام کو خطوط لکھے۔

امام نے حضرت مسلم بن عقیل کو اپنا سفیر بنا کر بھیجا تاکہ آپ وہاں کے حالات سے آگاہ کریں آپ ۵ شوال ۶۰ ہجری میں کوفہ پہونچے' اٹھارہ ہزار لوگوں نے بیعت کی اسی کے پیش نظر جناب مسلم نے امام کو دعوت دی کہ اب آپ کوفہ آجایئے۔

امام جانتے تھے کہ بنی امیہ اور اس کے شیطانی گرگے اور گماشتے آپ کی جان کے درپے اور خون کے پیاسے ہیں آپ کہیں بھی رہیں گے تو یہ قتل سے دریغ نہیں کریں گے لہٰذا امام نے چار مہینہ مکہ میں قیام کے بعد حرمت حرم الٰہی کی پامالی کو بچانے کی خاطر کوفہ کا ارادہ کیا۔ امام کے سفر سے کچھ دن پہلے بنی امیہ کے بہی خواہوں کی درخواست پر یزید نے کوفہ کے گورنر نعمان بن بشیر کو اس کی نااہلی اور سہل انگاری کے سبب معزول کر دیا تھا اور اس کی جگہ نابکار دہر عبید اللہ بن زیاد کو تعینات کیا تھا اور امام کے سفر سے آگاہی دیتے ہوئے حکم دیا تھا کہ مسلم کو کوفہ سے باہر نکال دے یا موت کے گھاٹ اتار دے۔

۸ ذی الحجہ ۶۰ ہجری کو جناب مسلم نے دار الامارہ کا محاصرہ کیا مگر ابن زیاد نے اپنی عیاریوں سے بہت جلد اس محاصرہ کو توڑ دیا اور ۹ ذی الحجہ ۶۰ ہجری کو جناب مسلم کو گرفتار کر کے شہید کر ڈالا اور سر مبارک کو یزید کے پاس بھیج دیا۔

یہ کاروان حق بالترتیب ان مقامات سے گذرتا رہا؛ تنعیم' صفاح' ذات العرق' حاجر' بطن رمہ' زرود' ثعلبیہ زبالہ' بطن' عقبہ' شراف' ذوحسم' عذیب الحجانات اور قصر مقاتل میں پڑاو ڈالا اور ۲ محرم ۶۱ ہجری کو کربلا میں وارد ہوا۔ اس ۲۴ روزہ طولانی سفر میں اعزا و اصحاب امام حسین کی گفتگو کے درمیان کہیں امام سجاد کا نام نہیں ملتا۔

زبالہ نامی منزلگاہ پر ان لوگوں نے امام حسینؑ کا ساتھ چھوڑ دیا جو غنیمت و مال و منال کے ارادے سے امام کے ساتھ ہوئے تھے۔ ذوحسم نامی منزلگاہ پر حر کے دستہ سے امام کی ملاقات ہوئی اس نے امام کو ابن زیاد کے پاس لے جانا چاہا امام نے منع کیا اور فرمایا کہ اہل کوفہ کی دعوت پر کوفہ آئے ہیں اور خورجین میں بھرے ہوئے خطوط کو حر کے سامنے رکھا' آخر ش حر ابن زیاد کے حکم کو بجالایا اور کہا کہ آپ ایک بے آب و گیاہ میدان کی جانب جائیں اور امام کو فرات کے کنارے خیمے لگانے سے منع کیا۔

۲ محرم ۶۱ ہجری بروز جمعرات امام کربلا میں وارد ہوئے' امام کے کربلا پہونچنے کے بعد ابن زیاد نے عمر سعد کو حکم دیا کہ وہ چار ہزار سپاہیوں کے ساتھ کربلا جائے اور حسین بن علیؑ اور ان کے ساتھیوں سے یزید کی بیعت لے۔ امام نے اس کا جواب انکار میں دیا۔ ابن زیاد نے اپنے بہی خواہوں اور گماشتوں کو اس بات پر تعینات کیا

کہ لوگوں کو اس کی اطاعت پر جمع کریں اور بلوائیوں کے عواقب و نتائج سے انہیں ڈرائیں اور حسین بن علی کی مدد کرنے سے انہیں دور رکھیں۔ ایک روایت کے مطابق ابن زیاد کے سردار اور فوجیوں کی تعداد جو عمر سعد کی سربراہی میں تھیں وہ ۳۰ ہزار سوار و پیادہ بتائی گئی ہے۔

نقل کیا گیا ہے کہ عمر سعد سے امام حسینؑ نے تجویز رکھی کہ مدینہ واپس ہو جائیں۔ عمر سعد بھی اس بات پر مائل تھا کہ جنگ کے بجائے صلح ہو۔ لیکن عبید اللہ بن زیاد، شمر بن ذی الجوشن کے اکسانے اور بھڑکانے پر امام کی تجویز کو قبول نہیں کیا اور عمر سعد کو حکم دیا کہ اگر حسین بن علی جنگ سے انکار کریں تو ان سے جنگ کرو۔

ساتویں محرم کو ابن زیاد کے حکم سے فرات پر پہرے لگ گئے اور پانی بند کر دیا گیا۔

۹ محرم ۶۱ ہجری شب جمعہ کو عمر سعد نے اپنے فوجیوں کے ساتھ امام کے خیام کی جانب پیش قدمی کی لیکن امام نے صبح تک جنگ روکنے کی تجویز پیش کی اور ان لوگوں نے قبول کر لیا۔

صبح عاشور اذان حضرت علی اکبرؑ کے بعد امام کی امامت میں نماز جماعت ادا کی گئی اور جنگ کا آغاز عمر سعد نے ایک تیر پھینک کر کیا اور یہ کہا کہ گواہ رہنا کہ پہلا تیر میں نے پھینکا ہے، اصحاب یکے بعد دیگرے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتے رہے اصحاب کے بعد اعزاء نے اپنی جان امام وقت پر نچھاور کر دی۔

جب تمام اصحاب جام شہادت نوش کر چکے تو امام تک و تنہا رہ گئے اور میدان قتال میں آئے اور درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

جانکاہ اور دل فگار عظیم شہادت واقع ہو گئی آپ کا پارہ پارہ پیکر پاک خاک کربلا پر تپتی ریتی پر پڑا تھا اور سر مبارک دشمنوں نے نیزہ پر سجا دیا تھا۔ تاریخ انسانیت میں کبھی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا کہ ایک اتنے عظیم صاحب عزت اور مظلوم شخص کے پیکر پاک کو خاک و خون میں غلطاں اور ٹکڑے ٹکڑے دیکھا گیا ہو۔ امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب پاک کا خون پاک زمین پر گرا جس نے آزادی اور آزادگی کے درخت کی آبیاری کی اور تاریخ بشریت میں ایسے انقلاب کو جنم دیا جو رہتی دنیا تک قائم و دائم رہے گا۔

عمر سعد کے گرگوں نے امام کی شہادت کے بعد آپ کی زرہ، تلوار، پیراہن، عمامہ، نعلین اور خواتین اہل حرم کے اسباب و زیورات لوٹ لئے اور انہیں اسیر کیا۔

عصر عاشور کے بعد جب کوفی فکری مسخروں اور دیوانوں نے اپنا کوئی مد مقابل نہیں پایا تو خواتین و بچوں کے اموال لوٹنے کے لئے آگے بڑھے، حمید بن مسلم جو تاریخ کربلا کا مورخ اور چشم دید گواہ تھا اور لمحہ بہ لمحہ تاریخ کربلا قلم بند کر رہا تھا وہ کہتا ہے: میں نے دیکھا کہ خواتین اہل حرم اپنے پردوں کی حفاظت کے لئے جان سے

یادہ مقاومت کر رہی تھیں اور اس بات کی اجازت نہیں دے رہی تھیں کہ ان کی چادریں ان کے سروں سے
ر لی جائیں لیکن ناتوانی، غم و حزن اور اسیری نے انہیں مغلوب ہونے پر مجبور کیا اور پھر ان کی چادریں لوٹ
گئیں۔

ں حرم کے خیام میں آگ لگانا اور اموال کی غارتگری کا سلسلہ جاری تھا نسل امام حسینؑ میں تنہا فرزند حضرت
م سجاد تھے جو شدید بیماری کے سبب جنگ میں شریک نہیں ہو سکے تھے آپ ایک بستر پر خیمہ کے کونے میں
ر پڑے تھے خیموں کی غارتگری کے وقت وہ بستر بھی آپ کے نیچے سے کھینچ لیا گیا، شمر آگے بڑھا تا کہ ا
جاد کو قتل کر سکے لیکن زینب کبری آگے بڑھیں اور اپنی جان کو سپر کر کے سید سجاد کی جان بچائی۔

ر سعد کے سپاہی اور شہدائے کربلا کے وارثین عصر عاشور اور گیارہ محرم کے دن تک کربلا میں رہے اس کے
عد کوفہ کی جانب کوچ کیا، کوفہ کی جانب کوچ کرتے وقت اسرائے اہل حرم کو شہدا کے خون میں غلطاں
بر ہائے پاک کے قریب سے گذارا گیا، ابن قولویہ کتاب کامل الزیارت میں امام سید سجاد سے نقل کرتے ہیں
روز عاشورہ کی جانکاں مصیبتیں امام وقت اور اعزا کی شہادت کو جب دیکھا تو میرا سینہ پھٹا جا رہا تھا جب میر
و پھی جان زینب کبری نے میرا یہ حال دیکھا تو پوچھا اے یادگار برادر تمہیں کیا ہو گیا ہے یہ میں تمہاری کیا
لت دیکھ رہی ہوں؟ میں نے عرض کیا: میں کیوں نہ آہ و فغاں کروں اس لئے کہ ہمارے شہدا میدان میں
ار د کفن پڑے ہیں۔ میری پھوپھی نے اس وقت ام ایمن سے ایک روایت نقل کی کہ عنقریب لوگ آئیں
گے جو اپنی حکومتوں سے نہیں ڈریں گے وہ تمہارے باپ کا مزار بنائیں گے جسے زمانہ کبھی مٹا نہیں سکے گا۔

سیروں کا قافلہ کوفہ روانہ کر دیا گیا، عمر سعد نے قافلہ کو اس طرح کوچ کرنے کا منصوبہ بنایا تھا کہ بارہ محرم
ح کوفہ پہونچیں، کربلا سے کوفہ کا فاصلہ تقریبا ۱۲ فرسخ ہے جو کہ رات میں طے کیا گیا۔ شب عاشور سے ا
ہ تک خاندان رسولؐ کی آنکھیں نہیں سو سکیں تھیں ان کے دل غموں سے بھرے تھے طولانی سفر جو تلخیو
ر ا تھا اسے طے کیا تھا منقول ہے کہ امام سید سجاد علیہ السلام کو طوق و سلاسل میں جکڑا گیا تھا۔ اور آپ
ونوں پیروں کو اونٹ کی پیٹھ سے باندھ دیا گیا تھا۔

وارزمی بھی لکھتے ہیں کہ علی بن الحسینؑ جو بیماری کے سبب بہت نحیف اور لاغر ہو گئے تھے ان کے ہاتھ
ر دن میں ہتھکڑی اور طوق ڈال کر کوفہ لایا گیا تھا۔

اقعہ کربلا میں چند مقامات پر امام سید سجاد علیہ السلام سے کچھ باتیں منقول ہوئی ہیں:

۔ آپ اپنے والد بزرگوار اور دیگر افراد کے ساتھ مدینہ سے مکہ اور مکہ سے عراق ہجرت کی اور سفر کی ابتدا سے نتہا تک اپنے والد کے ساتھ تھے اپنے والد بزرگوار کے ساتھ آپ کا وجود آپ کی بے نظیر شجاعت اور روح جاہدت پر مکمل دلیل ہے۔

ا۔ امام سجاد علیہ السلام کس وقت بیماری میں مبتلا ہوئے یہ یقینی طور پر مشخص نہیں، سب سے پہلی بار جو آپ کی یماری کا ذکر ملتا ہے وہ شب عاشور ہے منقول ہے کہ ابھی رات نہیں ہوئی تھی کہ امام نے اپنے تمام اصحاب کو یمہ میں جمع کیا اور ان سے اہم گفتگو کی امام سجاد علیہ السلام جو اس وقت بیمار تھے اپنے آپ کو امام حسینؑ تک ہونچایا اور واقعہ کو مکمل طور پر بیان کیا۔

۲۔ دوسرا قول جو خود امام سجاد علیہ السلام سے منقول ہے کہ وہ رات جس کی صبح بابا شہید ہوئے (شب عاشور) یں بستر بیماری پر تھا اور میری پھوپھی زینب میری تیمار داری کر رہی تھیں، بابا اس خیمہ میں تشریف فرما تھے جہاں اسلحہ رکھے تھے اور "جون" جو کہ اسلحوں کو مرتب کر رہے تھے ان کی جانب دیکھ کر آپ نے یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

یا دھر اف لک من خلیل	و کم لک بالاشراق و الاصیل
من صاحب او طالب قتیل	و الدھر لا یقنع بالبدیل
و انما الامر الی الجلیل	و کل حی سالک السبیل

آہ! اے روزگار تیری دوستی سے تو نے کتنے ساتھیوں کو صبح و شام موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ ہاں اس کی جگہ دوسرا دن قابل قبول نہیں۔ یقینا کام کا انجام عظیم خدا کے ہاتھوں ہے اور ہر زندہ کو یہ راستہ طے کرنا ہو گا۔ ان اشعار کو بابا نے کئی بار دہرایا میں ان کی مراد سمجھ گیا میرا گلہ رندھ گیا اور آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں، میں سمجھ گیا کہ مصیبت آن پڑی ہے لیکن میری پھوپھی زینب جو کہ نرم دل تھیں بہت مغموم ہوئیں اور ہمت جواب دے گئی اور بہ آواز بلند فرمایا: اے کاش مجھے موت آجاتی۔ آج وہ دن ہے جب میری ماں فاطمہ، میرے بابا علی اور بھائی حسن علیہم السلام دنیا سے گذر گئے ہیں اے یادگار پنجتن، اے باقیماندہ کی امید و آس... زینب کبریٰ غم و حزن سے پیچ و تاب کھا رہی تھیں۔ بابا نے اشک بار آنکھوں سے انہیں مخاطب کیا اور ان کی دلداری کی ۔

۳۔ ایک نقل کے مطابق امام سید سجاد علیہ السلام نے روز عاشورا جنگ میں شرکت کی اور زخمی ہوئے، فضیل بن زبیر اسدی کہتا ہے کہ علی بن الحسینؑ بیمار تھے لیکن جنگ کی اور جب زخمی ہوئے تو واپس چلے گئے آپ

میدان جنگ میں حاضر تھے ' خدا نے آپ کی حفاظت کی اور جنگ کے آخر میں بچوں اور عورتوں کے ساتھ اسی

ہوئے۔

تمام تاریخی منابع اس بات پر اتفاق نظر رکھتی ہیں کہ امام سجاد علیہ السلام میدان کربلا میں بیمار تھے اور آپ ک
شدید بخار تھا اور جنگ میں شرکت نہیں کی لیکن بیماری کی کیفیت اور اس کے اسباب مشخص نہیں ہیں۔

۵۔ امام سجاد علیہ السلام سے منقول ہے کہ صبح عاشور جب دشمن بابا کے مقابل صف بستہ ہوئے تو آپ نے
دست دعا بلند کی اور فرمایا: خدایا تو ہر مصیبت میں میری تکیہ گاہ ہے اور ہر مشکل میں میری امید ہے اور ہر ناگوا
حادثے جو میری طرف آئیں تو میرا پشت پناہ اور ذخیرہ ہے۔ بسا اوقات ایسا غم جس میں دل ناتواں
مجبور ہو جائے اور دوست کمیاب اور رسوا ہوں اور دشمن شاد و خوشحال ہو میں ان تمام حالات میں تیری جانب
رجوع کرتا ہوں اور تجھ سے حالات کا شکوہ کرتا ہوں تاکہ ہر چیز سے دست بردا شتہ اور تنہا تیری جانب رجو
کرنے والا رہوں اور تو ان تمام مشکلات کو مجھ سے دور کرنے والا اور میری مشکلات کا حل کرنے والا ہے لہٰذ
تو ہر نعمت کا مالک اور ہر نیکی کا عطا کرنے والا اور ہر آرزو کا اعلی مقصد ہے۔

یہ گفتگو اور نقل روایت اس بات کی دلیل ہے کہ امام روز عاشورہ اپنے باپ کے ہمراہ اور شانہ بشانہ تھے۔

۶۔ امام سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں: روز عاشورا جب حالات بہت دگرگوں ہوئے تو لوگوں نے دیکھا کہ امام او
آپ کے اصحاب کے چہرے درخشاں ' قدم ثابت اور دل مضبوط تھے اور ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے دیکھ
انہیں موت کا کوئی خوف نہیں ہے اور امام فرما رہے تھے صبر کرو موت ایک پل ہے جو تمہیں مشکلات او
پریشانیوں سے نکال کر ایک وسیع جنت اور ابدی نعمتوں تک پہونچاتی ہے تم میں سے کون ایسا ہے جو نہیں چاہ
کہ قید سے نکل کر محل میں داخل ہو؟ تمہارے دشمنوں کے لئے موت محل سے نکل قید خانہ اور عذاب کی
جانب کوچ کرنا ہے۔

بابا نے رسول خدا سے نقل کیا کہ دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے اور موت مومنین کے
لئے جنت تک پہونچنے کا پل ہے اور کافروں کے لئے جہنم تک پہونچنے کا پل ہے نہ میں جھوٹ بول رہا ہوں او
نہ ہی مجھ سے جھوٹ نقل کیا گیا ہے۔

۷۔ جب امام حسینؑ کے تمام اعزا و اصحاب شہید ہو گئے آپ خیام کی جانب آئے تاکہ اہل بیت سے رخصت ہوں
اپنے بیٹے امام سید سجاد کی احوال پرسی کی اور انہوں نے خدا کا شکر ادا کیا اور امام سے اذن جہاد مانگا لیکن امام حسین
نے اذن جہاد نہ دیا اور فرمایا: میرے لال تم پاک ترین ذریت اور میری اعلی عترت ہو تم اس خاندان پر میرے

جانشین ہو وہ سب پردیسی ہیں جنہیں یتیمی اور دشمنوں کے زخم زبان اور حوادث روزگار نے گھیر رکھا ہے جب کبھی ان کی فریاد بلند ہو انہیں صبر کی تلقین کرنا جب کبھی وہ خوف زدہ ہوں انہیں سہارا دینا ان سے نرمی سے بات کرنا اور انہیں سکون و آرامش مہیا کرنا۔

۸۔ امام سید سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں : والد بزرگوار نے رخصت آخر کے وقت مجھے وہ دعا تعلیم فرمائی جو اپنی مادر گرامی حضرت فاطمہ زہرا سے اور انہوں نے رسول خدا سے اور رسول نے جبریل سے اور جبریل نے خدا سے سیکھا تھا جو کہ سخت حالات آسمانی بلاؤں اور مشکل ترین حالات میں پڑھی جاتی ہے اور وہ دعا یہ ہے :

یسن و قرآن حکیم کے صدقہ ، طہ و قرآن عظیم کے تصدق اے وہ جو سائلوں کی ضروریات پوری کرنے کی توانائی رکھتا ہے اے وہ جو دلوں کے راز سے واقف ہے اے وہ جو مشکلات سے چھٹکارا دلانے والا ہے۔ اے وہ جو مشکلات میں گھرے لوگوں کو آرامش دیتا ہے اے بزرگوں پر رحم کرنے والے اور اے نوزاد اور طفل شیر خوار کو روزی دینے والے اے وہ جو تعریف سے بے نیاز ہے محمد و آل محمد پر صلوات بھیج اور میرے لئے یہ یہ ... انجام دے۔

امام سجاد علیہ السلام نے بھی اپنے فرزند محمد باقرؑ سے فرمایا : میرے والد نے رخصت آخر کے وقت مجھے وصیت کی کہ بیٹا حق پر قائم و دائم رہنا چاہئے ، چاہے جتنی تلخیاں درپیش ہوں اور فرمایا : اس شخص پر ظلم کرنے سے پرہیز کرنا جس کا مددگار تمہارے مقابل خدا کے علاوہ کوئی اور نہ ہو۔

۹۔ جب حسینی خیام میں آگ لگ گئی اور آگ کے شعلے یکے بعد دیگرے تمام خیام کو اپنی لپیٹ میں لے رہے تھے تو حضرت زینب کبری نے آپ سے دریافت کیا کہ اس وقت کیا کریں ؟ امام سجادؑ نے فرمایا : تمام لوگوں کو خیموں سے باہر نکال دیں اور دور ہو جائیں اور خود بھی حضرت زینب کبری کی مدد سے جلتے خیموں سے باہر آئے ۔

۱۱ محرم کی رات یعنی شام غریباں ان داغ دیدہ لوگوں کے لئے نہایت ہی جگر سوز رات تھی تمام اعزا و اقارب کی شہادت ، خیام میں آگ ، اموال کی غارتگری ، دشمنوں کی اذیتیں ، فوجیوں کا محاصرہ یہ سب کچھ اتنا محیر العقول ہے کہ صرف پڑھا اور لکھا جا سکتا ہے لیکن ادراک عقل سے پرے ہے لیکن علی کی شیر دل بیٹی کو ان تمام حالات کا مقابلہ کرنا ہے اور بچوں اور عورتوں کی حفاظت بھی کرنی ہے۔

امام سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں : میں نے اس رات (شام غریباں) دیکھا کہ آپ نماز شب بیٹھ کر ادا کر رہی تھیں ۔

و تمام حالات اس بات کے عکاس ہیں کہ امام سجاد علیہ السلام تمام حالات پر نظر رکھے تھے۔

سیری:

محرم کو پارہ پارہ اور بے کفن شہدا کی لاشوں کو کربلا کے پتتے صحرا میں چھوڑ کر اہل بیت کا یہ اسیر قافلہ کو ف
انب بڑھایا گیا ابی مخنف اس کی یوں منظر کشی کرتے ہیں :
ن کے عزیزوں کے ٹکڑے ٹکڑے لاشے زمین پر بے گور و کفن پڑے تھے جو اس بات کا سبب ہو
سوؤں کا سیلاب پھوٹ پڑے یہاں تک کہ دشمن کی آنکھیں بھی رو پڑیں۔ ابو مخنف دشمن فوجیوں میں
ب قرہ بن قیس تمیمی سے نقل کرتے ہیں کہ وہ لمحہ کبھی نہیں بھلا سکتا جب زینبؑ بنت علیؑ اپنے بھائی حسینؑ
رہ پارہ جسم پاک کے قریب سے گذری تھیں ، اس وقت زینب کبری کے جسم میں عجیب رعشہ پیدا ہوا
نوں ہاتھوں پر اس پیکر مقدس کو اٹھایا اور آسمان کی جانب کر کے کہا: **اللهم تقبل هذا القربان** ' اس
د مدینہ کی جانب رخ کیا اور رسول کو مخاطب کر کے فرمایا :
یا محمداه صلی علیک ملیک السماء هذا حسین بالعراء مرمل بالدماء مقطع الاعضاء
محمدا و بناتک السبایا و ذریتک مقتلة تسفی علیها الصبا ' (اے نانا) محمدؐ آپ پر آسمانی فرشتے د
بھیجتے ہیں اور یہ آپ کا حسین ہے جو خون میں غلطاں اور بلا کفن پڑا ہوا ہے جس کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہے اے
پ کی بیٹیاں اسیر کر لی گئیں ہیں اور آپ کے فرزندوں کو قتل کر دیا گیا ہے اور ان پر باد صبا خاک اڑا رہی ہے
قول ہے کہ جب زینب کبری اپنے جد سے گفتگو کر رہی تھیں تو دوست و دشمن سب رو رہے تھے اور کسی
ون نہ تھا اسیروں کا یہ قافلہ کوفہ لایا گیا۔ عبید اللہ بن زیاد چاہتا تھا کہ اس موقع کا بھرپور فائدہ اٹھائے اور ا
درت اور فتح یابی کا جشن منائے اور اہل کوفہ کے سامنے شہدا کے سروں اور اسیروں کے کارواں کو گذار
سمجھانا چاہتا تھا کہ یزید کی حکومت کے مقابل کوئی طاقت مقابلہ کی ہمت نہیں رکھتی اسی لئے اس
یروں کے قافلہ کو اصلی شاہراہوں سے گذار کر دار الامارہ جو کہ مرکز شہر میں تھا وہاں پہونچایا لوگ اولاد
خاندان رسولؐ کو پہچانتے تھے۔ علی کی پانچ سالہ حکومت اہل کوفہ کو خوب یاد تھی جیسے ہی شہدا کے سر و
نوک نیزہ پر سجاد یکھا گلہ رندھ گیا نالہ و شیون کی آواز بلند ہوئی ' امام سجاد علیہ السلام جو کہ شدید بخار میں مب
ے اور آپ کے ہاتھوں اور پیروں میں ہتھکڑی اور بیڑی پڑی تھی آپ نے بلند آواز میں فرمایا :

أ تنوحون و تبكون من اجلنا فمن ذا الذي قتلنا؟ کیا ہم پر نوحہ اور گریہ کر رہے ہو تو پھر ہمیں کس نے قتل کیا ہے۔

اسیروں کا کارواں کوفہ پہونچا عورتوں کے نالہ اور کوفی مردوں کے گریہ نے بہت مناسب موقع فراہم کر دیا تھا اور اب ضرورت تھی کسی قادر الکلام شخص کے کلام کی جو کہ پیغام انقلاب کربلا اور اہل کوفہ کی عہد شکنی کو ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بیان کرے یہی وہ موقع تھا جب زینب کبری کے سوکھے گلے نے سکوت بیم کی زنجیروں کو توڑا عزم محمدی اور شجاعت علوی کے سنگم سے ایسا خطبہ دیا کہ شہر کے شور و غل اور یزیدی فتح کے نشہ کا طنطنہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا' سینوں میں سانسیں گھٹ گئیں اور ثانی زہرا کے کلمات کے کوڑوں نے بازار کوفہ میں ابن زیاد کی پشت پر اتنے پے در پے ضربیں لگائیں کہ سر اٹھانے کی ہمت نہ کر سکا۔ تاریخ نے آپ کے اس انقلاب آفرین خطبہ کو من و عن نقل کیا ہے جسے رہتی دنیا تک بھلایا نہیں جا سکتا۔

خزیمہ اسدی راوی ہے کہ زینب کبری کے خطبہ کے بعد لوگ انگشت بہ دنداں تھے ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری تھا بنی جعفی قبیلہ کا ایک بوڑھا شخص جس کی داڑھی آنسوؤں سے بھیگی تھی اس نے کہا: تم پر ہمارے ماں باپ فدا ہو جائیں تمہارے بزرگ تمام بزرگوں سے بہتر تمہارے جوان تمام جوانوں سے بہتر' تمہاری خواتین تمام خواتین سے بہتر اور تمہارا خاندان تمام خاندانوں سے بہتر ہے اور تم کبھی رسوا اور مغلوب نہیں ہو گے۔

اس کے بعد امام سجاد علیہ السلام نے لوگوں کی جانب اشارہ کیا کہ خاموش ہو جاو اور جب لوگ خاموش ہو گئے تو فرمایا: اے لوگو! کیا تم لوگوں نے میرے باپ کو خط نہیں لکھا تھا اور کیا ان کی بیعت نہیں کی تھی؟ اور کیا ان سے وعدہ نہیں کیا تھا اور انہیں دھوکا نہیں دیا اور ان کے خلاف اٹھ نہیں کھڑے ہوئے اور جنگ نہیں کی کتنا برا عمل کتنی بری فکر اور کتنا برا کردار۔ اگر رسول خدا تم سے کہیں کہ تم نے میری اولادوں کو قتل کیا اور میری حرمت کو پامال کیا لہٰذا تم میری امت سے نہیں ہو تو اس وقت کتنی روسیاہی کا دن ہو گا؟

اچانک ہر کونے سے آہ و نالہ کے ساتھ یہ آواز بلند ہوئی جو ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ ہم تباہ و برباد ہو گئے۔ امام نے فرمایا: خدا اس پر رحمت نازل کرے جو میری نصیحت کو قبول کرے اور خدا اور رسول خدا کی خاطر جو کچھ کہا ہے اسے سنے تمام لوگوں نے کہا: ہم آپ کی گفتگو سننے کے لئے تیار اور حکم کی فرمانبرداری پر آمادہ ہیں۔ ہم آپ سے دور نہیں ہوں گے اور جس سے کہئے جنگ کرنے کو تیار ہیں۔ امام سجاد جنہوں نے اس قوم کے جھوٹ اور بزدلی کو آنکھوں سے دیکھا اور یقین کیا ہے کہ اگر یہی سپاہی جو اسیروں کے ساتھ ہیں

طرف ان کے خلاف چیخ دیں تو سب بھاگ جائیں گے اور اپنے اپنے گھروں میں چھپ جائیں گے۔ امام نے
فرمایا: افسوس اے فریب کار و مکار واے شہوت کے اسیر و تم چاہتے ہو میرے ساتھ وہی کرو جو میرے باپ
دادا کے ساتھ کیا ہے نہیں خدا کی قسم نہیں تم نے جو زخم لگائے ہیں ان سے ابھی خون بہہ رہا ہے اور سینہ
میرے باپ بھائی کی موت سے داغدار ہے ان غموں کی تلخی میرے گلوگیر اور غم میرے لئے تسکین ناپذیر ہے۔
بس تم لوگوں سے یہی چاہتا ہوں کہ نہ میرے ساتھ رہو اور نہ میرے خلاف۔

حالات ایسے نہ تھے کہ امام کوئی طولانی خطبہ بیان فرمائیں لیکن اس بات کا یقین ہے کہ امام اور اہل کوفہ کے
درمیان جو گفتگو ہوئی ہے اس سے خوب پتہ چلتا ہے کہ امام سجاد علیہ السلام ان سیال رنگ اور سیمابی کیفیت اہل
کوفہ کو خوب پہچانتے تھے وہ لوگ جو بہت جلد جوش میں آجاتے ہیں اور جلدی ٹھنڈے ہو جاتے ہیں جذباتی
باتیں سن کر بھڑک اٹھتے ہیں اور گریہ آور حالات دیکھ کر رو پڑتے ہیں انہیں صفات کے لوگوں نے امام حسین
کا کتنا پر جوش استقبال کیا تھا اور پھر کس طرح بزدلی کا ثبوت دیتے ہوئے ابن زیاد کے حوالہ امام کو کر دیا
انہیں کے کرتوتوں کے سبب خاندان آل محمدؐ کی بہیمانہ شہادت کے بعد ان کے اہل حرم کو اسیر کر کے شہر بہ شہر
پھرایا گیا۔

ابن زیاد اہل کوفہ کو اپنی فوجی اور فاتحانہ نمائش کے ذریعہ مرعوب کرنا چاہتا تھا اور آل رسول کی توہین کرنا
چاہتا تھا لیکن زینب کبری اور امام سجاد علیہ السلام کے خطبات نے کایا پلٹ دی اور ایسا طوفان برپا کیا جس نے
یزیدیت کی بنیادوں کو اکھاڑ دیا اور اس کی شکست کو برملا کیا۔ شہر کوفہ یکسر بدل گیا اور اسیروں سے ہمدردی
کے نعرے ہر سو سے بلند ہوئے اور جن لوگوں نے اپنے شوہروں فرزندوں اور آباو اجداد کو نواسہ رسول کے
قتل کے لئے بھیجا تھا وہ شرم و پشیمانی کے پسینہ میں ڈوب گئے اور ابن زیاد کے جشن کا لگایا جانے والا کوفی میلہ
ماتم کدہ میں بدل گیا اور اس کے اثرات کوفہ کی شاہراہوں، چوراہوں اور دار الامارہ سے نکل کر ہر گھر میں آشکار
ہوئے جس کی دلیل قاتلین حسینؑ کے اعزا و اقارب کے ذریعہ ان کی رسوائی تاریخ میں موجود ہے۔

کوفہ کے شاہراہوں اور چوراہوں پر جب ابن زیاد کے فتح کا جشن ماتم کدہ میں تبدیلی کی رسوائی ہوئی تو اس کے
بعد اسیروں کے قافلہ کو ابن زیاد کے دربار تک لے جایا گیا جہاں مخصوص اور مشہور افراد کا جم گھٹا تھا اور ابن
زیاد ہر ایک کے بارے میں پوچھ رہا تھا اور جب اس کی نظر امام سجاد پر پڑی تو پوچھا نام کیا ہے؟ امام نے فرمایا
حسینؑ کا بیٹا علی ہوں۔ ابن زیاد کہتا ہے: کیا خدا نے علیؑ بن الحسینؑ کو قتل نہیں کیا؟ امام نے فرمایا: میرے

ے بھائی تھے جن کا نام علی تھا لوگوں نے انہیں قتل کر دیا۔ ابن زیاد کہتا ہے خدا نے قتل کیا ہے۔ امام نے
یا: اللہ یتوفی الانفس حین موتہا

زیاد چراغ پا ہو گیا اور چیخ کر بولا واہ! ابھی بھی تم میں اتنی جرائت باقی ہے کہ تم میرے سوال کا جواب دو اور
ے فرمان سے سر پیچی کرو اس کے بعد مرتح بن معاذ احمری کو حکم دیا کہ امام سجاد کو قتل کر دے۔ زینب
ں آگے بڑھیں اور اپنے بھتیجے کو اپنے حلقہ آغوش میں لیا اور فرمایا: کیا تو ابھی تک میرے خون سے سیراب
ں ہوا ہے اور کسی کو نہیں چھوڑا ہے اگر تو قتل کا ارادہ رکھتا ہے تو مجھے بھی ان کے ساتھ قتل کر دے۔ امام
نے فرمایا: اگر قتل کا ارادہ ہی رکھتا ہے تو کسی پرہیزگار شخص کو اس کارواں کے ساتھ بھیج دے جو ان کے
ے ایک مسلمانوں جیسا برتاؤ کرے۔ ابن زیاد نے اہل کوفہ کی جانب دیکھا اور کہا: عجب! رشتہ داری کو
ا! خدا کی قسم مجھے لگتا ہے کہ اگر علیؑ کو قتل کرنا چاہوں تو انہیں (زینبؑ) بھی قتل کروں۔ اس کے بعد
سجاد کو مخاطب کر کے کہا: ان خواتین کے ساتھ رہو۔

روایت کے مطابق امام نے فرمایا: پھوپھی جان مجھے جواب دینے دیجئے اور پھر فرمایا: اے بن زیاد تو مجھے
سے ڈراتا ہے تو نہیں جانتا کہ قتل ہونا ہمارا اشعار اور شہادت ہمارا امتیاز ہے۔

ب کبری اور امام سجاد کے کلمات نے ایک بار پھر کوفہ کے شاہراہ و چوراہے پر رسوا کرنے کے بعد اس کے
یں اس کی فتح کے جشن کو خاک میں ملا دیا اور محل ماتم کدہ بن گیا۔

اللہ بن زیاد نے چند دن اسیروں کو کوفہ میں قید کرنے کے بعد یزید کو خط لکھا جس میں امام حسینؑ کی
ت کی خبر دی۔ یزید نے جواب میں ابن زیاد کو حکم دیا کہ حسینؑ بن علیؑ اور دیگر مقتولین کے سروں کو شام
ے۔

زیاد نے حکم پاتے ہی انہیں شام بھیج دیا۔

اللہ بن زیاد نے سرہائے شہدا اور اسیروں کو ضحر بن قیس جعفی کی سرداری میں شام بھیجا لیکن ابو مخنف
قول محفر بن ثعلبہ عائذی اور شمر اسیروں کے قافلہ کو شام لے گئے۔

جاد علیہ السلام طوق و سلاسل میں جکڑے ہوئے اسیروں کے ساتھ شام کی جانب اسیری کے عالم میں گئے
ے شام کے سفر کے دوران امام نے کسی سے کوئی گفتگو نہ کی البتہ کچھ مرثیہ کے اشعار آپ سے منسوب
تاریخ میں محفوظ ہیں۔ البتہ ان اشعار کی نسبت جو امام کی جانب دی گئی ہے اس میں اختلاف ہے اور معتبر

سور خین انہیں قبول نہیں کرتے۔ محکم تاریخی دلائل کے تحت اسیروں کا قافلہ پہلی سفر ۶۱ ہجری کو شام م
اخل ہوا۔

ظاہر اسیروں کا یہ کارواں تھا لیکن حقیقت میں حریت اور آزادی کا پیغامبر تھا اور ظلم و بربریت و ستم و استبد
کے خلاف نکالا جانے والا احتجاجی جلوس تھا اور فتح حسین کا نقارہ قریہ بہ قریہ شہر بہ شہر بجار ہا تھا اور اس کی دلی
یہ تاریخی واقعہ ہے کہ جب ابراہیم ابن طلحہ بن عبید اللہ نے امام سجادؑ کو اس عالم دیکھا تو سوال کیا: اس وق
کون کامیاب ہے؟ تو امام نے فرمایا: اگر تم یہ جاننا چاہتے ہو کہ کون کامیاب ہے تو اذان و اقامت کے وق
یکھ لینا۔

ام نے یہ جواب دے کر یہ سمجھانا چاہا ہے کہ اصل جنگ صدائے تکبیر اور وحدانیت خدا کے اقرار و انکار پر
یہ کہ بنی ہاشم اور بنی امیہ کے خاندانی اختلاف و ٹکراو پر لہذا جمل ہو یا فتح مکہ یا پھر حادثہ کربلا اس پر فتح بنی ہاشم
بنی امیہ کی نہیں بلکہ باطل پر حق کی فتح ہے۔

سیروں کے کارواں کو یزید کے محل کی جانب کوچ دلایا گیا جب یہ لوگ محل میں داخل ہوئے تو حسینؑ فاطم
ٹا ہوا سر یزید کے روبرو طشت طلا میں رکھا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک خاردار لکڑی تھی جسے آپ کے لب
ندان پر مار رہا تھا اور یہ اشعار پڑھ رہا تھا:

لیت اشیاخی ببدر شھدوا	جزع الخزرج من وقع الاسل
فاھلوا واستھلوا فرحا	ثم قالوا یا یزید و الا تشل
قد قتلنا القرم من ساداتھم	و عدلناہ ببدر فاعتدل
لعبت ھاشم بالملک فلا	خبر جاء و الا وحی نزل
لست من خندف ان لم انتقم	من بنی احمد ما کان فعل

منظر اتنا جانگداز اور اسیروں کے لئے سخت تھا کہ امام سجاد نے یزید کو مخاطب کر کے فرمایا: تو کیا سوچتا
گر ہمارے جد رسول خدا ہمیں اس حالت میں دیکھیں تو کیا ردعمل ہوگا؟

ید لرز اٹھا' دربار میں انقلابی لہر دوڑی اور یزید نے حکم دیا کہ آپ کی ہتھکڑی اور بیڑی کو کھول دیا جائے او
ا کہ خدا ابن مرجانہ (ابن زیاد) پر لعنت کرے اگر اس کے اور آپ کے درمیان قرابتداری ہوتی تو ایسا بالکل
کرتا۔

امام سجاد علیہ السلام سے یزید نے کہا: آپ کے بابا نے مجھ سے قرابتداری توڑ دی اور میرے حق کا انکار کیا اور قدرت وحکومت کے سلسلہ میں ہم سے جنگ کی اور خدا نے ان کے ساتھ ایسا کیا جسے تم نے خود دیکھا۔ امام سجاد علیہ السلام نے اس آیت کی تلاوت کی:

ما أَصابَ من مُصيبَة في الأَرْضِ و لا في أَنْفُسكُمْ إلاّ في كتاب من قَبْلِ أَنْ نَبرأَها إنَّ ذلكَ علَى الله يسير

یزید نے جواب میں اس آیت کو پڑھا:

و ما أَصابكُم من مُصيبَة فَبما كَسبَتْ أيديكُم و يعفُوا عَنْ كَثِير

امام نے فرمایا: اے معاویہ وہندو صخر کے بیٹے حکومت ہمارے آباء واجداد کا حق تھا، قبل اس کے تو اس دنیا میں آتا وہ منصب دار تھے، میرے جد علی خدا ان سے راضی ہو، بدر واحد وجنگ خندق میں رسول کے علم بردار تھے اور تیرے باپ اور دادا کے ہاتھ میں کفار کے پرچم تھے۔ اے یزید وائے ہو تجھ پر اگر تو یہ جان سکتا کہ تو نے کیا کیا ہے؟ اور تو نے میرے والد، خاندان، بھائی اور چچاوں کے ساتھ کون سے جرم کا مرتکب ہوا ہے؟ اگر تو جان سکتا تو پہاڑوں کی جانب بھاگ جاتا اور خاک وخاکستر پر بیٹھتا اور میری مصیبت پر ماتم کناں ہوتا۔ کیا فرزند علی وفاطمہ حسینؑ کا سر جو کہ امانت رسول تھے وہ شہر کے دروازہ پر لٹکایا جائے۔ اے یزید روز قیامت جب تمام لوگ اٹھائے جائیں گے اس دن تیری رسوائی اور پشیمانی کی تجھے میں بشارت دیتا ہوں۔

دربار یزید میں شہزادی کونین کی منہ بولتی تصویر زینب کبریٰ کے دنداں شکن خطبہ نے یزیدیت کی رسوائی طشت از بام کردی اور اس کے فتح کے نشے کو کافور کردیا اور یزید نے جب یہ دیکھا کہ خصوصی درباری نشست میں اس کی فتح کا جشن نہیں منایا جاسکا تو اس نے حکم دیا کہ مسجد بنی امیہ میں عمومی اجلاس لگایا جائے تاکہ اس کی تلافی ہوسکے۔

ایک زرخرید، زباں دراز، ضمیر فروش خطیب کو حکم دیا گیا کہ منبر پر جاکر معاویہ اور یزید کی مدح سرائی کرے اور امیر المومنین حضرت علیؑ اور امام حسینؑ کی توہین کرے اس نے جب یہ جرم کیا تو امام نے اس سے مخاطب ہوکر فرمایا: وائے ہو تجھ پر تو نے مخلوق کی رضایت کی خاطر خالق کی ناراضگی خرید لی، اپنا انجام اور اپنا ٹھکانا جہنم میں دیکھ۔ اس کے بعد یزید کو مخاطب کرکے فرمایا: میں منبر پر جاکر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ یزید نے مخالفت کی لیکن لوگوں نے اصرار کیا کہ اجازت دے دے۔ امام نے اس موقع کا بھرپور فائدہ اٹھایا اور فرمایا:

اے لوگو! ہمیں چھ صفتیں عطا کی گئی ہیں اور ہمیں سات باتوں کے ذریعہ فضیلت دی گئی ہے:

ہماری صفتیں علم، حلم، سخاوت، فصاحت، شجاعت اور مومنین کے دلوں میں ہماری محبت ہے اور ہمار
اسباب فضیلت یہ ہیں کہ رسول مختار ہمیں میں سے ہیں۔ صدیق علی، طیار جعفر، اسد اللہ حمزہ، سیدۃ ن
العالمین فاطمہؑ، سبطین امت و سید اشباب اہل الجنتہ حسنینؑ ہمارے ہی بزرگ ہیں۔ جس نے مجھے پہچان لیا ا
نے پہچان لیا اور جس نے نہیں پہچانا اس سے اپنا تعارف کرا رہا ہوں۔

میں مکہ و منی کا فرزند ہوں، میں زمزم و صفا کا لال ہوں، میں اس کا فرزند ہوں جس نے ردا میں زکوۃ کو اٹھا
غریبوں تک پہونچایا ہے، میں بہترین لباس و ردا والے کا فرزند ہوں، میں بہترین زمین پر قدم رکھنے والا کا لا
ہوں۔ میں بہترین طواف و سعی کرنے والے اور بہترین حج و تلبیہ ادا کرنے والے کا لال ہوں، میں اس کا فرز
ہوں جسے براق پر سوار کیا گیا، میں اس کا لال ہوں جسے راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصی تک لے جایا گ
اور کیا بے نیاز اور پاکیزہ صفات ہے وہ لے جانے والا۔ میں اس کا لال ہوں جسے جبرئیل سدرۃ المنتہی تک ا
ساتھ لے گئے میں اس کا فرزند ہوں جس نے تقرب کی تمام منزلیں طے کر کے اپنے کو دو کمانوں کے فاص
تک پہونچادیا، میں اس کا لال ہوں جس نے ملائکہ کے ساتھ نماز ادا کی، میں اس کا فرزند ہوں جس سے ر
جلیل نے وحی کے ذریعہ راز کی باتیں کیں۔ میں محمد مصطفیٰ کا لال ہوں، میں علی مرتضی کا فرزند ہوں، میں ا
کا لال ہوں جس نے کفار کی ناک رگڑ دی یہاں تک کہ کلمہ پڑھ لیا، میں اس کا وارث ہوں جس نے رسو
اکرم کے سامنے دو تلواروں سے جنگ کی، دو نیزوں سے نیزہ بازی کی، دو قبلوں کی طرف نماز پڑھی، دو بیعتو
میں حصہ لیا اور دو ہجرتیں کیں، اس نے بدر و حنین کے معرکے سر کئے اور ایک پلک جھکنے کے برابر شر
نہیں کیا۔ میں صالح المومنین کا فرزند ہوں، میں وارث النبیین، قاتل الملحدین، یعسوب المسلمین، نور المجاہد
زین العابدین، تاج البکائین، اصبر الصابرین، افضل القائمین من آل یس و رسول رب العالمین کا فرزند ہوں
میں اس کا لال ہوں جس کی جبرئیل کے ذریعہ تائید اور میکائیل کے ذریعہ مدد کی گئی، میں حرم مسلمین کے محاف
کا لال ہوں، میں بیعت شکن، منحرف اور دین سے نکل جانے والوں سے جہاد کرنے والوں، نواصب سے جنگ
کرنے والے اور تمام قریش میں سب سے زیادہ بلند تر انسان کا وارث ہوں، میں اس کا فرزند ہوں جس نے سب
سے پہلے دعوت الہی پر لبیک کہی، سب سے پہلا صاحب ایمان تھا، ظالموں کی کمر توڑنے والا، مشرکین کو ہلاک
کرنے والا، منافقین کے حق میں سہم ترکش الہی، کلمہ عابدین کی زبان، دین خدا کا مددگار، امر خدا کا ولی، حکمت
الہی کا باغ، علم الہی کا خزانہ، جواد و کریم زیرک زکی، رضی و مرضی، مجاہد و باہمت، صابر و روزہ گزار، مہذب
نیک کردار، بہادر و شجاعت، اصلاً کا قطع کرنے والا، دشمنوں کی صفوں کا برہم کر دینے والا سب سے زیاد

مطمئن قلب سب سے زیادہ صاحب اختیار ' سب سے زیادہ فصیح و بلیغ ' سب سے زیادہ صاحب عزم و عزیمت ' سب سے زیادہ صاحب حوصلہ و ہمت ' شیر نیستان شجاعت ' باران رحمت ' میدان جنگ میں نیزوں کی باہمی آویزش اور گھوڑوں کی باہمی دوادوش کے موقع پر ظالموں کو پیش ڈالنے والا اور انہیں ذرات کی طرح ہوا میں اڑا دینے والا ' حجاز کا شیر ' صاحب اعجاز ' عراق کا سردار ' نص واستحقاق کا امام ' مکی و مدنی ' ابطحی ' تہامی ' بدری و احدی ' بیعت شجرہ و ہجرت کا مجاہد ' عرب کا سردار ' میدان جنگ کا شیر ' مشعرین کا وارث ' سبطین کا والد ' مظہر عجائب و غرائب ' برہم کن جمعیت لشکر ' شہاب ثاقب ' نور عاقب ' اسد اللہ الغالب ' مطلوب کل طالب ' غالب کل غالب تھا یعنی میرا جد علی بن ابی طالب۔

میں فاطمہ زہرا ' سیدۃ النساء ' طاہرہ بتول ' بضعۃ الرسول کا فرزند ہوں۔

اس کے بعد مصائب کربلا کا ذکر کر کے دربار میں انقلاب برپا کر دیا اور گویا ظالم کے دربار میں فضائل و مصائب پر مشتمل ایک مکمل تقریر کر دی جو اس جہت سے نامکمل رہ گئی کہ ظالم یزید نے اذان کے ذریعہ ذکر مصائب کو مکمل نہ ہونے دیا اور اس نے محسوس کر لیا کہ فضائل کی تکذیب آسان ہے لیکن مصائب کے درد کا رو کنا آسان نہیں ہے۔

شام کے مسجد جامع میں لوگوں کے زجہ و نالہ نے یزید کو حیران و پریشان کر دیا اس نے شرمندگی اور پشیمانی کا اظہار کیا اور ابن زیاد پر لعنت بھیجی کہ اس نے حسینؑ کو مجبور کیا اور ان کو قتل کر کے مسلمانوں اور میری ناراضگی کا سودا کیا اور ان کے دلوں میں دشمنی کا بیج بویا اور اس وقت ہر نیک ، بد مجھے دشمن سمجھتا ہے اور سارے مسلمان قتل حسینؑ ایک عظیم گناہ سمجھتے ہیں ' مجھے پسر مرجانہ سے کیا کام ' خدا اس پر لعنت کرے اور اس پر عذاب نازل کرے۔

امام نے دربار میں اپنی شخصیت کو تمام لوگوں پر واضح کر دیا اور کسی کے لئے کوئی بہانا نہیں چھوڑا ' آپ نے وہ انقلابی اور شعلہ ور خطبہ ارشاد فرمایا اور اپنا اپنے خاندان کا تعارف کرایا اور اپنے آبا و اجداد کے فضائل بیان فرمائے ' آپ نے اس خطبہ میں تمام جغرافیائی صورتحال اور اسلام میں حیات ساز مواقع کو یاد کیا اور اپنے آپ کو ان تمام چیزوں سے مربوط بتایا اور لوگ بھی آپ کے کلام کی مراد سمجھ گئے ' سارے حاضرین گریہ کناں تھے ' امام کے کلمات اس بات کا سبب ہوئے کہ یزید کے تمام گمراہ کن پروپیگنڈے اور اموی ناپاک سیاست جو یہ بدگمانی پھیلا رہی تھی کہ یہ سب خارجی ہیں ان سب کو مٹی میں ملا دیا آپ کے اس روحانی بیان نے یہ ثابت کر دیا کہ اگر کربلا کے بعد شمشیر بکف نہیں ہو سکتے تو کیا ہوا نوک زبان سے ذوالفقار کا کام لینے کا ہنر رکھتے ہیں

اور ان الفاظ کے تیروں سے بنی امیہ کے ناپاک پروپیگنڈوں کے دبیز پردوں کو چھلنی چھلنی کرنے کی طاقت رکھتے ہیں' عام لوگوں کے علاوہ خود یزید کو بھی مجبور کیا کہ وہ گھٹنے ٹیک دے اور شہدائے کربلا کی عزاداری کی اجازت دے۔ یزید' اموی اور ابوسفیانی مشینری جن کے ناپاک عزائم یہ تھے کہ محمد کا نام اور ذکر حسین مٹ جائے مگر ایسا نہ ہوسکا' وقت کے علی نے یکسر نقشہ جنگ بدل دیا اور فتح مبین کی سند حاصل کرلی۔

کوفہ اور شام کے دربار میں حاکمان وقت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر حق کی سربلندی اور باطل کا قلع قمع کرنے میں جو آپ نے شجاعانہ رویہ اپنایا تھا وہ میدان جنگ سے کم شجاعانہ نہیں تھا' آپ نے اپنے مجاہدانہ کردار کو بخوبی نبھایا اور معجز نما بلاغتی کلام سے تمام لوگوں پر حجت تمام کی اور ظالم و ستم گر حکام کی چالوں کو نقش بر آب کردیا۔ امام کی روش جنگ و جہاد بہترین روش تھی جو کلام کے ذریعہ اپنائی چنانچہ رسول خدا فرماتے ہیں بہترین جہاد ظالم فرمانروا کے مقابل حق بات کو بیان کرتا ہے۔

امام نے نہایت ہی حُسن فصاحت و بلاغت کے ساتھ اسیران اہل حرم کے کاروان کا تعارف کرایا اور جھوٹے پروپیگنڈوں کا گلہ گھونٹ دیا اور آپ نے آیات و حدیث کی تلاوت سے یہ ثابت کردیا کہ قرآن و سنت کے حامل ہم ہیں۔ امام نے فرمایا: ہر وہ خاموشی جس میں تفکر اور تعقل نہ ہو وہ پسماندگی کا سبب ہے اور ہر وہ کلام جس میں یاد الٰہی نہ ہو وہ ایسا گرد و غبار ہے جسے ہوا فضاؤں میں بکھیر دیتی ہے' آگاہ ہو جاؤ کہ خدا نے قوموں کو ان کے آباء و اجداد کے ذریعہ عزت بخشی ہے' اسی لئے اولادیں اپنے آباء و اجداد کے ذریعہ زندہ و محفوظ ہیں۔

امام سے کسی نے سوال کیا کہ کلام کرنا بہتر ہے یا سکوت و خاموشی؟ آپ نے فرمایا: ان دونوں کے لئے آفتیں ہیں اور جب یہ دونوں آفتیں نہ ہوں تو بات کرنا خاموشی سے بہتر ہے۔ راوی نے امام سے دلیل پوچھی تو آپ نے فرمایا: خدا نے انبیاء اور اوصیاء کو خاموشی کے ساتھ نہیں بھیجا ہے بلکہ انہیں کلام کرنے کا حکم دیا ہے اور کوئی بھی خاموش رہ کر جنت کا حقدار نہیں ہوسکتا اور نہ ہی خاموشی کے ذریعہ ولایت خدا حاصل کرسکتا ہے اور نہ ہی خاموشی سے جہنم کی آگ نہیں بجھے گی' اور نہ ہی خاموشی سے قہر الٰہی سے دوری ہوسکتی ہے یہ تمام امور صرف کلام کرنے کی صورت میں ہوسکتے ہیں اور میں وہ نہیں ہوں جو چاند کو سورج کے برابر شمار کروں۔ تم خاموشی کی فضیلت کو کلام کرنے کے ذریعہ بیان کررہے ہو جب کہ فضیلت سخن و کلام کو سکوت کے ذریعہ بیان کررہے ہو۔

امام نے اس کلام کے ذریعہ اس حکمت عالیہ کو عملی بنایا اور رسالت الٰہی کو اپنے خطبات اور کلمات اور نصیحتوں کے ذریعہ اسیری کے سفر میں تمام لوگوں تک پہونچایا۔

گر دنیا کے سفاک قزاق اور ظالم ستم گر افراد مصلح اور حریت طلب انسانوں پر ظلم کریں اور ان کا قتل عام کریں ور انہیں قید خانوں میں ڈال دیں تو اس کی صرف یہی وجہ ہے کہ ان کی مرضی یہ ہے کہ صدائے انقلاب گلوں یں گھٹ جائے اور ان کی فریاد حق لوگوں کے کانوں تک نہ پہونچے' جب امام حسین ع کو شہید کر دیا تو امام ظلوم کی فریاد حق سید سجاد کے حلقوم مبارک سے اسیری کی راہ اور کوفہ و شام کے درباروں میں گونج اٹھی ور اپنے پدر بزرگوار کے انقلابی نعروں کو نہایت ہی مہارت 'ذکاوت کے ساتھ لوگوں کے سامنے پیش کیا اور مام کی اس حکمت عملی نے اور مورچے کی تبدیلی نے ایسا اثر دکھایا کہ یزید جیسا سفاک امام کو مدینہ بھیجنے پر مجبور ہو گیا۔ امام جب اسی شام میں داخل ہوئے تھے تو ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پیروں میں بیڑیاں تھیں اور جب شام سے واپس ہو رہے ہیں تو آزاد ہیں اور اس آزادی کا راز امام کی وہ سیاسی حکمت عملی تھی جو آپ نے دربار یزید میں اپنائی تھی ہر چند کہ یزید نے سوچا تھا کہ آل رسول سے محبت و نرمی کا دکھاوا کرے لیکن وہ یہ خوب جانتا تھا اور اس کے گماشتوں نے اسے اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ کاروان اہل حرم کا شام میں رہنا اس کی حکومت کی نابودی کا سبب ہے۔ وجہ یہ تھی کہ عقیلہ بنی ہاشم حضرت زینب کبری اور امام سید سجاد علیہ السلام نے اپنے ہمرانے کے تعارف کے ساتھ ساتھ یزیدی خاندان کی تمام خونی اور خاندانی خرابیوں کو برملا کیا تھا اور اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا تھا ابن زیاد اور یزید کی یہ کوشش تھی کہ شاہراہوں اور چوراہوں اور درباروں میں اسرائے اہل حرم کو پابجولاں پیش کر کے اپنی فتح کا جشن منائیں گے 'لیکن علی کی بیٹی اور پوتے نے میدان کا نقشہ ہی بدل دیا اور کربلائی جنگ کو معرکہ بدر میں تبدیل کر دیا۔

دینہ :

شام سے رہائی کے بعد یہ کاروان عصمت و طہارت کربلا سے ہوتا ہوا مدینہ پہونچا یزید نے نعمان بن بشیر کو حکم دیا کہ اہل حرم کے لئے مدینہ کے اسباب سفر کو مہیا کرے اور چند سواروں کی ہمراہی میں انہیں مدینہ پہونچائے جب یہ قافلہ مدینہ کے قریب پہونچا اور یہ پیغام حریت کا مبلغ قافلہ مدینہ کے باہر رکا امام نے بشیر بن جزلم سے فرمایا: تمہارا باپ شاعر تھا لہٰذا تم مدینہ جاؤ اور لوگوں کو ہماری آمد سے آگاہ کرو' بشیر مسجد النبی میں داخل ہوئے اور اہل حرم کے آنے کی خبر دی۔

اهل يثرب لا مقام لكم بها	قتل الحسين فادمعى مدرار
الجسم منه بكربلاء مضرج	و الراس منه على القناة يدار

منادی کی ندائے غم اور اہل حرم کی رہائی سنتے ہی پورا مدینہ اُمڈ آیا سید سجاد علیہ السلام کے گریہ سے زمین و آسمان لرزاں تھے' آپ کے لئے ایک مسند بچھائی گئی آپ نے لوگوں کو حکم دیا کہ خاموش رہیں اس کے بعد فرمایا اے لوگو! تمام تعریفیں خدا کے لئے جس نے ہمیں اس عظیم مصیبتوں سے آزمایا۔ عالم اسلام میں بہت بڑا رخنہ پیدا ہوا ہے ابو عبد اللہ الحسین شہید کر دیئے گئے اور ان کے اہل خاندان کو مار ڈالا گیا' ان کی عورتوں اور بیٹیوں کو اسیر بنایا گیا' اور ان کے سر کو نیزہ پر سجا کر شہر بہ شہر پھرایا گیا' اور یہ وہ مصیبت ہے جس سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں۔

اے لوگو! کون ہے جو حسین کی شہادت کے بعد شادمان ہو' کون دل ہے جو غم سے بھرا نہ ہو؟ کون آنکھ ہے جو آنسوؤں سے پر نہ ہو؟ حسینؑ پر آسمانوں نے گریہ کیا' دریاوں کا پانی موجزن ہوا' آسمان اپنے تمام ارکان کے ساتھ زمین اپنے تمام اطراف کے ساتھ درخت اپنے شاخ و برگ کے ہمراہ' دریاوں کی موجوں میں تیرتی تمام مچھلیاں اور آسمانی فرشتے اور تمام اہل آسمان نے آپ پر گریہ کیا۔

اے لوگو! کون سا دل ہے جو قتل حسین کے بعد پھٹ نہ جائے؟ کون ایسا دل ہے جو آپ گریہ کناں نہ ہو کون ایسا کان ہے جو یہ سنے کہ عالم اسلام میں ایسا رخنہ پیدا ہو گیا ہے اور اسے وہ سننا نہ چاہے۔

اے لوگو! ہمیں تاراج کر دیا گیا اور ہمیں اپنے گھر و خاندان سے دور کر کے ایسا برتاو کیا گیا کہ ہم ایک غیر مسلم قیدی ہیں' جب کہ نہ ہم نے کوئی غلطی کی تھی اور نہ ہی کوئی گناہ' اور نہ ہی کوئی غیر مطلوب عمل انجام دیا تھا اور نہ ہی اسلام کو نقصان پہونچایا تھا' خدا کی قسم اگر رسول خدا نے جو ہمارے حق میں مثبت تاکید کی تھی اس کے برخلاف جنگ کا حکم دیتے تو اس سے بدتر سلوک ہمارے ساتھ نہ کیا جاتا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہماری مصیبت کتنی دردناک' عظیم' دل کو پاش پاش کر دینے والی سخت اور تلخ اور دشوار تھی۔ ہم نے خدا سے دعا کی کہ ان تمام مصیبتوں کے مقابل ہمیں اجر و رحمت عطا کرے کیوں کہ وہ قادر اور انتقام لینے والا ہے۔

مدینہ ماتم کدہ بن گیا اور ایسا اثر ہوا کہ امام حسینؑ اور اصحاب امام حسینؑ کے قتل کا جرم سارے مجرمین اور قاتلین پر عیاں ہوا اور اس جرم کو ہر مجرم اپنے دامن سے دھونا چاہتا تھا' یزید ابن زیاد پر' اور بن زیاد عمر سعد پر اور عمر سعد شمر پر لعنت بھیج رہا تھا اور سب ایک دوسری کی گردن پر ڈال رہے تھے۔ ان لوگوں کا اس جرم سے برائت کرنا اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجنا اس بات کی بین دلیل ہے کہ قاتلین حسینؑ لعنت کے حقدار ہیں اہل بیت کا یہ لٹا قافلہ مدینہ میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے مسجد النبی گیا قبر رسول خدا کی زیارت کی امام سید سجاد علیہ السلام سے منصوب یہ اشعار ہیں جو آپ نے وہیں زمزمہ فرمایا

انادیک یا جداہ یا خیر مرسل   حبیبک مقتول و نسلک ضائع

اناجیک محزونا علیلا موجلا   اسیرا و مالی حامیا و مدافع

سبینا کما نسبی الاماء و مسنا   من الضر ما لا تحتمله الاضائع

ایا جد یا جداہ بعدک اظهرت   امیة فینا مکرها و الشنائع

امام سید سجاد کا عہد امامت ۳۴ سال تھا اور یہ امامت کا طولانی سفر اسلام اور تشیع کے لئے بہت حساس تھا۔ امام نے اپنی اس ۳۴ سالہ زندگی میں نہایت ہی انقلاب آفرین مجاہدانہ اقدام کئے ہیں۔

امام کی حیات طیبہ رہائی کے بعد مدینہ کے باہر سے شروع ہوئی اور واقعہ حرہ واقم پر ختم ہوئی اس کے بعد آپ کی زندگی کے دیگر قابل دید حیاتی پہلو ہیں آپ نے اس دوران متعدد سفر حج انجام دیئے اور عملی سرگرمیاں انجام دیں 'انفاق 'غلاموں کی آزادی 'مسجد النبی میں آپ کا حضور و... 'ہر جمعہ میں خطبہ دینا 'مکتوبات 'علمی گفتگو اور مناجات جو کہ صحیفہ سجادیہ 'رسالہ حقوق 'مناسک حج 'خطبات 'مکتوبات 'شاگردوں کی تربیت یہ سب آپ کے کلامی اور عملی سرگرمیوں کے نمونے ہیں 'ان تمام عملی اور کلامی اقدامات سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ کربلا کے جانکاہ واقعہ کے بعد بھی آپ نے خاموشی اختیار نہ کی اور امت محمدی سے اپنے آپ کو دور نہیں رکھا بلکہ زندگی کی ہر سانس مجاہدانہ تھی۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اور امامت کی ذمہ داریاں

سید جمال عباس سرسوی

فرض شناسی انسانی حیات کا خاصہ ہے۔اسلام میں فرض شناسی اور احساس ذمہ داری کا سرچشمہ ایسے اصول و عقائد ہیں جن کی بازگشت 1۔اللہ پر ایمان 2۔روز قیامت اور آخرت پر ایمان 3۔انسانی ضمیر 4۔ تعقل و تفکر اور 5۔انسان کے علم و معرفت کی جانب ہے۔

قرآن مجید اور احادیث معصومین ع میں فرض شناسی پر مختلف الفاظ اور فیصلہ کن انداز میں بہت زور دیا گیا ہے۔

پیغمبر اکرم (ص) سے منسوب یہ حدیث : کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیته [1] ''تم سب ذمہ دار ہو اور ہر ایک کو اپنی ذمہ داریوں کا جواب دینا ہوگا۔'' اس سلسلہ میں انتہائی جامع اور کامل کلام ہے۔

فرض شناسی کا نقطہ آغاز خداوند عالم کی ذات ہے۔یعنی انسان کے پیش نگاہ خداوند عالم' اس کا قانون اور دین رہے' مدام احکام الٰہیہ کو بجالائے اور قرآن حکیم کو زندگی سے دور نہ ہونے دے۔پھر اسکے بعد پیغمبروں کے بارے میں فرض شناسی اور وظیفہ شناسی کا مرحلہ ہے پھر ائمہ اہل بیت علیہم السلام جو وحی الٰہی کے مفسر اور قانون خداوندی کو بیان کرنے والے ہیں ان کے بنسبت فرض شناسی اور اس کے بعد خود انسان کا اپنے بارے میں' اپنی عقل سے متعلق' اپنے بدن کے تئیں' اپنی عمر کی بنسبت' اپنی صلاحیتوں کے تئیں' اپنی رفتار' گفتار' اپنے کردار' اخلاق' خاندان' اعزہ واقارب سے متعلق' سیاسی' سماجی' معاشرتی' ثقافتی' معاشی اور اقتصادی ذمہ داریوں کی بنسبت فرض شناسی کے مراحل ہیں۔

---

[1] ارشاد القلوب۔ص 184۔

جب ہم حضرت زین العابدین، سید الساجدین، وارث علم النبیین، زین الصالحین، وصی الوصیین، امام المومنین، منار القانتین، سید العابدین، خازن وصایا المرسلین، ابوالائمہ، امام الامہ، ذوالثفنات، السجاد[1] امام علی بن الحسین علیہ السلام کی حیات طیبہ پر اس زاویہ سے نگاہ ڈالتے ہیں تو جہاں آپ کی گفتار میں آپ کی فرض شناسی کے نمونے دکھائی دیتے ہیں (صحیفہ سجادیہ اور رسالہ الحقوق کے معارف گواہ ہیں) وہیں آپ کی عملی زندگی بھی ایسے بے شمار نمونوں سے سرشار ہے۔ زیر نظر مقالہ میں بعض اہم نمونوں کی طرف اشارہ کریں گے۔ ان شاء اللہ۔ سر دست آپ کے عصر امامت کی صورت حال پر ایک سرسری نگاہ ڈالنا مقصود ہے:

آپ نے ایسے دور میں زمام امامت سنبھالی جب دین اسلام کے اصول و آیین بھلا دیئے گئے تھے اور ان کی جگہ عقل و مذہب مخالف رسوم واوہام نے لے لی تھی، خود خدا کے تصور کو توڑ مروڑ کے ایسے قالب میں پیش کر دیا گیا تھا کہ جو کچھ بھی انسان انجام دیتا ہے در اصل وہ الٰہی کارنامہ ہے اور انسان بس ان امور کو انجام دینے کا وسیلہ ہے۔ چنانچہ بنی امیہ نے قتل امام حسین علیہ السلام اور اسیری آل رسول علیہم السلام کے بابت بھی اسے فعل خدا ظاہر کرنے کی ناکام کوشش کی۔ چند نمونے ملاحظہ ہوں:

☆ کوفہ میں آل رسول کی اسیری کے موقع پر ابن زیاد کی نگاہ جب امام زین العابدین علیہ السلام کے رخ انور پر پڑی تو آپ کا نام پوچھا، آپ نے فرمایا: علی بن الحسین علیہما السلام۔ ملعون بولا: مگر خدا نے علی بن الحسین علیہما السلام کو نہیں مارا؟ امام نے فرمایا: میرے ایک بھائی تھے جنہیں شہید کر دیا گیا۔ ابن زیاد کہنے لگا: اللہ نے انھیں مارا ہے آپ نے اس کے جواب میں آیہ مبارکہ کی تلاوت کی: اللہ یتوفی الانفس حین موتہا۔[2]

☆ یزید کے سامنے جب طلائی تشت میں سر امام علیہ السلام پیش کیا گیا تو نعمان بن بشیر سے مخاطب ہو کر بولا: الحمد للہ خدا نے حسین علیہ السلام کو قتل کر دیا۔[3]

☆ امام سجاد علیہ السلام کو مخاطب کر کے یزید ملعون نے کہا: کیف رایت صنع اللّٰہ یا علی بن الحسین امام نے فرمایا: "رایت ما قضا، انہ عزوجل قبل ان یخلق السماوات والارض۔[4]

---

[1] امام علیہ السلام کے جملہ القاب بحار الانوار ج 46 ص 4 ح 4 و 5 سے ماخوذ ہیں۔ وہاں حضرت کے اور بھی القاب مذکور ہیں اہل ذوق مراجعہ فرما سکتے ہیں۔

[2] مقتل خوارزمی، اعیان الشیعہ، ارشاد، بحار،

[3] تاریخ ابن اثیر،

[4] اثبات الوصیہ مسعودی، مقتل مقرم

رسول اسلامؐ اور نمائندگان الٰہی کے بابت بھی یہ کوشش کی گئی کہ ان کا مقام و مرتبہ گھٹا کر بالکل ایک عام انسان کی حیثیت سے پیش کیا جائے۔ تاکہ حکمرانوں کو من مانی کرنے اور اسلام و دین کے نام پر حکومت کرنے کا موقع فراہم ہوسکے۔ البتہ اس کی سازش مرسل اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ ہی میں ہوگئی تھی اور اس چلن کا آغاز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد سے ہی شروع ہوگیا تھا۔ چنانچہ دین ومذہب کے بارے میں لوگوں کے سوالوں کے جوابات نہ دے پانے پر خلیفہ دوم نے باقاعدہ کہا: کہ جس کو فلاں موضوع پر کوئی سوال کرنا ہو تو فلاں سے کرے۔ فلاں بات پوچھنی ہو تو فلاں سے 'فلاں عنوان سے مربوط کوئی بات معلوم کرنا ہو تو فلاں سے 'مجھے اللہ نے ''قاسم وخازن'' قرار دیا ہے۔ میں مملکت کا ذمہ دار ہوں روپئے پیسے سے مربوط امو. مجھ سے مربوط ہیں اور بس۔۔۔

دشمن یہ بات بھی اچھی طرح جانتا تھا کہ ظالم وجابر حکومتوں کے خلاف کسی بھی انقلاب اور عدل وداد خواہی کے تصور کا مرکزی نقطہ آغاز ''تصور امامت وولایت'' ہے۔ اسی لئے وہ اس تصور ہی کو ختم کردینا چاہتے تھے۔ چنانچہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے مقابلہ میں جنگ کی ہدایتوں میں ابن زیاد ملعون کی پرزور یہ تاکید کہ ''حسین (علیہ السلام) کے رشتہ داروں میں کسی بھی مرد کو زندہ نہ رہنا دینا''[1] اس کا کھلا ثبوت ہے۔ یہی نہیں بلکہ اس ملعون کو جب یہ پتہ چل گیا کہ امام علی بن الحسین علیہما السلام زندہ ہیں تو اس ملعون نے آپ کی گرفتاری اور آپ کو ابن زیاد کے حوالے کردینے پر انعام بھی معین کیا۔[2]

حمید بن مسلم کی زبانی منقول ہے کہ اموی لشکر کے سپاہی علی بن الحسین علیہما السلام کے قریب پہونچے وہ بیمار تھے۔ چونکہ ابن زیاد کا حکم تھا کہ حسین علیہ السلام کے تمام مرد رشتہ دار قتل کردیئے جائیں اس لئے شمر نے انھیں قتل کردینا چاہا۔ میں نے مزاحمت کی اور کہا کہ واہ سبحان اللہ بیچارے بیمار کو بھی مار دینا چاہتے ہو۔ اس وقت عمر بن سعد پہونچ گیا اور کہا کہ اس بیمار کو قید کرلیا جائے۔[3]

---

1 نفس المہموم

2 انساب الاشراف'

3 طبری' کامل' مقتل خوارزمی' اعیان الشیعہ' طبقات'

جب ابن زیاد نے اپنے دربار میں امام علی بن الحسین زین العابدین علیہما السلام کو دیکھا۔ پہلے تو اس نے آپ کا مذاق اڑایا طعنہ وطنز کیا اور اس کے بعد آپ کے قتل کا فرمان جاری کر دیا۔ بی بی زینب کبریٰ علیہا السلام حالات کی نزاکت کے پیش نظر فوراً امام علیہ السلام سے لپٹ گئیں اور آپ کی سینہ سپر ہو کر فرمایا: یابن زیاد! حسبک من دماءنا۔اما رویتَ من دماء نا وهل ابقیتَ منّا احداً؛ واللّه لا افارقه فان قَتلةَ فاقتلنی معه۔[1]

ایسے خفقانی دور اور گھٹن کے ماحول میں امام علیہ السلام کی اہم ذمہ داری یہ تھی کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ، انبیاء الٰہی اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیز آل رسول علیہم السلام کی صحیح شناخت لوگوں کو کرائیں۔ واقعی معارف اسلام وقرآن سے امت اسلام کو واقف بنائیں۔ منحرف، دین سے برگشتہ، گمراہ اور خود غرض گذشتہ حکام کی وجہ سے دین میں جو خلل آگیا ہے اسے سدھاریں اور یہ ایک بہت بڑی ذمہ داری تھی۔ جسے آپ نے بطور احسن انجام دیا۔ ذیل میں بعض اہم نمونوں کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے:

۔ کوفیوں کے فریب کارانہ رویہ کو برملا کرنا

واقعہ کربلا کے فوراً بعد یعنی عہدہ امامت سنبھالتے ہی امام علی بن الحسین زین العابدین علیہما السلام نے سب سے پہلے اپنی سیاسی اور سماجی فرض شناسی کا ثبوت کوفیوں کے فریب کارانہ رویہ کو برملا کر کے فراہم کیا۔

چنانچہ اسیری کے عالم میں جبکہ آپ کے ہاتھ پس گردن بندھے ہوئے تھے اور خاردار طوق کی وجہ سے خون آپ کی گردن سے رس رہا تھا۔ آپ نے پہلے لوگوں کو خاموش کیا اور پھر حمد وثنائے الٰہی اور درود وصلوات بر محمد وآل محمد علیہم السلام کے بعد فرمایا:

"ایها الناس من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا اعرفه نفسی انا علی بن الحسین ابن علی بن ابی طالب انا ابن المذبوح بشط الفرات من غیر ذحلٍ ولاتراث - انا ابن من انتهکت حریمه وسلبت نعیمه وانتهب ماله وسبی عیاله - انا ابن من قتل صبراً و کفی بذالک فخرا۔ ایها الناس! ناشدتکم الله هل تعلمون انکم کتبتم الی ابی وخدعتموه واعطیتموه من انفسکم العهد

---

[1] بحار، اللہوف

و المیثاق والبیعة، وقاتلتموہ وخذلتموہ؟ فتباً لکم لما قدّمتم لانفسکم وسوءاً لرایکم، بأیة عی
تنظرون الی رسول اللّٰہ، اذیقول لکم : قتلتم عترتی وانتھکتم حرمتی ، فلستم من امتي۔"[1]

امام علیہ السلام کی گفتگو کے نتیجہ میں لوگوں میں کہرام برپا ہو گیا اور سب آپس میں ایک دوسرے کو کوسنے لگے۔

امام علیہ السلام نے اپنی گفتگو پھر شروع کی اور فرمایا:

"رحم اللّٰہ امرا قبل نصیحتی وحفظ وصیتی فی اللّٰہ وفی رسولہ واھل بیتہ، فان لنا فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنہ۔"[2]

یہ دعائیہ کلمات سننے کے بعد لوگ کہنے لگے:

" نحن کلنا یابن رسول اللہ سامعون مطیعون، حافظون لذمامک غیر زاھدین فیک و لا راغبین عنک فامرنا بامرک یرحمک اللہ فانا حرب لحربک وسلم سلمک، لناخذن یزید و نبرأ ممن ظلمک وظلما"[3]

اہل کوفہ کی یہ باتیں سن کر امام علیہ السلام نے اپنا انداز بیان بدلا اور فرمایا:

"هیهات هیهات،ایها الغدرة المکرة حیل بینکم وبین شهوات انفسکم، اتریدون ان تأتوا الی کما اتیتم الی ابی من قبل؟ کلّا ورب الراقصات، فانّ الجرح لمّا یندمل ، قتل ابی صلوات اللہ علیہ بالامس، واھل بیتہ معہ، ولم ینسنی ثکل رسولَ اللّٰہ صلی اللہ علیہ و آلہ وثکل ابی و بنی ابي، وجدہ یّہ بین لھواتی ومرارتہ بین حناجری وحلقي وغصصہ تجری فی فراش صدری ومسألتی ان لا تکونوا لنا ولاعلینا۔"[4]

اور اس طرح امام علیہ السلام نے اپنی فرض شناسی کا ثبوت پیش کرتے ہوئے غدار اہل کوفہ کے دھوکہ وفریب کو طشت از بام کر دیا۔

---

1. لہوف 'سید بن طاووس 199: مقتل مقرم؛ بحار' 'اعیان الشیعہ' ،نفس المہموم
2. لہوف 'سید بن طاووس 199: مقتل مقرم؛ بحار' 'اعیان الشیعہ' ،نفس المہموم
3. لہوف 'سید بن طاووس 199: مقتل مقرم؛ بحار' 'اعیان الشیعہ' ،نفس المہموم
4. لہوف 'سید بن طاووس 199: مقتل مقرم؛ بحار' 'اعیان الشیعہ' ،نفس المہموم

۔بنی امیہ کی قلعی کھولنا

جب سے شام اسلامی مملکت میں شامل ہوا تھا اس وقت سے مولا امام سجاد علیہ السلام کے زمانہ تک اس علاقہ پر ہمیشہ بنی امیہ کی حکومت رہی' اہل شام نے نہ رسول اللہ کو دیکھا تھا اور نہ آپ کے صالح ومتدین اصحاب کو درک کیا تھا۔ انھیں اسلامی تعلیمات بھی اموی پلیٹ فارم سے ملی تھیں وہ بنی امیہ کے آینہ سے اسلام دیکھتے تھے۔ اسلام اور رسول اسلام کا اصل وارث وہ بنی امیہ کو جانتے تھے۔ معاویہ نے اپنے چالیس سالہ دورہ حکومت میں اہل شام کو مکمل جہالت وبے خبری کے اندھیرے میں رکھا تھا۔ اسی وجہ سے کربلا کے واقعہ کے سلسلہ سے انھیں بھی یہی معلوم تھا کہ ایک خارجی نے حاکم اسلام یزید کے خلاف بغاوت کی تھی جسے کچل دیا گیا اور اس کے پسماندگان کو شام لایا جارہا ہے۔ ایسے حالات میں امام علیہ السلام کے کاندھوں پر ایک اہم ذمہ داری بنی امیہ کے چہرہ سے اسلامی نقاب اتارنا اور ان کے واقعی کردار سے دنیا کو روشناس کرانا تھا۔ امام علیہ السلام نے اس ذمہ داری کو بخوبی نبھایا۔ شام کے راستے میں بعض ذاتی ملاقاتوں میں بھی اور اجتماعی طریقہ سے بھی آپ نے اپنا تعارف کرایا اور بنی امیہ کی قلعی کھول کر رکھ دی۔ چند نمونے ملاحظہ ہوں:

۔شام میں ایک سن رسیدہ شخص نے امام علیہ السلام کو دیکھتے ہی کہا: "الحمد للہ الذی اھلککم ... تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے تمہیں نیست ونابود کیا یزید کو تم پر مسلط کیا وغیرہ" اسکے جواب میں امام علیہ السلام نے اپنا تعارف کرانے کے لئے فرمایا: "یا شیخ اقرءت القرآن کیا تمہیں کچھ قرآن آتا ہے؟"۔ اس نے کہا جی ہاں۔ پھر آپ نے آیہ مودت' آیہ ذوالقربی' آیہ خمس' آیہ تطہیر وغیرہ پڑھ کر بتایا کہ یہ سب ہمارے بارے میں ہیں۔ ذوالقربی ہم ہیں' اہل بیت رسول ہم ہیں۔۔۔ وہ شرمندہ ہوا اور بنی امیہ سے بیزاری کرنے لگا۔ یہ خبر جب یزید کو پہونچی تو یزید ملعون نے اسے قتل کرادیا۔[1]

۔جب اسرا، کربلا یزید کے پاس لائے گئے تو وہ ملعون اپنی مخصوص جگہ بیٹھا تھا۔ امام علیہ السلام کو دیگر اسراء کے ساتھ ایک رسی میں باندھ کر اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ امام نے یزید کو دیکھتے ہی فرمایا: "ماظنک رسول اللہ لو یرانا علی ھذا الحال۔ ہمیں اس حال میں دیکھ کر رسول اللہ پر کیا گذرے گی تجھے اندازہ ہے؟؟"

---

1 لہوف 99؛ ابن کثیر' روح المعانی' مقتل خوارزمی' اعیان الشیعہ' بحار'

اس بیان سے حاضرین رونے لگے اور پھر یزید نے مجبوراً رسی کھولنے کا حکم دیا۔[1]

۔جب یزید کے حکم سے خطیب نے منبر پر امیر المومنین علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کی شان میں جسارت، سب و شتم، بد گوئی، بد کلامی اور بے حیائی کی انتہا کر دی۔ اور معاویہ اور یزید کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دئے۔ امام علیہ السلام نے اسے للکارتے ہوئے باآواز بلند فرمایا: "وَيلَكَ أيُّها الْخَاطبُ اشْتَرَيْتَ مرضَاةَ الْمخلُوق بسخَط الْخَالق فَتبوَّأْ مَقعدَكَ من النَّار"[2] وائے ہو تجھ پر تو نے مخلوق کو خوش کرنے کے لئے اللہ کی ناراضگی کا سودا کیا ہے۔ اور اپنے لئے جہنم کا انتظام کیا ہے۔ اور پھر یزید سے مخاطب ہو کر فرمایا: "يَا يزيدُ ائذَنْ لی حَتَّی أَصْعَدَ هَذه الأَعْوَاد، فَأَتَكَلَّم بكَلمَات لله فيهنَّ رضاً وَ لهؤُلَاء الْجُلَسَاء فيهنَّ أَجْرٌ وَ ثَوَابٌ" مجھے بھی لکڑیوں کے اس زینے پر جانے دے تاکہ میں بھی وہ باتیں کروں جن میں اللہ کی خشنودی اور حاضرین کے لئے اجر و ثواب ہے۔ "یزید نے امام کی فرمائش نظر انداز کر دی، حضار نے یزید سے اصرار کیا کہ اجازت دیدے مگر یزید کسی صورت راضی نہیں ہوا۔ یزید کے بیٹے نے باپ سے کہا یہ بیمار جو صحیح سے بات بھی نہیں کر سکتا اسے اجازت دید یجئے دیکھیں کیا کہتا ہے۔ یزید نے جواب میں کہا: "إنَّهُ من أَهْلِ بيت قَدْ زُقُّوا الْعلْم زَقّاً۔"[3] "یہ اس گھرانے سے ہیں جو علم و معرفت سے لبریز ہے۔" آخر کار حضار کے انتہائی اصرار کے بعد آپ کو گفتگو کی اجازت مل گئی۔ اور آپ نے ایک ایسا خطبہ دیا جس سے تمام آنکھیں اشکبار اور دل ملول ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: "أَيُّهَا النَّاس، أُعْطينا ستّاً و فُضِّلْنَا بسبْع، أُعطينا الْعلْم و الْحلْم و السَّماحَةَ و الْفَصاحةَ و الشَّجاعةَ و الْمحبَّةَ فی قُلوب الْمؤْمنين، و فُضِّلْنَا بأَنَّ منَّا النَّبی الْمخْتار محمَّداً، و منَّا الصِّدِّيق، و منَّا الطَّيَّار، و منَّا أَسد الله و أَسدُ رسوله، و منَّا سبطَا هذه الأُمَّة، من عرفَنی فَقَدْ عرفَنی و من لَمْ يعرفْنی أُنَبِّأْتُه بحسبی و نسبي.

أَيُّها النَّاس، أَنَا ابنُ مكَّةَ و منَی، أَنَا ابْنُ زمزم و الصَّفَا، أَنَا ابنُ من حمل الرُّكْن بأَطْراف الرِّدَا،---

---

[1] انوار نعمانیہ   لہوف   تذکرۃ الخواص

[2] نفس المہموم

[3] ریاض الاحزان

أَنَا ابنُ صَالِحِ الْمُؤمنِينَ، و وارِثُ النَّبِيِّنَ، و قَامِعِ الْمُلْحدِينَ، و يعسوبُ الْمسلمِينَ، و نورِ الْمجاهدِينَ، و زينِ الْعابدِينَ، و تاجِ الْبكائينَ، و أَصْبرِ الصَّابرِينَ، و أَفْضلِ الْقائمِينَ من آلِ ياسِين رسولِ ربِّ الْعالَمِينَ، — ذاكَ جدِّي علِيُّ بنُ أَبِي طَالِب۔ "ثُمَّ قالَ: "أَنَا ابنُ فَاطمةَ الزَّهراءِ، أَنَا ابنُ سيِّدَةِ النِّساءِ۔"

آپ نے اس قدر اپنے فضائل اجداد کے مناقب اور کربلا کے مصائب بیان کیئے کہ ہل چل مچ گئی۔ قابل ذکر ہے کہ امام علیہ السلام نے شام میں اپنا تعارف فرزند رسول کے عنوان سے کرایا پھر فرزند علی و بتول کے عنوان سے تاکہ شامیوں پر واضح ہو سکے کہ بنی امیہ نے کس کو اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا ہے۔

جب اسے روکنے کے لئے یزید نے اذان کہلوائی تو امام نے کلمات اذان دھراتے ہوئے فرمایا: "شَهِدَ بِهَا شَعْرِي و بشَرِي و لَحْمِي و دَمِي۔" اور اللہ اکبر کے بعد فرمایا: اللّٰہ اکبر واجل و اعلیٰ واکرم مما اخاف واحذر۔ اشهد اَن لا الهَ الا اللّٰہ کے بعد فرمایا :اشهد مع کل شاهد ان لا اله غیره رب سواه۔ اور جب موذن نے کہا: أَشْهدُ أَنَّ محمَّداً رسولُ الله۔

تب امام نے موذن سے فرمایا: تجھے اسی نام محمد کا واسطہ ذرا صبر کر تاکہ میں کچھ یزید سے کہہ لوں اور پھر یزید کو مخاطب کر کے فرمایا : "محمَّدٌ هذا جدِّي أَم جدُّكَ يا يزيد؟ فإِنْ زعمتَ أَنَّه جدُّكَ فقدْ كذبتَ و كفرتَ، و إِنْ زعمتَ أَنَّه جدِّي فلم قتلْتَ عترتَه"؟! فلم قتلتَ ابی ظلماً وعدوانا وانتهبت ماله وسبیتَ نساءه فویل لک یومَ القیامة اذ کان جدی همک۔

یزید بتا یہ محمد جن کا نام اتنی عزت و عظمت سے لیا جارہا ہے وہ میرے جد تھے یا تیرے جد؟ اگر تو انھیں اپنا جد بتائے گا تو جھوٹا اور کافر ہے۔ اور اگر انھیں میرا جد سمجھتا ہے تو بتا تو نے ان کی عترت کو کیوں قتل کیا۔ ظلم و بربریت کے ساتھ میرے بابا کو کیوں تہ تیغ کیا اور ان کی آل کو اسیر کیوں بنایا؟

یزید پر ایک وحشت طاری ہو گئی۔ چلایا اقامت کہو اور نماز شروع کرا دی لوگوں میں ایک ہلچل مچ گئی، کچھ نے نماز میں شرکت کی اور کچھ تو یزید کے پیچھے نماز پڑھنے سے منصرف ہو گئے اور چلے گئے۔[1]

---

[1] مقتل خوارزمی، نفس المہموم، بحار: ج45 ص137۔

یہی وجہ ہے کہ جب یزید کو قتل حسین علیہ السلام جیسے مہلک' خطرناک اور بھیانک جرم وگناہ کے نتیجے میں اپنی رسوائی کا احساس ہوا تو وہ اس سے بچ نکلنے کی راہیں ڈھونڈھنے لگا اور قتل امام حسین علیہ السلام کے گناہ کو ابن زیاد کے سر منڈھنے لگا۔ ابن اثیر خدری راقم ہیں کہ حسین علیہ السلام کا سر یزید کے پاس لایا گیا۔ تو یزید کی نگاہ میں ابن زیاد کا مقام و مرتبہ اونچا ہو گیا' بہت خوش ہوا اور اس نے اسے انعام واکرام سے نوازا۔ لیکن جب اسے اس جرم کی وجہ سے لوگوں میں اپنی رسوائی کا علم ہوا تو اس نے اپنا پیترا بدل دیا اور کہتا تھا کہ خدا مرجانہ کے بیٹے کو لعنت کرے اس نے حسین علیہ السلام کو مار ڈالا اور اس عمل کے ذریعہ مجھے لوگوں میں منفور و مبغوض بنا دیا۔[1]

اور اس طرح امام علیہ السلام نے یزید بلکہ پوری آل امیہ کے منفور چہرہ سے اسلام کی نقاب اتار کر ان کے اصلی روپ سے دنیا کو آشنا بنا دیا۔ اور بنی آل سفیان کی قلعی کھول کر رکھ دی۔

3۔ دعا کے قالب میں معارف کی تبلیغ

بہ حیثیت امام وقت حضرت سید الساجدین امام زین العابدین علیہ السلام نے اس وقت کے ماحول اور تقاضوں کے پیش نظر اسلام کے صحیح نظریات کی تبلیغ کا فریضہ بڑی خوش اسلوبی اور انتہائی احسن طریقہ سے ادا فرمایا۔ اور دعاؤں کے قالب میں وہ سب کچھ کہہ دیا جو احیائے دین اور تزکیہ نفس کے لئے ضروری تھا۔ انحراف کا شکار امت مسلمہ کو الٰہی تعلیمات سے آگاہ بنانے کی یہ امام کی انتہائی کامیاب حکمت عملی تھی۔ جس میں دعا بھی ہے اور نیکی کے راستے پر چلنے کی دعوت بھی۔ ہم اس موضوع پر قدرے تفصیلی گفتگو کریں گے۔ اس لئے کہ یہ آپ کی حیات طیبہ کا ایک ممتاز اور اہم ترین پہلو ہے۔

دعا' پیغمبروں کی سنت ہے۔ دعا' اماموں کی سیرت ہے۔ دعا' مومن کا ہتھیار ہے2۔ دعا' اللہ عزوجل کے نزدیک اہل زمین کے تمام اعمال میں محبوب ترین عمل ہے۔3 دعا مصیبت کو ٹالتی

---

[1] الکامل'

[2] اصول کافی' ج2 باب ان الدعا سلاح المومن رسول اکرم (ص): الدعا سلاح المومن۔

[3] اقبال الاعمال 1/429: امام حضرت علی: احب الاعمال الی اللہ عزو جل فی الارض الدعاء۔

ہے۔[1] اور امام سید سجاد علیہ السلام کی سیرت طیبہ کی روشنی میں دعا، رب کریم سے بندہ ناچیز کے رابطہ کا بہترین ذریعہ اور تشنگان ہدایت کو معارف الٰہیہ سے آشنا بنانے کا انوکھا راستہ ہے۔

قرآن مجید کی کم وبیش 300 آیتیں دعاو مناجات سے تعلق رکھتی ہیں جو کہ اس کی عظمت واہمیت کی زندہ دلیل ہیں۔

لفظ دعا کا مادہ "د ع و" ہے جس کے معنی پکارنے اور مانگنے کے ہیں۔اسی لئے عموماً "دعا" کا لفظ سنکر بھی "مانگنے" کا ہی تصور ہوتا ہے۔اور مشکلات کے وقت خداوند عالم کی بارگاہ میں دست سوال پھیلانا فطری امر بھی ہے بلکہ قرآنی آیات: " ادعوني استجب لكم "[2] (مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا) اور " اجیب دعوة الداع اذا دعان فليستجيبوالي "[3] (میں پکارنے والے کا جواب دیتا ہوں لہٰذا مجھ سے ہی طلب قبولیت کرو) کی روشنی میں ہم پر فرض بھی ہے کہ ہم باری تعالیٰ کو پکاریں اور اس سے طلب کریں۔ مگر ماثور دعاؤں کے مطالعہ سے اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے کہ دعا، بس مانگنے کا نام نہیں ہے۔ بلکہ اللہ عزوجل کی توحید کا اقرار واعلان اور اس کی صفات کا تذکرہ، اس کی نعمتوں کا شکریہ اور حمد وثنا بھی دعاؤں کا جزء ہے۔ ہمارے چوتھے امام حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام سے ماثور دعائیں، اس کا کھلا ہوا ثبوت ہیں۔آپ کی دعائیں علوم و معارف کا وہ بحر بیکراں ہیں جو وحی والہام کے سایہ میں آپ کی مقدس اور معصوم زبان پر جاری ہوا ہے۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ انسان کے پیش نگاہ رب العزت کا وہ مقام رہے جو اس کے شایان شان ہے۔ اور کم از کم دعاؤں ہی کے ذریعہ کچھ معرفت پروردگار حاصل کرلے۔

سردست امام علیہ السلام کی دعاؤں کے ان چند اہم مطالب و مفاہیم اور مضامین کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے جن کا بکثرت تذکرہ پایا جاتا ہے۔ یا ان میں کوئی ندرت وابتکار محسوس ہوتا ہے :

---

[1] اصول کافی، ج2 باب ان الدعا سلاح المومن :صادق آل محمد:الدعا يرد القضاء۔

[2] غافر/60

[3] بقرہ/186

3-1 معرفت الٰہی

ہمارے چوتھے امام علیہ السلام سے منسوب دعاؤں میں معرفت الٰہی کے مختلف پہلوؤں پر مشتمل مضامین بکثرت پائے جاتے ہیں۔ اس لئے دیگر مطالب و مضامین کے بیان سے قبل معرفت خدا کے بعض اہم ذیلی عناوین و معارف کا تذکرہ کیا جارہا ہے :

الف : خداوند عالم کی حقیقت ذات غیر قابل ادراک ہے

امام زین العابدین علیہ السلام کی دعاؤں کے مطالعہ سے جو صحیفہ سجادیہ یا دوسری کتب روائی وادعیہ میں مذکور ہیں جہاں یہ بات روز روش کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ حمد و تسبیح اور تنزیہ و تقدیس باری تعالی سے مربوط معنی و مطالب سے معمور، ان جملوں اور کلمات کا خالق اپنے سینہ میں معارف الٰہیہ کا انمول خزانہ اور علم الہیات کا گراں بہا سرمایہ رکھتا ہے۔ وہاں یہ حقیقت بھی کھل کے سامنے آجاتی ہے کہ معرفت خدا سے مراد، معرفت اوصاف باری تعالی ہے ورنہ معرفت کنہ ذات کسی کے لئے بھی ممکن نہیں۔ عقل انسانی، حقیقت خدا کی معرفت سے قاصر بلکہ عاجز ولاچار ہے۔ جس طرح فطرت، انسان کو خداوند متعال کے وجود سے آگاہ کرتی ہے اسی طرح فطرت یہ بھی درک کرتی ہے کہ خدا کا وجود لامتناہی ولا محدود ہے اور اس کی حقیقت کی شناخت ناممکن و محال۔ معرفت خدا کی اس مقام پر آخری حد یہ ہوگی کہ انسان یہ سمجھ لے کہ " لَیسَ کَمِثْلِه شَیءٌ"[1] "اس کا جیسا کوئی نہیں ہے"۔ " کُلُّ شَیءٍ ھالک الاّ وجْھه"[2] "اس کی ذات کے ماسوا ہر شے ہلاک ہونے والی ہے"۔ اگر انسان اس حقیقت کو درک کرلے کہ معبود کی کنہ ذات کا علم ناممکن و محال ہے تو خود یہ وہ عرفان اور درک معرفت ہے جس کو غیر معمولی و بے مثل مقام حاصل ہے۔ حضرت امام سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں کہ : "عجزت عن نعته اوھام الواصفین۔"[3] "وصف کرنے والوں کی عقل و فکر بھی اس کی توصیف سے عاجز ہے۔" یا ایک دوسرے مقام پر اور واضح انداز میں فرماتے ہیں : "انت الذی قصرت الاوھام عن ذاتتک، و عجزت الافھام عن کیفتک"[4]

---

[1] شوری
[2] قصص
[3] صحیفہ سجادیہ دعا نمبر
[4] صحیفہ سجادیہ، دعا نمبر

امام زین العابدین ع کے ان فقرات سے ثابت ہو جاتا ہے کہ معبود کی کنہ و ذات نا قابل ادراک ہے۔ اختصار کے پیش نظر ہم ان ہی شواہد پر اکتفا کر رہے ہیں۔

ب: اس سے کچھ مخفی ہے اور نہ اس کی گرفت سے باہر

امام زین العابدین ع نے مختلف مواقع پر خداوند متعال کی اس صفت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ مثلاً آپ فرماتے ہیں:

"یا الله الذی لا یخفی علیه شی فی الارضِ و لا فی السماء، و کیف یخفی علیک یا الٰهی ما انت خلقته، و کیف لا تحصی ماا نت صنعته، او کیف یغیب عنک ما انت تدبره، او کیف تستطیع عن یهرب منک من لا حیات لهِ الا برِزقک،او کیف ینجو منک من لا مذهب له فی غیرِ ملکک.[1]

ظاہر ہے اس مختصر مقالہ میں مولا کا بیان کردہ تمام مواد نہیں پیش کیا جا سکتا لہٰذا اسی پر اکتفا کی جاتی ہے۔

ج: خدا ازلی و لامتناہی ہے

جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اللہ کی ذات اور اس کی حقیقت نا قابل ادراک ہے اس لئے امام علیہ السلام کی دعاؤں میں معرفت خدا سے مربوط اکثر بحث ' صفات و افعال خدا سے متعلق ہی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ عام طور پر لوگ خدا کے تو معترف ہوتے ہیں۔ مگر اس کی صفات کے بارے میں نا معقول باتیں ان کا عقیدہ بن جاتی ہیں۔ اسی لئے ان کے عقائد کی تصحیح و تکمیل کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور ان میں سے ایک اہم بات اللہ تعالی کا ازلی ہونا ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنی دعاؤں میں یہ فقرے استعمال کئے ہیں:

"الحمد لله الاول بلا اولٍ کان قبله و الآخر بلا آخر یکون بعده "[2] تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے کہ جس سے پہلے کوئی نہیں اور ایسا آخر ہے کہ جس کے بعد کوئی نہیں ہو سکتا۔"

یہ جملہ علم الٰہی کے دقیق مسائل میں سے ایک ہے۔ عرب کی کیا مجال کہ ایسے جملوں کو سمجھ سکیں یا کہہ سکیں مگر یہ خصوصیت تو فقط خاندان عصمت و طہارت کی ہے کہ جنھیں بارگاہ قدسی سے فیوض الٰہی و انوار ربانی عطا

---

[1] صحیفہ سجادیہ دعا نمبر

[2] صحیفہ سجادیہ دعا نمبر

ہوئے ہیں۔ اسی لئے حضرت یہ اعلی و ارفع مطالب و معانی بیان فرماتے ہیں کہ اس کے ازل سے ہونے
مطلب یہ ہے کہ وہ ہر چیز سے پہلے ہے عدم کے اندھیرے 'آغاز کے اجالے اور زمانہ کے وجود 'غرض سب
سے پہلے اس کا وجود ہے۔

د: اس کی اولیت وآخریت زمانی نہیں

اس مطلب کو بھی امام کی دعا کے مذکورہ بالا اسی فقرے سے سمجھا جاسکتا ہے کہ پروردگار عالم اول یعنی پہلا
مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس کی اولیت زمانے کے اعتبار سے ہے جو آخر ہونے سے مغایرت رکھتی ہو۔ ا
نہیں ہے بلکہ وہ اول ہے وہی آخر ہے یعنی بس وہی ہے۔ دوسرے لفظوں میں: "انت الله الاول ف
اولیتک وعلی ذلک انت دائم۔"[1] اللہ تعالی کی ازلیت کے بیان میں مولا کے یہ فقرے بھی قابل غو
ہیں: "ابتدع بقدرته الخلق ابتداعاً و اخترعهم علی مشیته اختراعاً"[2]

اس لئے کہ اگر مخلوقات کے خالق کو بھی حادث مان لیا جائے تو پھر سوال اٹھے گا کہ خالق از خود ہے یا اس
بھی کوئی اور خالق ہے اور اس دوسری صورت کو قبول کرنے میں تسلسل لازم آتا ہے جو کہ عقلی طور پر محال
اور غلط ہے جبکہ پہلی صورت یعنی خود اسی کو اپنی ذات کا خالق فرض کیا جائے تو وہ خلقت سے قبل یا تو معدو
رہا ہوگا یا موجود 'اگر معدوم مانا تو معدوم کسی کو وجود نہیں بخش سکتا اور اگر موجود مان لیا تو اسے دوبارہ وجود د
کوئی معنی نہیں رکھتا کیونکہ یہ تحصیل حاصل ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اس کا وجود کسی کا خلق کردہ نہیں ہے و
ازلیت کا حامل ہے۔ اس کے ماسوا سب اس کے محتاج ہیں اور یہی احتیاج کائنات 'اس سرچشمہ وجود کے از
اور ہمیشہ سے برقرار ہونے کی شاہد ہے۔

ھ: اللہ کی کوئی شبیہ نہیں

مخلوقات ایک دوسرے سے مشابہ ہیں۔ اور مشابہت 'کثرت کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ خدا واحد ہے 'لہٰذا
مثل و بے نظیر ہے۔ اور اس کی کوئی شبیہ نہیں پائی جاتی۔ امام زین العابدین علیہ السلام معرفت کے ایک ایس

---

[1] صحیفہ سجادیہ دعا نمبر
[2] صحیفہ سجادیہ دعا نمبر

ہی مرحلے کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں: "فتعالیت عن الاشباہ و الاضداد و تکبرت عن الامثال و الانداد "[1]

ان جملوں سے خوب ظاہر ہے کہ آپ عرفان الٰہی و معرفت پروردگار کی اس بلند منزل پر فائز تھے جہاں انسان کا تصور بھی نہیں پہونچ سکتا۔ کوئی عام انسان کتنا ہی معرفت الٰہی کے مرحلہ میں آگے نکل جائے وہ اس مقام تک نہیں پہنچ سکتا جہاں آپ پہونچے ہوئے تھے حتیٰ آپ کے عرفانی کلمات کی گہرائی کا ادراک بھی ہر کس و ناکس کا کام نہیں ہے۔

و: آنکھیں اسے نہیں دیکھ سکتیں

خدا ہر چیز سے زیادہ ظاہر ہے۔ سوال یہ ہے کہ پھر کیوں دیکھائی نہیں دیتا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ شدت ظہور کی بنیاد پر، اس کے علاوہ یہ کہ ہمارے حواس کی قوتیں محدود اور کمزور ہیں۔ اس وجہ سے ہم اسے دیکھ نہیں پاتے نہ کہ وہ ظاہر نہیں ہے اور اس جہت سے وہ باطن ہے۔ یعنی اس کا ظہور، عین باطنیت ہے۔ امام زین العابدین علیہ السلام اس مفہوم کو یوں بیان کرتے ہیں: "الذی قصرت عن رویته ابصار الناظرین" "دیکھنے والوں کی آنکھیں اسے نہیں دیکھ پاتیں، (بلکہ دل ایمانی حقیقتوں سے اسے پہچانتے ہیں"[2]

2-3 توصیف اور حمد و ثناء الٰہی

حمد و ثنائے الٰہی ماثور دعاوں کا امتیازی مفہوم ہے۔ امام سجاد علیہ السلام کی بھی اکثر دعائیں اس پر مشتمل ہیں۔ بلکہ صحیفہ سجادیہ کی پہلی دعا کا عنوان ہی التَّحمِیدُ للهِ عَزَّ وَ جَلَّ ہے۔ اور اس کا آغاز ہی "الحمدُ" کی لفظ سے ہوا ہے: "الحمد لله الاول بلا اولَ كَانَ قَبلَه و الآخر بلا آخر يكون بعده—"۔ "سب تعریف اس اللہ کے ل ئے ہے جو ایسا اوّل ہے جس کے پہلے کوئی اوّل نہ تھا اور ایسا آخر ہے جس کے بعد کوئی آخر نہ ہو گا۔۔۔

دعائے جوشن کبیر جس کی امام سجاد نے رسول اللہ سے روایت کی ہے اور ماہ مبارک رمضان بالخصوص شبہائے قدر میں اس کا پڑھنا مستحب ہے۔ پوری کی پوری خدا کے اسماء اور اوصاف پر مبنی ہے۔ اس دعا کے بند ہیں اور ہر بند میں دس اسماء و صفات الٰہی ہیں۔ اور ہر بند کے آخر میں یہ فقرہ پڑھا جاتا ہے جو خود تسبیح و تقدیس

---

[1] صحیفہ سجادیہ، دعا نمبر

[2] صحیفہ سجادیہ، دعا نمبر

الٰہی ہے: " سبحانک یا لا الہ الا انت الغوث الغوث خلصنا من النار یا رب " تو پاک و بے نیا
ہے اے پروردگار جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے فریاد ہے فریاد ہے مجھے آتش جہنم سے نجات دیدے".
اسی طرح دعائے ابو حمزہ ثمالی یا آپ کی دیگر اور دعائیں بھی اسماء و صفات الٰہی اور اس کی حمد و ثناء پر مشتمل
ہیں۔ مثلاً آپ فرماتے ہیں : "الْحمدُ علی ما نَفّثتَ من الشّرک قَلْبی ولکَ الْحمدُ علی بسط
لسانی افَبلسانی هذا الْکالُ اَشْکُرُکَ [1] مناجات شاکرین میں فرماتے ہیں: " میرے معبود تیری لگاتار
بخششوں نے مجھے تیرا شکر ادا کرنے سے غافل کر دیا ہے اور تیری پے در پے ہونے والی مہربانیوں نے مجھے
تیری تعریف کے بیان سے بے دھیان کر دیا اور تیری مسلسل نعمتوں نے مجھے تیرے احسانات کے ذکر سے
تھکا کر رکھ دیا۔ یہی مقام ہے اس شخص کا جو تیری نعمتوں کا معترف ہے اور ان پر شکر سے قاصر ہے اور اپنی اس
غفلت اور ناشکری پر خود ہی گواہ ہے اور تو ہی وہ شفیق و مہربان نیک نام سخی ہے جو اپنی درگاہ کا قصد کرنے والوں
کو ناامید نہیں کرتا اور آرزومندوں کو اپنے آستانے سے دور نہیں کرتا تیرے ہی اوپر امیدوں کے کاروان
اترتے ہیں اور تیرے ہی میدان میں طالبان نعمت کی تمنائیں جگہ پاتی ہیں پس ہماری چاہتوں کے مقابل میں نا
امیدی و یاس نہ دے اور ناامیدی اور پشیمانی کا پیراہن نہ پہنا میرے معبود تیری بزرگتر نعمتوں کے سامنے میرا
شکر و سپاس ہیچ رہا ہے تیری عظمتوں کے مقابل میری زبان سے تیری تعریف و ذکر بے مایہ ہے تیری نعمتوں
نے مجھے ایمان کے نورانی پوشاکوں سے مجھے ڈھانپ دیا اور تیری خوش آئندہ بھلائی نے مجھے عزت کے تاج
پہنائے ہیں تو نے مجھے فخر کے وہ زیور پہنائے جو اترتے نہیں اور گردن میں وہ بوجھ ڈالا جو ٹوٹتا نہیں تیری
مہربانیاں زیادہ ہیں میری زبان انکو شمار کرنے سے عاجز ہے اور تیری نعمتیں کثیر ہیں میرا فہم ان کو سمجھنے سے
قاصر ہے چہ جائیکہ ان کی تعداد کو جان سکے تو میں کیسے مقام شکر حاصل کروں کہ میرا شکر کرنا بھی محتاج شکر
ہے تو جیسا میں کہوں کہ تیرے لئے حمد ہے۔ [2]

صحیفہ سجادیہ کی دعائیں ایسے بے پناہ معارف سے لبریز ہیں جن کے ذریعہ خدا کی صحیح معرفت کرائی گئی ہے۔
اہل ذوق مراجعہ کر سکتے ہیں۔

---

[1] دعائے ابو حمزہ ثمالی

[2] مناجات خمس عشرہ چھٹی مناجات مناجات شاکرین۔

3-3 اہل بیت علیہم السلام

امام علیہ السلام کی دعاؤں میں بھی عام دوسری ماثور دعاؤں کی طرح اہلبیت علیہم السلام کا مقام، ان کی منزلت، فضیلت و عظمت، ان پر درود و سلام اور ان سے وابستگی کی توفیق طلبی کے تذکرے بکثرت پائے جاتے ہیں۔ جو روزانہ ان سے تجدید عہد کا درس دیتے ہیں۔ بطور مثال : ''بِمُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ فَاسْتَنْقِذْنی ''[1] یا ایک دوسری جگہ: ''واجمع بینی وبین الْمُصْطَفی وآله خیرتک من خَلْقک وخاتم النّبیین محمَّد صلی اللّه علَیه وآله''[2] اور ایک دوسرے مقام پر: ''والْحقنی باولیائک الصّالحین محمّد و اله الأبرار الطّیبین الطّاهرین الأخیار صلَواتک علَیهم وعلی اجسادهم وارواحهم ورحمه اللّه وبرکاته ''[3] صحیفہ سجادیہ کی دوسری دعا تو مکمل توصیف و تمجید رسول اکرم ص ہے۔

4-3 صلوات

امام علیہ السلام کی دعا میں محمد و آل محمد پر صلوات اور درود و سلام بھی بکثرت پایا جاتا ہے دعاؤں میں صلوات کی شمولیت جہاں حکم قرآنی: ''ان الله و ملائکته یصلون علی النبی یا ایها الذین آمنوا صلوا علیه وسلوا تسلیما۔'' [4] کی تعمیل ہے وہیں قبولیت دعا کی ضمانت بھی ہے۔ چنانچہ حضرت صادق آل محمد علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے: ''لا یزال الدعا محجوبا حتی یصلی علی محمد و آل محمد ''۔[5] صلوات کے بغیر دعا نا قابل قبول ہے۔ یا ایک دوسرے مقام پر آپؑ ارشاد فرماتے ہیں: ''جب بھی تم دعا کرو تو اپنی دعا کو محمد و آل محمد پر صلوات کے ذریعہ بیان کرو۔ اس لئے کہ نبی کریم پر درود و سلام درگاہ الٰہی میں یقینا مقبول ہے تو خدا ایسا ہرگز نہیں کرے گا کہ دعا کے بعض اس حصہ کو تو قبول فرمالے جو کلمات صلوات ہیں اور بقیہ حصہ کو قبول نہ فرمائے۔''[6]

---

[1] دعائے ابو حمزہ ثمالی

[2] دعائے ابو حمزہ ثمالی

[3] دعائے ابو حمزہ ثمالی

[4] احزاب/26

[5] الکافی، ج/2، ص 491

[6] کافی/ج/2، ص 494

دعائے مکارم اخلاق کا تو آغاز ہی امام سجادؑ نے صلوات سے کیا ہے اور آخر تک جا بجا اسے دہرایا ہے بلکہ یوں کہا جائے کہ ہر اہم تقاضہ جیسے ایمان کامل، یقین محکم، بے نیازی، فخر و مباحات سے دوری، تواضع و فروتنی کی توفیق، غرور و تکبر سے پرہیز، معایب کی اصلاح وغیرہ سے پہلے صلوات کا ورد فرمایا ہے۔

5-3 قرآن

امام علیہ السلام کی دعاوں میں قرآن مجید ایک اہم موضوع ہے۔ جہاں آپ نے قرآن حکیم کو اپنی دعاوں میں واسطہ بنایا ہے مثلاً: " وَبِحُرمَه الْقُرْآن اَعْتَمِدُ اِلَیکَ"[1] / "واجعل القرآن وسیلة لنا اشرف منازل الکرامة"[2] وہیں قرآنی آیات کو کلی یا جزوی طور پر اپنی دعاوں میں شامل کیا ہے ملاحظہ ہو: "انت الذی وسعت کل شیئ رحمة و علما"[3] تو وہ ہے جو اپنی رحمت اور علم سے ہر چیز پر چھایا ہوا ہے۔

جو کہ سورۃ مومن کی ویں آیت: "ربنا وسعت کل شیئ رحمة وعلما فاغفر للذین تابو" (اے ہمارے پروردگار تو اپنی رحمت اور علم سے ہر چیز پر چھایا ہے جو لوگ توبہ کئے انہیں بخش دے) سے ماخوذ ہے۔ - یا۔ "و سماها لیلة القدر تتنزل الملائکة والروح فیها باذن ربهم من کل امر سلام۔"[4] جو سورہ قدر کی چوتھی آیت اور پانچویں آیت کا ایک حصہ ہے۔ اس دعا میں ایسی کئی مثالیں ہیں۔ اہل نظر مراجعہ کر سکتے ہیں.

امام علیہ السلام نے بعض دعاوں میں قرآنی آیات سے مشابہ الفاظ استعمال کئے ہیں مثلاً: "وبیض و جوهنا یوم تسود وجوه الظلمة فی یوم الحسرة"[5] (روز قیامت ہمارے چہروں کو نورانی کرنا جبکہ حسرت وندامت کے دن ظالموں کے چہرے سیاہ ہونگے) - سورہ

---

[1] دعائے ابو حمزہ ثمالی

[2] صحیفہ سجادیہ، دعا نمبر 42

[3] صحیفہ سجادیہ، دعا نمبر 16

[4] صحیفہ سجادیہ، دعا نمبر 44

[5] صحیفہ سجادیہ، دعا نمبر 42

آل عمران   ویں آیت : "یوم بیض و جوہ و تسود وجوہ " (جس دن بہت سے چہرے نورانی اور بہت سے سیاہ ہونگے۔) سے انتہائی مشابہ ہے

اور بسا اوقات دعا کے الفاظ میں قرآنی ہدایت کو عملی جامہ پہنانے کی درخواست ہے مثلا "واجعل تقواک من الدنیا زادی والیٰ رحمتک رحلتي"1 (اور پرہیز گاری کو دنیا سے تیری رحمت کی طرف سفر کا توشہ بنادے)۔

سورہ بقرہ کی   ویں آیت : "و تزودوا فان خیر الزاد التقوي" (جب حج کرنے جاؤ) تو پرہیز گاری کا زاد راہ اپنے ساتھ لے جاؤ) کی روشنی میں ہے۔

اس کے علاوہ صحیفہ کی بیالیسویں دعا مکمل قرآن مجید کے بارے میں ہے اس دعا کے جملہ معارف کا محور قرآن کریم ہے۔

---

[1] صحیفہ سجادیہ، دعا نمبر 21

6-3 ایمان ویقین

قرآن مجید کی آیہ مبارکہ : "قد افلح المومنون" 1 کی صراحت کی روشنی میں ایمان 'انسانی حیات کی کامیابی کا ضامن ہے۔ شاید یہی وجہ ہے امام علیہ السلام نے بھی اپنی دعاوں میں ایمان کا بکثرت ذکر فرمایا ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ دعائے مکارم اخلاق میں درود وسلام کے نذرانہ کے بعد سب سے پہلی درخواست جو کی گئی ہے وہ ایمان ویقین ہے: "بلغ بایمانی اکمل الایمان واجعل یقینی افضل الیقین۔" 2ایک دوسری دعامیں آپ فرماتے ہیں: "وانا آمَنّا بکَ بالْسنتنا وقُلوبنا لتعفُو عَنّا فَاَدرِکْنا ما اَمَّلْنا وثَبِّتْ رجائَکَ فی صُدورِنا ولا تُزِغْ قُلُوبَنا بعدَ اذْ هدَیتنا "3اسی دعامیں ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں: "اللّٰھُمَّ انی اَسئلُکَ ایمانا لا اَجلَ لَه دونَ لقائکَ اَحینی ما اَحییتنی عَلَیه وتوفّنی اذا توفیتنی عَلَیه وابعثنی اذا بعثْتنی عَلَیه وابرء قَلْبی منَ الرِّیآء والشّکِّ والسُّمعه فی دینکَ حتی یکونَ عملیَ خالصاً لکَ "٤ مزیدَ ایکَ مقام پرَ ملتا ھَے: "اللّٰھُمَّ انّی اَسئلُکَ ایماناً تباشر به قَلْبی ویقَیناً صادقاً حتی اعلَمَ انَّه لَن یصیبنی الاّ ما کَتبتَ لی ورضِّنی من الْعیشِ بما قَسمتَ لی یا اَرحم الراحمین "٥

7-3 اخلاص نیت

اخلاص نیت یعنی ہر کام کو فقط اطاعت خدا کے طور پر انجام دینا اور قرب الٰہی اور مرضی معبود کے حصول کے لئے بجالانا۔ انسان نے خواہ بظاہر کتنا ہی اہم اور بڑا کام انجام کیوں نہ دیا ہو اگر اخلاص نہ پایا جائے تو بے کار ہے شاید اسی لئے امام زین العابدین علیہ السلام نے اخلاص کو انتہائی اہمیت دی ہے اور بارہا پروردگار سے اس کا مطالبہ فرمایا ہے۔ اکثر دعاوں میں متعدد مقامات پر مختلف

---

[1] سورہ مومنون آیت 1

[2] دعائے مکارم اخلاق

[3] دعائے ابوحمزہ ثمالی

[4] دعائے ابوحمزہ ثمالی۔

[5] دعائے ابوحمزہ ثمالی۔

الفاظ میں اس کی درخواست کی گئی ہے مثلا : "وانته بنيتي الى احسن النيات-"1 ایک دوسرے مقام پر : "اللهم وفر بلطفک نیتی و صحح بما عندک یقيني" ۔2 یا ایک دوسری جگہ آیا ہے : "ونية رشد لا اشک فيها"3۔

3۔8 حج وزیارت

حج کے اعمال و مناسک اور شعائر الٰہی کی تعظیم و تکریم، رحمت و مغفرت الٰہی میں داخل ہونے کا وسیلہ ہیں ۔ امام علیہ السلام کی بے شمار دعاؤں میں حج و عمرہ اور مقدس مقامات جیسے حرم رسول اکرمؐ معصومین علیہم السلام کی قبور مطہرہ کی زیارت کی توفیق کی درخواست ایک مخصوص لب و لہجہ میں پائی جاتی ہے : " وارزقنا حجَّ بيتکَ وزيارة قَبْرِ نبيکَ صلواتکَ ورحمتکَ ومغفرتکَ ورضوانکَ عليه وعلى اَهْلِ بيته" 4

ایک دوسری جگہ : "وارزقني حجَّ بيتکَ الْحَرام في عامنا هذا وفي کُلِّ عام وزيارة قَبرِ نبيک والائمه عليهم السَّلامُ ولا تخلني يا ربِّ من تلکَ الْمشاهد الشريفه والْمواقف الْکريمه 5" (خدایا مجھے حج بیت اللہ کی توفیق عطا فرما۔ اس سال اور ہر سال۔ اور زیارت قبر پیغمبر اور آئمہ علیہم السلام سے سر فراز فرما مجھے ان عظیم مواقف، محترم مشاہدؐ سے محروم نہ رکھنا)۔ اور ایک مقام پر "وارزقني حجَّ بيتکَ الْحَرام في عامنا هذاوفي کُلِّ عام "6

---

[1] دعائے مکارم اخلاق۔

[2] دعائے مکارم اخلاق۔

[3] دعائے مکارم اخلاق۔

[4] دعائے ابو حمزہ ثمالی۔

[5] دعائے ابو حمزہ ثمالی۔

[6] دعائے ابو حمزہ ثمالی۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا ایک ہی دعا میں حج کی کئی مرتبہ درخواست کی گئی ہے اس سے جہاں اس کی اہمیت اور عظمت کا پتہ چلتا ہے۔ وہیں حج و زیارت کی سعادت نصیب ہونے کے لئے اس انداز سے سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ اہم ترین درخواستوں میں یہ سر فہرست ہے۔

3-9 طلب مغفرت

طلب مغفرت اور توبہ وانابہ دعا کی روح ہے ۔اکثر دعاؤں میں جس چیز کا زیادہ تذکرہ ملتا ہے وہ توبہ وانابہ اور طلب بخشش ہی ہے۔ جو شخص بھی امام علیہ السلام کی دعاؤں کا قاری ہے اس پر یہ حقیقت واضح ہے کہ طلب مغفرت کی دعا' امام سے ماثور تقریباً ہر دعا میں پائی جاتی ہے۔ چند نمونے ملاحظہ ہوں: "اَللّهمَّ تب علَیَّ حتی لا اَعْصِیک " 1 "فَانَّ کثرَۃ ذنوبی لا ارجو فیھا الاّ عَفْوک سیّدی انَا اَسْئلُک مالا اَسْتحقُّ وانتَ اَهْلُ التَّقْوی واَهْلُ الْمغفرہ فَاغفِرْ لِي والْبسنی مَنْ نَظَرِک ثَوباً یغطّی علَیَّ التّبعات وتغفرها لی ولا اُطالَب بها انّک ذومنٍّ قدیم وصفحٍ عظیم وتجاوزٍ کریم "2"وطهّرنی من الذّنوب کلّها "3"الهی وسیّدی انْ کُنْتَ لا تَغْفِر الاّ لاولیآئک واَهْلِ طاعتک فَالی من یفزَعُ الْمُذْنبونَ "4"وحطّ وِزری ولا تذْکُرنی بخطیئتی" 5

توبہ وانابہ کے مرحلے میں انتہائی خدا پسندانہ قدم' دوسروں کے لئے خصوصا والدین کے لئے طلب مغفرت ہے۔ اور یہ درخواست بھی آپ کی دعاوں میں نمایاں حیثیت رکھتی ہے مثلا:

"اَللّهمَّ اغفر لی ولوالدیَّ وارحمهما کما ربّیانی صغیراً اجزهما بالاحسان احساناً وبالسّیئات غُفْراناً اَللّهمَّ اغفرللمؤمنین والْمؤمنات الاحیآء منهم والاموات وتابع بیننا وبینهم بالْخیرات اَللّهمَّ اغْفر لحیّنا ومیّتنا وشاهدنا وغآئبنا ذکرنا واُنْثانا صغیرنا وکبیرنا حرّنا ومملوکنا "6

---

1 دعائے ابو حمزہ ثمالی۔

2 دعائے ابو حمزہ ثمالی۔

3 دعائے ابو حمزہ ثمالی۔

4 دعائے ابو حمزہ ثمالی۔

5 دعائے ابو حمزہ ثمالی۔

6 دعائے ابو حمزہ ثمالی۔

3-10 رزق حلال

امام علیہ السلام کی دعاؤں میں جہاں معنویات کی توفیق کا مطالبہ پایا جاتا ہے۔ طول عمر اور وسعت رزق کا بھی بکثرت تقاضہ پایا جاتا ہے۔ چند نمونے: "وارزُقْنی من فَضْلک رزقاً واسعاً حلالاً طَیباً "[1] "اَللّهمَّ اَعْطنی السَّعه فی الرِّزْق "[2] " وارزُقْنی رِزْقاً واسعاً من فَضْلک الْواسعِ "[3]

3-11 جنت

جنت جانے کی تمنا اور اس کی نعمتوں کے ملنے کی خواہش ہر مومن کے دل کی گہرائیوں میں پائی جاتی ہے۔ کامیاب انسان وہی ہے جو اپنے اعمال اور رحمت و مغفرت الٰہی کے سبب عذاب آخرت سے محفوظ رہ جائے اور جنت اس کا مقدر بن جائے۔ امام سجاد علیہ السلام کی دعاؤں میں جنت کا حصول بھی ایک اہم موضوع ہے مثلاً:

" وَاَدْخلنی الْجنّه برحمتک "[4] (مجھے اپنی رحمت سے جنت میں داخل کردے) " الٰهی انْ اَدْخلْتنی النّار فَفی ذلک سرور عدوک وانْ اَدْخلْتنی الْجنّه ففی ذلک سرور نبیک وانا والله اَعْلَم انّ سرورنبیک اَحبُّ الیک من سرورِ عدوک "[5] "واختم عملی باحسنه واجعل ثوابی منه الْجنّه برحمتک "[6] "واجعل ثواب مجلسی وثواب منطقی وثواب دعآئی رِضاک والْجنّه "[7]

3-12 جہنم

مومن کی سب سے بڑی کامیابی یہی ہے کہ وہ غیض وغضب الٰہی اور عتاب محشر سے خود کو بچانے میں کامیاب ہو جائے۔ دعاؤں میں مکرر یہ تذکرہ پایا جاتا ہے کہ اپنے کرم سے اور رحمت کے تقاضوں کی بنیاد پر پروردگار

---

[1] دعائے ابو حمزہ ثمالی۔

[2] دعائے ابو حمزہ ثمالی۔

[3] دعائے ابو حمزہ ثمالی۔

[4] دعائے ابو حمزہ ثمالی۔

[5] دعائے ابو حمزہ ثمالی۔

[6] دعائے ابو حمزہ ثمالی۔

[7] دعائے ابو حمزہ ثمالی۔

ہمیں جہنم سے محفوظ رکھ۔ " واجرنی من النّاربعفوک "[1] "ولئن ادخلتنی النّار لاخبرنّ اھل النا بحبی لک "[2] "الھی ان ادخلتنی النّار ففی ذلک سرور عدوّک وان ادخلتنی الجنّہ ففی ذلک سرور نبیّک وانا واللہ اعلم انّ سرورنبیّک احبّ الیک من سرور عدوّک "[3] "وامرتنا بالاحسان الی ما ملکت ایماننا ونحن ارقّاءک فاعتق رقابنا من النّار "[4]

3-13 نعمات دُنیا

اسلام ہی دنیا کا وہ واحد مذہب ہے جو انسان کی دنیا بھی آباد رکھنا چاہتا ہے اور آخرت بھی۔ اسی لئے آپ کی دعاؤں میں معنوی وروحانی احتیاجات اور آخرت کی ضروریات کے ساتھ ساتھ دنیاوی ضرورتوں کا بھی سوال کیا گیا ہے۔ مثلا: " وما قدر عملی فی جنب نعمک واحسانک[الیّ] "[5] " اللّھمّ اعطنی السّعہ فی الرّزق والامن فی الوطن وقرّہ العین فی الاھل والمال والولد والمقام فی نعمک عندی والصّحّہ فی الجسم والقوّہ فی البدن والسّلامہ فی الدین واستعملنی بطاعتک وطاعہ رسولک محمّد صلّی اللّہ علیہ وآلہ ابداً ما استعمرتنی واجعلنی من اوفر عبادک عندک نصیباً فی کلّ خیر انزلتہ وتنزلہ "[6]

3-14 خاتمہ بالخیر

نیک راہ مل جانا یقینا انسان کی سعادت مندی ہے لیکن صراط مستقیم پر ثابت قدم رہنا مومن کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ اسلام وایمان اور تقوی وپرہیز گاری کی دولت اسی وقت انسان کے لئے مفید ہو سکتی ہے جب اس سرمایہ کے ساتھ انسان اس دنیا سے جائے اسی لئے راہِ خدا پر ثبات قدم کی خواہش ایک الٰہی واسلامی تمنا ہے۔ امام سجاد علیہ السلام کی دعاوں میں اس کے حصول کی دعا بکثرت پائی جاتی ہے۔ مثلا: "وتوفّنا علی ملّتک

---

[1] دعائے ابو حمزہ ثمالی۔

[2] دعائے ابو حمزہ ثمالی۔

[3] دعائے ابو حمزہ ثمالی۔

[4] دعائے ابو حمزہ ثمالی۔

[5] دعائے ابو حمزہ ثمالی۔

[6] دعائے ابو حمزہ ثمالی۔

وَسنَّہ نبیّک صَلّی اللّہُ عَلَیہِ وَآلہ۔''[1] ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں: ''وَاخْتِمْ لی بخیر واکْفِنی ما اَهمَّنی من اَمْرِ دُنْیای وَآخرتی۔''[2]

اور بھی نہ جانے کتنے موضوعات و مضامین اور مطالب و مفاہیم ہیں جن پر امام علیہ السلام کی دعائیں مشتمل ہیں ان سب پر روشنی ڈالنا تو بڑی بات ان کی فہرست بھی طوالت کا سبب ہے۔ دعائے ابو حمزہ ثمالی '' دعائے سحر '' جس کے چند مضامین کی طرف اشارہ بھی کیا گیا ہے مکمل گنجینہ معارف ہے۔ حمد و ثنائے الٰہی سے لیکر اقرار و اعتراف گناہ تک تمام چیزیں اس میں موجود ہیں۔

اسی دعا میں عبادت و بندگی پروردگار کے لئے رکاوٹ اور دعاء و مناجات کے لئے روڑا بن جانے والی چیزیں کو دعائیہ کلمات میں کس خوبصورتی سے نقل فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو: '' اللهم انی کلما قلت قد تهیات ...''[۳] (پروردگار! جب بھی یہ کہتا ہوں کہ اب میں آمادہ ہو گیا اور تیار ہو کر نماز کے لئے کھڑا ہو گیا اور تجھ سے مناجات شروع کر دی تو مجھے نماز میں نیند آنے لگتی ہے اور مناجات میں بے کیفی محسوس ہونے لگتی ہے۔ اور جب بھی یہ سوچتا ہوں کہ اب میرا باطن درست ہو گیا ہے اور میری منزل توابین سے قریب تر ہو گئی ہے تو کوئی نہ کوئی مصیبت آڑے آجاتی ہے اور میرے قدموں میں لغزش پیدا کر دیتی ہے اور تیری خدمت کی راہ میں حائل ہو جاتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو نے مجھے اپنے دروازے سے ہٹا دیا ہے اور اپنی خدمت سے دور کر دیا ہے یا اپنے حق کا خیال نہ کرنے والا دیکھ کر دربار سے الگ کر دیا ہے یا اپنی جانب سے کنارہ کش پاکر مجھے چھوڑ دیا ہے یا جھوٹوں کی صف میں دیکھ کر نظر انداز کر دیا ہے۔ یا نعمتوں کا شکر گذار نہ پاکر محروم کر دیا ہے۔ یا مجلس علماء سے الگ دیکھ کر ترک کر دیا ہے یا غافلوں میں دیکھ کر رحمتوں سے مایوس کر دیا ہے۔ یا اہل باطل کا ہم نشین پاکر انہیں کے حوالہ کر دیا ہے۔ یا میری آواز کو ناگوار قرار دیکر اپنی بارگاہ سے دور کر دیا ہے۔ یا میرے جرائم و معاصی کا بدلہ دیدیا ہے۔ یا میری بے حیائی کی سزا دی ہے)۔

اسی طرح صحیفہ سجادیہ کی چوتھی دعا میں بظاہر اصحاب رسول کے لئے دعا ہے۔ ان کے زحمات و خدمات کا تذکرہ ہے۔ مگر دراصل معیار صحابیت کا بیان بھی ہے تاکہ بنی امیہ کی اس خبیث سیاست کا جواب دیا

---

[1] دعائے ابو حمزہ ثمالی۔

[2] دعائے ابو حمزہ ثمالی۔

[3] دعائے ابو حمزہ ثمالی۔

جاسکے کہ ''تمام صحابہ عادل ہیں''اور اس نعرے کے سایہ میں ہر سیاہ وسفید انجام دیا جاسکے۔ مولا نے ا
انحرافی فکر کو خاموش طریقہ سے برملا کیا ہے اور حقائق سے روشناس کرانے کی کوشش کی ہے۔

تعجب ہے بنی امیہ جیسی افکار کے حامل افراد پر ایک طرف ائمہ برحق بلکہ انبیاء و پیغمبر اسلام ص
اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عصمت کو بھی ٹھکراتے ہیں اور دوسری جانب ہر کس وناکس کو رسول کا صحابی بھی ما
لیتے ہیں اور ہر کسی کی پیروی میں نجات تصور کرتے ہیں!

صحیفہ سجادیہ کی 38 ویں دعا میں امام نے مظلوم' نیکوکار' محسن' معذرت خواہ' محتاج' ذوی الحقو
وغیرہ کے بابت انسان کی ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کیا ہے کہ ان مقامات سے بے حسی کے ساتھ نہیں
گذرا جاسکتا بلکہ ان امور کو نظر انداز کرنے والے اپنی بخشش کی راہیں تلاش کریں.

اسی طرح صحیفہ سجادیہ کی 26 ویں دعا میں پڑوسیوں اور تعلقات والوں کے ساتھ انسان کو کیسا برتاؤ کر
چاہئے اور ان کے بابت اس کے فرائض کیا ہیں۔ دعا کے پیرایے میں انھیں بیان کیا گیا ہے۔ جو اس بات ک
طرف بھی اشارہ ہے کہ ہر اچھے کام کی توفیق خداوند عالم کی بارگاہ قدسی سے حاصل ہوتی ہے لہٰذا مالک سے
رابطہ اور اس کی بارگاہ سے استدعا بھی ضروری ہے اور باعمل بننے کی کوشش بھی۔

4۔غلام نوازی

حضرت امام سید سجاد علیہ السلام کی دعا و مناجات اور بیان و گفتار کے قالب میں آپ کی فرض شناسی کے قابل
قدر نمونے پیش کئے جاچکے اب آپ کے عملی اقدامات اور قومی خدمات کی جانب اشارہ مقصود ہے جو کہ آپ کی
امامتی ذمہ داریوں کا اہم حصہ ہے۔ غلام نوازی 'امام زین العابدین علیہ السلام کی سماجی اور معاشرتی فرض شناسی
کا ایک بہترین نمونہ ہے:

☆آپ کبھی اپنے غلاموں کے ساتھ برا سلوک نہیں فرماتے تھے۔ شب عید الفطر کے موقع پر
اپنے تمام غلاموں کو بہت سے تحفے اور ہدیے دے کر آزاد فرمادیتے تھے۔[1]

☆ایک دن آپ نے اپنے غلام کو بلایا' دوبار اس نے ان سنی کردی تیسری بار جواب دیا۔آپ نے
فرمایا: پیارے آپ نے میری آواز نہیں سنی تھی؟ اس نے کہا: کیوں نہیں 'آپ نے فرمایا: پھر کیوں جواب

---

1 مناقب'

نہیں دیا تھا؟ وہ بولا: اس لئے کہ مجھے معلوم تھا آپ سختی نہیں فرمائیں گے اور میں امان میں ہوں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے غلاموں کے ساتھ حسن برتاؤ کی توفیق دی ہے۔[1]

5۔ انفاق

امامت کی سماجی، معاشرتی، ثقافتی، معاشی اور اقتصادی ذمہ داریوں کا اہم ترین مرحلہ، افراد قوم بالخصوص اعزہ واقارب کی مالی و معاشی ضرورتوں کا پورا کرنا ہے۔ اس زاویہ سے بھی حضرت امام سید الساجدین علیہ السلام کی حیات طیبہ بے شمار نمونوں سے سرشار ہے۔ چند نمونے ملاحظہ ہوں:

☆آپ کے ایک ابن عم آپ کو ہمیشہ اذیت دیا کرتے تھے، لیکن آپ رات کے اندھیرے میں اس انداز سے ان کی امداد کے لئے جاتے تھے کہ پہچانے نہ جاسکیں۔ ان کی درہم و دینار سے مدد فرماتے تھے۔ بسا اوقات وہ امام علیہ السلام سے کہہ بھی دیتے: دیکھیں آپ ایک اجنبی انسان ہیں مگر میرا کتنا خیال رکھتے ہیں۔ لیکن ایک ہمارے بھائی علی بن الحسین علیہ السلام ہیں وہ بالکل صلہ رحم سے کام نہیں لیتے۔ خدا انھیں جزائے خیر نہ دے۔ آپ اس کی یہ ناروا باتیں سنتے تھے اور صبر کرتے تھے۔ امام علیہ السلام کی شہادت کے بعد جب امداد رسانی کا سلسلہ منقطع ہو گیا تو اسے احساس ہوا کہ وہ مدد کرنے والی ذات مولا امام سجاد علیہ السلام کی ذات تھی۔[2]

☆اسی طرح آپ نہ جانے کتنے ایسے گھرانوں کی امداد فرماتے تھے جو آپ کو نہیں پہچان سکے تھے اور یہ راز آپ کی شہادت کے بعد کھل سکا۔[3]

☆واقعہ حرہ کے موقع پر آپ نے بنی عبد مناف کی چار سو خواتین کی سرپرستی فرمائی۔[4]

☆جب بھی کوئی سائل آپ کے دروازہ پر دستک دیتا فرماتے: قابل قدر ہیں وہ لوگ جو میرا اخروی توشہ سفر اپنے کاندھوں پر اٹھا لیتے ہیں۔ یتیموں، لاوارثوں، محتاجوں، مجبوروں، زمینگیروں اور بوڑھوں کو اپنے ساتھ دستر خوان پر بٹھا کر کھانا کھلاتے تھے۔

---

[1] مناقب،

[2] ارشاد، مناقب آل ابی طالب،

[3] ترجمہ رسالہ الحقوق، محمد سپہری

[4] کشف الغمہ،

☆ابن نمیر ملک شام سے مدینہ طیبہ تک اھل بیت کے ہمراہ تھا۔ وقت رخصت آپ نے اسے
گراں قیمت حلّے (جوڑے) ہدیہ کئے ۔ واپس کرنے پر امام نے ایک سیاہ پتھر اٹھایا اپنی انگشتری مبارک سے اس
پر مہر لگائی اسے دیدیا اور فرمایا: خذہ واسال کلً حاجة منه۔ (جوہر مشکل حل ہونے کا سبب ہوا)[1]

☆ایک بلخی مرد مومن مدینہ منورہ جب بھی آتا ہمیشہ امام کے لئے ہدیے لایا کرتا تھا۔ ایک دن اس
کی بیوی کہنے لگی تم ہمیشہ ہدیے دیتے ہو امام تمہیں کچھ نہیں دیتے؟ چنانچہ جب وہ آپ کے پہونچا اور مولا کے
ہاتھ دھلانے کے لئے اس نے لوٹا اٹھایا امام نے فرمایا: تم مہمان ہو۔ رہنے دو اس نے کہا کہ یہ خدمت کر
چاہتا ہوں۔ آپ نے ہاتھوں کے دھوون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا یہ کیا ہے اس نے کہا: یا قوت
سرخ۔ پھر پوچھا اب؟ اس نے کہا: زمرد سبز پھر معلوم کیا اور یہ؟ اس نے کہا: سفید موتی۔ جواہرات سے
لبریز طشت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا: "فخذ هذه الجواهر عوضاً عن هديتك
واعتذر لنا عند زوجتك لانها عتبت علينا"۔ اپنے تحائف کے بدلے یہ لے جاو اور اپنی زوجہ سے ہماری
طرف سے معذرت کر لینا۔۔۔ اگلے برس اس کی بیوی شوق دیدار میں مدینہ آتے ہوئے درمیان راہ انتقال کر
گئی۔ اس کی روح قبض کرنے آئے ہوئے فرشتے سے آپ نے فرمایا: " يا ملك الموت اعد روح هذه
المراة الى جسدها فانها قاصدة الينا و انى قد سألت ربى ان يبقيها ثلاثين سنة اخريٰ و يحييها
حياة طيبةً لقد ولقدومها الينا زائرة لنا۔" اور وہ زندہ ہو گئی۔ جب اس کی زوجہ نے امام علیہ السلام کو دیکھا
تو بے ساختہ بولی: هذا واللّه سيدى ومولاي، و هذا هو الذى احيانى اللّه ببركة دعائه۔[2] اور پھر یہ
دونوں آخر عمر تک امام علیہ السلام کی خدمت میں رہے۔

☆شہدا، کربلا کے پسماندگان کے ساتھ آپ کا مالی و معاشی تعاون بھی آپ کی فرض شناسی کی روشن مثال
ہے۔

☆آپ نے اسیری سے چھٹنے کے بعد مدینہ میں کھیتی کی، باغ لگائے اور اس طرح اپنی اور لوگوں کی
ضرورتوں کو پورا کیا۔[3]

---

[1] نوادر المعجزات حدیث 'اثبات الہداہ')

[2] بحار'

[3] سیر اعلام النبلائ'

جویریہ بن اسماء کے حوالہ سے منقول ہے: ''ما اکل علی بن الحسین بقرابتہ من رسول اللہ درھماً قط''[1]

6۔ گریہ (کربلا کے واقعہ کو جاودانی بنانا)

مناقب شہر ابن آشوب میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمایا: کہ امام سجاد علیہ السلام نے سال اپنے والد پر گریہ فرمایا جب بھی آپ کے سامنے کھانا پانی آتا بے ساختہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ یہاں تک کہ آپ کے غلام بسا اوقات آپ کو یوں سمجھاتے مولا کہیں ایسا نہ ہو کہ شدت غم سے آپ اپنی جان کھو بیٹھیں۔ آپ فرماتے جب بھی اولاد فاطمہ سلام اللہ علیہا کی شہادت مجھے یاد آتی ہے مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔

کامل الزیارات میں ابن قولویہ نے روایت کی ہے کہ امام کے ایک غلام کا کہنا ہے کہ امام نے روتے روتے ایک دن جب سجدہ کیا میں نے بی خیال ہو کر امام سے کہا: مولا کب تک روئیے گا؟ مولا نے سجدہ سے سر اٹھایا اور روتے ہوئے فرمایا: ہائے 'خدا کی قسم یعقوب پر جو مصیبت پڑی تھی اس مصیبت سے بہت معمولی ہے جو مجھ پر پڑی ہے مگر انہوں نے کتنا گریہ کیا۔ ان کا بس ایک بیٹا نظروں سے او جھل ہو گیا تھا۔ لیکن میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ میرے بابا اور اعزہ واقارب میرے سامنے تہ تیغ کر دیئے گئے اور ان کے سر تن سے جدا کر دیئے گئے۔ میں کس طرح محزون ور نجور نہ ہوؤں۔[2]

سرکار سید الشہدا کی یاد اور واقعہ کربلا کے تذکرہ سے جڑی ہوئی ایسی آپ کی حیات مبارکہ میں بے شمار مثالیں ہیں۔ جن کا واقعی مقصد کربلا کے واقعہ کو جاودانی بنانا تھا تاکہ اس کے سایہ میں اسلامی اقدار اور دینی احکام قائم رہیں۔ اور یہ فریضہ بھی آپ نے بحسن وخوبی انجام دیا۔

7۔ قلمی آثار

امامت کی ذمہ داریوں کا ایک اہم ترین مرحلہ ، قلمی آثار اور مکتوب سرمایہ کی فراہمی ہے۔ تاکہ رہتی دنیا تک تمام افراد بشر بالخصوص تشنگان علم و معرفت اس کے ذریعہ اپنی پیاس بجھا سکیں اور انسانی ضرورتوں کو پورا کر سکیں۔ اس لحاظ سے بھی حضرت امام سید الساجدین علیہ السلام کے قلمی آثار آپ کی فرض شناسی کا منھ بولتا

---

[1] اعیان الشیعہ ،

[2] بحار

ثبوت ہیں جن میں صحیفہ سجادیہ سر فہرست ہے۔ اس میں اللہ سبحانہ تعالی کی صحیح معرفت بھی کرائی گئی ہے
انبیاءِ الٰہی رسول اسلام اور اہل بیت کی سیرت و کردار کا بیان بھی ہے اور نیکی کی طرف دعوت بھی۔

امام علیہ السلام کا مکتوب محمد بن مسلم زہری کے نام[1] بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

محمد بن مسلم کا تعلق علماء کے گروہ سے ہے انہوں نے ایک عالم دین کی حیثیت سے بنی امیہ کا ساتھ
دیا تھا۔ امام علیہ السلام نے انھیں کس طرح متنبہ کیا ہے بعض کلمات ملاحظہ ہوں: واعلم انّ ادنیٰ
ماکتمتَ، واُحفّ ما احتملْتَ ان اٰ نستَ وحشَۃَ الظّالم،وسہلْتَ لہ طَرِیقَ بدُنُوک منہ حین
دنوتَ، واجابتَکَ لہ حین دَعَیت۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں: جعلوکَ قُطباً اَدَاروبک رحی مظالمھم، وجسراً یعبدون
علیک الیٰ بلَایا ھم، وسُلّماً الیٰ ضَلَالَیتھم، داعیاً الیٰ غیّھم باطل،سالکاً سبیلھم، یَدخلون بک
الشّکَّ علی العلماء ویقتادونَ بک قُلوب الجھال الیھم۔

جملہ مبلغین اسلام لئے امام علیہ السلام کا یہ مکتوب ایک بہت بڑی نصیحت ہے۔ علم دین سے ہماری
وابستگی کے بعد ہماری ذمہ داری ایک عام انسان و بندۂ پروردگار کے بالمقابل دوچنداں ہو جاتی ہے۔ ہماری تمام
حرکات و سکنات کے اثرات ان آثار سے جدا ہیں جن کا تعلق ایک عام انسان سے ہے۔

امام کا رسالہ حقوق (جو آپ نے اپنے بعض اصحاب کو لکھا تھا) تو امام کی فرض شناسی کا شاہکار ہے۔
بعض نمونے و اقتباس ملاحظہ ہوں:

اجمالی طور پر حقوق کے تذکرہ کے بعد آپ نے فرمایا: فطوبیٰ لمن اعانہ اللّٰہ(تعالیٰ) علیٰ
قضاء ما اوجب علیہ من حقوقہ ووفقہ لذلک وسدَّدَہ۔

گویا حقوق کی ادائیگی بلکہ تمام نیکیوں کی توفیق مالک کائنات فراہم کرتا ہے۔ بندۂ خدا کو کسی بھی حال
میں باری تعالیٰ سے غافل نہیں رہنا چاہئے۔

تفصیلی طور پر امام علیہ السلام نے حقوق کے بیان کو یوں شروع فرمایا ہے: فاما حق اللّٰہ اکبر
علیک ان تعبدہ لا تشرک بہ شیئا۔ فاذا فعلت بالاخلاص جعل لک علی نفسہ این یکفیک امر
الدنیا والآخرۃ۔

---

[1] یہ مکتوب تحف العقول میں دیکھا جاسکتا ہے۔

فریضہ تبلیغ انجام دینے والے جواد الائمہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے اس نفیس فرمان پر توجہ کریں: **من اصغیٰ الیٰ ناطق فقد عبدَہ، فان کان الناطق عن اللہ فقد عبدَ اللّٰہ، وان کان الناطق ینطقَ عن لسان ابلیس فقد عَبدَ ابلیس۔**[1]

امام جواد علیہ السلام کے اس فرمان کی روشنی میں مبلغین کے وظائف مزید سخت ہو جاتے ہیں چونکہ جنکا تعلق تبلیغ و موعظ اور محراب و منبر سے ہے۔ وہ اپنی گفتار کے ذریعہ نہ صرف یہ کہ اپنے لئے جزائے خیر یا وبال جان خریدتے ہیں بلکہ دوسروں کے حسن عمل یا برے افعال کے بھی ذمہ دار ہو جاتے ہیں۔ چونکہ عوام الناس تو انھیں مبلغ اسلام اور نمائندہ دین کی حیثیت سے دیکھتے ہیں۔

شرک کے ذیل میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث انتہائی توجہ کی طالب ہے: **من صلّی وھو یرائی فقد اشرک، ومن صام وھو یرائی فقد اشرک، ومن تصدَّقَ وھو یرائی فقد اشرک۔**[2]

☆امام علیہ السلام نے حق اللہ کے بیان کے بعد سب سے پہلے جو حق بیان کیا ہے وہ یہ ہے: **وحق نفسک علیک ان تستعملھا بطاعۃ اللہ عزوجل۔**

☆ حق نفس کے بعد مولا نے زبان کے حق کا ذکر فرمایا ہے: **و اما حق اللسان فاکرامہ عن الخنی وتعویدہ علی الخیر وترک الفضول الّتی لا فائدۃ فیھا والبر بالناس وحسن القول فیھم۔**
زبان کا حق انسان پر یہ ہے کہ وہ اس کو برائی اور بیہودہ گوئی سے روکے اور اچھی باتوں کے لے اس کو استعمال کرے۔ اور لوگوں کے ساتھ نیکی کرے اور ان کے بارے میں اچھی باتیں کہے۔

انسان کے اعمال جن اعضاء کے ذریعہ انجام پاتے ہیں ان میں امام نے سات اعضاء کے حقوق کا تذکرہ کیا ہے۔ ۔زبان ۔کان ۔آنکھ ۔ہاتھ ۔پیر ۔پیٹ ۔شرمگاہ۔ اور ان میں زبان کا تذکرہ سب سے پہلے ہے۔ اس لئے کہ زبان کا انسانی حیات پر بیحد اثر ہے۔ آدمی کی خوبی وبدی کا دارومدار اس کی زبان پر

---

1 تحف العقول

2 کنز العمال

ہے۔امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے: **"المرء مخبوء تحت لسانه"**[1] تمام اچھے و برے خیالات کے اظہار کا مرکز اور اکثر عبادتوں اور گناہوں کی جڑ یہی زبان ہے۔

چودہ سو برسوں قبل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان اقدس سے **نکلے ہوئے کلمات** ہی کا ہے کہ آج دنیا سعادت ونجات کے راستے کو سمجھ سکتی ہے۔ مولا علی علیہ السلام اور دیگر ائمہ طاہرین بالخصوص امام سجاد علیہ السلام کے زبان کے صحیح استعمال کی برکت ہے کہ معارف دین ومذہب کا سرمایہ آج ہمارے ہاتھوں میں ہے۔

جہاں ان بلند اقبال شخصیتوں نے زبان کا اچھا استعمال کیا اور ضرب المثال بن گئے وہاں اس زبان سے بعض دشمنان انسانیت نے وہ طوفان فتنہ وشر برپا کیا ہے کہ آج بھی بہت سے لوگوں کو صحیح راستہ کی تشخیص نہیں ہو پائی۔...

خود امام سجاد علیہ السلام ہی کی یہ حدیث ملاحظہ فرمائیں: **عن ابی حمزه عن علی بن الحسین علیهما السلام قال: ان لسان ابن آدم یشرف علی جمیع جوارحه کل ما صباح فیقول: کیف اصبحتم؟ فیقولون: بخیر ان ترکتنا ویقولون: اللّه اللّه فینا ویناشدونه ویقولون: انما نثاب ونعاقب بک۔**[2]

☆معلم کے تئیں انسان کے فرایض امام سجاد علیہ السلام نے یوں بیان فرمائے ہیں: **وحق سائسک بالعلم التعظیم له والتوقیر لمجلسه۔ وحسن الاستماع الیه والاقبال علَیه، وان لا ترفع علَیه صوتک وان لا تجیب احداً یسئاله عن شيء حتی یکون هو الذی یجیب ولاتحدث فی مجلسه احدا وان لا تَغْتَاب عنْدَه احداً وان تدفع عنه اذا ذُکر عندک بسوء وان تستر عیوبه، وتظْهر مناقبه ولا تُجالس له عَدواً ولا تعادی له ولیاً۔ فاذا فعلت ذلک شهد لک ملائکة اللّه بانک قصدته وتعلّمتً علمه لله جلّ اسمه لا للناس۔** استاد کا حق یہ ہے کہ اس کا احترام کرو اس کے سامنے ادب سے بیٹھو اس کی باتوں کو غور سے سنو اس کے سامنے زیادہ زور سے کلام نہ کرو اگر کسی نے تمھارے استاد سے کوئی سوال کیا ہے تو تم استاد سے پہلے اس سوال کا جواب نہ دو اس کی موجودگی میں کسی اور

---

1 نہج البلاغہ

2 کافی، باب التحت ... اللسان

سے گفتگو نہ کرو اگر کوئی استاد کی برائی کرے تو استاد کی طرف سے اسکا دفاع کرو اس کی برائیوں کی پردہ پوشی کرو اسکی اچھائیوں کو نشر کرو استاد کے دشمن کو دوست نہ بناو اور اسی طرح استاد کے دوست کو دشمن نہ بناو پس اگر تم نے ایسا کیا تو فرشتے اس بات کی گواہی دیں گے کہ تم خدا کے لئے نہ کہ لوگوں کے لئے استاد کے نزدیک گئے تھے اور اس سے علم حاصل کیا تھا۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں ایک شخص کے ساتھ آیا اور کہا کہ یہ میرے باپ کا قاتل ہے۔ قاتل نے بھی اپنے گناہ کا اقرار کرلیا۔ جس سے اس کا قصاص واجب ہو گیا۔ حضرت امام سجاد علیہ السلام نے مقتول کے لئے قاتل کو معاف کرنے کی سفارش کی وہ کسی صورت راضی نہ ہوا۔ امام نے وارث سے کہا قاتل نے تیرے ساتھ کہیں کوئی نیک کام انجام دیا ہو اس کے شکرانہ کے طور پر تو آج اسے معاف کردے اس نے کہا جی ہاں اس کے میرے اوپر حق ہیں مگر نہ اس قدر کہ میں اپنے باپ کے خون سے درگذر کرلوں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا اب کیا چاہتا ہے؟ اس نے کہا کہ اپنے باپ کے خون کا بدلہ چاہیئے ہاں اتنا ہو سکتا ہے کہ اس حق کی بدولت جو اس کا میری گردن پر ہے اس سے قصاص سے چشم پوشی کئے لیتا ہوں مگر دیت تو بہر حال مجھے چاہئے ہے۔ امام علیہ السلام نے سوال فرمایا: تیری گردن پر اس کا کیا حق ہے؟ اس نے جواب دیا اس نے مجھے توحید و نبوت و امامت کی تعلیم دی ہے اور معارف الہی سے آشنا بنایا ہے۔ امام نے فرمایا: تیرا کیا خیال ہے کیا یہ بڑی خدمت تیرے باپ کے خون سے برابری نہیں کرتی؟ اللہ کی قسم یہ ایسا کارنامہ ہے جو انبیاء وائمہ کے علاوہ تمام اہل زمین من الاولین والآخرین کے خون کے برابر ہے۔

اس کے بعد امام علیہ السلام نے قاتل کی طرف رخ کیا اور فرمایا: کیا تم اس بات پر آمادہ ہو کہ اس تعلیم کے ثواب کو مجھے عنایت کردو اور میں تمہاری طرف سے دیت ادا کردوں؟! وہ گڑگڑایا: فرزند رسولؐ آپ جانتے ہیں مجھے اس ثواب کی کتنی احتیاج ہے آپ کو تو اس کی ضرورت ہی نہیں؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: اس کا مطلب یہ ہے کہ تم جان دینے کے لئے تیار ہو مگر اس ثواب سے دستبردار نہیں ہو؟! اس نے کہا جی ہاں۔ امام علیہ السلام نے وارث کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے بھائی اس کے گناہ اور اس کی خدمت کے درمیان ذرا مقایسہ کرو جو اس نے تمہارے ساتھ کی ہے۔ تمہارے باپ کے قتل کا نقصان یہ ہے کہ آپ کے والد دنیاوی لذتوں سے محروم ہو گئے اور تم اس بنا پر ان کی مہر و محبت سے محروم ہو گئے بس۔ دیکھو اگر صبر و تحمل سے کام لو گے اور قاتل سے درگذر کرلو گے تو

جنت میں تمہارے باپ تمہارے ساتھ ہوں گے۔ لیکن انہوں نے تمہیں ایمان و معارف کی تعلیم دی ہے او
اس کے سبب جنت کا تمہیں مستحق بنایا ہے جس پر تم ہمیشہ رہو گے۔ تمہیں اللہ کے دردناک عذاب سے
محفوظ بنایا۔ للٰذا تمہاری اس کی لیکن اس کے گناہ وجرم سے کہیں زیادہ اور کئی برابر؟

امام علیہ السلام کی حسن تدبیر اور نصیحت بالغہ کے نتیجہ میں اس نے اپنے باپ کے قاتل کو بخش
دیا۔ نہ قصاص کیا اور نہ دیت کا مطالبہ۔ [1]

علامہ مجلسی نے لکھاہے کہ عبد الرحمٰن سلمی نے امام حسین علیہ السلام کے کسی فرزند کو سورہ فاتحہ
سکھایا اس بچہ نے جب سورہ حمد کی امام علیہ السلام کے سامنے تلاوت کی آپ نے معلم کو ہزار سونے کے
دینار، ہزار قیمتی جامے اور ڈھیر سارے زروجواہرات سے اسے نوازا۔ جب آپ سے اس بخشش کے بارے میں
سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: میری عطا اس کی اس نوازش کی برابری کہاں کرسکتی ہے جو اس نے کی ہے۔ [2]

☆امام علیہ السلام باپ کے حق کی وضاحت یوں فرماتے ہیں: واما حق ابیک فان تعلم انه
اصلک وانه لولاه لم تکن فمهما رایتَ فی نفسک مما یُعْجبُکَ فاعلم انّ اَبَاکَ أصلُ النعمة
علیک فیه، فاحمَدْ اللّٰه واشکره علی قدر ذلک ، ولا قوة والا باللّٰه۔ باپ کا حق یہ ہے کہ تم جان
لو کہ وہ تمھاری اصل وَاساس اور بنیاد ہے اگر وہ نہ ہوتا تمھارا وجود بھی نہ ہوتا لھذا اگر تھمیں کوئی نعمت ملے تو
خیال رکھو کہ اس نعمت کی اصل واساس وہ ہے اس کے ساتھ احسان کرو اور اس نعمت پر خدا کا شکر ادا کرتے
رہو۔

☆ذوی المعروف کا حق: واما حق ذی المعروف علیک فان تشکُره وتذکُره معروفَه
وتکبسه المقَالَةَ الحسنَة وتخلیص له الدعا فیما بینک وبین عزوجل فاذا فعلتَ ذلکَ کنتَ قد
شکرتَه سرّا وعلانیة ، ثم ان قَدرتَ علما مکافاه یوماْ کافَیتَه۔ نیکی کرنے والے کا حق تم پر یہ ہے کہ
اس کا شکریہ ادا کرو اور اس کی نیکیوں کو یاد رکھو اور اس کو ہمیشہ اچھے نام سے یاد کرو اور خداوند عالم سے اس
کے حق میں خلوص دل کے ساتھ دعا کرو۔ اگر تم نے یہ کام کیا چاہے آشکارا طور پر ہو یا مخفی انداز میں تو گویا تم
نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اگر تم اس کی نیکیوں کا جبران کرسکتے ہو تو اس کا جبران کرو۔

---

[1] بحار، ،

[2] بحار،

☆حق امام جماعت: اما حق امامک فی صلاتک فان تعلم انه قد تقلّد السّفارة فیما بینکَ وبین ربکَ عزوجل وتکلم عنک ولم تتکلم عنه، ودعالک ولم تَدَعْ له وکفاک هول المقام بین یدی اللّٰہ عزوجل ، فان کان به نقص کان به دونَک، وان کان تماماً کنتَ شریکه ولم یکن له علیک فضل، فوقيٰ نفسک بنفسه وصلاتک بصلاته فتشکرله علم قدر ذلک۔ امام جماعت کا حق یہ ہے کہ وہ تمھارے اور خدا کے درمیان ایک وسیلہ اور واسطہ ہے اور اس عظیم عھدے کو اس نے اپنے ذمہ لے رکھاہے وہ تمھاراترجمان ہے وہ تمھارے لیے دعائیں کرتا ہے نہ تم اس کے لیے اگر نماز میں کچھ نقص اور کمی ہو تو تم اس میں برابر کے شریک ہو لیکن اس کے باوجود بھی اس کو تمھارے اوپر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے اس نے تمھاری جان کی اپنی جان کی طرح اور تمھاری نماز کی اپنی نماز کے ساتھ حفاظت کی ہے اب تم پر جو چیز لازم ہے وہ یہ کہ اس کے شکر گذار رہو۔

☆پڑوسی کا حق: اما حق جارک فحفظُه غالباً واکرامه شاهداً ونصرته اذا کان مظلوماً، ولا تتبع له عورةً، فان علمتَ علَیه سوئً سترتَه علیه، وانِ علمتَ انه یقبل نصیحتک نصحته فما بینک وبینه، ولا تُسلمَه عندَ شدیدَة، ویقل عثْرَته وتَغفر ذَنْبَه وتُعاشرهُ معاشرةً کَریمةً ولَا قوَّة الا باللّٰہ۔پڑوسی کا حق یہ ہے کہ اس کی عدم موجودگی میں اس کا احترام اور اس کی مدد کرو اسکی عیب جوئی مت کرو اس کے عیبوں کی پردہ پوشی کرو اگر نصیحت کی اہلیت رکھتا ہو تو اس کو نصیحت کرو سختیوں اور پریشانیوں میں اس کا ساتھ مت چھوڑو لغزشوں سے درگذر کرو اور اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آو

☆مال کا حق: واما حقُّ مالکَ فَان تَاخذَه الا حق حله، ولَا تنْفقَه الَا فی وجهه ولَا توثْر عليٰ نَفسک من لا یحمدک۔ مال کا حق یہ ہے کہ صرف حلال ذریعہ سے حاصل کرو اور حلال کاموں میں ہی صرف کرو اور نااہل کو اپنے اوپر مقدم نہ کرو مال کو اطاعت اور خوشنودی خدا میں صرف کرو۔

رب کریم سے دعا ہے کہ ہماری اس کوشش کو قبول فرمائے اور اسے خدا ور سول اور اہل بیت علیہم السلام کی حقیقی اور واقعی معرفت حاصل کرنے کا ذریعہ قرار دے۔آمین

منظوم خطبہ امام سجاد علیہ السلام

مترجم: سلمان عابدی

سن اکسٹھ کا منحوس دربار شام

حسیں بام و در اور کامد قطام

جہاں سات سو تھے وہ کرسی نشیں

حکومت نے جس کا خریدا تھا دیں

جو انساں نما گرگ و گھڑیال تھے

جو خونخوار و سفاک جہال تھے

ٹپکتا تھا جبڑوں سے جن کے لہو

سمیہ کے قاتل حجر کے عدو

اٹھا ایک بیمار تقریر کو

سنبھالے ہوئے طوق و زنجیر کو

بدن پر تھا طوق و سلاسل کا بار

اسیری کا جس نے بڑھایا وقار

کہا بولنے دے مجھے اے امیر

سیاہی میں ڈوبا ہے تیرا ضمیر

کہا لب ہلانے کی مہلت نہیں

یہاں بولنے کی اجازت نہیں

کیا تب یہ درباریوں نے کلام

اسے بولنے دے بہ شوق تمام

یہ قیدی ہے بیکس ہے مجبور ہے

یہ اپنے وطن سے بہت دور ہے

ملا بولنے کا اشارہ ملا

بھرم کھولنے کا اشارہ ملا

اٹھا جیسے اٹھتی ہے دریا کی موج

بڑھا جیسے بڑھتی ہے آندھی کی فوج

ہلے لب تو ہلنے لگا تخت و تاج

بدلنے لگا بھیڑیوں کا مزاج

حبش کے غلاموں نے انگڑائی لی

کہ کانٹوں سے خوشبو مہکنے لگی

سن اے حاکم شام سن میری بات

کہاں روز روشن کہاں کالی رات

ہمیں چھ خصائل سے زینت ملی

أَيُّها النَّاس أُعْطِينَا ستاً وَ فُضِّلْنا بِسبعٍ.

ہمیں سات باتوں سے عزت ملی

أُعْطِينَا الْعِلْمَ وَ الْحِلْمَ وَ السَّماحةَ وَ الْفَصاحةَ

ہمارے خصائل ہیں اک علم ہے

ہمارے فضائل میں اک حلم ہے

وَ الشَّجاعَةَ وَ الْمَحَبَّةَ في قُلُوبِ الْمُؤْمِنينَ

سخاوت فصاحت شجاعت ملی

دلوں میں محبت بھی ڈالی گئی

وَ فُضِّلْنا بِأَنَّ مِنَّا النَّبِيَّ الْمُخْتارَ مُحَمَّداً وَ مِنَّا

ہماری بڑی عمدہ سرکار ہے

رسول خدا جیسا مختار ہے

الصِّدِّيق وَ مِنَّا الطَّيَّارُ وَ مِنَّا أَسَدُ الله وَ أَسَدُ

علی جیسا سچا بھی ہم میں سے ہے

رَسُولِه وَ مِنَّا سِبْطَا هذه الْأُمَّة.

کہ جعفر بھی حمزہ بھی ہم میں سے ہے

مَنْ عَرَفَنِي فَقَدْ عَرَفَنِي و مَنْ لَمْ يَعْرِفْنِي أَنْبَأْتُهُ

بِحَسَبِي و نَسَبِي.

أَيُّهَا النَّاسُ أَنَا ابْنُ مَكَّةَ و مِنَى أَنَا ابْنُ زَمْزَم و الصَّفَا.

أَنَا ابْنُ مَنْ حَمَلَ الرُّكْنَ بِأَطْرَافِ الرِّدَا.

أَنَا ابْنُ خَيْرِ مَنِ ائْتَزَرَ و ارْتَدَى.

أَنَا ابْنُ خَيْرِ مَنِ انْتَعَلَ و احْتَفَى.

أَنَا ابْنُ خَيْرِ مَنْ طَافَ و سَعَى.

أَنَا ابْنُ خَيْرِ مَنْ حَجَّ و لَبَّى.

أَنَا ابْنُ مَنْ حُمِلَ عَلَى الْبُرَاقِ فِي الْهَوَاءِ.

أَنَا ابْنُ مَنْ أُسْرِيَ بِهِ مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى

الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى.

أَنَا ابْنُ مَنْ بَلَغَ بِهِ جَبْرَئِيلُ إِلَى سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى.

أَنَا ابْنُ مَنْ دَنَا فَتَدَلَّى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى.

أَنَا ابْنُ مَنْ صَلَّى بِمَلَائِكَةِ السَّمَاءِ.

أَنَا ابْنُ مَنْ أَوْحَى إِلَيْهِ الْجَلِيلُ مَا أَوْحَى.

أَنَا ابْنُ مُحَمَّدٍ الْمُصْطَفَى

خواتین عالم کی سر خیل ہیں
وہ جن کی غلامی میں جبریل ہیں
جوانان جنت کے سر دار ہیں
جو سبطین امت ہیں مختار ہیں
جو پہچانتا ہے مری شان کو
تو وہ جانتا ہے مری شان کو
جو غافل ہے وہ مجھ کو پہچان لے
مرے مرتبے کو وہ اب جان لے
حدود حرم کا میں دلبند ہوں
مقام منیٰ کا میں فرزند ہوں
صفا اور زمزم کا بیٹا ہوں میں
زمین معظم کا بیٹا ہوں میں
میں اس بندہ پرور کا فرزند ہوں
میں اس نیک انساں کا دلبند ہوں
جو چادر میں خیرات لے کر گیا
غریبوں کو سوغات لے کر گیا
تھی کندھوں پہ جس کی ردائے کرم
تھی عمدہ زمیں جس کے زیر قدم
میں اس کا پسر ہوں یہ ہے بات صاف
کئے جس نے حج اور عمدہ طواف
میں اس محترم کا ہوں نور نظر
بٹھایا گیا جس کو براق پر
بلایا خدا نے جسے رات درات
ملک لے گئے جس کو عزت کے ساتھ

أَنَا ابْنُ عَلِيٍّ الْمُرْتَضَى.

أَنَا ابْنُ مَنْ ضَرَبَ خَرَاطِيمَ الْخَلْقِ حَتَّى قَالُوا

لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ.

أَنَا ابْنُ مَنْ ضَرَبَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ

بِسَيْفَيْنِ وَ طَعَنَ بِرُمْحَيْنِ وَ هَاجَرَ الْهِجْرَتَيْنِ وَ

بَايَعَ الْبَيْعَتَيْنِ وَ قَاتَلَ بِبَدْرٍ وَ حُنَيْنٍ وَ لَمْ

يَكْفُرْ بِاللهِ طَرْفَةَ عَيْنٍ.

أَنَا ابْنُ صَالِحِ الْمُؤْمِنِينَ وَ وَارِثِ النَّبِيِّينَ وَ

قَامِعِ الْمُلْحِدِينَ وَ يَعْسُوبِ الْمُسْلِمِينَ وَ نُورِ

الْمُجَاهِدِينَ وَ زَيْنِ الْعَابِدِينَ وَ تَاجِ الْبَكَّائِينَ وَ

أَصْبَرِ الصَّابِرِينَ وَ أَفْضَلِ الْقَائِمِينَ مِنْ آلِ

يَاسِينَ رَسُولِ رَبِّ الْعَالَمِينَ.

أَنَا ابْنُ الْمُؤَيَّدِ بِجَبْرَئِيلَ الْمَنْصُورِ بِمِيكَائِيلَ

أَنَا ابْنُ الْمُحَامِي عَنْ حَرَمِ الْمُسْلِمِينَ وَ قَاتِلِ

الْمَارِقِينَ وَ النَّاكِثِينَ وَ الْقَاسِطِينَ.

زمین حرم سے بہت دور تک
مقدس جگہ بیت معمور تک
میں اس کا پسر ہوں بہ حکم خدا
کہ جو سدرۃ المنتہیٰ تک گیا
تقرب کی راہیں بھی طے جس نے کی
گیا دو کمانوں کے بالکل قریں
میں اس کا پسر ہوں بصد عز و ناز
فرشتوں کو جس نے پڑھائی نماز
جو ہے راز دار خدائے خلیل
جہاں جلتے ہیں شہ پر جبرئیل
رسول خدا کا میں فرزند ہوں
علی مرتضیٰ کا میں دلبند ہوں
میں اس کا پسر ہوں نہ تھا جس کو پاس
رگڑ دی تھی کفار کی جس نے ناک
میں اس کا پسر ہوں نبی کے جلو
دو تیغوں سے مارے ہیں جس نے عدو
وہ دو بیعتوں میں جو شامل رہا
وہ دو ہجرتیں جس نے کی جا بجا
میں ہوں صالح المومنیں کا پسر
میں ہوں وارث المرسلیں کا پسر
میں ہوں قاتل الملحدیں کا پسر
میں ہوں اصبر الصابریں کا پسر
میں بیٹا ہوں ختم النبیین کا
میں فرزند ہوں آل یاسین کا

وَ الْمُجَاهِدُ أَعْدَاءَهُ النَّاصِبِينَ وَ أَفْخَرُ مَنْ مَشَى مِنْ قُرَيْشٍ أَجْمَعِينَ وَ أَوَّلُ مَنْ أَجَابَ وَ اسْتَجَابَ لِلَّهِ وَ لِرَسُولِهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَ أَوَّلُ السَّابِقِينَ وَ قَاصِمُ الْمُعْتَدِينَ وَ مُبِيدُ الْمُشْرِكِينَ وَ سَهْمٌ مِنْ مَرَامِي اللهِ عَلَى الْمُنَافِقِينَ وَ لِسَانُ حِكْمَةِ الْعَابِدِينَ وَ نَاصِرُ دِينِ اللهِ وَ وَلِيُّ أَمْرِ اللهِ وَ بُسْتَانُ حِكْمَةِ اللهِ وَ عَيْبَةُ عِلْمِهِ.

سَمِحٌ سَخِيٌّ بَهِيٌّ بُهْلُولٌ زَكِيٌّ أَبْطَحِيٌّ رَضِيٌّ مِقْدَامٌ هُمَامٌ صَابِرٌ صَوَّامٌ مُهَذَّبٌ قَوَّامٌ.

قَاطِعُ الْأَصْلَابِ وَ مُفَرِّقُ الْأَحْزَابِ.

أَرْبَطُهُمْ عِنَاناً وَ أَثْبَتُهُمْ جَنَاناً وَ أَمْضَاهُمْ عَزِيمَةً وَ أَشَدُّهُمْ شَكِيمَةً

أَسَدٌ بَاسِلٌ يَطْحَنُهُمْ فِي الْحُرُوبِ إِذَا ازْدَلَفَتِ الْأَسِنَّةُ وَ قَرُبَتِ الْأَعِنَّةُ طَحْنَ الرَّحَى وَ يَذْرُوهُمْ فِيهَا ذَرْوَ الرِّيحِ الْهَشِيمِ.

میں اس کا پسر ہوں بہ حکم خدا
فرشتوں نے جس کی مدد کی سدا
حرم کے محافظ کا بیٹا ہوں میں
علم کے محافظ کا بیٹا ہوں میں
جو ہر ایک بیعت شکن سے لڑا
نہ مرتد کو چھوڑا نہ ملحد بچا
نواصب کی جس نے کمر توڑ دی
ہر اک بانی ظلم سے جنگ کی
میں اس کا پسر اس کا ہوں میں خلف
قریش عرب میں جو تھا باشرف
مسلمان اول کا ہوں میں پسر
نہ تیغ جس سے ہوئی اہل شر
منافق کے حق میں جو شمشیر تھا
کمان الٰہی کا جو تیر تھا
جو دین خدا کا مددگار تھا
جو اثر خدا کا علمدار تھا
جو حکمت کا باغ اور بستان تھا
جو گنجینہ علم رحمان تھا
جواد و کریم و فہیم و ذکی
صبور و شکور مجاہد رضی
بہادر جری نیک کردار تھا
جو اصلاب کے حق میں تلوار تھا
حریفوں کے صف جس نے برہم کیے
ستمگاروں پر وار پیہم کیے

لَيْثُ الْحِجَازِ و كَبْشُ الْعِرَاقِ مَكِّيٌّ مَدَنِيٌّ

خَيْفِيٌّ عَقَبِيٌّ بَدْرِيٌّ أُحُدِيٌّ شَجَرِيٌّ مُهَاجِرِيٌّ.

مِنَ الْعَرَبِ سَيِّدُهَا و مِنَ الْوَغَى لَيْثُهَا

وَارِثُ الْمَشْعَرِيْنِ

و أَبُو السِّبْطَيْنِ الْحَسَنِ و الْحُسَيْنِ.

ذَاكَ جَدِّي عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِب

ثُمَّ قَالَ: أَنَا ابْنُ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاء

أَنَا ابْنُ سَيِّدَةِ النِّسَاء

انا ابن خَديجه الكبرى. (انا ابن الحسين

القتيل بكربلا، انا ابن المرمل بالدماء، انا ابن

من بكى عليه الجن في الظلماء، انا ابن من

ناح عليه الطيور في الهواء) فَلَم يزلْ يقُولُ

أَنَا أَنَا حَتَّى ضَجَّ النَّاسُ بِالْبُكَاءِ و النَّحِيبِ. و

خَشِيَ يزيد لَعَنه الله أَنْ يَكُونَ فِتْنَةٌ. فَأَمَرَ

الْمُؤَذِّنَ فَقَطَعَ عَلَيْهِ الْكَلَامَ. فَلَمَّا قَالَ الْمُؤَذِّنُ

بڑا مطمئن صاحب اختیار

فصیح البیاں اور بلاغت نثار

جو عزم و عزیمت کا عالی گہر

شجاعت کے میدان کا شیر نر

ہوا چلتی میداں میں نیزوں کی جب

دوادوش ہوتی تھی گھوڑوں کی چپ

کچل دیتا دشمن کی اوقات کو

اڑا دیتا پھر اس کے ذرات کو

جو شیر حجاز اور شیر انام

جو معجز نما اور نص کا امام

جو مکہ کا آقا مدینہ کی جاں

جو بدر واحد اور تہامہ کی شان

وہ شجرہ کی بیعت کا مرد جری

فداکار ہجرت مطیع نبی

امیر عرب وارث مشعرین

جو سبطین کا باپ اور دل کا چین

عجائب کا مظہر ضیا بار نور

کرامات کی جا محل ظہور

وہ مطلوب طالب وہ غالب اسد

وہ عمران کا بیٹا علی میرا جد

جناب خدیجہ کا فرزند ہوں

سنو فاطمہ کا میں دلبند ہوں

میں اس کا پسر اس کا ہوں مہ لقا

کہ سر جس کا گردن سے کاٹا گیا

اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ قَالَ عَلِيٌّ لَا شَيْءَ أَكْبَرُ مِنَ اللهِ. فَلَمَّا قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ شَهِدَ بِهَا شَعْرِي وَ بَشَرِي وَ لَحْمِي وَ دَمِي. فَلَمَّا قَالَ الْمُؤَذِّنُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً رَسُولُ اللهِ الْتَفَتَ مِنْ فَوْقِ الْمِنْبَرِ إِلَى يَزِيدَ فَقَالَ مُحَمَّدٌ هَذَا جَدِّي أَمْ جَدُّكَ يَا يَزِيدُ فَإِنْ زَعَمْتَ أَنَّهُ جَدُّكَ فَقَدْ كَذَبْتَ وَ كَفَرْتَ وَ إِنْ زَعَمْتَ أَنَّهُ جَدِّي فَلِمَ قَتَلْتَ عِتْرَتَهُ

میں اس کا پسر اس کا فرزند ہوں
بہایا گیا بے خطا جس کا خوں
جسے پانی پینے سے روکا گیا
تھی سیراب سب گرچہ خلق خدا
حرم جس کے قیدی بنائے گئے
بندھے ہاتھ جو شام لائے گئے
میں اس کا پسر اس کا ہوں مہ جبیں
کہیں لاش تھی جس کی سر تھا کہیں
مصائب کی ایسی چلی ذوالفقار
کہ رونے لگے لوگ زار و قطار
امامت کی مار اس پہ ایسی پڑی
اذاں بے نمازی کو یاد آگئی
سمجھتا تھا رک جائے گی غم کی رو
بڑھی اور شمع حقیقت کی لو
موذن نے اللہ اکبر کہا
تو سجادؑ نے بھی مکرر کہا
گواہی رسالت کی جب اس نے دی
تو دربار میں حق کی جیت ہو گئی

امام سجاد علیہ السلام کے کلام میں قرآن کا نورانی چہرہ

ظہور مہدی مولائی

اس میں کوئی شک نہیں ھے اللہ عزو جل کی عظیم المرتبت کتاب قرآن حکیم تکوینی و تشریعی اعجاز وکمال کا ایک ایسا باعظمت نمونہ ھے کہ جس کی مثال و نظیر پیش کرنے سے دنیائے بشریت کل بھی قاصر تھی اور آج بھی عاجز و ناتوں ھے۔

قرآن حکیم کا چیلنج جس طرح کل فضائے کائنات میں طنین انداز تھا اسی کروفر کے ساتھ آج بھی مبارز طلب ھے۔

"ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسوره من مثلها" (1)

قرآن مجید کی وقتی نہیں دائمی فریاد و آواز اور تحدی ھے جو اپنے وقت نزول سے لے کر طلوع قیامت تک اپنی فتح مندی اور عالم بشریت سے اس کی شکست وعاجزی کا خراج وصول کرتی رھے گی۔

سچائی یہی ھے کہ قرآن حکیم کے تعلیمات ، دستورات، قوانین، احکام، ھدایات، معارف اور اصول واقدار اس قدر مستحکم و جامع اور مصلحت و حکمت افروز ھیں کہ جو دنیا کے تمام اھل علم و دانش اور ارباب فکر و نظر کو اپنے سامنے جبھہ سائی پر مجبور کیۓ ھوئے ھیں۔

جبکہ اھل قرآن ائمہ، علماء و عرفا کا کہنا یہ ھے کہ ابھی بھی قرآن حکیم کے تمام اسرار ورموز اور جلوے کائنات کے سامنے نہیں آسکے ھیں۔

وہ کہتے ھیں کہ جیسے جیسے اور جتنا جتنا یہ انسان روحانی و معنوی رشد وترقی اور طھارت و پاکیزگی سے آراستہ ھوتا جائے گا ویسے ویسے قرآن حکیم کے جلووں سے مستفیض ھوتا جائے گا۔

درحالیکہ قرآن حکیم نے بھی صراحت کے ساتھ اعلان فرمایا ھے: **لایمسه الا المطهرون** (2).

اس حقیقت میں ذرہ برابر شک کی گنجائش نہیں ھے کہ قرآن حکیم باقاعدہ اور مکمل طور پر تو اپنے جلووں کا ظہ
و شہود انھیں افراد کے اندر فرماتا ھے جو واقعاً روحانی و معنوی طھارت و پاکیزگی سے آراستہ ھوتے ھیں.
یقیناً مذکورہ وصف کے حامل افراد کے اندر وہ اس طرح رچ بس جاتا ھے کہ ان کی زبان سے بولنے اور ا
افعال و اعمال میں مجسم ھونے لگتا ھے شاید اسی لئے ان مطھرین کو "قرآن ناطق" کہہ کر پکارا جاتا ھے.
قابل توجہ ھے کہ سورہ مبارکہ واقعہ کی مذکورہ آیہ کریمہ نے قرآن کریم کے مکمل ظھور و شھود اور اثر و نفو
پانے کے لئے جن "مطھرون" کا تذکرہ کیا ھے انھیں کی طھارت و پاکیزگی کا اعلان آیہ تطھیر میں اس شان
عظمت کے ساتھ فرمایا گیا ھے:

" انما یرید الله لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا "(3)

اور یہ بات روز روشن کی طرح واضح ھے کہ سورہ واقعہ اور آیہ تطھیر کے "مطھرون" بلاشبہ اھل بیت
طاھرین علیھم السلام ھیں.

بنابرین وہ قرآن کے اندر اور قرآن ان کے اندر مستغرق ھے اور وھی ھیں جو قرآن کے تمام ظواھر، بواطن
اسرار، رموز، ھدایات، تعلیمات، معارف، احکام، مسائل، دقائق، قوانین اور دستورات کو بمعنائے حقیقی و
واقعی سمجھنے اور سمجھانے والے ھیں.
آیئے ھم انھیں قرآنی مطھرین و معصومین کی چھٹی مطھر و معصوم ذات یعنی حضرت امام زین العابدین علیہ
الصلوۃ والسلام کے زمزم نطق و کلام سے قرآنی تشنگی سے مضمحل اپنے وجود سیراب و سرشار کرتے ھیں اور اس
یادگار موقع کی مناسبت سے قرآن صامت کے نورانی چہرہ کو منظومہ عصمت و طھارت کے چھٹے قرآن ناطق
کے منور نطق و کلام کے حسین و شفاف آئینہ میں دیکھنے کا شرف حاصل کرتے ھیں.
ظاھر ھے کہ اس مختصر مقالہ میں اس موضوع کا حق مکمل طور تو ادا نھیں ھو سکے گا البتہ اس کے نمایاں خط و خال
ضرور سامنے لائے جا سکتے ھیں.
اب انھیں کو ھم حسب ذیل ترتیب کے ساتھ بیان کر رھے ھیں:

1- قدر و منزلت:

قرآن مجید کی قدر و منزلت اور عظمت و رفعت کے لئے یہی کیا کم ھے کہ وہ اللہ رب العزت کا کلام ھے اور تمام
دینی، شرعی، قدسی، معنوی اور آسمانی کتابوں میں سب سے افضل و برتر ھے اور بیشک اپنی مثال آپ ھے.

شاید قرآن عظیم کی اسی افضیلت و برتری کے مد نظر سرکار امام سجاد علیہ السلام نے اس کے سلسلہ میں یہ گرانقدر بیان صادر فرمایا ھے:

" لومات من بین المشرق و المغرب لما استوحشت بعد ان یکون القرآن معی "(4)

یعنی اگر مشرق و مغرب کے مابین یہ معمور و آباد ساری کائنات موت کی نیند سو جائے اور فقط میرے ساتھ قرآن ھو تو مجھے کوئی وحشت نہیں ھو گی.

یاد رھے کہ قرآن عظیم کی معیت و ھمراھی میں امام علیہ السلام نے اپنے جس قلبی سکون و اطمینان اور جسمانی و روحانی کیف و نشاط کا اظہار فرمایا ھے وہ اس کے اندر ضم ھوئے اور رچ بسے بغیر قطعاً ممکن نہیں ھے.

یہ سچ ھے کہ اس وصف کا حصول ایک انتہائی مشکل امر ھے لیکن یہ حقیقت بھی اپنی جگہ ثابت ھے کہ یہ وصف وکمال اھل بیت طاھرین کو حاصل ھے.

جس پر قرآن مجید کی متعدد آیتوں کے علاوہ متواتر حدیث " ثقلین " کا مفاد بھی دلالت کرتا ھے چونکہ اس میں اھل بیت طاھرین کو قرآن کا مثیل و قرین قرار دیا گیا ھے.

2- علم و عرفان :

قرآن مجید اللہ رب العالمین کلام ھے لھذا ھمیں ھر کلام بلکہ ھر مخلوق سے بڑھ کر اس کا اکرام و احترام کرنا چاھیئے اور کبھی بھی کسی بھی لحاظ سے اس کی شان و عظمت کا استخفاف نہیں کرنا چاھیئے.

قرآن مجید کلام الھی ھونے کے ساتھ ساتھ تمام عالم بشریت کے لئے بہترین قانون حیات، منارہ نور وھدایت اور سرمایہ سعادت و نجات بھی ھے.

اس کا نزول ھم پر ھمارے مہربان پروردگار کا بہت بڑا لطف و احسان اور فضل و کرم ھے بنابرین بہر اعتبار اس کی طرف توجہ، اس سے انس و عشق، اس کی تعمیل و اطاعت اور تعظیم و قدردانی ھمارا دینی، انسانی اور اخلاقی فریضہ ھے.

ھم فقیر محض ھیں لھذا ھمیں قرآن مجید کے عرفان و ادراک 'اکرام و احترام اور اس کی تعمیل و اطاعت کی عظیم توفیق اپنے غنیٔ مطلق پروردگار ھی سے طلب کرنی چاھیئے.

چونکہ بارگاہ الھی سے یہ باعظمت توفیق جسے عطا ھو جاتی ھے اسے بقول امام سجاد علیہ السلام کائنات کی سب سے افضل و برتر شے عطا ھو جاتی ھے.

سرکار امام زین العابدین کا فرمان مبارک ھے :

من اعطاہ اللہ القرآن فرای ان احدااعطی افضل مما اعطی فقد صغر عظیما و عظم صغیر (5)

یعنی اللہ تعالی جسے قرآن علم وادراک عطا کردے اسے یہ باور کرلینا چاہیئے کہ سب سے افضل و برتر شے اسے عطا کی گئی ھے، پس اگر وہ اس کے مقابل میں کسی دوسری شے کو افضل و برتر سمجھے تو اس نے عظیم کو صغیر اور صغیر کو عظیم سمجھنے کے جرم کا ارتکاب کیا ھے.

اور کون نہیں جانتا کہ یہ. پست ور کیک جرم اھل عقل و شعور نہیں بلکہ سفیہ و نادان اور دیوانے ھی انجام دے سکتے ھیں.

3- میزان عدل:

عدل ایک ایسی وزین و سنگین بنیادی قدر و عظمت کا نام ھے کہ جس کی وجہ سے یہ عالم ہست و بود قائم اور پابرجا ھے.

یہ وہ حقیقت ھے جسے سرکار مرسل اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ایک حدیث " و بالعدل قامت السموات والارض" (6) کے پیرایہ میں بیان فرمایا ھے.

انسانی زندگی کو اتھل پتھل سے بچانے، اسے اس کے شایان شان نظم و ضبط عطا کرنے اور واقعی کامران و کامیاب بنانے کے لئے بھی لازم ھے کہ انسان عدل کو مرکز توجہ قرار دے کر تمام مراحل حیات میں اس کے تقاضوں کو جامہ عمل پہنائے.

قرآن حکیم نے بھی اس حیاتی واساسی قدر و عنصر کے قیام و نفاذ پر بہت زور دیا ھے اور جگہ جگہ اسے اپنانے اور بروئے کار لانے کی بھرپور تلقین کی ھے.

سوال یہ پیدا ھوتا ھے کہ جب عدل انسانی زندگی اور بشری فلاح و بہبود کے لئے اتنی اھم شے ھے تو اللہ تعالی اسے حاصل کرنے کے لئے کس چیز کو ھمارے لئے میزان و معیار قرار دیا ھے؟

مذکورہ سوال کا جواب ہمیں امام سجاد علیہ السلام کی اس فرمائش سے حاصل ھوتا ھے:

" و میزان عدل لا یحیف عن الحق لسانہ " (7)

یعنی اللہ تعالی نے عدل کا معیار و میزان قرآن کو قرار دیا ھے اس کی زبان و گفتار کبھی حق سے منحرف نہیں ھوتی.

4- منارہ نور وھدایت :

انسانی وجود کے اندر علم کی قلت و محدودیت اور ھوا و ھوس کی شدت و کثرت اس بات کی متقاضی ھے کہ اس کے لئے کوئی مبارہ نور و ھدایت ضرور ھونا چاھیئے تاکہ انسان اس کی راھنمائی و روشنی کے سہارے فلاح و بہبود اور فوز و سعادت کے مراحل طے کر سکے اور راہ راست سے منحرف نہ ھو کر ضلالت و گمراھی کی دلدل میں پھنسنے سے محفوظ رہ سکے.

ھمارے کریم و مہربان خالق نے ھمارے لئے یہ انتظام قرآن کریم نازل کر کے فرمایا ھے اور اسے ھمارے مبارہ نور و ھدایت قرار دیا ھے جیساکہ ھمارے چوتھے امام علیہ السلام فرماتے ھیں :

" و جعلته نورا نهتدی من ظلم الضلاله و الجهاله باتباعه " (8)

یعنی اللہ عز و جل نے قرآن حکیم کو مبارہ نور و ھدایت قرار دیا ھے تاکہ ھم اس کی اطاعت و پیروی کر کے ضلالت و جہالت کے اندھیروں سے ھدایت و نجات پا سکیں.

امام چہارم علیہ السلام کے اس حکیمانہ ارشاد میں وارد ھونے والے حسب ذیل کلمات قابل توجہ ھیں :

الف: و جعلته نوراً (اور تو نے اس یعنی قرآن کو منارہ نور و ھدایت قرار دیا ھے) یہ کہکر امام نے درحقیقت. قرآن حکیم میں موجود اللہ تعالی کے ان اقوال کی " و انزلنا الیکم نورا مبینا" (10) " و قد جائکم من الله نور و کتاب مبین " (11) کی طرف اشارہ فرمایا ھے.

ب : " من ظلم الضلاله و الجهاله " کے ذریعہ شاید اس امر کی طرف توجہ دلائی گئی ھے کہ انسانی و بشری فلاح و سعادت کی راہ میں ظلمت و تاریکی (رکاوٹ) ضلالت و جہالت کی وجہ سے وجود میں آتی ھے اس لئے ھر طالب فلاح و سعادت انسان کا ان دونوں سے بچنا نہایت ضروری ھے.

ج : " باتباعه " کے ذریعہ ضلالت و جہالت اور اس کے اندھیروں سے بچنے کا طریقہ و نسخہ بتایا گیا ھے اور وہ قرآن کو منارہ نور و ھدایت سمجھنے اور قرار دینے کے بعد اس کے قوانین و دستورات اور احکام و فرامین کی مکمل اطاعت و پیروی کرنا ھے.

یعنی فلاح و سعادت سے ھمکنار ھونے اور ضلالت و جہالت اور ان کے اندھیروں سے نجات پانے کے لئے فقط ظاھری و زبانی طور پر قرآن حکیم کو منارہ نور و ھدایت تسلیم کرنا کافی نہیں ھے بلکہ اس کا کماحقہ اتباع کرنا بھی ضروری و لازمی ھے.

5- شفا و رحمت :

ہمارے مشاہدہ میں دن رات یہ چیز آتی رھتی ھے کہ انسان طرح طرح کی روحانی و جسمانی بیماریوں، کلفتوں
اذیتوں میں مبتلا ھوتا رھتا ھے.

اللہ رب العزت نے ان سے نجات عطا کرنے کے لئے اپنی با عظمت کتاب قرآن مجید کو "شفا و رحمت" ق
دیا ھے. چانچہ ارشاد ھوتا ھے :

" و ننزل من القرآن ماھو شفاء و رحمت للمومنین (11)

اور ھم نے جو کچھ اس قرآن میں نازل کیا ھے وہ اھل ایمان کے لئے شفا و رحمت ھے.

سرکار سید الساجدین علیہ السلام نے بھی اس حوالے سے قرآن کریم کا ذکر کرتے ھوئے یوں فرمایا ھے :

" و شفاء لمن انصت بفھم التصدیق الی استماعہ " (12)

یعنی یہ قرآن کریم شفاء و رحمت ھے ان لوگوں کے لئے جو خاموشی و توجہ سے اس کے ھدایات و تعلیمات ک
اس لئے سنیں تاکہ تصدیق کی بین پر سمجھ سکیں.

6- متاع و خزانہ :

انسان عام طور سے فقط مال و منال اور زر و جواھر ھی کو متاع و خزانہ سمجھتا ھے اور دن رات انھیں کو جمع کرنے
کی تگ و دو میں لگا رھتا ھے جبکہ بندہ ھونے کے ناطہ اس کا حقیقی خزانہ یہ ھے کہ اپنے خالق و مالک کے بیان کرد
ھدایات و تعلیمات کو اپنے قلب و روح میں جگہ دے اور ان سے اپنے ظرف نفس کو مالامال کرے.

چونکہ یہی اس کے دنیا و آخرت میں کام آنے والے اور اسے فقر دارین سے نجات دینے والے ھیں.

اللہ تعالی کے مقرب و مقدس ولی حضرت امام سجاد علیہ السلام نے قرآنی آیتوں کی صورت میں اللہ عز و جل نے
اپنے بندوں کو جو گرانقدر و بیش قیمت ھدایات و تعلیمات عطا فرمائی ھیں انھیں کو " خزائن " سے تعبیر فرمایا
ھے :

" آیات القرآن خزائن فکلما فتحت خزانہ ینبغی لک ان تنظر مافیھا " (13)

یعنی قرآن کریم کی آیات گنجینہ و خزانہ ھیں پس جب کوئی گنجینہ کھلے تو شائستہ ھے کہ جو کچھ اس کے اندر ھے
اسے غور سے دیکھو.

7-صلاح ظاہر و باطن :

صلاح و فساد دو ایسی عربی لفظیں ھیں جو ایک دوسرے کی ضد کے طور پر استعمال کی جاتی ہیں.
ظاھراً "صلاح" سے "صحت و شائستگی" اور "فساد" سے. "خرابی و ناشائستگی" مراد لی جاتی ھے.
مذکورہ دو کلموں کے مشتقات ھمارے دینی متون یعنی قرآن و سنت میں بھی وارد ھوئے ھیں :
مثلا قرآن حکیم میں آیا ھے :

"اذا قیل لھم لاتفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون.(14)

یعنی جب ان لوگوں سے کہا گیا کہ تم زمین میں فساد برپا نہ کرو تو انھوں نے کہا :
ھم تو فقط صلاح و شائستگی برپا کرنے والے ھیں.
حدیث نبوی بھی میں آیا ھے :

صنفان من امتی اذا صلحا صلحت امتی و اذا فسدا فسدت امتی , قیل یا رسول اللہ ومن ھما؟

قال : الفقھاء والامراء. (15)

یعنی میری امتی کی دو صنفیں جب تک صحیح و شائستہ رھیں گی تب تک میری امت بھی صحیح و شائستہ رھے گی اور جب وہ فاسد ھو جائیں گی تو میری امت بھی فاسد ھو جائے گی.
پوچھا گیا یا رسول اللہ وہ دو صنفیں کون سی ھیں؟
آپ نے فرمایا : فقہاء و امراء.
بہر کیف دینی و عقلی اعتبار سے صلاح اجتماعی ھو یا انفرادی ظاھری ھو یا باطنی. ایک مثبت، ممدوح اور ضروری شے ھے.

جبکہ فساد اجتماعی ھو یا انفرادی، ظاھری ھو یا باطنی ایک منفی، مضر اور مذموم. چیز ھے.
صحیفہ سجادیہ میں سرکار سید الساجدین علیہ السلام نے انسانی زندگی کی ترقی و تنزلی اور سعادت و شقاوت میں دخیل اس موضوع کو بھی اپنی دعائیہ ھدایات و تعلیمات کا حصہ قرار دیا ھے اور اللہ تعالی کو ھادئ صلاح و فلاح اور ماحئ فساد و ضلال قرآن کا مقبول و باعظمت واسطہ دے کر صلاح سے جڑے اور فساد سے بچے رھنے کا ھم سب کے لئے اس طرح تقاضا فرمایا ھے :

اللهم صل علی محمد وآله و ادم بالقرآن صلاح ظاهرنا و احجب به خطرات الوساوس عن صحت ضمائرنا واغسل به دَرنَ قلوبنا و علائق اوزار نا واجمع به منتشر امورنا (16)

یعنی اے اللہ حضرت محمد اور ان کے اھل بیت پر درود ورحمت فرما.

اور قرآن کے صدقہ میں ھمارے ظاھر کو دائی طور پر صلاح وشائستگی سے آراستہ فرما.

ھمارے صفائے ضمیر و باطن سے وسوسوں کے خطرات کو دور فرما.

ھمارے دلوں کو آلودگی و کثافت اور علائق گناہ و معصیت سے پاک صاف فرما اور اسی قرآن کے صدقہ میں ھمارے منتشر وپراگندہ امور و معاملات کو متحد و منسجم فرما.

8- شمائل ابرار

قرآن حکیم نے نیک کردار افراد کو "ابرار" اور بد کردار لوگوں کو "فجار" کا نام بھی دیا ھے اور آخرت میں ان دونوں کا محل و مقام بھی اس طرح بیان فرمایا ھے:

" ان الابرار لفی نعیم و ان الفجار لفی جحیم " (17)

لطف کی بات یہ ھے صرف نام و مقام ھی نہیں بلکہ ان کے شمائل وخصائل کا بھی مفصل ذکر فرمایا ھے:

الف، شمائل ابرار:

سورہ بقرہ میں "ابرار" کے شمائل وخصائل قرآن حکیم نے یوں ذکر فرمائے ھیں:

لَيْسَ الْبِرَّ أَن تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ(18)

نیکی یہی نہیں کہ تم مشرق یا مغرب کو (قبلہ سمجھ کران) کی طرف منہ کرلو بلکہ نیکی ھے کہ خدا پر اور روز آخرت اور فرشتوں پر اور (خدا کی) کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائیں اور مال باوجود عزیز رکھنے کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیں اور گردنوں (کے چھڑانے) میں (خرچ کریں) اور نماز پڑھیں اور زکوۃ دیں اور جب عہد کرلیں تو اس کو پورا کریں اور سختی اور تکلیف میں اور (معرکہ)

کارزار کے وقت ثابت قدم رہیں یہی لوگ ہیں جو (ایمان میں) سچے ہیں اور یہی ہیں جو (خدا سے) ڈرنے والے ھیں.

یہ ابرار کے دس شمائل وخصائل ھیں جو اس آیہ کریمہ میں ذکر کئے گئے ھیں.

اپنے محترم قارئین کی آسانی کے لئے ھم یہاں فہرست وار انھیں رقم کر رھے ھیں:

1- اللہ تعالی پر ایمان

2- معاد وآخرت پر ایمان

3- فرشتوں پر ایمان

4- آسمانی کتاب پر ایمان

5- نبیوں کی نبوت پر ایمان

6- صرف وخرج مال رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سائلوں اور غلاموں کے سلسلہ میں.

7- اقامہ نماز

8- ادائے زکوۃ

9- ایفائے عہد وپیمان

10- صبر واستقامت سختی، تکلیف اور جنگ کے ھنگام

ب، شمائل فجار:

فجار چونکہ ابرار کے برعکس عمل وکردار رکھنے والے افراد کو کہا جاتا ھے.

بنابریں قرآن حکیم کے حوالے سے ابھی جو ابرار کے شمائل ذکر ھوئے ھیں فجار ان کے برعکس شمائل وخصائل کے حامل ھوتے ھیں مثلاً:

اللہ، انبیاء، ملائکہ، آسمانی کتب اور آخرت پر عدم ایمان، بد عہدی اور بے صبری وغیرہ.

قابل توجہ ھے کہ ابرار کے شمائل وخصائل اور ابدی مقام کا مذکورہ تفصیلی بیان اپنے تئیں یہ پیغام رکھتا ھے کہ ھمارے لئے فقط "ابرار" کا عنوان اور ٹائٹل پانا کافی نہیں ھے بلکہ جنت نعیم ایسا پر سکون ابدی مقام پانے کے لئے ان کے کردار وشمائل کا اپنے اندر پیدا کرنا نہایت ضروری ھے.

شاید اسی لئے سرکار امام زین العابدین علیہ السلام نے اللہ تعالی کو قرآن کریم کا واسطہ دے کر یہ دعا فرمائی ھے:

لھم صل علی محمد و آلہ و احطط بالقرآن عنا ثقل الاوزار و ھب لنا حسن شمائل الا

(19

نی اے اللہ محمد وآل محمد پر درود ورحمت نازل فرما اور قرآن کی برکت سے گناھوں کا بوجھ ھماری پشت
طرف فرما اور ہمیں ابرار اور نیکو کاروں کے شمائل وخصائل کی خوبصورتی مرحمت فرما.

بل غور ھے کہ اس دعا میں امام علیہ السلام نے ابرار کے عنوان اور ٹائٹل کی مانگ نہیں کی ھے بلکہ ان
بصورت کردار اور شمائل وخصائل کی دولت طلب فرمائی ھے اور اس عظیم دولت کے حصول کے لئے قر
ید کو واسطہ ووسیلہ بنایا ھے.

۔ وسیلہ کرامت و سلامت :

متی اور عزت وکرامت انسانی زندگی کے لئے اتنی اھم اور انمول چیزیں ھیں کہ اگر یہ نہ ھوں تو مال و م
ور وطاقت اور حور وقصور سب کچھ ھوتے ھوئے بھی زندگی کو اس کا حقیقی معنی ومفھوم اور روپ میسر نہ
تا.

لئے ان دونوں کا حصول ھر انسان اپنے لئے ناگزیر سمجھتا ھے
ن مسئلہ یہ ھے کہ یہ بآسانی حاصل ھوں تو کیسے ھوں.

رہ تعالی اس مشکل کو امام سجاد علیہ السلام کے ایک دعائیہ فقرہ نے حل فرمادیا ھے کہ جس میں آپ نے ا
ان بہا نعمتوں کو حاصل کرنے کا وسیلہ قرآن مجید ھی کو قرار دیا ھے.

رین ان دونوں نعمتوں سے شرفیاب ھونے کے لئے ھمیں یہ دعا کرنی چاھیئے کہ اللہ تعالی اس سلسلہ می
ن کو ھمارے لئے وسیلہ قرار دے.

یئے خود امام زین العابدین علیہ السلام کے معصومانہ لہجہ میں صحیفہ سجادیہ کے ان مقدس ومبارک جملوں ک
نھ اللہ رب العزت سے استدعا کرتے ھیں:

صل علی محمد و آلہ و اجعل القرآن وسیلہ لنا الی اشرف منازل الکرمہ و سلماً نعرج فی
محل السلامہ (20)

10- مونس و محافظ :

قرآن مجید کی ایک خوبی یہ بھی ھے کہ وہ وحشت و تاریکی میں بہترین مونس و ھمدم اور شیطانی حملوں او
وسوسوں کے خطروں کے وقت بہترین محافظ و مدد گار بن جاتا ھے.

ھمارے چوتھے امام علیہ السلام نے دعا کرتے ھوئے اللہ تعالی سے قرآن مجید کی اس خوبی کو ھم سب کے لئے
اس طرح طلب فرمایا ھے :

" **اللھم صل علی محمد و آلہ واجعل القرآن لنا فی ظلم اللیالی مونسا ومن نزغات الشیطان**
و خطرات الوساس حارسا " (21)

11- وقت مرگ آسانی وراحت :

عالم برزخ کی طرف انسان کا انتقال وارتحال موت کے وسیلہ سے انجام پاتا ھے اور انسان کو موت انتہائی
شدت و سختی کے ساتھ آتی ھے.

موت کی اسی شدت و سختی کو " سکرات یا غمرات موت" کے نام سے یاد کیا جاتا ھے جس کا تذکرہ قرآن کریم
میں بھی اس طرح آیا ھے :

" **و جائت سکرہ الموت بالحق ذلک ماکنت منہ تحید " (22)**

آخر کار موت کی سختی حق کے ساتھ سامنے آجائے گی (اور اس وقت انسان سے کہا جائے گا) یہ وھی چیز ھے
جس سے تو فرار کرتا تھا.

روایات سے پتہ چلتا ھے کہ سکرات موت سب یہاںتک کہ انبیاء و مرسلین کو بھی پیش آتے ھیں :

ایک روایت کہتی ھے کہ ایک دن حضرت عزرائیل علیہ السلام کلیم خدا حضرت موسی علیہ السلام کے پاس ان
کی جان لینے کے ارادہ سے آئے اور اس سلسلہ میں ان سے طول طویل گفتگو کے بعد یہ طے ھوا کہ عزرائیل
خوشبودار نارنگی دے کر ان کی روح قبض کریں گے.

پس جب اس طرح حضرت موسی علیہ السلام کی روح قبض کرلی گئی تو فرشتوں نے ان سے پوچھا:

" یا اھون الانبیاء موتا کیف وجدت الموت "

ے وہ کہ جسے انبیا کے درمیان سب سے آسانی سے موت آئی ھے.

تائیے آپ نے موت کو کیسا پایا؟

حضرت کلیم اللہ نے جواب دیا:

"کشاہ تسلَخ وھی حیہ"

موت کے وقت ایسا لگا جیسے زندہ بکری کے جسم سے اس کی کھال کھینچی جارھی ھو. (23)

ایک دوسری روایت میں مصحف ناطق حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ھے کہ:

حضرت عیسی علیہ السلام حضرت یحیٰؑ علیہ السلام کی قبر کے پاس آئے اور اللہ رب العزت سے درخواست کی کہ وہ یحیٰؑ کو زندہ فرمائے، ان کی دعا مستجاب ھوئی اور یحیٰؑ اپنی قبر سے باھر آئے اور عیسی سے کہا:

آخر مجھ سے تمھیں کیا کام ھے؟

عیسی نے کہا: میں چاھتا ھوں کہ مجھ سے اسی طرح مانوس رھو جیسے دنیا میں مانوس تھے.

یہ سن کر یحیٰؑ نے جواب دیا:

اے عیسی ابھی تک موت کی تلخی و سختی میرے کام و دہن سے زائل نہیں ھوئی ھے اور تم چاھتے ھو کہ میں پھر دنیا میں لوٹ آؤں اور دوبارہ اس تلخی و سختی کا مزہ چکھوں؟

یہ کہہ کر یحیٰؑ عیسی سے جدا ھوگئے اور عالم قبر و برزخ کی طرف پلٹ گئے. (24)

سوچنے کا مقام ھے سکرات موت کا حملہ جب اللہ تعالی کے محبوب و معصوم بندوں پر اتنا سخت و شدید ھے تو ھم ایسے گناھگاروں پر کتنا سخت و شدید ھوگا.

بنابراین ھمیں ابھی سے سکرات موت کی شدت و سختی کی طرف متوجہ رھنا چاھیئے اور ان کے ھلکا اور آسان ھونے کے طریقے اور تدابیر اپنانے چاھئیں.

مقام شکر ھے کہ جانکنی کے سکرات سے راحتی و آسانی سے گزرنے لئے بھی سرکار امام سجاد علیہ السلام نے ھمیں راستہ دکھایا ھے اور ھم سب کے لئے قرآن کو وسیلہ بناکر ان کے آسان ھونے کی اللہ تعالی سے اس طرح التجا فرمائی ھے:

" اللهم صل على محمد و آله و هون بالقرآن عندالموت على انفسناكرب السياق وجهد الانين و ترادف الحشارج اذا بلغت النفوس التراقي. (25)

بارالھا

حضرت محمد اور ان کے اھل بیت در دو رحمت فرما اور جب موت آئے تو ھم پر قرآن کے صدقہ میں جانکنی کی سختی، فریاد نالہ کے رنج، غم اور سانسوں کی آمد و شد کے تنگ ھوجانے کو راحت و آسان فرما.

آخر کلام میں بارگاہ رب العزت میں التجاھے کہ اس عظیم الشان سیمینار کو منعقد کرنے والی انجمن اور اس کے مخلص ارکین کے توفیقات میں مزید اضافہ فرمائے اور قرآن ناطق امام سجاد علیہ السلام اور کتاب صامت قرآن مجید کے حوالے سے اس باعظمت انجمن کے پیش کردہ اس عمل خیر کو شرف قبولیت عطا کرتے ہوئے اس کے خادمین کے لئے خیر دنیا و آخرت قرار دے۔

نیز ھم سب کو قرآن صامت و قرآن ناطق دونوں کے فلاح و سعادت افروز، ھدایات و تعلیمات کے زیر سایہ زندگی گزارنے کی توفیق کرامت فرمائے آمین

حوالے:

1- قرآن، سورہ بقرہ آیہ 23
2- سورہ واقعہ آیہ 79
3- سورہ احزاب آیہ 33
4- اصول کافی، ج 2، باب فضل القرآن، ح13
5- اصول کافی، ج 2، باب فضل حامل القرآن، ح7
6- تفسیر روح المعانی آلوسی110 -27
7- صحیفہ سجادیہ، دعائے42
8- حوالہ سابق
9- سورہ نساء، آیہ 174
10- سورہ مائدہ آیہ 15
11- سورہ اسراء آیہ 82
12- صحیفہ سجادیہ، دعائے42
13- اصول کافی، ج2، باب فی قرائتہ ح2
14- سورہ بقرہ آیہ 11
15- منتخب میزان الحکمہ، کلمہ الفساد، ح5020
16- صحیفہ سجادیہ، دعائے42
17- سورہ انفطار13-14

18- سورہ بقرہ آیہ 177

19- صحیفہ سجادیہ، دعائے 42

20- حوالہ سابق

21- حوالہ سابق

22- سورہ ق آیہ 19

23_ مناہج الشارعین، ص 590

24- عالم برزخ، ص 19

25- صحیفہ سجادیہ، دعائے ختم قرآن 42

امام سجاد علیہ السلام کی علمی میراث

محمد سعید حیدر

تفسیر قرآن کریم

امام زین العابدین علیہ السلام علوم و معارف اور تفسیر قرآن میں علمی مرجعیت کے مالک تھے تابعین کے دور میں آپ کا شمار معلم تفسیر کے طور پر ہوتا ہے مختلف بزرگ علماء قرآن کے سلسلہ میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔

تفسیر اور علوم قرآن کے سلسلہ میں آپ سے دو سو چھیانویں سے زیادہ روایتیں نقل کی گئی ہیں کہ جن میں سے بعض آیات کی توضیح و تشریح بیان کرتی ہیں اور بعض دوسرے موضوعات مثلاً علوم قرآن اور مفاہیم قرآن کی تشریح کرتی ہیں اور بعض روایات مفاہیم قرآنی کی عملی زندگی کے پہلوؤں کو روشن کرنے کے ساتھ ساتھ آیات قرآنی سے استدلال کی روش بیان کرتی ہیں۔

امام سجاد کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ تفسیر قرآن کا صحیح راستہ لوگوں کو بتایا جائے آپ کا تفسیر قرآن میں آیات سے استشہاد و استدلال گذشتہ ائمہ معصومین علیہم السلام کی احادیث سے استناد، عربی زبان کے عرفی اصول، تاریخ اور اصول عقلی سے استدلال کرنا اسی مقصد کو بیان کرتا ہے۔

امام قرآن حکیم کی صحیح تعلیم کے سلسلہ میں آیات قرآنی کو حالات زمانہ پر منطبق کرنے اور تلاوت کلام الٰہی کے وقت خود کو مخاطب قرار دینے کی دعوت دیتے تھے مزید یہ کہ آیت کے جزئیات میں معانی و مفاہیم کے اعتبار سے دقت نظر سے کام لیتے تھے۔ مشکل اور دشوار عبارات اور اصطلاحات کے معانی آیت کے محذوف جزء کو روشن اور واضح فرماتے اور ضمیروں کے مرجع کی نشاندہی بھی فرماتے تھے۔

آپ کے بہت سے شاگرد تھے جنہوں نے آپ سے تفسیر قرآن کی تعلیم حاصل کی آپ کے دو فرزند امام باقر علیہ السلام اور جناب زید شہید' اور اصحاب میں ابو حمزہ ثمالی (ثابت بن دینار)' سعید بن جبیر' سعید بن مسیب انہیں افراد میں سے ہیں۔

امام سجاد علیہ السلام سے منقول تفسیری روایتیں مختلف زوایا سے بیان ہوئی ہیں جیسے :

1۔ وہ روایتیں کہ جو آیات کے مفہوم کو بیان اور شرح کو پیش کرتی ہیں۔

2۔ وہ روایتیں کہ جو استناد و اقتباس یعنی : یعنی وہ روایتیں کہ جو زمانہ کے وقائع و حوادث کو آیات قرآنی سے مستند کرتی ہیں۔

3۔ وہ روایتیں کہ جو جری و تطبیق یعنی : آیات کے باطن معانی اور ظاہر و باطن کے مصداق کو بیان کرنے والی ہیں۔

4۔ وہ روایتیں کہ جو قرآن کے مختلف علوم جیسے : شان نزول' قرائت' آیات کی فضیلتیں' اور قرآن کی پہلی اور آخری نازل ہونے والی آیت کی تفسیر و توضیح کو بیان کرتی ہیں۔

5۔ وہ روایتیں کہ جو احکام اور آیت کے مضمون پر عمل کے سلسلہ میں ہیں۔

اس تنگ و تاریک دور میں کہ جہاں' امام کے لئے مستقل طور پر قرآنی جلسات و دروس کا رکھنا دشوار ہوتا تھا آپ کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ قرآنی مفاہیم کو استدلال اور اقتباس کی شکل میں زمانے اور حالات کے اعتبار سے لوگوں تک پہنچایا جائے۔ اس سلسلہ میں قابل غور بات یہ ہے کہ ان میں بہت سی روایتیں' سوالات کے جوابات یا شبہات کو برطرف کرنے سے متعلق ہیں یہاں پر ہم امام علیہ السلام کی تفسیر قرآن کی کچھ روایات کو بیان کریں گے :

1- اهدنا الصراط المستقيم:[1]

ہم کو سیدھے راستے پر قائم رکھ۔

معانی الاخبار میں سے امام سجاد علیہ السلام سے روایت نقل ہوئی ہے کہ آپ نے فرمایا: خدا اور اس کی حجت کے درمیان کسی قسم کا حجاب نہیں ہے اور خدا اس سے پوشیدہ نہیں ہے' اس کے بعد فرمایا: ہم (وجود خدا کے

---

[1] سورہ حمد۔

دروازے) ہیں ہمارے ذریعہ خدا کی معرفت حاصل ہوتی ہے ہم (اہل بیت ع) صراط مستقیم ہیں، ہم (اہل بیت ع) علم خدا کا خزانہ، اس کی وحی کے مفسر، ارکان توحید اور مرکز راز الٰہی ہیں۔

2۔ولکم فی القصاص حیاة1

اور تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے۔

جو شخص کسی کے قتل کا ارادہ رکھتا ہو اور اسے معلوم ہو جائے کہ (اس کے بدلے) اس سے قصاص لیا جائے گا تو وہ اس کام سے باز رہے گا یہ اس کے لئے بھی سبب زندگی ہے کہ جس کے قتل کا ارادہ رکھتا تھا اور خود ارادہ رکھنے والے کے لئے بھی سبب زندگی ہے اور دوسروں کے لئے بھی حیات بخش ہے۔

اس آیات کے ذیل میں امام ع فرماتے ہیں:

عباد الله هذا قصاص قتلکم لمن تقتلونه فی الدنيا وتفنون روحه، اولا انبئکم باعظم من هذا القتل وما يوجب (الله) علی قائله مما هوا اعظم من هذا القصاص، اعظم من هذا القتل ان تقتله قتلا لا ينجبر ولا يحيی بعده ابداً ان تضله نبوة محمد و عن ولاية علی ابن ابی طالب صلواة الله عليما وتسلک به غير سبيل الله و تغريه باتباع طريق اعداء علی عليه السلام والقول بامامتهم و دفع علی عليه السلام عن حقه و جهد فضله ولا تبال باعطائه واجب تعظيمه. فهذا هوا القتل الذی هو تخليه هذا المقتول فی نار جهنم ، خالداً مخللاً ابداً فجزاء هذا القتل مثل الک الخلود فينار جهنم۔2

اے بندگان خدا! یہ تمہارے قتل کا قصاص ہے ان لوگوں کے واسطے کہ جن کو تم نے دنیا میں قتل کیا ہے۔ کیا میں اس چیز سے تمہیں آگاہ نہ کروں کہ جو اس قتل سے زیادہ بڑی ہے؟ اور جو خداوند عالم نے قاتل پر قصاص واجب کیا ہے اس سے بھی کہیں زیادہ بڑی ہے؟ اس قتل سے زیادہ بڑا گناہ یہ ہے کہ اس کو اس طرح قتل کرو کہ کبھی جبران اور بدل نہ ہو سکے اور اس کے بعد کبھی وہ زندہ نہ رہ سکے اور وہ یہ ہے کہ کسی کو رسول خدا (ص) کی نبوت اور علی ابن ابی طالب علیہما السلام کی ولایت سے گمراہ کیا جائے اور راہ خدا سے ہٹا کر دوسرے راستہ پر لگا دیا جائے اور اس کو دشمنان علی علیہ السلام کی اطاعت پر اکسایا جائے اور دشمنوں کی امامت کا اعتقاد پیدا کرایا جائے اور امام علیہ السلام کو ان کے حق سے دور رکھا جائے اور نتیجہ میں ان کے فضائل سے منکر ہو جائیں۔ یہ

---

[1] تفسیر المیزان، طباطبائی، سید محمد حسین، ج1، ص49۔

[2] بقرہ169۔

وہ قتل کہ جس کے سبب مقتول ' ہمیشہ جہنم میں رہے گا اور اس قتل کی سزا بھی اسی مقتول کی طرح ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے۔

۳- ــــومن كان مريضا اور على سفر فعدة من ايام اخر-۱

ـــــاور جو شخص بیمار یا سفر میں ہو اسی مقدار میں دوسرے ایام میں (قضا) روزہ رکھے۔

ثقۃ السلام کلینیؒ اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں امام سجاد علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: بیماری یا سفر کی حالت میں روزہ رکھنے کے بارے میں عامہ (اہل سنت) کے درمیان اختلاف ہے بعض افراد کہتے ہیں کہ روزہ رکھنا واجب ہے اور بعض نے منع کیا ہے اور برض دوسرے افراد نے کہا ہے کہ چاہے تو رکھے اور چاہے نہ رکھے لیکن ہم کہتے ہیں دونوں حالتوں (بیماری یا سفر) یں روزہ قصر ہے یہاں تک کہ اگر کوئی حالت بیماری یا سفر میں روزہ رکھ لے تو اس کی قضا واجب ہے کیونکہ خداوند عالم قرآن میں اسی حکم کو بیان کرتا ہے: ــــــ**ومن كان مريضا اوعلى سفر فعدة ايام اخر-**

٤- ومن الناس من يشرى نفسه ابتغاء مرضات الله والله رئوف بالعباد-۲

اور لوگوں میں سے کچھ وہ ہیں کہ جو مرضی خدا کے کی خاطر اپنے نفس کو بیچ دیتے ہیں اور خدا ان بندوں پر مہربان ہے۔

شیخ طوسی اپنی کتاب امالی میں امام سجاد علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ امام نے فرمایا: یہ آیت امیر المومنین علیہ السلام کی شان میں اس وقت نازل ہوئی کہ جب رسول خدا (ص) نے مکہ سے ہجرت فرمائی اور آپ آنحضرت کے بستر پر سوئے تھے۔3

٥- واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا- ٤

اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو۔

امام علیہ السلام فرماتے ہیں: حبل اللہ سے مراد 'قرآن ہے۔

---

[1] بقرہ185۔

[2] بقرہ207۔

[3] تفسیر المیزان' ج2' ص135۔

[4] آل عمران' 103۔

٦- یا ایها الذین آمنوا اطیعوا الله واطیعوا الرسول اولی الامر منکم-١

اے وہ لوگ جو ایمان لائے خدا کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور صاحبان امر کی اطاعت کرو۔

شیخ صدوق نے جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت کی ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو پیغمبر اسلام (ص) سے پوچھا گیا کہ رسول (اور ان کی اطاعت کو) ہم جانتے ہیں لیکن اولی الامر کہ جن کی اطاعت کو آپ کی اطاعت کے ساتھ قرار دیا گیا ہے یہ کون لوگ ہیں؟ تو آنحضرت (ص) نے فرمایا: ان میں پہلے علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں ان کے بعد ان کے دو فرزند امام حسن و امام حسین علیہما السلام، ان کے بعد حسینؑ کی نسل کے فرزندان: علی بن الحسین، محمد بن علی جو باقر کے نام سے پہچانے جائیں گے اور تم ان سے ملاقات کرو گے میرا اسلام ان سے کہنا ان کے بعد، جعفر بن محمد، ان کے بعد موسی بن جعفر، ان کے بعد علی بن موسیٰ، ان کے بعد محمد بن علی، ان کے بعد علی بن محمد، ان کے بعد حسن بن علی، ان کے بعد حجت خدا کہ جو میرے ہمنام اور ہم کنیت ہیں اور خداوند عالم ان کے ذریعہ مشرق و مغرب میں کشادگی پیدا کرے گا۔2

٧- انما ولیکم الله و رسوله والذین آمنوا الذین یقیمون الصلاة ویوتون الزکوٰة وهم راکعون-٣

تمہارا ولی صرف خدا ہے اور اس کا رسول ہے اور وہ لوگ کہ جو ایمان لائے اور نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکات دیتے ہیں۔

امام سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں: یہ آیت امیر المومنین علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی کہ جب آپ نے اپنی مستحب نماز کے رکوع میں اپنی انگلی سے انگوٹھی اتاری اور فقیر کو بخشی۔4

٨- — ولا تقربوا الفواحش ما ظهر منها وما بطن--٥

اور برے کاموں سے نزدیکی نہ کرو چاہے ظاہر ہوں چاہے پوشیدہ ہوں۔

امام اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں فرماتے ہیں: فواحش ظاہری سے مراد، زوجہ کی ماں سے شادی کرنا ہے اور فواحش باطنی سے مراد زنا ہے۔6

---

[1] نساء۔59۔

[2] المیزان، ج4، ص585۔

[3] مائدہ۔151۔

[4] المیزان، ج6، ص38۔

[5] انعام۔51۔

[6] المیزان، ج7، ص587۔

۹- ومن خفت موازینه فاولئک الذین خسروا انفسهم بما کانوا بآیاتنا یظلمون-۱

اور جن کے اعمال کا وزن ہلکا ہو گا یہ وہ لوگ ہوں گے کہ جو ہماری آیات نشانیوں پر ایمان نہیں لائے تھے اور اس بنا پر وہ گھاٹے میں ہیں۔

امام سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں: آیت میں ظلم سے مراد' ائمہ کی امامت سے انکار ہے۔2

۱۰- ـــان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسھم- ۳

ـــ بیشک خدا اس وقت تک کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلے۔

اس آیت کے ذیل میں ابو خالد کابلی کا کہنا ہے کہ امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا: **الذنوب اللتی تغیر النعم: البغی علی الناس والزوال عن العادة فی الخیر واصطناع المعروف وکفران النعم وترک الشکر۔ قال اللہ عزو جل : ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسھم۔**

وہ گناہ جو نعمتوں کو بدل دیتے ہیں یہ ہیں: لوگوں کے ساتھ ظلم و تجاوز کرنا' اس نیک عمل کے ترک کرنا کہ جو عبادت اور معمول بن گیا ہو' امر بالمعروف کو ترک کرنا' کفران نعمت کرنا' ترک شکر' اور یہ وہی چیزیں ہیں کہ جن کے بارے میں خداوند عالم قرآن مجید میں فرماتا ہے: **ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسھم۔**

پھر امام علیہ السلام فرماتے ہیں: **والذنوب اللتی تدفع القسم: اظھار الافتقار والندم علی العتمة وعن صلوٰة الغداء واستحقار النعم وشکوی المعبود عزوجل۔4**

اور وہ گناہ جو انسان کو عنایت الہیٰ سے دور کرتے ہیں وہ یہ ہیں: اپنے محتاج ہونے کا اظہار کرنا' اول شب (نماز عشاء کے وقت) اور نماز صبح کے وقت سونا' نعمتوں کو حقیر سمجھنا اور بزرگ و برتر معبود سے گلا کرنا۔

۱۱- ـــ وان تعدوا نعمة اللہ لا تحصوھا ان الانسان لظلوم کفار- ۵

اور اگر تم خدا کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے بیشک انسان ظالم اور کفران نعمت کرنے والا ہے۔

---

[1] اعراف۔9۔

[2] المیزان' ج8' ص22۔

[3] رعد' 11۔

[4] معانی الاخبار' ج2' ص151-152/ عدۃ الداعی' ص199۔

[5] ابراہیم' 34۔

ثقۃ السلام کلینی نے امام سجاد علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ جب بھی اس آیت کی تلاوت کرتے تو فرماتے تھے : وہ ذات کہ جس نے کسی ایک کو بھی اپنی نعمتوں کی معرفت عطا نہیں کی اور صرف اس معنی میں معرفت عطا کی ہے کہ ان نعمتوں کی معرفت سے عاجز ہیں اور بس۔

جیسا کہ خدا نے ان نعمتوں کی حقیقت کو حاصل کرنے کی معرفت بھی کسی انسان میں قرار نہیں دی ہے۔ اور صرف اتنی معرفت دی ہے کہ تمام نعمتوں کی حقیقت کو حاصل نہیں کر سکتے اور خود خداوند عالم کی ذات بھی عرفاء کی طرف سے اسی مقدار میں قابل شکر قرار پائی ہے کہ عرفاء اس کے شکر کی معرفت سے عاجزی کا اعتراف کرتے ہیں پس عاجزی و تقصیر کو شکر جانا گیا جیسا کہ علماء کا اعتراف اس کے علم سے عاجزی کو علم سے تعبیر کیا گیا۔1

۱۲- وآت ذی القربیٰ حقہ۔۲

اور قرابتداروں کا حق ادا کرو۔

امام سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں : یہ آیت ہم اہل بیت کے بارے میں نازل ہوئی ہے (ذاالقربیٰ سے مراد اہل بیت پیغمبر ہیں)۔

۱۳- فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینھم یومئذ ولا یتسائلون۔ ۳

پس جس وقت صور پھونکا جائے گا ان کے درمیان اس دن (روز قیامت) کوئی قرابت ورشتہ داری کام نہ آئے گی اور کوئی بھی دوسرے کے حال میں سوال نہیں کرے گا۔

اس آیت کے ذیل میں مناقب ابن شہر آشوب میں حدیث طاووس میں امام سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں : خداوند عالم نے جنت کو ان لوگوں کے لئے بنایا ہے کہ جو خدا کی اطاعت کریں اور نیک اعمال انجام دیں چاہے وہ حبشی غلام ہو۔ اور جہنم کو ان لوگوں کے لئے پیدا کیا ہے جو خدا کی نافرمانی کرتے ہیں چاہے قریش کی نسل سے ہوں۔ کیا تم نے قرآن کی آیت نہیں سنی کہ جس میں خداوند عالم فرماتا ہے : **فاذا نفخ فی الصور فلا انساب**

---

[1] المیزان، ج12، ص 97، 96/ اصول کافی سے نقل۔

[2] اسراء، 26۔

[3] مومن۔ 101۔

بینهم یومئذ ولا یتسائلون۔ خدا کی قسم روز قیامت کوئی بھی چیز تمہارے کام نہیں آئے گی سوائے ان نیک اعمال کے کہ جو تم نے پہلے سے (توشہ آخرت کے طور پر) آخرت کے لئے ذخیرہ کئے ہیں۔ 1

۱۴- قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربیٰ- ۲

(اے رسول) کہہ دیجئے میں رسالت کا اجر تم سے کچھ نہیں چاہتا سوائے قرآن کی محبت کے۔ امام سجاد علیہ السلام اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں فرماتے ہیں: خدا کا مقصود ہم (اہل بیت) ہیں۔

۱۵- ویبقیٰ وجه ربک ذو الجلال والاکرام- ۳

اور تمہارے پروردگار کا چہرہ باقی رہے گا کہ جو جلال واکرام والا ہے۔

امام سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں: خدا کا چہرہ کہ جس کی طرف لوگ آئیں گے ہم (اہل بیت) ہیں۔

۱۶- الله الصمد- ٤

وہ خدا جو بے نیاز ہے۔

امام سجاد علیہ السلام صمد کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: صمد اسے کہتے ہیں کہ جب بھی کسی چیز کو وجود دلانا چاہے تو کہتا ہے: ہو جا تو وہ چیز موجود ہو جاتی ہے۔ 5

دوسری جگہ یوں ارشاد فرماتے ہیں: صمد اسے کہتے ہیں کہ جس کا کوئی شریک نہ ہو اور کسی چیز کی حفاظت اسے مشقت اور زحمت میں نہ ڈالے (بلکہ قدرت کاملہ رکھتا ہو) اور کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہ ہو۔ 6

۱۷- ولو شاء ربک لجعل الناس امة واحدة ولا یزالون مختلفین- ۷

اور اگر تمہارا پروردگار چاہتا تو تمام انسانوں کو ایک امت (بغیر مختلف افکار و خیالات کے) قرار دیتا در حالیکہ ہمیشہ (افکار و خیالات) اختلاف میں رہے ہیں۔

---

[1] المیزان، ج15، ص110۔
[2] فاطر، 32۔
[3] رحمان، 27۔
[4] اخلاص، 2۔
[5] المیزان، ج2، ص894۔
[6] معانی الاخبار، ج1، ص17۔
[7] ھود، 118۔

امام سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: خداوند عالم کا مقصد یہ ہے کہ: اس امت میں سے جو بھی ہم سے مخالفت کرے گا خود بھی آپس میں مخالفت میں رہے گا یعنی جو بھی ہمارا مخالف ہو گا وہ (اپنے لوگوں میں) آپس میں مخالف ہو گا۔ [1]

۱۸- لا تدرکه الابصار وهو یدرک الابصار وهو اللطیف الخبیر۔ [۲]

اس کو آنکھیں دیکھ نہیں سکتیں اور وہ آنکھوں کا مشاہدہ کرتا ہے اور وہ لطیف ہے اور ہر چیز سے آگاہ ہے۔

امام سجاد علیہ السلام ابو حمزہ ثمالی سے فرماتے ہیں:

ان الله لا یوصف بمحدودیة عظم ربنا عن الصفة فکیف یوصف بمحدودیة من لا یحد۔ ولا تدرکه الابصار وهو یدرک الابصار وهو اللطیف الخبیر-[3]

بیشک خدا کسی محدودیت سے توصیف نہیں ہو سکتا ہمارا پروردگار وصف سے بالا و برتر ہے پس کیسے محدودیت کے ذریعہ توصیف ہو کہ جس کی کوئی حد (معین) نہ ہو اور اس کو کوئی آنکھ دیکھ نہیں سکتی اور وہ تمام آنکھوں کا مشاہدہ کرتا ہے اور وہ لطیف ہے اور تمام چیزوں سے آگاہ ہے۔

پھر امام سجاد علیہ السلام نے ابو حمزہ ثمالی سے فرمایا: **لو اجتمع اهل السماء والارض** — [4]

اگر اہل زمین و آسمان جمع ہو جائیں کہ خدا کی عظمت کی توصیف کریں تو وہ عاجز رہیں گے۔

۱۹- قل هوا الله احد۔ [۵]

اے رسول کہہ دیجئے وہ خدا ایک ہے۔

امام سے توحید کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: **ان الله عزوجل علم انه یکون فی آخر الزمان** — [6]

---

[1] تفسیر عیاشی، ج1، ص59/؛ ج2، ص164۔

[2] انعام، 104۔

[3] کافی، ج1، ص135۔

[4] کافی، ج۱، ص۱۳۷۔

[5] اخلاص، ۱۔

[6] کافی، ج۱، ص ۲۲۔

خداوند عالم جانتا تھا کہ آخر زمانہ میں عمیق اور تحقیقی فکر رکھنے والے آئیں گے اسی لئے اس نے سورہ توحید او
سورہ حدید کی کچھ آیتیں کہ جن کے آخر میں آیا ہے: وھو علیم بذات الصدور- 1 (اور وہ دلوں کے راز ک
جانتا ہے) نازل فرمایا لہٰذا جو معرفت خدا حاصل کرنے کے لئے اس کے علاوہ دوسرے راستے اختیار کرے و
ہلاک ہوگا۔

علامہ مجلسی، عمیق اور تحقیقی نظر رکھنے والے افراد کے لئے ان آیات کے نزول کے اسباب کے بارے میں
تین چیزیں بیان کرتے ہیں کہ:

۱۔ تاکہ ان کی دقیق و عمیق فکر ان آیات کے معانی و مفاہیم میں استعمال ہو۔

۲۔ تاکہ معرفت خدا حاصل کرنے کے لئے اپنے ذہن و فکر پر اعتبار کریں۔

بلکہ ان آیات کے مضمون پر اکتفا کریں [چونکہ یہ آیات معرفت خدا کے حصول کے لئے کافی ہیں]

۳۔ تاکہ یہ آیات [صحیح] افکار کو پیش کرنے کے لئے معیار قرار پائیں اور صحیح و غلط کو پہچانیں۔

[۴۸] ۲۰

الَّذي جَعَلَ لَكُمُ الأَرْضَ فِراشًا وَالسَّماءَ--۲

وہ خدا کہ جس نے تمہارے لئے زمین کا فرش بچھایا اور آسمان کو بلند کیا اور آسمان سے [بارش کا] پانی نازل کیا کہ جس کے ذریعہ اس نے پھلوں کو نکالا اور تمہارے لئے رزق قرار دیا لہٰذا کسی کو اس کے مثل قرار نہ دو اور تم جانتے ہو کہ اس کے مثل کوئی نہیں ہے۔

امام سجاد علیہ السلام نے اس آیت کے بارے میں فرمایا: یعنی اس کو تمہاری فطرت کے مناسب اور جسم کے مطابق قرار دیا اس قدر گرم اور حرارت سے بھرا نہیں بنایا کہ تمہیں جلادے اور نہ بہت ٹھنڈا بنایا کہ جو تمہیں جمادے، نہ اس کی ہوا کو اس قدر تیز قرار دیا کہ تمہاری چیزوں کو اڑادے اور بدبو والا بھی نہیں بنایا کہ تمہیں اذیت ہو، نہ پانی کی طرح بہت نرم بنایا کہ تم اس میں غرق ہو جاؤ اور نہ اتنا سخت بنایا کہ تم گھر نہ بنا سکو اور اپنے مردوں کو دفن نہ کر سکو بلکہ خداوند عالم نے اس اندازہ سے اسے استحکام بخشا کہ تم اس سے فائدہ اٹھا سکو اور اس میں رہ سکو اور جسم و عمارتیں صحیح جگہ پر قائم رہیں اور اس میں ایسی چیز قرار دی کہ جس کے ذریعہ تم مکانات اور قبریں اور دوسرے منافع حاصل کر سکو اسی لئے ہے تم نے زمین کا فرش بچھایا۔

کافی، ج ۱، ص ۱۲۴۔
بقرہ، ۲۲

پھر خدا نے فرمایا: "اور آسمان کو بنایا" یعنی تمہارے سر کے اوپر، حفاظت کرنے والی چھت قرار دی اور اس میں سورج، چاند ستارے تمہارے فائدہ کے لئے قرار دیئے، پھر فرمایا: "آسمان سے پانی نازل کیا" یعنی بارش جو اوپر سے نازل ہوتی ہے تاکہ پہاڑوں، ٹیلوں، زمین اور گڑھوں تک پہنچے اور پھر اس کو بوند بوند، سیلاب، مسلسل اور شبنم کی صورتیں پھیلایا تاکہ زمین کو سیراب کردے اور اس بارش کو ایک جگہ نازل نہیں کیا جس سے زمینیں، درخت، کشتیاں اور پھل برباد ہو جائیں۔ پھر فرمایا: "ان پھلوں سے تمہارے لئے رزق قرار دیا لہٰذا خدا کا مثل قرار نہ دو یعنی بتوں کی شبیہ اور نمونے جو نہ سمجھ سکتے ہیں نہ سن سکتے ہیں اور نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ کسی چیز کی طاقت رکھتے ہیں ان کو خدا کے مثل قرار نہ دو، اور تم جانتے ہو کہ یہ بت، ان عظیم نعمتوں پر کہ جن کو خدا نے تمہارا رزق و روزی قرار دیا ہے قدرت و طاقت نہیں رکھتے۔

ب: احادیث:

کلمات قصار امام سجاد علیہ السلام

ا۔ یقین

الرضا بمکروہ القضاء ارفع درجات الیقین[1]

ناگوار قضاء و قدر پر راضی رہنا، یقین کے بلند ترین درجات میں سے ہے۔

۲۔ کرامت نفس

من کرمت علیہ نفسہ ھانت علیہ الدنیا[2]

جس نے کرامت و عزت نفس کو حاصل کرلیا دنیا اس کی نظر میں حقیر ہو گئی۔

۳۔ بے نیازی

امام سجاد علیہ السلام کے محضر میں ایک شخص نے کہا: خدایا، مجھے اپنی مخلوق سے بے نیاز کردے، تو آپ نے فرمایا:

لیس ھکذا، انما الناس بالناس، ولکن قل: اللھم اغننی عن شرار خلقک

---

[1] تحف العقول، ص ۳۸۸، عیون الاخبار، ج ۲، ص ۳۷۴

[2] تحف العقول، ص ۳۸۸

ایسا نہیں ہے [جیسا تم کہہ رہے ہو] کیونکہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کے محتاج ہیں، بلکہ یوں کہو خدایا، مجھے بدترین مخلوق سے بے نیاز کر دے۔ [برے لوگوں سے مجھے بے نیاز کر دے]

۴۔ تقوا

لایقل عمل مع تقوی وکیف یقل ما یتقبل[1]

تقویٰ کے ساتھ کوئی عمل کم نہیں ہوتا تو وہ عمل کیسے کم ہو سکتا ہے کہ جو مقبول بارگاہ پروردگا ہو۔

ان احبکم الی الله احسنکم عملا وعملا وان اعظمکم عندالله عملا اعظمکم فیما عند الله رغبته وان انجاکم من عذآب الله اشدکم خشیة لله، وان اقربکم من الله اوسعکم خلقا وان ارضاکم عند الله اسبغکم علی عیاله وان اکرمکم علی الله اتقاکم لله[2]

بیشک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے محبوب وہ ہے کہ جس کا کردار سب سے اچھا ہو اور تم میں سب سے بڑا اللہ کے نزدیک وہ ہے کہ جو اس چیز سے سب سے زیادہ رغبت رکھتا ہو کہ جو چیز اللہ کے نزدیک سب سے مرغوب اور پسند ہے اور تم میں عذاب الٰہی سے سب سے نجات یافتہ وہ شخص ہے کہ جو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہو، اور تم میں خدا سے سب سے زیادہ نزدیک وہ ہے کہ جس کا اخلاق سب سے وسیع ہے اور تم میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ شخص وہ ہے کہ جو اپنے عیال کی بہ نسبت سب سے زیادہ [خدا کی نعمتوں کی] بخشش کرنے والا ہے اور خدا کے نزدیک سب سے زیادہ باعزت وہ ہے کہ جو سب سے زیادہ تقویٰ اور پرہیزگاری رکھتا ہو۔

۵۔ خودسازی

الخیر کله صیانة الانسان نفسه[3]

تمام نیکی اور خیر اس میں ہے کہ انسان اپنے نفس کو [معصیت الٰہی سے] محفوظ رکھے۔

۶۔ باب کے ساتھ نیکی

امام سجاد علیہ السلام اپنے ایک فرزند سے فرماتے ہیں:

---

[1] تحف العقول، ص ۲۸۸

[2] تحف العقول، ص ۲۸۸، کشف الغمہ، ج ۲، ص ۱۰۲، حلیۃ الاولیاء، ج ۳، ص ۱۳۵

[3] تحف العقول، ص ۲۹۰

یا بنی ان اللہ رضیتی لک ولم یرضک لی فاوصاک بی ولم یوصنی بک علیک بالبر تحفة یسره[1]

بیٹا' خداوند عالم نے مجھے تمہارے واسطے پسند کیا ہے لیکن تمہیں میرے واسطے پسند نہیں کیا ہے [باپ کا مرتبہ اللہ کے ک نزدیک عظیم ہے اور فرزند کو چاہئے کہ باپ کے ساتھ حسن سلوک کرے]' میرے سلسلے میں اللہ نے تم سے وصیت کی ہے لیکن تمہارے سلسلے میں مجھ سے وصیت نہیں کی ہے لہٰذا تمہیں چاہئے کہ [اپنے باپ کے ساتھ] نیکی کا رویہ اختیار کرو چاہے وہ چھوٹا سا ہدیہ ہی کیوں نہ ہو۔

۷۔ زہد

الزہد عشرہ اجزاء فاعلی درجات الزهد ادنی درجات الورع واعلی درجات الورع ادنی درجات الیقین واعلی درجات الیقین ادنی درجات الرضی وان الزهد فی آیة من کتاب اللہ[2] لکیلا تاسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما آتاکم[3]

زہد کے دس جزء ہیں: زہد کا سب سے بڑا درجہ' ورع و پارسائی کا سب سے کمترین درجہ ہے۔ اور ورع و پارسائی کا سب سے بڑا درجہ' یقین کا سب سے کمترین درجہ ہے۔ اور یقین کا سب سے بڑا درجہ' رضا و خشنودی کا سب سے کمترین درجہ ہے۔ بیشک زہد [کی تعریف] قرآن کی ایک آیت میں اس طرح بیان ہوئی ہے: "تاکہ جو کچھ تم سے چھوٹ جائے اس پر افسوس نہ کرو اور جو کچھ تمہیں دیا گیا ہو اس پر خوش نہ ہو جاؤ۔

امام علیہ السلام اس کے بعد مزید فرماتے ہیں:

یابن آدم ارض بما آتیتک تکن من ازهدالناس، ابن آدم، اعمل بما افترضت علیک تکن من اعبدالناس، ابن آدم، اجتنب مما حرمت علیک تکن من اورع الناس[4]

خداوند عالم فرماتا ہے: اے فرزند آدم' جو کچھ میں نے تجھے عطا کیا ہے اس پر راضی رہ تاکہ انسانوں میں سب سے بڑا زاہد بن جائے' اے فرزند آدم' جو میں نے تم پر واجب کیا ہے اس پر عمل کرتا کہ انسانوں میں سب سے بڑا

---

[1] تحف العقول' ص ۲۸۸' العقد الفرید' ج ۳ ص ۸۹

[2] تحف العقول' ص ۲۹۰

[3] حدید' ۲۳

[4] تحف العقول' ص ۲۹۲

عبادت گزار بن جائے' اے فرزند آدم جو میں نے تم پر حرام کیا ہے اس سے پرہیز کرتا کہ لوگوں میں سب سے بڑا ورع و پارسائی رکھنے والا بن جائے۔

۸۔ کمال دین

ان المعرفة وكمال دين المسلم تركه الكلام فيما لايعنيه وقلة مرائه وحلمه وصره وحسن خلقه[1]

بیشک' مسلمان کا کمال معرفت و دین اس میں ہے کہ : بے فائدہ کلام کو ترک کرے' کم بحث و مباحثہ کرے' صبر و حلم اور اچھے اخلاق سے خود کو مزین کرے۔

۹۔ موت [رحمت و مغفرت]

ابن آدم، انک لاتزال بخير ما كان لک واعظ من نفسک وما كانت المحاسبة من همک وما كان الخوف لک شعارا والحذر لک دثارا، ابن آدم انک ميت و مبعوث و موقوف بين يدی الله جعل و عزا فاعد له جوابا[2]

اے فرزند آدم' ہمیشہ خیر و نیکی میں رہو گے جب تک تمہارا اندرونی واعظ تمہیں وعظ و نصیحت کرتا رہے گا اور اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہو گے' اور خوف خدا کو اپنا ظاہری لباس اور پرہیزگاری کو اندرونی لباس قرار دو گے' اے فرزند آدم' یقینا تمہیں موت آنا ہے اور [قیامت کے دن] دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے اور پیش خدا جواب دہی کے لئے حاضر کئے جاؤ گے لہٰذا خود کو خدا کے سامنے جواب دہی کے لئے تیار کرو۔

اللهم واجعله [الموت] بابا من ابواب مغفرتک ومفتاحا من مفاتيح رحمتک

خدایا' موت کو اپنی مغفرت کے دروازوں اور رحمت کی کنجیوں میں سے قرار دے۔

اللهم صل على محمد وآله واكفنا طول الامل وقصره عنا بصدق العمل حتى لا نومل استشمام ساعة بعد ساعة ولا استيغاء يوم بعد يوم ولا اتصال نفس بنفس ولا لحوق قدم بقدم وسلمنا من غروره وآمنا من شروره[3]

---

[1] تحف العقول' ص ۳۹۰

[2] تحف العقول' ص ۳۹۲

[3] صحیفہ سجادیہ' دعا ۴۰

خدایا، محمد وآل محمد پر درود نازل فرما اور ہمیں لمبی لمبی آرزوؤں سے محفوظ رکھ اور سچے عمل کے طفیل ان کو ہم سے دور کر دے تاکہ وقت کے یکے بعد دیگرے ختم ہو جانے کی آرزو نہ کریں اور نہ دن کے یکے بعد دیگرے پورا ہونے کی تمنا کریں اور نہ سانس کے یکے بعد دیگرے آنے کی، اور نہ ایک قدم کے بعد دوسرے قدم کا انتظار کریں اور ہم کو غرور آمیز [آرزوؤں سے] محفوظ رکھ اور اس کے نقصان سے امان عطا کر۔

وانصب الموت بین ایدینا نصبا حتی یکون الموت ما نسنا الذی نانس به وما لفناء الذی نشتاق الیه وحامتنا التی نحب الدنو منحا فاذا اوردته علینا وانزلته ینافاسعدنا به زائرا وآنسنا به قادما ولا تشقنا بضیافته ولا تخزنا بزیارته[1]

اور موت کو ہمارے سامنے مجسم فرما، تاکہ موت، انسیت کا سبب ہو کہ جس سے انس حاصل کریں اور الفت و لگاؤ کا سبب ہو کہ جس سے اشتیاق حاصل کریں، اور قرابتداروں کی طرح ہو کہ جس سے قربت حاصل کرنا پسندیدہ ہو، پس جس وقت وہ [موت] ہمیں آئے اور تیرا حکم ہمارے بارے میں نازل ہو جائے تو اس کی زیارت باعث سعادت اور اس کا آنا، آرام وانسیت کا سبب قرار دے، اس کی مہمانی کو ہمارے لئے بدبختی اور زیارت کو ذلت ورسوائی کا سبب قرار نہ دے۔

۱۰۔ تواضع، تقویٰ، نیت، علم فقہ

لا حسب لقرشی ولا لعزلی الا بتواضع ولا کرم الا بتقوی ولا عمل الا بنیة ولا عباده الا بالتفقه الا و ان ابغض الناس الی الله من یقتدی بسنة امام یقتدی باعماله[2]

کسی قریشی اور عرب کے لئے کسی قسم کی برتری نہیں ہے سوائے تواضع اور انکساری کے، اور کوئی عزت و کرامت نہیں ہے سوائے تقویٰ کے، اور کسی عمل کی قدر و قیمت نہیں ہے سوائے [خالص] نیت کے، اور کوئی عبادت نہیں ہے بغیر مسائل فقہی کی آشنائی کے، اور جان لو کہ اللہ کے نزدیک سب سے نفرت انگیز شخص وہ ہے کہ جو خود کو امام کا پیروکار سمجھے لیکن ان کی اطاعت نہ کرے۔

---

[1] صحیفہ سجادیہ، دعا ۴۰

[2] تحف العقول، ص ۳۹۲

۱۱۔ دعا

المومن من دعائه على ثلاث اما ان يدخر له واما ان يعجل له واما ان يدفع عنه بلاء يريد ان يصيبه[1]

مومن وہ ہے کہ جس کی دعا ان تین خصوصیات میں سے کوئی ایک خصوصیت رکھتی ہو: یا اس کے لئے ذخیرہ رکھتی ہو [تاکہ ذخیرہ آخرت کے طور پر سعادت و کامیابی کا سبب بنے] یا اسی دنیا میں قبولیت حاصل کرلے، یا جو بلاء و مصیبت آنے والی ہو اس کو ٹال دے۔

اللهم انی اعوذبک ان تحسن فی مرای العیونی علانیتی و تقبح فی خفیات القلوب سریر تی اللهم کما اسات واحسنت الی فاذزا عدت فعد علی وارزقنی موساة من قترت علیه بما وسعت علی[2]

خدایا، میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ ظاہری طور پر لوگوں کی نظروں میں نیک انسان رہوں لیکن دلوں میں اندرونی طور پر برا ہوں۔ خدایا میں نے جب بھی کچھ برا کیا تو نے [اس کے مقابل] اچھا کیا، اگر میں پھر ویسا ہی کروں تو بھی ویسا ہی [اچھا] کر، اور مجھے [مادی و معنوی] رزق عطا فرما تاکہ تو نے جو میری قسمت میں [رزق کی] گنجائش و وسعت عطا کی ہے، اسی میں ان کو بھی شریک کروں جن کا رزق و روزی تو نے سلب کرلیا ہے

اللهم من انا حتی تغضب علی فوعزتک ما یزین ملکک احسانی ولا یقبحه اسائتی ولا ینقص من خزائنک غنائی ولا یزید فیها فقری[3]

خدایا، میں کیا [اور کون] ہوں کہ تو مجھ پر غضبناک ہو؟ تیری عزت کی قسم میرا نیک عمل تیرے ملک [دونوں جہاں کی بادشاہت] کو زینت نہیں بخش سکتا اور نہ ہی میرا برا عمل تیرے ملک کی زینت کو خراب کرسکتا ہے، اور نہ میری بے نیازی تیرے خزانوں [کی بادشاہت] کو زینت نہیں بخش سکیں میں کمی لاسکتی ہے اور نہ میری نیازمندی و فقیری اس میں اضافہ کرسکتی ہے۔

جس وقت آپ کو معلوم ہوا کہ مسلم بن عقبہ مدینہ کی طرف آرہا ہے تو آپ نے یہ دعا پڑھی:

---

[1] تحف العقول، ص ۲۹۲

[2] کشف الغمہ، ج ۲، ص ۷۵، العقد الفرید، ج ۳، ص ۱۵۵، حلیۃ الاولیاء، ج ۳، ص ۱۳۴، صفۃ الصفوہ، ج ۲، ص ۵۳

[3] کشف الغمہ، ج ۲، ص ۱۰۲

رب کم من نعمة انعمت بها علی قل لک عندها شکری و کم من بلیة ابتلیتنی بها قل لک عندها صبری فی آمن قل عند نعمته شکری فلم یحرمنی ویا من قل عند بلائه صبری فلم یخذلنی یا ذا المعروف الذی لاینقطع ابدا و یا ذا النعماء التی لاتحصی عددا صل علی محمد وآل محمد وادفع عنی شره فانی ادرا بک فی خیره واستعیذ بک من شره[1]

پروردگار، کتنی ساری نعمتیں ہیں کہ جو تونے مجھے بخشیں اور میں نے کماحقہ ان پر تیرا شکر ادا نہیں کیا۔ اور تونے مجھے بہت سی آزمائشوں میں مبتلا کیا لیکن اس کے مقابل [تیرے لئے] صبر نہایت کم تھا' اے وہ ذات پاک' کہ جس کی نعمتوں کے مقابل' میرا شکر کم تھا لیکن پھر بھی مجھے [اپنی نعمتوں سے] محروم نہیں کیا اے وہ ذات' کہ جس کی آزمائشوں کے مقابل' میرا صبر کم تھا پھر بھی اس نے مجھے رسوا نہیں کیا' اے صاحب خیر و نیکی کبھی جدا نہیں ہوسکتی' اے نعمتوں کے مالک' کہ جس کی نعمتوں کو شمار نہیں کیا جاسکتا' محمد وآل محمد پر درود وسلام بھیج' اور اس آدمی [مسلم بن عقبہ] کے شر کو مجھ سے دور کردے' میں تیرے وسیلہ سے اس سے دوری چاہتا ہوں اور اس کے شر سے [حفاظت کے لئے] تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔

۱۲۔ صحت وسلامتی

امام علیہ السلام نے ایک بیمار کو دیکھا کہ جو صحتیاب ہوگیا تو اس سے فرمایا:

یهنئوک الطهور من الذنوب ان الله قد ذکرک فاذکره وقالک فاشکره[2]

اے گناہوں سے پاک ہونے والے تمہیں مبارک ہو' یقینا خداوند عالم تمہاری یاد میں تھا لہٰذا تم بھی یاد خدا میں رہو' خدا نے تمہیں [گناہوں کی وجہ سے] معاف کردیا لہٰذا تم اس کے شکرگزار [بندے] رہو۔

۱۳۔ بہترین سخن

خمس لو رحلتم فیهن لانضیموهن وما قدرتم علی مثلهن لایخاف عبد الا ذنبه ولا یرجو الا ربه ولا یستحیی الجاهل اذا سئل عما لا یعلم ان یتعلم والصبر من الایمان بمنزله الراس من الجسد ولا ایمان لمن لا صبر له[3]

---

[1] کشف الغمہ' ج ۲' ص ۸۹

[2] تحف العقول' ص ۳۹۲

[3] تحف العقول' ص ۳۹۲

پانچ گفتار ایسی ہیں کہ اگر تم ان کو حاصل کرنے کے لئے سفر کرو اور اس راہ میں تمہاری سواری [دور دراز راستہ طے کرنے اور تکان سفر کی وجہ سے] کمزور بھی ہو جائے تب بھی ان [پانچ گفتار] کے مثل پیدا نہیں کر سکتے: انسان اپنے گناہ کے علاوہ کسی اور چیز سے نہ ڈرے' اور خدا کے علاوہ کسی اور سے امید نہ رکھے' نادان سے کوئی سوال کیا جائے اور وہ نہ جانتا ہو تو شرم نہ کرے بلکہ اسے سیکھنے کی کوشش کرے' صبر' ایمان کی نسبت ایسے ہے جیسے جسم کی نسبت سر ہے' اور جس کے پاس صبر نہیں ہے اسی کے پاس ایمان بھی نہیں ہے۔

۱۴۔ محبت و دوستی

ایک شخص نے امام علیہ السلام سے کہا: واقعا میں آپ سے خدا کی خاطر' محبت کرتا ہوں' امام [ع] نے کچھ دیر سر جھکایا' پھر فرمایا:

اللھم انی اعوذبک ان احب فیک وانت لی مبغض ثم قال له احبک للذی تحبنی فیه[1]

خدایا تجھ سے اس بات کی پناہ مانگتا ہوں کہ تیری خاطر [بندوں کے نزدیک] محبوب قرار پاؤں درحالیکہ تو مجھ سے بیزار رہے۔ پھر اس شخص سے فرمایا: میں تجھ سے اسی کی خاطر محبت کرتا ہوں کہ جس کی خاطر تو مجھ سے کرتا ہے۔

۱۵۔ مومن کے صفات و اخلاق

ان من اخلاق المومن الانفاق علی قدر الاقتار و۔۔۔

یقینا مومن کے اخلاق میں سے ہے: اپنی زندگی کے [اقتصادی] حالات کے اعتبار سے خدا کی راہ میں انفاق کرنا اور [حالات کے اعتبار سے] اپنی زندگی میں وسعت و کشادگی پیدا کرنا اور لوگوں کے ساتھ انصاف کا رویہ اختیار کرنا اور لوگوں کو سلام کرنے میں پہل کرنا۔

ثلاث منجیات للمومن: کف لسانه عن الناس و۔۔۔

تین چیزیں' مومن کی نجات کا سبب ہیں: زبان کو لوگوں سے اور ان کی غیبت کرنے سے محفوظ رکھنا خود کو ان چیزوں میں مشغول رکھنا کہ جو آخرت اور دنیا کے لئے مفید ہیں' اور اپنے گناہوں اور خطاؤں پر [خوف خدا سے] طولانی گریہ کرنا۔

---

[1] تحف العقول' ص ۲۰۶

نظر المومن فی وجه اخیه المومن ۱

مومن کا اپنے مومن بھائی کے چہرہ پر محبت آمیز نگاہ کرنا عبادت ہے۔

ثلاث من کن فیه من المومنین ۲

تین صفات، جس مومن میں ہوں وہ خدا کی پناہ میں ہے اور خداوند عالم، قیامت کے دن اس کو اپنے عرش کے سایہ میں جگہ عنایت فرمائے گا، اور اس عظیم دن کے خوف وہراس سے محفوظ رکھے گا: [پہلی صفت یہ ہے کہ] لوگوں کے ساتھ ویسے ہی عطاو بخشش کرے کہ جیسے خود وہ امید رکھتا ہے کہ اس کے ساتھ عطاو بخشش کی جائے، اور کوئی عمل انجام نہ دے کوئی قدم نہ اٹھائے سوائے اس کے کہ جان لے کہ اس میں خدا کی اطاعت ہے یا معصیت [اطاعت ہے تو انجام دے، معصیت ہے تو ترک کردے] جو اپنے برادر مومن میں عیب نکالے یہاں تک کہ اس عیب کو [خود سے] دور نہ کرے اور مرد مومن کے لئے یہی [بات] کافی ہے کہ اپنے عیوب سے دوری کرنے کی مشغولیت اس کو دوسروں کی عیب جوئی سے باز رکھے۔

من اطعم مومنا ـ ۳

جو شخص اپنے مومن بھائی کو بھوک کی حالت میں کچھ کھلائے تو خداوند عالم جنتی پھلوں سے اسے سیراب کرے گا۔

والله لقضاء حاجته احب الی الله ـ ٤

خدا کی قسم، مومن کی حاجت روائی، اللہ کے نزدیک دو مہینے پے در پے روزہ رکھنے اور ماہ ہائے حرام [جن مہینوں میں جہاد کو حرام قرار دیا گیا ہے جیسے ماہ رجب، ذی القعدہ۔۔۔] میں اعتکاف کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔

۱۶۔ پاکدامنی

ما من شیء احب الی ا ـ ۵

۱۔ تحف العقول، ص ۳۹۲

۲۔ تحف العقول، ص ۳۹۲

۳۔ کافی، ج ۲، ص ۲۸۸

۴۔ بحار الانوار، ج ۷۱، ص ۳۰۸

۵۔ تحف العقول، ص ۳۹۸

خدا کے نزدیک اس کی معرفت کے بعد، کوئی چیز اپنے شکم کو حرام چیزوں سے بچانے اور پاکدامنی سے زیادہ محبوب نہیں ہے اور خدا کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ چیز یہ ہے کہ اسی سے مانگا جائے۔

۱۷۔ صالحین

مجالس الصالحین داعیة الی الصلاح وآداب العلماء[1]

نیک لوگوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، خیر وصلاح کی دعوت دینا ہے، اور علماء کے آداب وعادات سیکھنا، عقل وفہم میں اضافہ کا سبب ہے اور رہبران الٰہی کی اطاعت، کمال عزت کا باعث ہے، اور معاشرہ کو [اقتصادی ومالی] منافع پہنچانا، کمال مردانگی ہے، اور جو مشورہ چاہنے والی کی راہنمائی کرنا، حق نعمت کو ادا کرنا ہے، اور لوگوں کو آزار واذیت [دینے سے] پرہیز کرنا کمال عقل وفہم اور دنیا وآخرت میں آرام وآسائش کا سبب ہے۔

۱۸۔ شکر گزاری

جس وقت امام علیہ السلام اس آیت:

وان تعدوا—[2]

اگر تم خدا کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے۔ کی تلاوت کرتے تو فرماتے تھے:

سبحان من لم يجعل في احد من— [3]

پاک وپاکیزہ ہے وہ ذات کہ جس نے معرفت نعمت کو کسی کے نصیب میں قرار نہیں دیا سوائے اس مقدار کے کہ وہ معرفت نعمت سے عاجز ہے اور معرفت خدا کو بھی کسی کے نصیب میں قرار نہیں دیا سوائے اس مقدار کے کہ وہ خدا کی مکمل معرفت سے عاجز ہے اور خداوند عالم نے عرفاء کی تھوڑی معرفت جو ان کو حاصل ہوئی اور ان کی معرفت خدا سے عاجزی کو شکر کے طور پر قبول فرمالیا جیسے کہ علماء ودانشوروں کے علم ومعرفت کو اس لحاظ سے کہ وہ حقیقی معرفت خدا سے عاجز ہیں ایمان کے طور پر ان سے قبول فرمالیا، چونکہ اللہ جانتا ہے کہ اس کی ذات [بے انتہا] وسیع ہے [اور انسانوں کے فہم وادراک سے کہیں بالا وبرتر ہے] اور کوئی اس حد سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔

---

[1] تحف العقول، ص ۲۹۸

[2] ابراہیم، ۳۴

[3] تحف العقول، ص ۲۹۸

سبحان من جعل الاعتراف بالنعمة۔[1]

پاک و منزہ ہے وہ ذات کہ جس نے نعمت کے اعتراف کو اپنی حمد وثنا کے طور پر قرار دیا اور پاک و پاکیزہ ہے وہ ذات کہ جس نے [اپنی نعمتوں پہ کماحقہ] شکر سے عاجزی کو شکر کے طور پر قرار دیا۔

۱۹۔ کان سے سوال

ولیس لک ان تسمع ما شئت لان ۔[2]

تمہیں ہر چیز سننے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ اللہ فرماتا ہے: کان، آنکھ، دل ان سب سے [روز قیامت] سوال کی جائے گا۔

۲۰۔ زبان کی ذمہ داری

و لیس لک ان تتکلم۔[3]

اور تمہیں ہر چیز بولنے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ خداوند عالم فرماتا ہے:

ولا تقف ما۔[4]

جس چیز کا تمہیں علم نہیں ہے اس کے بارے میں خاموش رہو [اہل علم سے پوچھو] اور رسول خدا [ص] نے فرمایا: خدا اس بندہ پر رحمت کرے کہ جو نیک اور پسندیدہ بات کہتا ہے اور بہرہ مند ہوتا ہے یا [پھر] خاموش رہتا ہے اور [گناہوں سے] سلامت رہتا ہے۔

۲۱۔ تلاش حقیقت کا فائدہ

لوکان الناس یوفون جملة الحال۔[5]

اگر لوگ "تلاش حقیقت اور راہ حقیقت بیانی کے صحیح فائدے کو جان لیتے اور جو کچھ اپنے دل میں ہے اس کو آشکار کر دیتے اور وہ یقین جو ان کو اس کے نتیجہ میں حاصل ہوا ہے اس طرح اپنے آپ میں مشغول ہو جاتے کہ انہیں دوسری چیزوں کی فکر ہی نہ رہتی" درحالیکہ یہ حقیقت ان کو کچھ ہی دنوں کی مختصر سی مدت میں

---

[1] تحف العقول، ص ۲۹۸

[2] بحار الانوار، ج ۷۴، ص ۱۹۳، سورہ اسراء، ۳۶

[3] بحار الانوار، ج ۷۴، ص ۱۹۳

[4] اسراء، ۳۶

[5] البیان والتبیین، ج ۱، ص ۸۴

معلوم ہوتی اور معمولی سے وقت کے غور و فکر سے حاصل ہوتی' لیکن لوگ یا جہالت و نادانی کے اندھیرے میں گم ہیں یا ان کی خواہش نفسانی' حقیقت تک پہنچنے میں مانع ہے یا غلط عادات و اطوار' علم سیکھنے کی فضیلت میں رکاوٹ ہیں۔

۲۲۔ اہل بہشت

اذزا کان یوم القیامۃ نادی۔

جب روز قیامت ہوگا' تو ایک ندا دینے والا ندا دے گا اہل فضل کھڑے ہو جائیں' تو لوگوں کا ایک گروہ کھڑا ہو جائے گا' ان سے کہا جائے گا' جنت میں داخل ہو جاؤ' فرشتے ان کے پاس آکر پوچھیں گے' کہاں جا رہے ہو؟ تو وہ لوگ کہیں گے: جنت۔ فرشتے پوچھیں گے حساب و کتاب سے پہلے جنت جا رہے ہو؟ تو وہ گروہ والے کہیں گے: ہاں۔ فرشتے کہیں گے تم کون لوگ ہو؟ وہ کہیں گے: ہم اہل فضل ہیں۔ پوچھا جائے گا تمہارا فضل کیا ہے؟ تو اہل فضل جواب دیں گے: جب ہم سے لوگ جہالت و نادانی سے پیش آتے تھے تو حلم و بردباری سے پیش آتے تھے اور جب ہم پر ظلم و ستم کیا جاتا تھا تو صبر سے کام لیتے تھے اور جب ہمارے ساتھ برا سلوک کیا جاتا تھا تو ہم معاف کر دیتے تھے۔ تو فرشتے کہیں گے: جنت میں داخل ہو جاؤ تمہارے اعمال کا اجر و ثواب' نیک اور پسندیدہ ہے۔

ثم یقول مناد ینادی۔

اس کے بعد پھر آواز آئے گی' اہل صبر آئیں گے لوگوں کا ایک گروہ آئے گا ان سے کہا جائے گا' جنت میں داخل ہو جاؤ' اس کے بعد کچھ فرشتے ان کے پاس آئیں گے اور جو پہلے والے گروہ سے سوال کیا تھا ان سے بھی کریں گے' وہ لوگ جواب دیں گے ہم اہل صبر ہیں' فرشتے پوچھیں گے تمہارا صبر کیسا تھا؟ تو وہ جواب دیں گے: ہم نے اپنے نفس کو خداوند عالم کی اطاعت کے لئے صابر قرار دیا اور معصیت الٰہی سے دور رکھا۔ ان سے کہا جائے گا: جنت میں داخل ہو جاؤ تمہارے اعمال کا اجر و ثواب نیک اور پسندیدہ ہے۔

ثم ینادی مناد یقم۔۱

اس کے بعد ایک آواز پھر آئے گی: "خدا کے پڑوسی اس کے گھر میں" آگے آئیں' کچھ لوگ آئیں گے اور ان کی تعداد کم ہوگی ان سے کہا جائے گا جنت میں داخل ہو جاؤ۔ فرشتے ان سے ملاقات کریں گے اور وہی سوال

---

۱ کشف الغمہ' ج ۲ ص ۱۰۳' حلیۃ الاولیاء' ج ۳' ص ۱۳۹

کریں گے کہ جو پہلے گروہ سے کیا تھا کہ تم لوگ کیسے خدا کے گھر میں اس کے پڑوسی ہوئے؟ تو وہ لوگ جواب دیں گے: ہم خدا کی مرضی کی خاطر ایک دوسرے کی زیارت کو جاتے تھے۔ آپس میں خدا کی رضایت کے لئے اٹھتے بیٹھتے تھے اور خدا کی راہ میں بخشش سے کام لیتے تھے۔ ان سے کہا جائے گا جنت میں داخل ہو جاؤ' تمہارے اعمال کا اجر و ثواب نیک اور پسندیدہ ہے۔

۲۳۔ علم و دانش

من کتم علما[1]

جو شخص علم کو چھپائے [دوسروں کو نہ سکھائے] یا سکھانے کے لئے کچھ لے ایسا علم اس کو کبھی بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

۲۴۔ غربت

فقد الاحبة غربة[2]

دوستوں کا نہ ہونا' غربت ہے۔

۲۵۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

التارک الامر بالمعروف[3]

جو شخص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کرے اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے کہ جو کتاب خدا کو پس پشت ڈال دے [اس پر عمل نہ کرے] سوائے اس کے کہ تقیہ کی حالت میں ہو۔ امام سے پوچھا گیا اس کا تقیہ کیسا ہوگا؟ فرمایا؛ سرکش ظالم کا خوف ہو کہ اس کے ساتھ حد سے تجاوز کرے یا کوئی ظلم اس کے ساتھ روا رکھے۔

۲۶۔ توبہ

توبہ وہ راستہ ہے کہ جس کے ذریعہ انسان اپنے گذشتہ [اعمال] کا بدل کر سکتا ہے اور اس کے وسیلہ سے گمراہی و نافرمانی سے نکل کر خداوند عالم کی اطاعت و ہدایت کی روشنی میں آسکتا ہے' دوری سے نکل کر' خدا کا تقرب

---

[1] کشف الغمہ' ج ۲' ص ۱۰۳' حلیۃ الاولیاء' ج ۳' ص ۱۴۰

[2] کشف الغمہ' ج ۲' ص ۱۰۲' حلیۃ الاولیاء' ج ۳' ص ۱۳۴' صفوۃ الصفوہ' ج ۲' ص ۵۳

[3] الطبقات الکبریٰ' ج ۵' ص ۱۵۸ حلیۃ الاولیاء' ج ۳' ص ۱۴۰

حاصل کر سکتا ہے اور اس طرح نجات و سعادت کا راستہ پا سکتا ہے اور ان لوگوں میں شامل ہو سکتا ہے کہ جو صالح اور نیک صفات ہیں۔

انما التوبة العمل۔۱

توبہ کا مطلب عمل [کرنا] اور نیک عمل کی طرف واپس آنا ہے، توبہ [خالی زبان سے] کہنے کا نام نہیں ہے۔

الهی البسنی الخطایا۔

خدایا گناہوں نے مجھے ذلت کا لباس پہنا دیا اور تجھ سے دوری [تیری نافرمانی کے ذریعہ] نے مجھے فقیروں اور تنگدستوں کا لبادہ اڑھا دیا ہے اور میری عظیم جنایت و ظلم [غفلت گناہ] نے میرا دل مردہ کر دیا ہے بس تو توبہ کی برکت سے اسے زندہ کر دے اے میری آرزو، اور میرا مقصود اور میرے مطلوب و محبوب۔

اللهم۔ اجعل سکونی قلبی۔۲

خدایا، میرے قلب کا سکون، میرے نفس کا آرام و راحت اور میرا لوگوں سے بے نیاز ہونا، اور میرے کاموں کی کفایت، تو اپنی ذات سے وابستہ رکھ اور ان لوگوں سے کہ جو بہترین مخلوق ہیں۔

۲۷۔ بہترین باپ اور بہترین بیٹے

ان خیر الآباء للابناء۔۳

بیشک باپ بیٹوں کے لئے وہ باپ ہے کہ جس کی محبت اسے تفریط [ذمہ داریوں میں کوتاہی] کی طرف نہ لے جائے اور بہترین بیٹے، باپ کے لئے وہ ہیں کہ جن کی کوتاہی انہیں نافرمانی کی طرف نہ لے جائے۔

۲۸۔ آزاد افراد کی عبادت

ان قوما عبدوا الله رهبة۔٤

کچھ لوگ خدا کی عبادت، خوف کی وجہ سے کرتے ہیں یہ غلاموں کی عبادت ہے کچھ دوسرے لوگ خدا کی عبادت، شوق و رغبت کی بنا پر کرتے ہیں یہ تاجروں کی عبادت ہے، کچھ لوگ خدا کی عبادت، شکر کے طور پر کرتے ہیں یہ آزاد لوگوں کی عبادت ہے۔

---

[1] کشف الغمہ، ج ۲، ص ۱۰۲، حلیۃ الاولیاء، ج ۳، ص ۱۳۴، صفوۃ الصفوہ، ج ۲، ص ۵۳

[2] صحیفہ سجادیہ، دعا نمبر ۲۱

[3] العقد الفرید، ج ۲، ص ۸۹

[4] کشف الغمہ، ج ۲، ص ۷۵، حلیۃ الاولیاء، ج ۳، ص ۱۳۶، صفوۃ الصفوہ، ج ۲، ص ۵۳

۲۹۔ نیکی اور برائی

لا یقول الرجل فی اجل۔۱

کوئی شخص، نادانستہ طور پر کسی کی نیکی بیان نہیں کرتا سوائے اس کے کہ ممکن ہے نادانستہ طور پر اس کی برائی بھی بیان کردے۔

۳۰۔ انفاق

الذنوب التی۔۲

وہ گناہ کہ جو آسمان سے بارش کو روک دیتے ہیں: حکام کا عدل و انصاف میں ظلم و ستم کرنا، زکاۃ و قرض اور امانت کا ادا نہ کرنا، اہل فقر و فاقہ کے ساتھ سنگدل ہونا [ان سے نرم رویہ اختیار نہ کرنا] یتیموں اور بیواؤں پر ظلم کرنا، رات کے وقت سائل کو [خالی ہاتھ] واپس کرنا۔

وجه فی ابواب البر۔۳

خدایا، میرے انفاق کو خیر و صلاح کے راستے پر قرار دے۔

واجر للناس علی۔٤

خدایا، میرے ہاتھوں سے لوگوں کو خیر و نیکی پہنچا اور اس خیر و نیکی [اور خدمت] کو احسان جتانے کے ذریعہ تباہ مت کر [بلکہ صرف اپنی خشنودی کا ذریعہ قرار دے۔]

۳۱۔ شہید و شہادت

وما من قطرة احب الی الله۔۵

خداوند عالم کے نزدیک کوئی قطرہ، دو قطروں سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ نہیں ہے: ایک وہ قطرہ خون کہ جو راہ خدا میں بہے اور دوسرے وہ قطرہ اشک کہ جو تاریکی شب میں، صرف خوف خدا سے آنکھوں سے بہے۔

---

[1] عیون اخبار، ج ا، ص ۲۷۵

[2] بحار الانوار، ج ۷۳، ص ۳۷۶

[3] صحیفہ سجادیہ، دعا نمبر ۳۰

[4] صحیفہ سجادیہ، دعا نمبر ۲۰

[5] الخصال، ج ا، ص ۵۰

ابالقتل تھددوننی یابن زیاد۔۔۔ ۱

اے ابن زیاد، تم مجھے قتل سے ڈراتے ہو؟ کیا تم نہیں جانتے [راہ خدا میں] قتل ہونا ہماری عادت ہے اور ہماری سربلندی و بزرگی [راہ خدا میں] شہادت ہے۔

ثم له الحمد۔۔۔ حمدا نسعد به فی السعداء۔۔۔ ۲

تمام تعریفیں خدا کے لئے ہیں۔۔۔ ایسی تعریف کہ جس کے ذریعہ ہم خوشبخت اور اولیاء الہی کے ساتھ قرار پائیں اور اسی کی مدد سے شہداء کی صف کی راہ میں آجائیں کہ جو دشمنان خدا کی تلوار سے شہید ہوئے۔

۳۲۔ اہل و عیال کے لئے آسائش

وان ارضاکم عند الله۔۔۔ ۳

اللہ کے نزدیک تم میں سب سے پسندیدہ شخص وہ ہے کہ جو اپنے اہل و عیال کے لئے سب سے زیادہ آسائش فراہم کرے۔

۳۳۔ انسان کی روحی ضروریات

وعلتی لایبردھا الا وصلک۔۔۔

میری اندرونی سوزش [اور تشنگی] تجھ سے وصل کے علاوہ کوئی چیز نہیں بجھا سکی اور میری دل کی بے چینی اور پریشانی تیری ملاقات کے بغیر آرام نہیں پا سکی۔

فلا تطمئن القلوب الا۔۔۔

بے شک دلوں کو تیرے ذکر کے بغیر آرام نہیں مل سکتا اور نفس تیرے دیدار کے بغیر سکون حاصل نہیں کر سکتے۔

اللھم انی اخلصت بانقطاء الیک۔۔۔ ٤

خدایا، میں نے ہر چیز کو چھوڑ کر، دل صرف تیرے لئے خالص کرلیا ہے اور اپنے تمام وجود کے ساتھ تیری طرف آیا ہوں۔

---

[1] بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۱۱۸

[2] صحیفہ سجادیہ، دعا نمبر ا

[3] الکافی، ج ۸ ص ۶۹

[4] صحیفہ سجادیہ، دعا نمبر ۲۸

۳۴۔ شرافت

واعصمن منی ان اظن بذذی۔۔۱

خدایا' مجھے اس چیز سے محفوظ رکھ کہ نادار [اور فقراء] کو پست خیال کروں اور ثروتمند کو برتر سمجھوں کیونکہ حقیقتاً شریف [وہ شخص ہے کہ] جسے تیری اطاعت و فرمانبرداری شرافت بخشے اور عزیز وہ ہے کہ جسے تیری عبادت عزت عطا کرے۔

لا حسب الا۔۔۲

کوئی شرافت نہیں ہے سوائے تواضع اور انکساری کے۔

الحسب الفعال۳

شرافت' انسان کی کارکردگی سے وابستہ ہے۔

۳۵۔ دوستی و محبت خدا

الهی فاجعلها ممن اصطفیته۔۔٤

خدایا' مجھے ان لوگوں میں سے قرار دے کہ جن کو تونے اپنی قربت و محبت و دوستی کے لئے انتخاب کیا ہے اور اپنی محبت کے لئے خالص کردیا ہے۔۔۔ اور تونے ان کے دلوں کو اپنی محبت کے لئے ہر چیز سے خالی کردیا ہے۔

اللهم انی اسئلک محبک۔۔٥

خدایا' میں تجھ سے تیری محبت چاہتا ہوں اور ان کی محبت کہ جن سے تو محبت کرتا ہے' اور ہر وہ عمل کہ جو تجھ سے قریب کردے۔

---

[1] صحیفہ سجادیہ' دعا نمبر ۳۵

[2] بحار الانوار' ج۱' ص ۲۰۷

[3] بحار الانوار' ج ۷۰' ص ۲۹۳

[4] مفاتیح الجنان' [فارسی] ص ۱۲۵' ۱۲۴

[5] مفاتیح الجنان' [فارسی]' ص ۱۲۵

۳۶۔ نجات وہلاکت

قیل له یوما ان۔۔۱

امام[ع] سے کہا گیا کہ حسن بصری کا کہنا ہے جو شخص [اپنے غلط اعمال] کی بنا پر ہلاک ہو جائے تعجب نہیں ہے کہ کیسے ہلاک ہوا بلکہ تعجب کی بات یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نجات پا جائے تو کیسے نجات پا گیا۔ امام [ع] نے فرمایا: میں یہ کہتا ہوں کہ تعجب کی بات یہ نہیں ہے کہ کوئی نجات پا جائے بلکہ تعجب کی بات یہ ہے کہ اللہ کی وسیع رحمت و مغفرت کے ہوتے ہوئے کیسے کوئی ہلاک ہو گیا۔

۳۷۔ دنیا

ان الدنیا قد ارتحلت مدبرة۔۔

بے شک دنیا نے سفر کر لیا ہے اور جانے والی ہے اور آخرت نے سفر کر لیا ہے اور آنے والی ہے اور ان میں ہر ایک کے اولاد ہے لہٰذا تم آخرت کے فرزند بنو نہ دنیا کے فرزند۔ ان افراد میں سے بنو کہ جو دنیا کی طرف رغبت نہیں رکھتے بلکہ آخرت کے مشتاق ہیں' کیونکہ جو دنیا سے رغبت نہیں رکھتے انھوں نے زمین کو اپنا دستر خوان' اور مٹی کو بستر' اور پتھر کو اپنا سرہانا' پانی کو عطر بنا لیا ہے۔ اور زندگی کو دنیا سے قینچی کر دیا ہے [دنیاوی زندگی سے منھ پھیر لیا ہے] جان لو' جو شخص جنت کا مشتاق ہے وہ نیکیوں کی طرف تیزی سے مائل ہوتا ہے اور دنیاوی لذتوں اور شہوتوں سے بچتا ہے' اور جو شخص جہنم سے ڈرتا ہے وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرنے کے لئے خدا کی بارگاہ میں عجلت سے کام لیتا ہے اور حرام کاموں سے پرہیز کرتا ہے' جو شخص دنیا کی طرف مائل نہیں ہے دنیا کی مشکلات و دشواریاں اس پہ آسان ہو جاتی ہیں اور ناگوار نہیں ہوتیں۔ بے شک' خداوند عالم کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ جن کے دل' آخرت اور اس کے ثواب سے بندھے ہوئے ہیں اور وہ ان لوگوں کی طرح ہیں کہ جنھوں نے اہل جنت کو جنت میں' ہمیشگی اور نعمتوں سے سرشار دیکھا ہے اور اہل جہنم کو جہنم کے عذاب میں گرفتار دیکھا ہے۔ یہ وہی لوگ ہیں کہ جن کے نقصانات سے لوگ امان میں ہیں کیونکہ ان کے دل خوف خدا سے اس قدر لبریز ہیں کہ وہ لوگوں کو نقصان اور اذیت پہنچانے کی فکر بھی نہیں کرتے' انھوں نے حرام کاموں سے چشم پوشی کر لی ہے' لوگوں سے ان کی ضرورت' بہت کم ہے' اللہ کی طرف سے مختصر اور ناچیز

---

[1] اعلام الوری' ص ۲۶۱ ۲۳ امالی سید مرتضیٰ' ج ۱' ص ۱۶۲

معاش[زندگی] کو قبول کیا ہے ' قیامت کے طویل و عریض روز حسرت سے رہائی کے واسطے اس چند روزہ دنیا پر صبر سے کام لیا ہے۔

التعب والنصب خلقا۱

دنیا کا رنج والم اور تھکاوٹ 'اہل دنیا کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اور کوئی شخص مال دنیا سے ایک مٹھی [مال] نہیں اٹھاتا سوائے اس کے کہ اس دو برابر حرص ولالچ اسے دیا ہے۔

واللہ کالدنیا والآخرہ۔۔۲

خدا کی قسم' دنیا و آخرت 'ترازو کے دو پلڑوں کی طرح ہے کہ اگر ایک بھاری ہوا تو دوسرا [خود بخود] نیچے آ جاتا ہے۔

ایک دن امام سجاد علیہ السلام نے ایک بھیک مانگنے والے کو دیکھا کہ جو گریہ کر رہا تھا' آپ نے فرمایا:

لو ان الدنیا کانت فی کف۔۔۳

اگر دنیا اس شخص کے ہاتھ میں ہوتی اور اس کے ہاتھ سے گر جاتی تو اس کو گریہ نہیں کرنا چاہئے تھا۔

فلیس فی غنی الدنیا راحۃ ولکن الشیطان ٤

دنیا کی ثروتمندی اور دولت میں آرام و آسائش نہیں ہے لیکن شیطان انسان کو وسوسہ میں ڈالتا ہے کہ مال و ثروت اندوزی میں آرام و آسائش ہے۔ یہی مال و ثروت 'انسان کو دنیا میں رنج و مصیبت میں گرفتار کرتا ہے اور آخرت میں [خدا کے سامنے] حساب دینے کا باعث بنتا ہے۔

اللھم انزع من قلبی حب الدنیا۔۔٥

خدایا' میرے دل سے پست اور حقیر دنیا کی محبت ختم کر دے کہ جو مجھے اس چیز سے روکتی ہے کہ جو تیرے پاس ہے' اور تیری قربت کے وسیلہ کی فراہمی میں رکاوٹ ہے' اور تجھ سے نزدیک ہونے سے غافل بناتی ہے اور شب و روز اپنی مناجات [اور راز و نیاز] کے ذریعہ تنہائی و خلوت کو میرے لئے زینت قرار دے۔

---

[1] الخصال' ج ا ص ۶۴
[2] بحار الانوار' ج ۷۳' ص ۹۲
[3] کشف الغمہ' ج ۲' ص ۱۰۶
[4] بحار الانوار' ج ۷۳' ص ۹۲
[5] صحیفہ سجادیہ' دعا ۴۷' المصباح' ص ۸۸۶' اقبال الاعمال' ج ۲' ص ۸۷

۳۸۔ جھوٹ

اتقوا الکذب الصغیر منه و۔۔۱

جھوٹ سے پرہیز کرو چاہے چھوٹا [جھوٹ] ہو یا بڑا [جھوٹ] چاہے جھوٹ سنجیدگی میں ہو یا مذاق میں، کیونکہ اگر انسان، چھوٹے اور معمولی جھوٹ بولے تو بڑے بڑے جھوٹ بولنے میں دل جری ہو جائے گا۔

۳۹۔ خدا کی نافرمانی

کفی بنصرالله لک۔۔۲

تمہارے لئے خدا کی مدد و نصرت یہی کافی ہے کہ جب تم دیکھو کہ تمہارا دشمن تمہیں نقصان پہنچانے کے لئے، معصیت الٰہی انجام دے رہا ہے۔

۴۰۔ فقر

طلب الحوائج الی الناس مذلة للحیاة۔۔۳

لوگوں سے طلب حاجت کرنا زندگی کی رسوائی کا سبب ہے، اور حیاء و شرم کو ختم کر دیتا ہے، اور عزت و وقار کو کم کرتا ہے اور یہ وہی فقر آشکار ہے اور لوگوں سے کم حاجت طلبی کرنا آشکار اور واقعی بے نیازی ہے۔

ومن اصاب۔۔٤

جو شخص مال دنیا سے زیادہ رکھتا ہو وہ زیادہ ضرورتیں رکھتا ہے۔

۴۱۔ ــــوذالک ان اکثر مایطلب ٥

زیادہ تر، جو انسان چاہتا ہے وہ چیز ہے کہ جس کی اسے ضرورت نہیں ہے۔

---

[1] تحف العقول، ص ۲۸۸

[2] تحف العقول، ص ۲۸۸

[3] تحف العقول، ص ۲۸۸

[4] الخصال، ج ۱، ص ۶۴

[5] الکافی، ج ۲، ص ۱۳۱

۴۲۔ خود پسندی

نعوذ بک ان نتطوی علی غش۔۔۔۱

خدایا ہم تجھ سے پناہ چاہتے ہیں کہ کسی کو دھوکا دیں اور اس کے ساتھ دوہرا رویہ اختیار کریں' اور اپنے اعمال کے بارے میں خود پسندی کے شکار ہوں۔

۴۳۔ گناہ

عجبت لمن یحتمی من الطعام۔۔۔۲

مجھے اس شخص پر تعجب ہے کہ جو کھانے میں نقصان سے بچنے کے لئے پرہیز کرتا ہے لیکن گناہ کے برے ہونے کے سبب اس سے پرہیز نہیں کرتا۔

ایاک والابتہاج بالذنب۔۔۔۳

خبر دار گناہ پر خوش ہونے سے بچو کیونکہ گناہ پر خوش ہونا گناہ سے بدتر عمل ہے۔

الذنوب التی نجس۔۔۔٤

وہ گناہ کہ بارش کے نہ ہونے کا سبب ہیں حسب ذیل ہیں :

حکام کا ظلم وستم کے ساتھ فیصلہ کرنا' زکوۃ اور قرض کو ادا نہ کرنا' امانت واپس نہ کرنا' اہل فقر و فاقہ کے ساتھ سنگدلی کرنا' یتیموں اور بیواؤں کے ساتھ ظلم وستم کرنا' رات کے وقت سائل کو کچھ نہ دینا۔

۴۴۔ بیماری

ان الجسد اذا لم۔۔۔ ۵

جسم اگر بیمار نہ ہو تو فاسد ہو جائے گا اور جو جسم فاسد ہو جائے اس میں خیر و نیکی نہیں آسکتی [بیماری گناہوں کو ختم کرتی ہے۔]

---

[1] صحیفہ سجادیہ' دعا ۸

[2] کشف الاسرار' ج ۲' ص ۱۰۷

[3] کشف الغمہ' ج ۲' ص ۱۰۸

[4] بحار الانوار' ج ۷۳' ص ۳۷۶

[5] کشف الغمہ' ج ۲' ص ۱۰۲' حلیۃ الاولیاء' ج ۳' ص ۱۳۴

۴۵۔ منافق

ان المنافق ینھی ولا ینتھی۔[1]

بیشک منافق نہی عن المنکر کرتا ہے لیکن خود منکر [برائی] سے دست بردار نہیں ہوتا' امر بالمعروف کرتا ہے لیکن خود نیک عمل انجام نہیں دیتا اور جب نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو ہر سمت نگاہ کرتا ہے جب رکوع میں جاتا ہے [بھیڑ کی طرح] زمین پر زانو رکھتا ہے' اور جب سجدہ کرتا ہے تو [کوے کی طرح] تیزی سے زمین پر چونچ مارتا ہے اور روزہ نہیں رکھتا۔ یہاں تک کہ رات کر دیتا ہے۔ اور اس کا تمام ہم و غم کھانے پہ ہوتا ہے۔ دن میں اس کی تمام کوشش' سونے پر ہوتی ہے درحالیکہ وہ رات میں جاگا بھی نہیں ہوتا ہے' لیکن مومن کا عمل' حلم و بردباری کے ساتھ ہوتا ہے۔ وہ [کہیں] بیٹھتا ہے تو کچھ سیکھنے کی کوشش کرتا ہے' سکوت اختیار کرتا ہے تاکہ صحیح و سالم رہے' اور وہ راز کہ جو اس کے پاس امانت کے طور پر محفوظ ہیں اپنے قریب ترین دوست اور ساتھی سے بھی بیان نہیں کرتا' اور اغیار کے لئے بھی گواہی کو نہیں چھپاتا [گواہی دینے سے دریغ نہیں کرتا] اور حق بات پر عمل کرنے میں ریاکاری نہیں کرتا' اور شرم کی وجہ سے حق کو نہیں چھوڑتا' اگر اس کی تعریف کی جائے اور اس کو پاک افراد میں قرار دیا جائے تو ڈرتا ہے' اور چونکہ کہنے والے اس کے گناہوں کی خبر نہیں رکھتے اللہ سے طلب مغفرت کرتا ہے اور جو کچھ اس کو نہیں پہچانتے ان کا جہل اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

۴۶۔ غفلت

کم من مفتون بحسن القول۔[2]

کتنے لوگ ایسے ہیں کہ لوگوں کی تعریف سے خوش ہو کر عقل کھو دیتے ہیں' اور کتنے ہیں کہ جو خداوند عالم کی [گناہوں پر] پردہ پوشی کے سبب مغرور ہو گئے' اور کتنے ہیں کہ جو خدا کے بے پناہ احسان کے سبب [اس کی اطاعت سے] غافل ہو گئے۔

یا سواتاہ لمن غلبت۔[3]

---

[1] تحف العقول' ص ۲۹۲

[2] تحف العقول' ص ۲۹۳

[3] تحف العقول' ص ۲۹۴

افسوس اس پر کہ جس کا ایکا [یعنی ایک] اس کے دس پر غالب آجائے، یعنی اس کے گناہ کہ جو ایک ہیں اس کی نیکیاں کہ جو دس [نیکیوں] کے برابر ہیں خوش ہو جائے۔

رب مغرور مفتون يصبح—۱

کتنے ہیں کہ جو فریفتہ اور دھوکا کھائے ہوئے کہ جو ہنسنے اور کھیلنے میں سر گرم عمل ہیں، کھاتے اور پیتے ہیں، اس سے غافل ہیں کہ ہر وقت اس بات کا امکان ہے کہ خدا کا غضب اس پر نازل ہو جائے اور جہنم کی آگ میں ڈلوا دے۔

۴۷۔ بخیل

ان الله يبغض البخيل—۲

بے شک خدا اس بخیل سے بیزار ہے کہ منت و سماجت کر کے بھیک مانگے۔

۴۸۔ غیبت

اياک والغيبة—۳

غیبت سے بچو کیونکہ وہ سگ صفت انسانوں کی غذا ہے۔

۴۹۔ خواری

هلک من ليس له حكيم—٤

جس شخص کا کوئی حکیم و رہبر نہ ہو تا کہ اس کی ہدایت و راہنمائی کرے وہ تباہ ہو گیا اور جس شخص کا کوئی پشت پناہ نہ ہو تا کہ اس کی مدد کرے وہ ذلیل ہوا۔

۵۰۔ غرور

عجبت للمتكبر الفخور—۵

---

[1] تحف العقول، ص ۴۹۶

[2] تحف العقول، ص ۴۹۶

[3] کشف الغمہ، ج ۲، ص ۱۰۸

[4] کشف الغمہ، ج ۲، ص ۱۱۳

[5] کشف الغمہ، ج ۲، ص ۶۷، صفوۃ الصفوہ، ج ۲ ص ۵۳

مغرور فخر کرنے والے پر تعجب ہے کہ جو کل نطفہ کی صورت میں تھا اور آنے والے کل میں مردار کے حکم میں ہوگا' اور اس شخص سے [بھی] سخت حیرت میں ہوں کہ جو خدا کے بارے میں شک کرتا ہے درحالیکہ اپنی خلقت کو بھی دیکھ رہا ہے' اور اس شخص پر [بھی بہت تعجب ہے کہ دوبارہ [قیامت میں] زندہ اٹھائے جانے کا انکار کرتا ہے جبکہ اپنی پہلی پیدائش کو دیکھ چکا ہے اور اس شخص پر بھی سخت تعجب ہے کہ جو اس فنا ہونے والی دنیا کے لئے تو عمل کرتا ہے لیکن باقی رہنے والی [آخرت] کے لئے کوئی عمل کرنے کو تیار نہیں ہے۔

۵۱۔ قریش کی دشمنی

ایک شخص نے امام سے کہا: قریش آپ کے بابا کے کتنے سخت دشمن ہیں۔ آپ نے فرمایا:

لانه اوردا ولحم فخر النار والزم آخرهم العار ۱

چونکہ میرے بابا نے ان کے پہلے والوں کو جہنم واصل کیا اور آخر والوں کو [اسلام کی وجہ سے] ذلیل و رسوا کیا۔

۵۲۔ قساوت

اللهم — ولا تمدد— ۲

خدایا۔۔۔ میری عمر اتنی طولانی نہ کرنا کہ قساوت قلبی پیدا ہو جائے۔

۵۳۔ کافر یا ظالم حکومتوں کی نفی

فاستعینوا بالله— ۳

خدا سے مدد چاہو' اور خدا کی اطاعت اور ان کی اطاعت کہ اطاعت کے سزاوار ہیں کی طرف پلٹ آؤ' نہ کہ ان کی طرف کہ جو اس وقت معاشرہ میں ہیں اور ان کی اطاعت ہو رہی ہے۔۔۔ لہٰذا خدا کی اطاعت اور ان کی اطاعت کہ جن کی اطاعت کو خدا نے واجب قرار دیا ہے ہر چیز پر مقدم رکھو اور جو تمہیں طاغوت و سرکش افراد کی اطاعت کا حکم دیا جا رہا ہے اور دنیاوی خوشی میں سرگرم رہنے کا فرمان دیا جا رہا ہے اس پر خدا اور اولیاء حقیقی خدا

---

[1] کشف الغمہ' ج ۲' ص ۱۰۷

[2] صحیفہ سجادیہ' دعا ۴۷

[3] الکافی' ج ۸' ص ۱۷' ۱۵

کی اطاعت کو مقدم رکھو' تقوای الٰہی اختیار کرو اور اپنے صلاح و اختیار سے اللہ کی اطاعت اور اس کی اطاعت کہ جس کی دینی ولایت و حاکمیت کو تم پہچاننے کی طرف پلٹ آؤ۔

خبردار 'معصیت کاروں کے دوست نہ بننا' اور ظالموں کی مدد نہ کرنا' فاسقوں کے قریب نہ ہونا' ان کے شر اور فتنہ سے بچو اور ان سے دوری اختیار کرو اور جان لو جو شخص 'اولیاء الٰہی کی مخالفت کرے گا اور دین الٰہی کے علاوہ دوسرا دین اپنائے گا اور ولی خدا کے حکم کے بجائے اپنی من پسند رائے پہ چلے گا اسی کا ٹھکانہ' جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔۔۔

اے صاحبان بصیرت' عبرت حاصل کرو اور اس ہدایت پر کہ جو تمہیں حاصل ہوئی ہے شکر خدا ادا کرو۔ خدا و رسول' تمہارے اعمال پر ناظر ہیں اس کے بعد خدا کے فرشتے تمہیں [روز قیامت] اٹھائیں گے اور خدا کے سامنے پیش کریں گے۔ لہٰذا ابھی وعظ و نصیحت حاصل کر لو اور خود کو صالح اور نیک صفت افراد کے آداب و اطوار پر تربیت دو اور اپنے کو ان کے سانچے میں ڈھالو۔

۵۴۔ ظالموں کے ہم رنگ نہ ہونا

وجعلنا ممن جاسوا۔۔[1]

اور ہمیں ان افرد میں قرار دے کہ جو [نصیحت اور تجربہ کی خاطر] ظالم افراد کی سرزمین اور شہروں میں سفر کریں لیکن جاہلوں اور ظالموں کے اعمال و عادات سے بچیں اور پرہیز کریں۔

۵۵۔ بے جا تعصب

العصبیة التی یاثم۔۔[2]

تعصب اور جانبداری جو گناہ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے خاندان کے برے لوگوں کو دوسرے نیک خاندانوں سے بہتر سمجھے لیکن یہ تعصب نہیں ہے کہ انسان اپنے نزدیکیوں کو دوست رکھ دے یہ تعصب ہے کہ انسان اپنے خاندان والوں کی ظلم میں مدد کرے۔

امیرالمومنین علی علیہ السلام کے بارے میں احادیث

۱۔ میرے پدر بزرگوار' رسول خدا [ص] سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

---

[1] الحیاۃ: ج ۷ 'ص ۳۳۸

[2] وسایل الیعہ 'ج ۱۱' ص ۳۳۸

یا علی : مثلک فی امة مثل المسیح—۱

اے علی[ع] میری امت میں تمہاری مثال، عیسی ابن مریم کی طرح ہے کہ ان کی قوم تین فرقوں میں تقسیم ہو گئی: ایک فرقہ، مومنین کا ہے کہ جو حضرت عیسیٰ کے حواریین [اصحاب] تھے۔ دوسرا فرقہ وہ ہے کہ جنہوں نے حضرت عیسیٰ سے دشمنی رکھی اور وہ یہودی لوگ تھے۔ تیسرا فرقہ وہ ہے کہ جنہوں نے ان کے بارے میں غلو کیا اور وہ دین سے خارج ہو گئے۔

میری امت بھی تمہارے سلسلے میں تین فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی:

ایک فرقہ وہ ہے کہ جو واقعی تمہارا پیروکار ہے اور وہ مومنین ہیں۔

دوسرا فرقہ وہ ہے کہ جو تمہارا دشمن ہے اور وہ شاکین کا گروہ ہے [کہ جنہوں نے تمہاری ولایت و امامت کے بارے میں شک و شبہہ کیا]

تیسرا فرقہ وہ ہے کہ جس نے تمہارے بارے میں غلو کیا اور دین سے خارج ہو گئے اور ایمان ان کے دل سے رخصت ہو گیا۔ اے علی، تم اور تمہارے شیعہ جنت میں داخل ہوں گے اور تمہارے دشمن اور جنہوں نے تمہاری محبت میں غلو کیا، جہنم میں داخل ہوں گے۔

۲۔وما ارسلنا من قبل من—2

حکم بن عیینہ کہتے ہیں کہ: ایک دن میں امام سجاد[ع] کی خدمت میں حاضر تھا، امام نے فرمایا: اے حکم، کیا تم اس آیت کو جانتے ہو کہ جس کے ذریعہ امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے قاتل کو پہچانا اور لوگوں کو بڑی بڑی خبریں دیا کرتے تھے؟ میں نے عرض کیا: نہیں۔ پھر میں سوچنے لگا کہ علم امام کا ایک حصہ مجھے حاصل ہو تا کہ میں بھی اس آیت کے ذریعہ بڑے بڑے کاموں کا علم حاصل کروں، لہٰذا میں نے کہا: یابن رسول اللہ، اگر ممکن ہو تو اس آیت کو بتا دیجئے؟ امام نے فرمایا: وہ آیت کلام خدا ہے کہ جس میں خداوند عالم فرماتا ہے:

وما ارسلنک من قبلک من رسول ولا نبی[3]

قرآن میں لفظ محدث نہیں ہے لیکن علی ابن ابیطالب علیہ السلام، محدث تھے، ایک شخص جس کا نام عبداللہ بن زید اور امام سجاد علیہ السلام کی والدہ کی طرف سے بھائی ہوتا تھا، کہنے لگا: سبحان اللہ، کیا علی علیہ السلام

---

[1] مائۃ منقبہ، ص ۱۰۳، حدیث ۴۸

[2] سورہ حج، آیہ ۵۲

[3] ۔ایضا

محدث تھے؟ اس جگہ امام محمد باقر علیہ السلام بھی موجود تھے آپ نے فرمایا: ہاں [ایسا ہی ہے] تمہارے بھائی بھی اس بات کو جانتے ہیں' جب آپ نے ایسا کیا تو وہ خاموش ہوگیا' پھر آپ نے فرمایا: یہی چیز تھی کہ جس کی بنا پر ابوالخطاب' ہلاک ہوا چونکہ محدث اور نبی کے معنی نہیں جانتا تھا۔

۳۔ امام سجاد علیہ السلام نقل کرتے ہیں کہ رسول خدا [ص] نے امام علی [ع] سے فرمایا:

یا ابالحسن، لو وضع الایمان الخلائق و اعمالھم فی۔۔۱

اگر تمام لوگوں کا ایمان اور اعمال ترازو کے ایک پلہ میں اور تمہارا ایک دن کا عمل دوسرے پلہ میں رکھا جائے تو تمہارا ایک دن کا عمل' ان کے تمام اعمال سے کہیں زیادہ اور سنگین ہوگا' اور خدا روز قیامت' مقرب فرشتوں کے سامنے تم پر فخر و مباہات کرے گا اور ساتوں آسمان کے حجاب تمہارے لئے ہٹادے گا اور جنت کو اور جو کچھ جنت میں ہے تمہارے لئے روشن کردے گا اور عالمین [دونوں جہان] کا پروردگار تمہارے عمل سے راضی و خشنود ہے اور یقینا خداوند عالم اس دن تمہیں اس طرح جزاء و انعام سے نوازے گا کہ نبی و رسول اور صدیق و شہید' تم پر غبطہ کریں گے۔

۴۔ ابوحمزہ ثمالی نے امام سجاد علیہ السلام سے اور انھوں نے اپنے جد' امیرالمومنین علی علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

واللہ ما برا اللہ من بریۃ افضل من ۔۔۲

خدا کی قسم خداوند عالم نے محمد [ص] اور میرے اور میرے اہل بیت [ع] سے افضل و بہتر کسی مخلوق کو خلق نہیں کیا اور بے شک فرشتے اس کے لئے اپنے پر بچھادیتے ہیں کہ جو ہمارے شیعوں میں سے حصول علم میں نکلتا ہے۔

۵۔ جعفر بن محمد بن سعید' امام سجاد علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دن پیغمبر اسلام [ص] علی بن ابیطالب [ع] کے پاس آئے اور فرمایا: [یہ علی] عرب کے سید و سردار ہیں' عائشہ کہتی ہیں میں نے کہا اے رسول اللہ' کیا آپ عرب کے سید و سردار نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں انسانوں کا سید و سردار ہوں اور علی عرب کے سید و سردار ہیں۔3

---

[1] مایۂ مناقب' ص ۱۰۲

[2] الاختصاص' ص ۲۳۳' بحار الانوار' ج ۱' ص ۱۸۱

[3] معانی الاخبار' ج ۱' ص ۲۳۵۔ ۲۳۴

پھر آپ سے سید کے معنی کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا:

من افترضت طاعته كما افترضت طاعتی

سید اسے کہتے ہیں کہ جس کی اطاعت میری اطاعت کی طرح واجب ہے۔

ایک دوسری نقل کے مطابق، پیغمبر اسلام [ص] نے انصار سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:

معشر الانصار الا اذلکم علی ما ان تمسکم۔[1]

اے گروہ انصار، کیا تمہیں ایسی چیز کی راہنمائی کروں کہ اگر اس سے تمسک اختیار کرو گے تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہیں ہو گے؟ وہ علی ابن ابیطالب ہیں۔ ان سے ویسے محبت کرو کہ جیسے مجھ سے محبت کرتے ہو اور جیسے میری تعظیم و احترام کرتے ہو ان کی بھی ویسے ہی تعظیم و اکرام کرو جس طرح میرے ہمراہ اور ہم کاب ہو اسی طرح ان کے ہمراہ اور ہم کاب رہو جو ان سے محبت کرے گا وہ یقینا مجھ سے محبت کرتا ہے اور جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ اللہ سے محبت کرتا ہے اور جو اللہ سے محبت کرتا ہے خدا اس کے لئے جنت، مباح کر دیتا ہے اور اپنی بخشش کی چاشنی اسے عطا کرتا ہے اور جو شخص ان سے دشمنی کرے گا اس نے مجھ سے دشمنی کی اور جس نے مجھ سے دشمنی کی اس نے خدا سے دشمنی کی خدا اسے منہ کے بل جہنم میں ڈالے گا اور دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا لہٰذا ان کی ولایت و محبت سے متمسک رہو اور ان کے بجائے دشمن کو اپنا دوست اور ہمراز نہ بناؤ کیونکہ خداوند جبار [دشمنوں کے ساتھ سخت] تم پر غضبناک ہو جائے گا۔

۶۔ امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا؛

قد اخذ الله ميثاق شيعتنا معنا علی ولايتنا۔[2]

یقینا خدا نے ہمارے شیعوں سے، امیر المومنین علی علیہ السلام کی ولایت پر عہد و پیمان لیا ہے بے شک خداوند عالم نے ہمیں علیین [بلند و بالا منزلت کے مالک افراد] کی [پاک] مٹی سے خلق فرمایا اور ہمارے شیعوں کو اس سے کم بلندی کی [پاک] مٹی سے خلق فرمایا اور ہمارے دشمنوں کو نیچی [پست اور حقیر] مٹی سے پیدا کیا اور ہمارے دشمنوں کے دوستوں کو اس سے بھی نیچی [پست و حقیر] مٹی سے پیدا کیا۔

دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے اس طرح فرمایا: خداوند عالم، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے روح و جسم کو بلند و بالا مٹی سے خلق فرمایا، مومنوں کی روح کو اسی مٹی سے پیدا کیا لیکن ان کے جسموں کو دوسری

---

[1] تفسیر فرات، ص ۱۶۳، التوحید، ص ۲۰۷، مائۃ مناقب، ص ۱۴۸، معانی الاخبار، ص ۱۰۳، احتجاج، ج ۲، ص ۱۹۰

[2] بصائر الدرجات، ج ۱، ص ۵۸

چیز سے پیدا کیا۔ کافروں کے روح و جسم کو نیچی اور حقیر مٹی سے پیدا کیا پھر ان دونوں مٹیوں کو ملایا اسی سبب سے ہے کہ مومن سے [بسااوقات] کافر پیدا ہوا اور کافر سے [بسااوقات] مومن پیدا ہوا اور اسی بنا پر [کبھی کبھی] مومن، برا کام کرتا ہے اور کافر، کار خیر کی توفیق پالیتا ہے اسی وجہ سے مومنوں کے دل اس بنا پر کہ اس [مترک مٹی کی بنا پر] تنگ ہو جاتے ہیں اور کافروں کے دل [بھی] چونکہ مشترک چیز سے خلق ہوئے ہیں۔[1]

۷۔ امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا:

علم رسول الله صلی الله علیه وآله علیا علیه السلام[2]

پیغمبر اسلام نے امیر المومنین علی علیہ السلام کو ہزار کلمے سکھائے، پھر ہر کلمے سے [علم کے] ہزار کلمے پیدا ہوئے اور پھر ان میں سے ہر ایک کے ہزار کلمے پیدا ہوئے۔

۸۔ امام سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں:

من ولایة علی امیرالمومنین والاوصیاء[3]

امیر المومنین علی علیہ السلام اور ان کی نسل سے ان کے اوصیاء کی ولایت مراد ہے۔

امام زمانہ [ع] کے بارے میں احادیث

ا۔ سعید بن جبیر کا بیان ہے کہ میں نے امام سجاد [ع] اور امام مہدی [ع] کے بارے میں سنا کہ آپ نے فرمایا:

فی القائم منا سنن من الانبیاء[4]

ہمارے قائم [امام مہدی علیہ السلام] میں گذشتہ انبیاء کی سنتیں ہیں: ہمارے باپ آدم کی سنت، نوح کی سنت، ابراہیم کی سنت، موسیٰ کی سنت، عیسیٰ کی سنت، ایوب کی سنت، محمد [رسول اللہ] کی سنت۔ آدم اور نوح کی سنت [جوان کے اندر ہے] وہ طول عمر ہے، ابراہیم کی سنت، ولادت کا پوشیدہ ہونا اور لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کرنا ہے، موسیٰ کی سنت دشمنوں سے] خوف اور [حکم خدا سے] غیبت ہے۔ عیسیٰ کی سنت، ان کے بارے میں لوگوں میں اختلاف کا ہونا، ایوب کی سنت، آزمائش و امتحان کے بعد کشادگی اور محمد [رسول اللہ] کی سنت، شمشیر کے ساتھ [حکم خدا سے] قیام کرنا ہے۔

---

[1] کافی، ج ۲ ص ۲، الاختصاص، ص ۲۹، بصائر الدرجات، ج ۱ ص ۹۰

[2] الاختصاص، ص ۲۸۵، بصائر الدرجات، ج ۲، ص ۹۰

[3] شرح الاخبار، ج ۱، ص ۲۳۴، مناقب آل ابیطالب، ج ۱، ص ۳۴۶

[4] کمال الدین واتمام النعمۃ، ج ۱، ص ۵۹۱، ۵۹۰

۲۔ عمرو بن ثابت کہتے ہیں کہ امام سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں :

من ثبت علی موالاتنا فی غیبته۔۱

جو ہمارے قائم کی غیبت کے زمانے میں ہماری ولایت و محبت پر ثابت قدم رہے گا خداوند عالم اسے بدر و احد کے ہزار شہید کا اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔

۳۔ ابو حمزہ ثمالی، امام سجاد علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: یہ آیت ہم [اہل بیت] کے بارے میں نازل ہوئی :

وجعلها کلمة باقیة فی عقبه لعلهم یرجعون۲

پھر آپ نے فرمایا:

والامامة فی عقب الحسین بن علی بن ابیطالب۔۳

اور امامت، تا قیامت [امام] حسین بن ابیطالب [ع] کی نسل سے ہے، اور ہمارے قائم کے لئے دو غیبت ہیں کہ ایک دوسری سے زیادہ طولانی ہوگی یہاں تک امام سے عقیدت و محبت رکھنے والے زیادہ تر لوگ [غیبت کے طویل ہونے کے سبب] پھر جائیں گے سوائے ان لوگوں کے کہ جن کا یقین قوی اور معرفت، صحیح ہوگی اور جن کے دل میں ہمارے حکم کی بنسبت کوئی حرج [اور شک] نہیں ہوگا اور ہم اہلبیت کے حکم کے سامنے تسلیم ہوں گے۔

۴۔ ابو حمزہ ثمالی ایک دوسری روایت میں کہتے ہیں کہ میں نے سنا کہ امام [ع] نے فرمایا:

ان الله تبارک وتعالی خلق محمدا وعلیا والائمة۔٤

خداوند عالم نے محمد [ص] و علی [ع] اور گیارہ اماموں کو اپنی عظمت کے نور سے خلق فرمایا، وہ ارواح کہ جو اس کے نور کی ضیاء سے تھیں مخلوقات کی خلقت سے پہلے اس کی عبادت کرتی تھیں اور اس کی تسبیح و تقدیس میں مشغول رہتی تھیں اور وہ ائمہ ہدیٰ آل رسول ہیں۔

۵۔ امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا:

---

[1] کمال الدین واتمام النعمۃ، ج۱ص ۵۹۲، الدعوات، ص ۲۷۳، اعلام الوریٰ، ج۲ص ۲۳۱، کشف الغمۃ، ج۲، ص ۵۲۲

[2] زخرف، ۲۸

[3] کمال الدین واتمام النعمۃ، ج۱، ص ۵۹۳

[4] کمال الدین، ج۱، ص ۵۸۶، ۵۸۵، اعلام الوریٰ، ج۲، ص ۱۷۱، الاصول الستۃ عشر، ص ۱۳۹

اذا قام قائمنا اذهب عزوجل عز شیعتنا۔۔١

جس وقت ہمارے قائم، ظہور کریں گے خداوند عالم، ہمارے شیعوں کی ہر قسم کی دشواری و پریشانی ختم کردے گا اور ان کے دلوں کو لوہے کی طرح مضبوط و قوی بنادے گا اور ان میں سے ہر ایک مرد کی طاقت کو چالیس مردوں کے برابر قرار دے گا اور وہ زمین کے حکمراں ہوں گے۔

خطبات

ا۔ امام سجاد علیہ السلام کے زہد کے بارے میں خطبہ :

سعید بن مسیب کہتے ہیں: امام سجاد علیہ السلام ہر جمعہ کو مسجد النبی میں بیٹھتے تھے اور اپنے شیعوں اور دوستوں کے لئے وعظ و نصیحت کے طور پر کچھ مطالب بیان فرماتے تھے، ان میں سے ایک موعظہ اس طرح بیان ہوا ہے:

ایها الناس اتقوا الله واعلموا انکم۔۔٢

ایہاالناس، اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ اسی کی طرف واپس پلٹو گے اور ہر انسان اپنے اچھے اور برے اعمال کو اپنے سامنے دیکھے گا اگرچہ وہ یہ چاہے گا کہ اس کے اور برے اعمال کے درمیان دوری ہو جائے، خدانے تم کو اپنے سے پرہیز دیا وائے ہو تم پر اے فرزند آدم، تو غافل ہے لیکن تجھ سے غافل نہیں ہے۔ بے شک موت ہر چیز سے زیادہ تیزی کے ساتھ تیری طرف آرہی ہے، تیزی کے ساتھ تیری طرف رخ کئے ہوئے ہے، تجھے تلاش کررہی ہے اور قریب ہے کہ تجھے درک کرلے، یقیناً اس وقت تمہاری عمر ختم ہو جائے گی، اور ملک الموت تمہاری قبض روح کرے گا، اور اکیلے قبر میں دفن ہو جاؤ گے، پھر تمہارے جسم میں روح پلٹائی جائے گی اور تمہارے نہ چاہتے ہوئے بھی دو فرشتے منکر و نکیر، سوال و جواب کے لئے آئیں گے اور تمہاری سخت آزمائش کا مقام ہوگا۔

آگاہ ہو جاؤ، پہلا سوال، تمہارے پروردگار کے بارے میں ہوگا کہ جس کی تم عبادت کرتے تھے، اور تمہارے نبی کے بارے میں کہ جن کو تمہاری ہدایت کے لئے بھیجا گیا تھا اور تمہارے دین کے بارے میں کہ جس پر تم نے عمل کیا، اور تمہاری کتاب [قرآن مجید] کے بارے میں کہ جس کی تم تلاوت کرتے تھے، پھر تمہارے مال و

---

[1] الخصال، ص ۵۴۱، شرح الاخبار، ج ۳، ص ۳۸۶، روضۃ الواعظین، ج ۲، ص ۸۸، مشکاۃ الانوار، ص ۱۵۱، الصراط المستقیم، ج ۲، ص ۲۶۱

[2] بصائر الدرجات، ج ۲، ص ۱۱۶، حدیث ۱۱۹، تحف العقول، ص ۲۴۸، ۲۲۲

ثروت کے بارے میں کہ تم نے کس طرح حاصل کیا اور کہاں خرچ کیا' اور تمہارے امام کے بارے میں کہ جن کی ولایت کا عقیدہ رکھتے تھے' بس ڈرو [اس دن سے] اور ایسا خیال کرو اور آزمائش و امتحان اور [منکر و نکیر] کے سوال سے پہلے جوابات کی تیاری کر لو۔ پس اگر تم مومن ہو اور اپنے دین کی معرفت رکھتے ہو اور سچے اماموں کے پیروکار اور ان سے محبت کرنے والے ہو تو خداوند عالم اپنی حجت کو تمہارے ساتھ قرار دے گا اور تمہاری زبان کو صحیح راستہ دکھائے گا تاکہ تم بہترین جواب دے سکو اور تمہیں جنت اور خشنودی خدا کی بشارت مل سکے اور فرشتے محبت و خوشی سے تمہارا استقبال کریں۔ لیکن اگر تم اس لائق نہ ہوئے تو تمہاری زبان میں لکنت آ جائے گی اور تمہاری حجت بے حیثیت ہو جائے گی اور جواب دینے سے عاجز رہو گے اور تمہیں جہنم میں داخل ہونے کی خبر سنائی جائے گی اور عذاب کے فرشتے سخت عذاب اور تمہیں جہنم لے جانے کی خبر کے ساتھ تمہارے پاس آئیں گے۔ اے فرزند آدم' آگاہ ہو جاؤ' اس دن سے زیادہ عظیم دن روز قیامت ہے کہ جو اس سے کہیں زیادہ عظیم و وحشتناک اور دردناک ہو گا۔ اور جب سب لوگ ایک جگہ جمع ہوں گے اور تمام اعمال اس دن حاضر ہوں گے۔ دن خداوند عالم اول و آخر کے تمام لوگوں کو جمع کرے گا جس دن صور پھونکا جائے گا اور قبریں تہہ و بالا ہو جائیں گی یہ ہے وہ روز قیامت جب دل' گلے کو آ جائیں گے اور سانسیں گھٹنے لگیں گی۔ یہ وہ دن ہو گا کہ جب کسی لغزش سے عوض نہ لیا جائے گا۔ اور نہ کسی کا عذر قبول کیا جائے گا' اور کسی کی توبہ بھی قبول نہیں کی جائے گی۔ وہاں پر نیکی کی جزا اور برے اعمال پر سزا ہو گی پس اگر مومن ہو گا اور ذرہ برابر بھی نیکی کی ہو گی تو اس کی جزا پائے گا اور اس مومن نے ذریعہ برابر بھی برائی کی ہو گی اس کی بھی سزا پائے گا۔

ایہا الناس گناہ اور نافرمانیاں سے کہ جن سے خدا نے منع کیا ہے اور اپنی کتاب [قرآن] اور بولنے والے کلام میں تم کو اس سے ڈرایا ہے دور رہو۔ جس وقت تمہیں شیطان ملعون اس دنیا کی وقتی لذات و شہوات کی طرف بلاتا ہے "مکر الہٰی" سے محفوظ نہیں رہو گے بے شک خداوند عالم فرماتا ہے:

ان الذین اتقوا اذا مسھم۔۔[1]

اور جنھوں نے تقویٰ اختیار کیا ہے جب شیطان کی طرف سے وسوسہ ان کے دل میں پیدا ہوتا ہے تو ذکر خدا کرتے ہیں اور آگاہ ہو جاتے ہیں۔

---

[1] اعراف، ۲۰۱

پس اپنے دلوں کو خوف خدا سے سرشار کرو اور اس بہترین جزا کو یاد کرو کہ جس کا قطعی وعدہ خداوند عالم نے تمہارے اس کی طرف واپس آنے پر کیا ہے اور جس طرح اس نے سخت عذاب سے تمہیں ڈرایا ہے' بے شک جو چیز سے ڈرتا ہے اس کی رعایت کرتا ہے اور جو رعایت کرتا ہے وہ اس کو ترک کردیتا ہے۔ ان غافل لوگوں میں سے نہ ہونا کہ جو دنیاوی زرق و برق کی طرف مائل ہیں اور غلط سوچ رکھتے ہیں۔

بے شک خداوند عالم فرماتا ہے:

افامن الذین مکرو السیئات ان یخسف۔۔۱

کیا وہ لوگ امن پا گئے کہ جو غلط [اور منحرف] سوچ رکھتے ہیں اس بات سے کہ زمین حکم خدا سے انہیں اپنے اندر سمولے' یا ان پر ایسی جگہ سے [اچانک] عذاب آجائے کہ جس کو انھوں نے سوچا بھی نہیں تھا یا [اچانک] ان کے آتے جاتے وقت [عذاب] ان کا گریبان پکڑے اور وہ کچھ نہ کر سکیں۔ یا اسی خوف و وحشت کے عالم میں انہیں [عذاب میں] گرفتار کردے۔

لہٰذا ان چیزوں سے دور ہو کہ جن سے خدا نے دور رہنے کا حکم دیا ہے اور جو اس نے ظالموں کے ساتھ کیا اور پنی کتاب قرآن میں ذکر کیا ہے اور اس بات سے اطمینان میں نہ رہو کہ جو خدا نے ظالموں کے بارے میں اپنی کتاب میں وعدہ کیا ہے تم پر نازل ہو۔ بے شک خدا نے دوسروں کے ذریعہ وعظ و نصیحت کی ہے اور بے شک خوشبخت وہ ہے کہ دوسرے سے نصیحت و عبرت حاصل کرے' بیشک خداوند عالم نے اپنی کتاب قرآن میں' آبادیوں پر ظلم کرنے والے گذشتہ ظالموں کے حال کو تم تک پہنچادیا ہے کہ جس کے بارے میں خدا فرماتا ہے:

"وانشانا بعدھا قوما آخرین،" فقال عزوجل: "فلما احسوا باسنا۔۔۲

اس کے بعد ان کے ذریعہ ہم نے ایک دوسری قوم پیدا کی۔ پھر خدا فرماتا ہے: اور جب انھوں نے ہمارے عذاب کو محسوس کیا تو اس سے [بچنے کے لئے] بھاگنا شروع کیا۔ خدا پھر فرماتا ہے: بھاگو نہیں' اس چیز کی طرف کہ جن نعمتوں سے تم مالامال تھے اور اپنے گھروں کی طرف شاید تم سے سوال کیا جائے۔

جب عذاب ان تک پہنچ گیا:

---

[1] نحل' ۴۷-۴۵

[2] انبیاء' ۱۳-۱۱

قالوا یا ویلنا انا کنا ظالمین ۱

تو کہنے لگے : "وائے ہو ہمارے حال پر' ہم واقعاً ظالم تھے۔"

اے لوگو' اگر تم لوگ کہتے ہو : ان سے خدا کی مراد مشرکین ہیں' نہیں ایسا نہیں ہے اور کیسے مشرکین مراد ہو سکتے ہیں جبکہ خدا فرماتا ہے :

ونضع الموازین القسط لیوم القیامۃ۔۲

اور روز قیامت' عدل کی ترازوئیں [سب کے لئے] قرار دیں گے اور کوئی شخص بھی کسی چیز میں ظلم نہیں دیکھے گا اور اگر عمل خیر دل کے معمولی دانہ کے بھی برابر ہو گا اس کو اس کے سامنے لائیں گے اور حساب لینے والے ہم کافی ہیں۔

اے بندگان خدا' جان لو کہ مشرکین کے لئے [روز قیامت] نہ کوئی ترازو ہے اور نہ اعمال نامہ' بیشک وہ لوگ گروہ گروہ کی صورت میں جہنم میں داخل ہوں گے اور یقیناً یہ [عدل کی] ترازوئیں اور اعمال نامے' مسلمانوں کے لئے قرار دیئے گئے ہیں [نہ کہ غیر مسلمان کے لئے]

لہٰذا اے بندگان خدا' اللہ سے ڈرو' اور جان لو کہ بے شک خداوند عالم دنیوی رنگینیوں کو اپنے کسی بھی ولی کے لئے پسند نہیں کرتا ہے اور دنیا کے وقتی زیب و زین اور ظاہری سر سبزی و شادابی کی طرف رغبت پسند نہیں دلاتا اور اس نے دنیا اور اہل دنیا کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے تاکہ ان کو آزمائے کہ آخرت کے لئے عمل کے اعتبار سے ان میں سب سے اچھا کون ہے۔ اور خدا کی قسم' میں نے تمہیں سچی مثالیں دی ہیں اور جو لوگ غور و فکر سے کام لیتے ہیں ان کے لئے میں نے آیتیں نقل کی ہیں لہٰذا اے گروہ مومنین' [خدا کی آیات میں] غور و فکر کرو اور خدا کی طاقت کے علاوہ کوئی طاقت و قوت نہیں ہے۔ زہد اختیار کرو اس چیز میں کہ جس کے لئے خدا نے دنیاوی و وقتی زندگی سے بے رغبتی چاہی ہے بے شک خداوند عالم فرماتا ہے اور اس کا کلام حق ہے کہ

انما مثل الحیاۃ الدنیا کماء انزلناہ من السماء۔۳

در حقیقت دنیاوی زندگی کی مثال بارش کے پانی کی طرح ہے کہ جس کو ہم آسمان سے نازل کرتے ہیں تاکہ اسی کے ذریعہ زمین میں پیداوار ہو اور اسے انسان بھی کھاتے ہیں اور جانور بھی' یہاں تک کہ زمین نے اپنی

---

[1] انبیاء' ۱۴

[2] انبیاء' ۴۷

[3] یونس' ۲۴

حالت بدل دی اور صاف ہو گئی' اور اہل زمین نے یہ خیال کیا کہ یہ طاقت و قوت خود ہماری وجہ سے تھی' پھر رات یا دن کے وقت ہمارا [ویرانی و عذاب] کا حکم آیا تو ہم نے ایسے ویرانہ میں بدل دیا کہ گویا کل وہاں کچھ تھا ہی نہیں' ہم اسی طرح نشانیاں کو ان لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں کہ جو غور و فکر کرتے ہیں۔ اور دنیا کی طرف راغب نہ رہو [اس پر تکیہ نہ کرو] چونکہ خداوند عالم نے رسول خدا [ص] سے فرمایا ہے:

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا[1]

اور جنہوں نے ظلم کیا ان کی طرف رغبت نہ کرو کیونکہ جہنم کی آگ تم تک بھی پہنچ جائے گی۔ اور اس دنیا پر اور جو کچھ دنیا میں ہے اس پر اعتبار نہ کرو اس شخص کی طرح کہ جس نے دنیا کو اپنا ہمیشگی مسکن و منزل قرار دے لیا ہے۔ اور بے شک دنیا مقام سفر' منزل گزر اور جائے عمل ہے۔ لہٰذا قبل اس کے کہ نیک اعمال انجام دینے کا وقت ہاتھ سے چلا جائے اور خداوند عالم دنیا کی فنا و نابودی کا اذن و حکم [فرشتوں کو] دے نیک اعمال کا ذخیرہ اکٹھا کر لو۔ چونکہ جس خدا نے اس دنیا کا آغاز کیا ہے اور اس کو آباد و سرشار کیا ہے وہ اس کو [اپنے اختیار سے] ویران بھی کر سکتا ہے اور وہ اپنی میراث کا مالک اور صاحب اختیار ہے۔ اور میں خدا سے اپنے لئے اور تم سب کے لئے درخواست کرتا ہوں کہ زاد تقویٰ اور دنیا میں زہد حاصل کرنے پر ہماری مدد کرے' اور خداوند عالم ہم سب کو اس جلدی گزر جانے والی دنیا کے اندر زاہدین میں سے قرار دے اور آخرت کے اجر و ثواب کے مشتاق و آرزومند افراد میں شمار کرے۔ حقیقت میں ہم سب صرف اسی سے وابستہ ہیں اور اسی سے زندہ ہیں' اور خداوند عالم' محمد و آل محمد پر درود و سلام بھیجے' اور تم پر اور خدا کی رحمت و برکت ہو۔

۲۔ زہد اور موعظہ و حکمت

ابو حمزہ ثمالی کہتے ہیں کہ امام سجاد علیہ السلام نے زہد و پارسائی اور وعظ و حکمت کے موضوع پر خطبہ ارشاد فرمایا کہ جو اس طرح ہے:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم، کفانا اللہ وایاکم کیدا الظالمین و بغی الحاسدین"[2]

خداوند عالم' ظالموں کے مکر و حیلہ اور حسد کرنے والوں کے ظلم و تجاوز' اور ظالم و جبار افراد کی بلاء و سختی سے ہم سب کو اور تم سب کو دور رکھے' اے مومنین' [ایسا نہ ہو] یہ سرکش لوگ اور ان کے پیروکار کہ جو دنیا کے

---

[1] ہود' ۱۱۳

[2] الکافی' ج ۸ ص ۱۴' تحف العقول' ص ۲۲۲' ۲۲۰' امالی مفید' ص ۱۹۹

شیفتہ اور اس کی رغبت رکھنے والے ہیں تمہیں حق سے پھرا دیں' وہ لوگ کہ جو دنیا کی [ظاہری خوبصورتی سے] دھوکہ کھائے ہوئے ہیں اور دنیا کی طرف اور اس کے فنا ہو جانے والے اسباب و وسائل اور کل خشک [و بے فائدہ] ہو جانے والی سبز نمائی کی طرف راغب ہیں۔ اور جس چیز سے خدا نے روکا ہے اور اس سے دوری اختیار کرو' اور جس چیز سے خدا نے بے رخی کے لئے کہا ہے اس سے زہد [دنیا سے بے رخی] اختیار کرو اور جو دنیا میں ہے اس پر اعتماد نہ کرو ان لوگوں کی طرح کہ جنہوں نے اس دنیا کو اپنا دائمی مسکن اور مستقل آرامگاہ قرار دے رکھا ہے۔ خدا کی قسم' جو کچھ تمہارے لئے دنیا کا زرق و برق' شب و روز' انقلاب زمانہ اور تبدیلیاں' عبرتیں' اپنے اہل سے کھیل' کھلواڑ' یہ سب کے سب دنیا کی ضد اور اس کی فنا پر] پر دلیل ہیں۔ حقیقت میں دنیا نیچے والے فرد کو اوپر اٹھاتی ہے اور اوپر والے فرد کو نیچے گرا دیتی ہے اور کل [روز قیامت] انہیں میں سے بعض کو جہنم میں بھیجنے کا سبب قرار پائے گی' لہٰذا اس میں بابصیرت افراد کے لئے عبرت اور آزمائش کا مقام ہے۔ یقیناً جو واقعات' شب و روز آپ کے لئے پیش آتے ہیں جیسے فتنوں کی تاریکیاں' بدعتی امور' ظالمانہ طور طریقے' زمانے کی تلخ کامیاں' شاہوں کی دہشت و وحشت' شیطان کے وسوسے' دلوں کو اس کی خواہشوں اور نیتوں سے روک دیئے ہیں' اور حاصل ہونے والی ہدایت اور اہل حق کی معرفت سے باز رکھتے ہیں' سوائے اس کے کہ خدا نے محفوظ رکھا ہے' جس کے نتیجے میں وہ زمانے کے جو کج حالات اور تبدیلیوں' فتنہ کے نتائج و نقصانات سے واقف نہیں ہوتے سوائے کہ خدا انہیں محفوظ رکھے اور راہ حق پر ثابت قدم رکھے اور میانہ روی کے راستے پر قرار دے' پھر اسی میانہ روی پر زہد کے ذریعہ مدد کرے' اور وہ مستقل غور و فکر [راہنمائی حاصل] کرے اور عبرتوں سے وعظ و نصیحت حاصل کرے اور خود کو [خلاف امور سے] باز رکھے' جس کے نتیجے میں وہ وقتی دنیا کی تر و تازگی سے بے رغبت رہے گا اور [اس کی] لذتوں سے چشم پوشی کرے گا اور آخرت کی باقی رہنے والے نعمتوں کا مشتاق رہے گا اور اپنی پوری محنت [اس کے لئے] صرف کر دو' اور موت کو یاد کرتا رہے اور ظالموں کے ساتھ زندگی گزارنے کی عادت ڈالے' اس صورت میں دنیا کی طرف روشن اور تیز نگاہ سے دیکھے' پیش فتنے اور نئی گمراہ کن [باتیں اور نظریات] ظالم بادشاہوں کے ظلم و ستم کو دقیق نظر سے دیکھے' میری عمر کی قسم' تم اس سے پہلے زمانے کے گذشتہ حالات میں' فتنوں کی کثرت اور پھر فتنہ [انجام دینے] پر زور اور اصرار کو [اپنی نظروں میں] گزار چکے ہو اور اس سے [عبرت لیتے ہوئے] گمراہوں اور بدعت پسندوں' ظالموں' سرکشوں اور مفسدوں سے دوری اختیار کرنے کی دلیل بنا سکتے ہو' لہٰذا خدا سے طلب امداد کرو اور خدا کی اطاعت اور اس کی طاعت کرو کہ جو اطاعت میں سب سے بہتر ہے اور جس کی اطاعت و پیروی کی جانا چاہئے۔۔

لہٰذا ڈرو' ڈرو' اس سے پہلے کہ شرمندہ ہو اور حسرت کرو اور خدا کی طرف جاؤ اور خدا کو حاضر سمجھو خدا کی قسم' کس قوم نے خدا کی نافرمانی نہیں کی سوائے اس کے کہ عذاب میں گرفتار ہوئی اور ہرگز کسی قوم نے دنیا کو آخرت پر ترجیح نہیں دی سوائے اس کے کہ نتیجے میں تباہی و بربادی ان کا مقدر قرار پائی' معرفت خدا اور عبادت دو مونس ہیں کہ جو ہمیشہ ہمراہ ہیں' جس نے خدا کو پہچان لیا وہ خوف خدار کھتا ہے اور جو خوف خدار کھتا ہے خود خدا اسے اطاعت خدا پر ابھارتا ہے اور بے شک صاحبان علم و دانش اور ان کے پیرو وہ ہیں کہ جنہوں نے خدا کی معرفت حاصل کی اور تمام اعمال اسی کے لئے انجام دیئے اور اسی کی طرف راغب ہوئے اور یقیناً خدا فرماتا ہے:

انما یخشی اللہ من—۱

خدا کے بندوں میں صرف علماء اس سے ڈرتے ہیں۔ لہٰذا اس دنیا میں کسی گناہ اور [خدا کی] نافرمانی کے درپے نہ رہو' بلکہ اس دنیا میں صرف خدا کی اطاعت کو اپنا مشغلہ بناؤ۔ اور اس زندگی کے موقع اور وقت کو غنیمت جانو' اور دنیا میں رہ کر روز قیامت میں عذاب سے نجات کے لئے [ہر ممکن] کوشش کرتے رہو' کیونکہ اس عمل میں ناگواری کم عذر نزدیک اور نجات کی امید زیادہ ہے۔ لہٰذا حکم خدا کو اور جس کی اطاعت کو اس نے واجب کیا ہے ہر چیز پر مقدم رکھو' اور سرکشوں اور دنیاوی زرق و برق کے شیفتہ افراد کی اطاعت کو کہ جن سے تمہیں سابقہ پڑتا ہے ہرگز خدا کی اطاعت پر ترجیح نہ دو' جان لو' ہم سب حقیقت میں خدا کے بندے ہو اور ہم تمہارے ساتھ ہیں کل [روز قیامت] ایک حاکم [خداوند عالم] ہمارے اور تمہارے بارے میں فیصلہ کرے گا اور تم اس کے سامنے حاضر ہو کر جوابدہ ہوؤ گے لہٰذا پروردگار عالم کے سامنے حاضری اور جواب دہی کے لئے تیار رہو کہ جس دن کوئی بھی اس کی اجازت کے بغیر کلام کرنے کا حق نہ رکھے گا' اور یاد رکھو' کہ بے شک خدا اس دن کسی جھوٹے کی تصدیق نہیں کرے گا اور نہ کسی سچے کو جھٹلائے گا اور نہ کسی حق بجانب عذر کو رد کرے گا' اور غیر حق بجانب عذر کو قبول کرے گا' بلکہ اس کے پاس مرسلین اور اوصیاء کے [ہدایت کے لئے] بھیجنے کی دلیل موجود ہے' تقوائے الٰہی اختیار کرواے بندگان خدا' اصلاح نفس' اطاعت خدا' اور اولیاء الٰہی کہ جن کی اطاعت کا حکم دیا ہے کی طرف متوجہ رہو' کبھی خدا کے سامنے کل کی کوتاہی کی ندامت اور حقوق اللہ سے غفلت تمہیں رمندہ نہ کردے' استغفار کرو اور خدا کی طرف واپس آؤ بے شک خدا' توبہ کو قبول کرنے والا' اور گناہوں کو

---

[1] فاطر' ۲۸

بخشنے والا اور اعمال سے آگاہ ہے گناہگاروں کی صحبت' ظالموں کی مدد اور فاسقوں کی ہمراہی و ہمنشینی سے بچو' اور ان کے فتنوں سے ڈور [اور خود کو محفوظ رکھو] اور ان کی ہمراہی سے دور رہو' اور جان لو دین پر چلے گا اور ولی خدا کے حکم کے مقابل آکڑے گا وہ [جہنم کی] اس بھڑکتی آگ میں جائے گا کہ جو جسموں کو جلا کر راکھ کردے گی اور بد بختی ان پر غالب آجائے گی' جس کے نتیجے میں وہ ایسے مردہ ہو جائیں گے کہ آگ کی گرمی کا انہیں احساس نہیں ہوگا' لہٰذا اے نصیحت حاصل کرنے والو نصیحت حاصل کرو اور اپنی ہدایت پاتے پر خدا کی حمد و شکر ادا کرو اور جان لو کہ قدرت خدا سے نکل کر کسی اور کی قدرت میں نہیں جاسکتے اور خدا اور رسول تمہارے عمل کو دیکھ رہے ہیں پھر تم اس کی طرف بلائے جاؤ گے لہٰذا نصیحتوں سے فائدہ اٹھاؤ اور نیک و صالح افراد کے آداب تربیت سے خود کو زینت دو۔

۳۔ تقویٰ و زاد آخرت

بے شک دنیا سے منھ موڑنے اور آخرت کی طرف راغب افراد کی علامت' اپنے اس دوست اور ہم نشین سے الگ ہونا ہے کہ جو ان کے ہمدل اور ہمفکر نہیں ہیں۔

آگاہ ہو جاؤ' جو شخص آخرت کے اجر و ثواب کے لئے اعمال انجام دے اور دنیا کے وقتی زرق و برق سے بے رغبت ہو اور سفر آخرت کے لئے [ہمیشہ] تیار رہتا ہے اور وقت اور موت سے پہلے کہ جس سے کسی کو فرار نہیں ہے تقوائے الٰہی اختیار کرتا ہے کیونکہ خداوند عالم فرماتا ہے:

قال رب ارجعونی لعلی اعمل صالحا فیما ترکت

خدایا' مجھے [اس دنیا میں] واپس بھیج دے شاید میں نے جو کچھ چھوڑا ہے کچھ نیکیاں انجام دے لو۔ لہٰذا اس دنیا میں ہر انسان خود کو ایسا خیال کرے کہ گویا اس کو دوبارہ زندگی ملی ہے اور آخرت کے لئے اعمال صالح انجام دینے میں کوتاہی کی خاطر شرمندہ ہے۔

اے بندگان خدا یاد رکھو' جو انجام سے ڈرتا ہے وہ نرم و لطیف بستر سے دوری اختیار کرتا ہے اور بے فکری کی نیند سے بچتا اور دنیا پرستوں کے انجام کے خود سے' بعض کھانے اور پینے کی چیزوں سے پرہیز کرتا ہے۔ اے ابن آدم' افسوس ہے تجھ پر' خداوند قادر کی [معصیت کے نتیجے میں] خوفناک انجام اور سزا کے مقابل تم کیسے ہو؟ [اور تم نے کیا انتظام کیا ہے]' اس کا دردناک حساب و کتاب اور نافرمانی پر اس کی سزا یا شب و روز میں ہونے والی ناگہانی موتیں؟ ہاں' یہ وہی چیزیں ہیں کہ جس سے بچنے کے لئے کوئی نجات کا سامان اور پناہ گاہ موجود نہیں ہو سکتی۔

اے مومنین ‘اس خدا کے عذاب سے اس طرح ڈرو کہ جس طرح اہل یقین اور متقین ڈرتے ہیں کیونکہ خدا وند عالم فرماتا ہے :

ذالک لمن خاف مقامی و خاف وعید[1]

اور یہ اس شخص کے لئے ہے کہ جو [روز قیامت ‘ حساب کے لئے] کھڑے ہونے سے ڈرتا ہے اور میرے [ڈرنے کا وعدہ] پر خوف رکھتا ہے۔

لہٰذا دنیا کے فریب دینے والے زرق و برق اور اس کے نقصانات سے ڈرو اور اس میں رغبت اور دلچسپی رکھنے کے انجام کو [ہمیشہ] یاد رکھو کیونکہ اس کی ظاہری خوبصورتی فتنہ پیدا کرتی ہے اور اس سے دلبستگی گناہ ہے۔

اور جان لو ‘اے ابن آدم ‘ شکم پروری ‘ نفسانی خواہشات ‘اور حکومت و مال و ثروت کا فریفتہ ہونا ان چیزوں میں سے ہیں کہ جو انسان کو محنت و مشقت سے روکتے ہیں اور انسان کی کارکردگی کو سست بناتے ہیں اور ذکر خدا کو بھلا دیتے ہیں اور اسے "موت کے نزدیک ہونے "[کے عقیدہ] سے غافل کردیتے ہیں گویا کہ جیسے یہ شراب نوشی کے نتیجے میں دنیا پرستی میں گرفتار ہو کر اپنی عقل کھو بیٹھا ہے۔ یقیناً جو شخص خدائی فکر رکھتا ہے اور خداترس ہے اور اس کے تمام کام خدا کے لئے ہیں اس کو چاہئے کہ اپنے نفس کی مشق کرے اور اس کو بھوک سے آشنا کرے تاکہ اس عادت پڑے کہ شکم پر کے ساتھ کوئی رغبت نہ کرے [بلکہ بھوک یا کم کھانے میں خیر سمجھے] اور مقابلے کے میدان میں گھوڑے کو اس روش پر ہلکا اور آمادہ کرے [تاکہ اعمال صالح کے مقابلے میں کامیاب ہو سکے] اے بندگان خدا ‘ تقویٰ اختیار کرو جیسے : متقین ‘اجر و ثواب کے آرزومند اور خدا کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

یقیناً ‘خدا کے سامنے تمہارے اوپر حجت تمام ہو گئی ہے اور ہر قسم کا بہانہ اور عذر کو تم پر بند کر دیا گیا ہے کیونکہ خدا نے تمہیں بشارت بھی دی ہے اور ڈرایا بھی ہے ‘لیکن تم نہ اس عظیم ثواب کو حاصل کرنے کے اشتیاق میں ہر کہ جس کی خدا نے بشارت دی ہے اور نہ اس کے دردناک اور سخت عذاب سے ڈرتے ہو کہ جس سے اس نے تمہیں ڈرایا ہے اور نہ گناہ سے بچتے ہو۔

بے شک ‘خداوند عالم نے قرآن میں تمہیں خبر دی ہے کہ :

فمن یعمل من الصالحات وھو مومن فلا کفر ان لسعیہ وانا لہ کتبون[2]

---

[1] ابراہیم ‘ ۱۴

[2] انبیاء ‘ ۹۴

جو شخص، نیک اعمال دے اور وہ مومن ہو اس کی کوشش ہے انکار نہیں ہوگا اور ہم اس کو[اعمال نامہ] میں لکھیں گے۔

اس کے بعد قرآن میں مثالیں دی گئی ہیں اور آیات ذکر ہوئی ہیں تاکہ دنیا کی وقتی اور گزر جانے والی رنگینیوں سے بچو لہذا فرمایا:

انما اموالکم واولادکم فتنه والله عنده اجر عظیم[1]

بے شک تمہارا مال اور تمہاری اولاد، آزمائش اور امتحان کا ذریعہ ہیں اور خدا کے پاس عظیم اجر و ثواب ہے۔

لہذا جتنا ہو سکے تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرو اور اس کی باتوں کو سنو اور عمل کرو اور صرف اس سے ڈرو اور اس سے وعظ و نصیحت حاصل کرو۔ میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ تم میں سے بہت لوگ، خدا کی نافرمانی کی وجہ سے [نقصان میں] ہو گئے ہیں لیکن پھر بھی گناہوں سے نہیں بچتے، باوجود اس کے کہ انھوں نے [گناہ کر کے] دین خدا کو نقصان پہنچایا پھر بھی گناہ اور خلاف ورزی کو برا نہیں سمجھتے کیا تم نے قرآن کی فریاد نہیں سنی کہ وہ اس کو عیب سمجھتا ہے اور حقیر، شمار کرتا ہے اور فرماتا ہے:

اعلموا انما الحیاة الدنیا لعب و لهو وزینة۔[2]

سابقوا الی مغفرة من ربکم۔

جان لو، زندگانی دنیا، حقیقت میں کھیل اور عبث [چیز] ہے، اور تمہارے درمیان ایک دوسرے پر فخر و مباہات کرنا اور مال و اولاد میں زیادہ طلبی ہے اور ان کی مثال اس بارش کی طرح ہے کہ جس کی کھیتی، کسانوں کو تعجب میں ڈال دیتی ہے، پھر خشک ہو جاتی ہے اس طرح کہ تم اس زرد رنگ میں دیکھو گے پھر خش و خاشاک میں بدل جاتی ہے اس طرح کہ تم اس زرد رنگ میں دیکھو گے پھر خش و خاشاک میں بدل جاتی ہے اور آخرت میں [دنیا پرستوں کے لئے] سخت عذاب ہے اور خدا کی طرف سے مومنین کے لئے مغفرت اور رضائے الٰہی ہے اور زندگانی دنیا، فریب دینے والے مال و متاع کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ اپنے پروردگار کی مغفرت کی طرف سبقت کرو اور جنت [کی طرف] سبقت کرو کہ جس کی وسعت، زمین و آسمان کی وسعت کی طرح ہے، اور ان لوگوں کے لئے بنائی گئی ہے کہ جو خدا اور پیامبر پر ایمان لائے ہیں۔ یہ فضل خدا ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور خدا، عظیم فضل کا مالک ہے۔

---

[1] تغابن، ۱۵

[2] حدید، ۲۰۔۲۱

اور پھر فرماتا ہے:

یا ایها الذین آمنوا اتقوا الله ولتنظر نفس ما قدمت۔[1]

اے وہ لوگ جو ایمان لائے تقوائے الٰہی اختیار کرو اور ہر شخص کو چاہئے کہ وہ دیکھے اس نے آخرت کے [ذخیرہ کے] لئے پہلے سے کیا بھیجا ہے اور اس کے بعد خدا سے ڈرو در حقیقت جو کچھ تم کرتے ہو خدا اس سے آگاہی رکھتا ہے اور ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا کہ جنہوں نے خدا کو بھلا دیا نتیجے میں خدا نے ان کو بھلا دیا یہ وہی فاسقین ہیں۔

اے بندگان خدا' خدا سے ڈرو اور غور و فکر کرو اور جس مقصد کے لئے پیدا کئے گئے ہو اس پر عمل کرو کیونکہ خدا نے تمہیں' بیکار نہیں پیدا کیا ہے۔ اور تمہیں اپنی حالت پر نہیں چھوڑ دیا ہے [کہ جو چاہو کرو]' تم سے خود کو پہچنوایا ہے اپنے پیغمبر [ص] کو تمہارے پاس بھیجا ہے' اپنی کتاب تمہارے درمیان نازل کی ہے کہ جس میں حلال و حرام کے مسائل' حجتیں اور مثلوں کو ذکر کیا ہے لہٰذا تقویٰ اختیار کرو کہ خدا نے تمہارے لئے حجت قرار دی ہے اور فرماتا ہے:

الم نجعل له عینین، ولسانا و شفتین[2]

کیا ہم نے [انسان کے لئے] دو آنکھیں قرار نہیں دیں؟

اور [انسان کو] زبان اور دو لب قرار نہیں دیئے؟ اور ہر دو راستے [خیر و شر] اسے نہیں دکھائے۔ لہٰذا یہ آیات تم پر حجت ہیں جہاں تک ممکن ہو تقوائے الٰہی اختیار کرو کیونکہ خدا کی طاقت کے علاوہ کوئی طاقت نہیں ہے اور توکل' صرف اسی پر کیا جا سکتا ہے۔[3]

سوال و جواب

۱۔ امام سے سوال کیا گیا انسانوں میں سب سے عظیم انسان کون ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا:

من لم یر الدنیا خطرا لنفسه[4]

---

[1] حشر' ۱۹۔۱۸

[2] حشر' ۱۰۔۸

[3] تحف العقول' ص ۲۸۱۔۲۷۷

[4] تحف العقول' ص ۲۸۸' عیون الاخبار' ج ۲' ص ۳۳' شرح نہج البلاغہ' ج ۶' ص ۲۳۳

جو شخص دنیا کو اپنے لئے قدر و حیثیت کی نگاہ سے نہ دیکھے۔

۲۔ سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ میں نے امام سجاد علیہ السلام سے پوچھا: اس طریقے سے نماز، جو آج ہم پر واجب ہے کب مسلمانوں پر واجب ہوئی؟ امام نے فرمایا: مدینہ میں 'اسلام کے اقتدار میں آنے کے بعد واجب ہوئی، جس وقت خداوند عالم نے جہاد کو مسلمان پر واجب کیا' رسول خدا[ص] نے ظہر و عصر اور عشاء کی دو رکعتی نماز کو چار رکعتی میں اور نماز مغرب کو تین رکعتی میں تبدیل کیا۔[1]

۳۔ ابومالک کا بیان ہے کہ میں نے امام سجاد علیہ السلام سے کہا کہ مجھے دین کے تمام قوانین سے مطلع کریں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا:

قول الحق والحکم العدل۔۔[2]

حق[بات] کہنا، عدالت سے فیصلہ کرنا، عہد و پیمان پر وفا کرنا، یہ دین کے تمام قوانین ہیں۔

۴۔ جابر بن یزید جعفی کا کہنا ہے کہ میں نے امام علی ابن الحسین علیہ السلام سے کہا: یابن رسول اللہ، مرد مومن کا اپنے برادر مومن پر کیا حق ہے؟ فرمایا:

یفرح بفرحه اذا فرح۔۔[3]

اس کی خوشی میں خوش رہے اور اس کی پریشانی میں محزون و مغموم، اس کے تمام کام انجام دے اور اگر اس فانی دنیا کی نعمتوں میں سے کسی نعمت کے ہاتھ سے جانے پر افسوس کرے تو اس کا غمخوار بنے، یہاں تک کہ جس طرح دو گائے ایک خرمن میں بندھی ہوں اور ایک ساتھ حرکت کرتی ہیں یہ دونوں[مومن بھائی] خوشی و غم میں ایک دوسرے کے ساتھ رہیں۔

۵۔ سعید بن مسیب کہتے ہیں: میں نے امام سجاد علیہ السلام سے پوچھا: ایک شخص نے ایک حاملہ عورت کو اس طرح مارا کہ بچہ ساقط ہو گیا اس کا حکم شرعی کیا ہے؟ امام نے فرمایا:

وان طرحته وهو نسمة۔۔[4]

---

[1] تفسیر المیزان، ج ۱۳، ص ۴۷

[2] الخصال، ص ۱۱۳

[3] مستدرک الوسائل، ج ۲، ص ۶۳

[4] مستدرک الوسائل، ج ۱۸، ص ۳۶۴

اگرانسان کی پوری شکل وصورت کہ جس میں روح اور زندگی آگئی ہو پھر کوئی ساقط کرے تو مکمل دیت واجب ہو گی۔

۶۔امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: میرے پدر بزرگوار سے سوال کیا گیا کہ موت کی حقیقت کیا ہے اور کس طرح ہے؟ میرے بابا نے فرمایا:

للمومن كنزع ثياب وسخة۔۱

موت مومن کے لئے ایسی ہے کہ جیسے بوسیدہ اور پرانے لباس کو دور پھینک دیا جائے۔۔۔اور اپنے سے سنگین اور کند زنجیر کو کھول دے' اور بہترین اور خوشبودار لباس پہن لے' اور رام و آسائش والی سواری پر سوار ہو' اور سب سے مانوس مکان میں داخل ہو' لیکن کافروں کے لئے [موت] ایسے ہی ہے جیسے بہترین لباس فاکر کو ان کے جسم سے اتار لیا جائے اور مانوس مکان سے منتقل کردیا جائے' سخت اور برا لباس پہنا دیا جائے اور وحشت زدہ مکان میں جانا اور سخت ترین عذاب کا چکھنا۔

۷۔ایک شخص نے امام علیہ السلام سے کہا: جو کچھ [خیر وشر] لوگوں تک پہنچتا ہے وہ قدر کی بنا پر یا ان کے اعمال کی بنا پر؟

امام علیہ السلام نے فرمایا:

ان القدر العمل بمنزلة الروح۔۔

پھر فرمایا:

الا ان من اجورى الناس من راى جوره عدلا۔

ثم التفت الى السائل عن القدر فقال: هذا منه، هذا منه۲

قدر اور عمل' روح و جسم کی طرح ہیں' روح بغیر جسم کے احساس نہیں رکھ سکتی اور جسم بغیر روح کے بے حرکت ڈھانچہ کی طرح ہے جب وہ دونوں [ایک ساتھ] جمع ہوں تو قوی و طاقتور ہوتے ہیں اور صلاحیت پیدا ہوتی ہے ایسے ہی عمل و قدر ہیں اگر قدر' عمل کے ساتھ نہ ہو تو خالق کو مخلوق سے فرق پیدا نہیں ہو سکتی اور قدر ایسی چیز ہوتی ہے کہ جو محسوس نہیں ہو سکتی تھی اور اگر عمل' قدر کے مطابق نہ ہو تو نہ وجود میں آسکتا ہے

---

[1] معانی الاخبار' ج ۲' ص ۱۹۷۔۱۹۶

[2] التوحید' ص ۵۶۶

اور نہ کامل ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر یہ قدر و عمل دونوں ایک ساتھ جمع ہو جائیں تو قوی و مضبوط ہو جاتے ہیں اور اس میں خدا کی مدد نیک بندوں کے شامل حال ہوتی ہے۔

پھر فرمایا: آگاہ ہو جاؤ سب سے بڑا ظالم وہ ہے کہ جو اپنے ظلم و ستم کو عدل سمجھے اور ہدایت یافتہ عدل و عدالت کو ظلم خیال کرے۔ بے شک بندگان خدا کی چار آنکھیں ہیں' دو آنکھیں وہ ہیں کہ جن کے ذریعہ امور دنیوی پر مدد حاصل کرتا ہے' اگر خداوند عالم کسی بندے کے ساتھ' خیر و نیکی کا ارادہ کرے وہ دو آنکھیں کہ جو اس کے قلب میں ہیں روشن کر دیتا ہے کہ جن کے ذریعہ وہ غیب [کی باتوں] کو دیکھتا ہے اور اگر خداوند عالم خیر و نیکی کا ارادہ نہ کرے تو اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیتا ہے۔ پھر سوال کرنے والے سے فرمایا: یہ اسی میں سے ہے۔

امام سجاد علیہ السلام اور حکام وقت

سید سجاد حیدر صفوی

امام سجادؑ امامت کا دور کربلا کے بعد کا دور ہے جسے بنی امیہ کی حکومت کا سیاہ ترین اور منحوس دور کہا جاسکتا ہے۔اس دور میں یزید ابن معاویہ‘معاویہ ابن یزید‘مروان ابن حکم‘عبد الملک ابن مروان‘ولید ابن عبد الملک‘عبداللہ ابن زبیر اور ان کے علاوہ عبید اللہ ابن زیاد اور حجاج ابن یوسف ثقفی جیسے ظالم اور خونخوار افراد حاکم رہے ہیں۔اس تحریر میں بنی امیہ اور بنی مروان کے ان حکام کی مختصر تاریخ اور ان کے سیاہ کارناموں پر روشنی ڈالی جائے گی اور یہ بھی بتایا جائے گا کہ ان کا امام سجادؑ کے ساتھ اور امامؑ کا ان کے ساتھ کیا رویہ رہا ہے۔

یزید ابن معاویہ

یزید‘معاویہ ابن ابی سفیان کا بیٹا ہے جس کے باپ معاویہ نے 20 سال تک اسلامی مملکت میں مطلق العنان بادشاہ بن کر حکومت کی اور اس سے پہلے بھی 22 سال تک شام کے خود مختار حاکم کے عنوان سے اقتدار کرتا رہا ہے۔معاویہ کی حکومت کے یہ بیس سال تاریخ اسلام کا ایک سیاہ دور ہے جس میں اس نے ایک ڈکٹیٹر بن کر ظلم وفساد پھیلایا اور اگر اس کے مکمل بیالیس سالہ دور اقتدار کو دیکھا جائے تو نہایت حیرت انگیز نظر آتا ہے۔ معاویہ کا مقصد چونکہ حکومت و سلطنت اور تخت و تاج کے سوا کچھ نہ تھا للذا وہ حصول اقتدار کے لئے کسی بھی قسم کے جرم و ظلم سے باز نہیں آتا تھا۔بطور خاص اسے بنی ہاشم اور علیؑ و اولاد علیؑ کے ساتھ خدا واسطے کا بیر تھا اور انہیں وہ اپنے اقتدار کے لئے سب سے بڑی رکاوٹ سمجھتا تھا اس لئے ان پر مظالم کے پہاڑ توڑنے اور اپنا راستہ صاف کرنے کے لئے کسی بھی طرح کے ظلم سے چوکتا نہیں تھا۔

اگر معاویہ اور اس کے حواریوں کا مختصر تعارف کروایا جائے تو پیغمبر اکرمؐ کی زبانی اس طرح کروایا جاسکتا ہے کہ وہ ایک ظالم و ستمگر جماعت تھی جن کے بارے آپ نے جناب عمار یاسر سے فرمایا تھا "یا عمار تقتلک فئة باغیة" اے عمار تمہیں ایک ظالم و ستمگر جماعت قتل کرے گی۔ مولانا ابو الاعلیٰ مودودی اپنی کتاب خلافت و ملوکیت میں معاویہ ابن ابی سفیان کی حکومت میں سلطنتی نظام کے عروج پر پہنچنے کی کیفیت اور نتائج کو اس طرح خلاصہ کرتے ہیں:

1۔ جانشین خلافت کے انتخاب کی کیفیت میں مکمل تبدیلی آگئی تھی۔ معاویہ وہ پہلا حاکم ہے جس نے موروثی خلافت کی بنیاد ڈالی۔ اس نے حالات کو مساعد پاتے ہوئے قدرت و طاقت کے زور پر اپنے بیٹے یزید کی خلافت کا اعلان کیا اور اس کے لئے بیعت لی اور اس طرح خلافت کو ملوکیت میں تبدیل کیا۔

2۔ اسلامی مملکت کے حاکم کی سادہ طرز زندگی شاہانہ زندگی میں تبدیلی ہوگئی تھی۔

3۔ بیت المال کی حفاظت اور اس کے استعمال کا طریقہ بالکل ہی بدل گیا۔ کسی طرح کا کوئی حساب و کتاب نہیں ہوتا تھا، حاکم جس طرح چاہتا اس کا استعمال کرتا تھا، گویا وہ مسلمانوں کا بیت المال نہیں بلکہ اس کی ذاتی ملکیت ہو۔

4۔ آزادی فکر و رائے کا گلا گھونٹ دیا گیا تھا۔

5۔ قضاوت کا نظام عدل و انصاف کی بنیاد پر نہیں بلکہ حاکم کی مرضی کے مطابق چلتا تھا۔

6۔ مشورے اور دوسروں کی رائے کا کوئی نظام نہیں تھا۔

7۔ قوم و قبیلہ کا تعصب عروج تک پہنچ چکا تھا۔

8۔ قانون کا اس طرح جنازہ نکل چکا تھا کہ نہ پوچھئے اور نہ کہیے۔

امیر شام نے جس طرح چاہا اسلام کا تعارف کروایا اور اسلام کی ایک ایسی تصویر پیش کی جس میں اسلام کا بس نام تھا اور قرآن کا بس رسم الخط۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ یہ حکومت اسلام اور قرآن کی ترویج کے بجائے اس سے مقابلہ پر تلی ہوئی تھی، تو غلط نہ ہوگا۔

معاویہ کی طرف سے اسلام اور مسلمانوں کے لئے سب سے خطرناک اور نقصاندہ اقدام، اس کا اپنے بیٹے یزید کو اپنا ولیعہد بنانا تھا۔ البتہ یہ کام امام حسنؑ کے ہوتے ہوئے مشکل تھا اس لئے اس نے پہلے سبط اکبر حضرت امام حسنؑ کو شہید کروایا اور پھر اس کے بعد اپنے خاندان کی حکمرانی کے دوام کے لئے یزید کے لئے بیعت لینے کا میدان ہموار کرنا شروع کر دیا۔ اس کے لئے اس نے پیسہ، طاقت، سیاست، مکاری ہر چیز کا استعمال کیا کیونکہ وہ

جانتا تھا کہ یزید کی ولیعہدی کا اعلان آسان کام نہیں کیونکہ وہ عیاش قسم کا ایک لاابالی جوان تھا جس میں خلیفہ یا حاکم بننے کی ذرہ برابر صلاحیت موجود نہیں تھی۔ یزید کے بارے میں ایک عام تصور کیا تھا' اس کا اندازہ زیاد ابن ابیہ کے اس خط سے لگایا جاسکتا ہے جو اس نے معاویہ کو اس کے یزید کے لئے بیعت لینے کے مطالبہ کے جواب میں لکھا تھا۔ زیادہ ابن ابیہ معاویہ کو لکھتا ہے: "امیر کا خط اور حکمنامہ موصول ہوا۔ میرا سوال یہ ہے کہ اگر ہم لوگوں سے یزید کی بیعت کا مطالبہ کریں گے تو وہ کیا کہیں گے؟ کیونکہ وہ بندروں اور کتوں سے کھیلنے والا' رنگ برنگے کپڑے پہننے والا' راتوں میں رقص و سرود کی محفلیں لگانے والا اور شرابی جوان ہے' جبکہ ابھی امت کے درمیان حسین ابن علیؑ' عبد اللہ ابن عباس' عبد اللہ عمر اور عبد اللہ ابن زبیر جیسے افراد موجود ہیں۔ ہاں اگر ایک دو سال تک اس کی تربیت کی جائے اور اس کے اطوار و اخلاق کو ان جیسا بنایا جائے تو یہ اقدام کیا جاسکتا ہے اور لوگوں کی فکروں پر غمال بنایا جاسکتا ہے۔"

یزید کی ولیعہدی کے تئیں معاویہ کے سامنے دو بنیادی مشکلات تھیں: ایک تو یزید کی بد کرداری تھی' دوسرے امام حسینؑ اور دوسرے افراد کی موجودگی جو بزرگ صحابہ کی اولاد تھے جیسے عبد اللہ ابن عمر' عبد اللہ ابن زبیر' عبد اللہ ابن عباس اور عبد الرحمٰن ابن ابو بکر۔

یزید کی تربیت اسلامی اخلاق و اطوار کے مطابق نہیں ہوئی تھی کیونکہ اس کی ماں ایک سابق عیسائی خاندان سے تھی جو اگرچہ مسلمان ہو چکے تھے لیکن انہوں نے عیسائی فکر و ثقافت کو ترک نہیں کیا تھا۔ یزید نوجوانی سے ہی عیش و نوش' عشرت کدوں' حسین دوشیزاؤں اور رقص و سرور کی محفلوں کا دلدادہ تھا اور یہ سارے کام وہ علی الاعلان کرتا تھا۔

معاویہ نے کسی طرح اسے سدھارنے اور اپنی آبرو بچانے کی کوشش بھی کی لیکن اس میں ناکام رہا۔ ایک بار جنگ قسطنطنیہ کی باگ ڈور یزید کے ہاتھوں میں تھما کر لوگوں کے سامنے اس کی لیاقت و صلاحیت کو دکھانا چاہا لیکن یزید اپنی بیوی ام کلثوم بنت عبد اللہ ابن عامر کے ساتھ دیر مران کے باغوں میں عیش کرتا رہا اور لشکر کو لڑنے بھیج دیا' جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لشکر کو شدید شکست سے دوچار ہونا پڑا اور ساتھ ہی پورا لشکر شدید بخار اور آبلوں کی وبا کے ساتھ لوٹ آیا لیکن یزید پر اس شکست و ہزیمت کا رتی برابر اثر نہیں ہوا۔

معاویہ نے اسے حج کے امور کی ذمہ داری سونپی تاکہ اس کے ذریعہ لوگوں کو فریب دے کر یزید کا مذہبی چہرہ پیش کر سکے لیکن اس کا حشر بھی جنگ جیسا ہوا۔ اس نے مکہ جیسے مقدس شہر میں شراب کی محفلیں سجائیں اور آشکارا اپنے فسق و فجور کا اعلان کیا۔

جب کوئی چارہ کارساز نہ ہوا تو معاویہ نے طاقت و حکومت کا سہارا لے کر اپنے تمام نمائندوں اور گورنروں کو اکٹھا کیا اور انہیں ایک نقشہ کے تحت لوگوں سے یزید کی بیعت لینے کو کہا اور ساتھ ہی یہ اعلان کرنے کو بھی کہا کہ معاویہ کے بعد اس کا بیٹا یزید سلطنت اسلامی کا مطلق العنان حاکم ہوگا۔

جن نمائندوں نے معاویہ کی حامی بھری انہیں انعامات سے نوازا گیا' جنہوں نے مخالفت کی یا قیل و قال سے کام لیا انہیں برخواست کر کے ان کی جگہ نئے لوگوں کو لایا گیا جن کے لئے یہ واضح تھا کہ انہیں کیا کرنا ہے۔شام پوری طرح سے معاویہ کے اختیار میں تھا اس لئے وہاں اس حوالہ سے کوئی مشکل نہیں تھی۔ عراق میں زر وزور کی سیاست اپنائی گئی۔ مصر والوں کے لئے یزید اور غیر یزید کی حکومت برابر تھی۔اب معاویہ کے سامنے سب سے بڑی رکاوٹ حجاز بطور خاص شہر مدینہ تھا۔مدینہ اصحاب رسول اور ان کی اولاد کا شہر تھا۔ معاویہ نے وہاں کے والی کو خط لکھ کر یزید کی بیعت کے لئے میدان ہموار کرنے کو کہا۔والی مدینہ نے مسجد النبی میں سب کے سامنے یزید کی ولیعہدی کی بات کی جس کی شدید مخالفت کی گئی۔

جب معاویہ کو صورتحال سے مطلع کیا گیا تو اس نے خود مدینہ جا کر اپنے نئے پلان کو آزمانے کا ارادہ کیا۔وہ شامی سپاہیوں کے ساتھ حج کے قصد سے مکہ اور مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔پہلے مدینہ جا کر اس نے سب کو مسجد النبی میں اکٹھا کیا اور منبر رسول پر جا کر تقریر کرنے کے بعد بولا: میں مدینہ کے بزرگوں کے مشورے سے اپنے بیٹے یزید کی ولیعہدی کا اعلان کرتا ہوں اور آپ لوگوں سے چاہتا ہوں کہ اس کی بیعت کیجئے۔ تلواروں کے سائے میں یزید کے لئے بیعت لی گئی لیکن چار اہم لوگ جن کا ذکر زیاد ابن ابیہ نے اپنے خط میں کیا اب بھی تھے جنہوں نے بیعت نہیں کی تھی کیونکہ حج کے لئے پہلے ہی مدینہ چھوڑ چکے تھے'البتہ معاویہ نے اکثریت کی بیعت کو اپنے حق میں سمجھتے ہوئے حج کے لئے مکہ کا رخ کیا۔

مکہ میں داخل ہوتے ہی معاویہ نے ان چاروں افراد سے ملاقات کی اور انہیں یزید کی بیعت کے لئے کسی طرح قائل کی کوشش کی لیکن وہ کامیاب نہیں ہو سکی۔ معاویہ نے ان کے سامنے اس طرح ظاہر کیا گویا اسے یزید کے لئے ان کی بیعت کی ضرورت نہیں ہے بلکہ درحقیقت انہیں یزید کی حاکمیت کی ضرورت ہے کیونکہ اسے ہر حال میں ولی عہد بننا ہے'اب اگر وہ لوگ بھی بیعت کر لیتے ہیں کہ تو یزید کے سائے میں انہیں بھی اقتدار کا حصہ مل سکتا ہے'لیکن ان میں سے کسی نے بھی یزید کی بیعت کے مطالبہ کو قبول نہیں کیا۔

مکہ سے لوٹنے کے بعد معاویہ کو زیادہ فرصت نہ مل سکی اور وہ یزید کی حکومت کے لئے سب کو راضی کرنے سے پہلے دنیا سے چل بسا۔یزید کی بادشاہت تلواروں اور نیزوں کے سایہ اور درہم و دینار کی زرق و برق میں امت

مسلمہ پر تھوپی گئی جبکہ یزید اس کے لائق نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ امت کی نظریں بہت سی بڑی شخصیات پر لگی ہوئی تھیں اور انہیں انتظار تھا کہ ان کی طرف سے یزید کے خلاف کسی تحریک اور قیام کا آغاز ہو۔ ان میں سب سے اہم شخصیت حسین ابن علیؑ کی تھی جو حکومت وخلافت کے لئے تمام صلاحیتوں کے حامل ہونے کے ساتھ پیغمبر اکرمؐ کے نواسے بھی تھے اور سب دوست و دشمن ان کی عظمت کا اعتراف کرتے تھے۔ اسی لئے یزید اپنی حکومت کے ستونوں کو مزید مستحکم کرنے کے لئے کسی بھی طرح ان کی بیعت کا طلبگار تھا۔

عبد الرحمن ابن خلدون لکھتے ہیں: "کیا لکھوں حسین کے بارے میں؟ جب یزید کا فسق وفجور لوگوں کے لئے واضح ہو گیا تو کوفہ میں پیروان اہلبیتؑ نے امام حسینؑ سے تقاضا کیا کہ وہ کوفہ تشریف لائیں اور یزید کے خلاف قیام میں ان کی مدد فرمائیں" تا کہ ایک مطلق العنان شخص کے فساد اور تباہ کاریوں کا سیلاب امت کو نہ لے ڈوبے۔ یزید کی تباہ کاریوں کو سمجھنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ مورخین نے اس قبیح تصویر کو مکمل طور پر پیش نہیں کیا ہے۔

یزید قبل از اسلام کے جوانوں کی ایک نمائندہ تصویر تھا جن کے اندر کوئی شخصیت نہیں تھی، جن کی کوئی مثبت شناخت نہیں تھی، جن کا کوئی احترام نہیں تھا۔ اس کا فسق وفجود پوری دنیائے اسلام میں مشہور تھا جس کی وجہ سے اہل ایمان اس سے شدید نفرت کرتے تھے۔ مختصر یہ کہ یزید اس قدر منفور شخصیت کا حامل تھا کہ وہ مورخین اور مصنفین جنھوں نے بنی امیہ کے سیاہ کارناموں کو چھپانے کی کوشش کی ہے وہ بھی یزید کے اسلام سے واضح انحراف پر پردہ نہ ڈال سکے۔ وہ لوگ بھی اس بات کی صراحت کرتے ہیں کہ یزید پہلا خلیفہ تھا جو اعلانیہ شراب پیتا تھا، اکثر اوقات رقص وسرور میں مست رہتا اور اپنے بندروں اور کتوں کے ساتھ کھیلا کرتا تھا۔

یزید نے اسلام کی بو بھی نہیں سونگھی تھی اسی لئے اس کی نظر میں مذہبی احساسات وجذبات کی کوئی قدر نہیں تھی۔ وہ اتنا فاسق وفاجر تھا کہ کسی بھی مسلمان مورخ نے اس کا مثبت چہرہ پیش کرنے کی جرائت نہیں کی ہے۔

وہ ہمیشہ اسلام کی، اسلامی تعلیمات کی، سیرت پیغمبرؐ اور صحابہ کی مخالفت کیا کرتا تھا۔ ایک طرف سے وہ اسلام اور مسلمانوں کے خلیفہ ہونے کا دعویدار تھا لیکن دوسری طرف اسلام کی کھل کر مخالفت کرتا تھا جس کی وجہ سے اس کے لئے لوگوں کے درمیان شدید نفرت اور غصہ تھا جو ایک عظیم قیام کے لئے میدان فراہم کر رہا تھا۔

یزید جانتا تھا کہ وہ طاقت اور پیسے کے بل پر پوری امت کو دبا اور خاموش کر سکتا ہے لیکن حسین ابن علیؑ وہ شخصیت ہے جو کسی بھی طرح نہ دبنے اور جھکنے والی ہے اور نہ خاموش بیٹھنے والی' اس لئے وہ مصر تھا کہ حسین ابن علیؑ سے بیعت لی جائے یا ان کا سر قلم کر دیا جائے تاکہ ان کے بعد کوئی بھی اس کی راہ کا کانٹا نہ بن سکے۔

یزید نے امام حسینؑ سے بیعت لینے کے بہانہ عراق میں اپنے کارندوں کے ذریعہ انہیں اور ان کے ساتھیوں کو شہید کروایا اور ان کے اہل حرم کو اسیر کروا کے دیار بہ دیار پھرایا۔ بعد میں اگرچہ برائت اور ندامت کا اظہار بھی کیا لیکن وہ محض ایک ڈھونگ تھا جس کی دلیل اس کے وہ اشعار ہیں جس میں اس نے اس بات کا اظہار کیا ہے کہ اس نے بدر میں امیر کائنات حضرت علیؑ کے ہاتھوں قتل ہونے والے اپنے اجداد کا بدلہ لیا ہے۔

63 ہجری میں اہل مدینہ کے قیام کو کچلنے کے لئے اس نے مسلم ابن عقبہ کی کمان میں ایک بڑا لشکر بھیجا اور مدینہ رسول میں قتل و غارت اور عصمت دری کا بازار گرم کروایا۔

مسلم ابن عقبہ کی ہلاکت کے بعد حصین ابن نُمیر کو کمانڈر بنایا گیا جس نے مکہ پر چڑھائی کی اور خانہ کعبہ پر منجنیق کے ذریعہ آگ کے گولے برسائے گئے۔ ابھی مکہ یزیدی فوج کے محاصرہ میں تھا کہ یزید واصل جہنم ہو گیا اور اس طرح آل رسول کے قتل اور اسیری سے لے کر مکہ و مدینہ کی تاراجی تک یزید کی سیاہ و تاریک زندگی کا خاتمہ ہو گیا۔

امام سجادؑ یزید کے دور حکومت میں

امام سجادؑ کی امامت کا آغاز اس وقت ہوا جب یزید کی حکومت کو چھ مہینے ہو چکے تھے۔ امامؑ اسیروں کے ساتھ شام میں اور یزید کے دربار میں لائے گئے۔ اگرچہ بیماری' اسیری' راستے کی تھکن کے آثار امام کے چہرے پر نمایاں تھے لیکن جب یزید کے سامنے اپنے والد امام حسینؑ کا سر دیکھا اور اسے شعر پڑھتے سنا تو آپ نے یزید سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے یزید تیرے لئے قرآن کی یہ آیات شعر سے زیادہ موزوں ہیں اور یہ کہہ کر خود ہی سورہ حدید کی آیات 22 و 23 کی تلاوت شروع کی جنہیں سن کر یزید آگ بگولہ ہو گیا۔

یزید کے دربار میں امامؑ کے پرجوش تقریر اور مسجد اموی میں آپ کے تاریخی خطبہ نے یزید کی حکومت کو لرزہ براندام کر دیا۔ آپ نے لوگوں کے سامنے اپنا' اپنے والد کا اور خاندان کا تعارف کروایا اور انہیں سمجھایا کہ یزید نے ان سے جو بھی کہا ہے وہ بالکل غلط اور جھوٹ ہے۔ ان کے والد نے نہ خروج کیا تھا اور نہ ہی کوئی فتنہ کرنا چاہتے تھے۔ وہ مسلمانوں کے حق کا دفاع کرنے اٹھے تھے' ان کا قیام دین کو بدعتوں اور انحرافات سے بچانا تھا' وہ چاہتے تھے وہی اسلام پیش کریں جو ان کے جد رسول خداؐ نے پیش کیا تھا۔

امام سجادؑ نے یزید کے تمام نقشوں پر پانی پھیر دیا اور سر بلند ہو کر نکلنے اور امام حسینؑ و شہیدانِ کربلا کے مشن کو کامیابی کے ساتھ جاری رکھا۔ آپ نے یزید کو ایسی مات دی کہ اس کے ہوش اڑ گئے اور وہ سمجھ گیا کہ کام اتنا بھی آسان نہیں جتنا اس نے سمجھا تھا۔ عراقیوں کو اپنے کئے پر پچھتاوا ہوا اور شامیوں کو بھی معلوم ہو گیا کہ جن لوگوں کو ریگزار کربلا میں بے دردی سے قتل کیا گیا ہے وہ لوگ ویسے نہیں تھے جیسا انہیں بتایا گیا تھا' بلکہ ان کا تعلق اس خاندان سے ہے جن کے نام پر یزید مسلمانوں پر حکومت کر رہا ہے۔ بلکہ نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ یزید کے دربار میں جو چند غیر مسلم افراد تھے انہوں نے اس پر اعتراض کیا۔ ان سب اسباب کی بنیاد یزید کو بہانے تراشی اور تلافی کے وعدوں پر مجبور ہونا پڑا اور اسے اسیران حرم کو شام کے قید خانہ سے رہا کر کے مدینہ بھیجنا پڑا۔

مدینہ اور مکہ کے واقعہ میں بھی یزید کے حکم سے امامؑ کو کوئی گزند نہیں پہنچایا گیا اور جہاں مدینہ کے تمام لوگوں اور بزرگوں سے زبرستی یزید کے لئے بیعت کروائی گئی اور انہیں یزید کی اطاعت پر مجبور کیا گیا' امام سجادؑ سے ایسی کسی چیز کا مطالبہ نہیں کیا گیا۔

معاویہ ابن یزید

اس کا باپ یزید اور ماں ام ہاشم بنت ابوہاشم ابن عتبہ ابن ربیعہ تھی۔ معاویہ کی پیدائش سن 41 ہجری میں ہوئی۔ وہ تیسرا اموی خلیفہ تھا جو اپنے باپ کی موت کے بعد سن 64 ہجری میں حاکم بنا لیکن بہت مختصر مدت تک حکومت کی۔ یزید کی موت کے بعد عراق' حجاز اور شام میں جو بے سروسامانی کا ماحول پیدا ہو گیا تھا' اس نے یہ ثابت کر دیا کہ معاویہ کے خاندان میں حکومت کا استحقاق نہ صرف بنی امیہ کے مخالفین کے لئے شدید ناراضگی کا باعث تھا بلکہ ان کے قریبی افراد بھی چنداں راضی نہیں تھے۔

یزید کے زمانے ہی میں مکہ میں عبد اللہ ابن زبیر کے بہت سے طرفدار تھے جنہوں نے اس کی بیعت کر کے اسے اپنا خلیفہ مان لیا تھا۔ عبد اللہ ابن زبیر میں بعض خصوصیات ایسی تھیں جو بنی امیہ کے کسی فرد میں نہیں تھیں۔ اس کے علاوہ یزید کے بیٹوں کے تعداد اچھی خاصی ہونے کے باوجود ان میں کسی کا سن و سال اتنا نہیں تھا کہ ابن زبیر سے مقابلہ کرتا۔

یزید نے اپنی موت سے پہلے ہی اپنے ماموں اور فلسطین کے والی حسان ابن مالک بجدل کے مشورے سے اپنے بیٹے معاویہ کو اپنا جانشین بنایا۔ معاویہ نے اپنے باپ کی موت کے بعد منبر پر جا کر ایک حیران کن خطبہ دیا اور

اپنے خاندان کی برائی کرتے ہوئے خلافت سے دستبردار ہونے کا اعلان کیا۔اس کے کچھ ہی عرصہ بعد بیماری یا زہر کی وجہ سے دنیا سے چل بسا۔

امام سجاد اور معاویہ ابن یزید

امام سجادؑ نے نہ یزید کی سلطنت کو قبول کیا اور نہ ہی اس کے بیٹے معاویہ کی بیعت کی۔اس کے علاوہ اس درمیان حاکم کی طرف سے ایسا کوئی اقدام سامنے نہیں آیا کہ جس کے رد عمل میں امام کوئی اقدام کرتے یا کچھ کہتے۔اس عرصہ میں مملکت اسلامی داخلی لڑائیوں اور تبدیلیوں کے دور سے گزر رہی تھی' اس لئے امام سجادؑ نے موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے ثقافتی کاموں کو ترجیح دی۔اگرچہ معاویہ ابن یزید نے اپنے باپ اور دادا کے کاموں کی مذمت کی تھی لیکن اس کے دور حکومت میں بھی عراق اور حجاز کے شیعوں کے لئے حالات میں کوئی بہتری نہیں آئی تھی' ان کے حق میں کوئی مثبت قدم نہیں اٹھایا گیا' یہاں تک کہ ان کی دلجوئی تک نہیں کی گئی۔

عبد اللہ ابن زبیر

معاویہ کی موت کے بعد یزید نے تمام لوگوں سے اپنے لئے بیعت لینے کا حکم دیا' اکثریت نے اس کی بیعت کرلی لیکن کچھ لوگوں نے بیعت نہیں کی جن میں سے ایک عبد اللہ ابن زبیر تھا' جو خود بھی خلافت کا دعویدار تھا لیکن لوگوں کی اس کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں تھی۔امام حسینؑ کی شہادت کے بعد جو حالات پیدا ہوئے ان سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ابن زبیر نے یزید کی مخالفت کی اور خود خلافت کا دعویٰ کر ڈالا اور مخفی طور پر لوگوں سے اپنے لئے بیعت بھی لی۔اس نے 12 سال تک حجاز' عراق' یمن اور خراسان پر حکومت کی۔

یزید نے مسلم ابن عقبہ کو اس کا سر کچلنے کے لئے بھیجا لیکن اس سے پہلے کہ مسلم ابن عقبہ اس مقصد میں کامیاب ہوتا یزید دنیا سے چل بسا اور ابن زبیر کے لئے راستہ بالکل صاف ہو گیا۔اس طرح ابن زبیر کو ایک دہائی سے زیادہ عرصہ تک خلافت کا موقع ملا اور آخر کار عبد الملک ابن مروان کی حکومت میں حجاج ابن یوسف ثقفی کے ذریعہ اسے قتل کر دیا گیا اور اس کی خلافت و حکومت کے تمام علاقے عبد الملک کی سلطنت کا حصہ بن گئے۔

امام سجادؑ اور عبد اللہ ابن زبیر

یزید کے خلاف ابن زبیر کی بغاوت کوئی الٰہی قیام نہیں تھا اور اہلبیتؑ کے راستے اور مقصد سے میل نہیں کھاتا تھا بلکہ اس کا مقصد خلافت راشدہ کی طرز پر پھر سے قریش کی حاکمیت کو زندہ کرنا تھا یعنی اس کا مقصد بنی امیہ کی موروثی حکومت اور اہلبیتؑ کی حقانیت کے مقابلہ میں شورائی خلافت کو زندہ کرنا تھا جس کا ایک رکن اس کا باپ زبیر ابن عوام بھی تھا۔ ابن زبیر اہلبیتؑ کی آشکار اور مسلسل دشمنی کے سبب عوام کے درمیان مقبول و محبوب نہیں تھا، بلکہ وہ اپنے باپ کو خلافتِ امیر المومنینؑ کی مخالفت اور خلاف جنگ جمل میں ان کے خلاف کھڑے ہونے کے لئے بھڑکانے والا تھا۔ حضرت علیؑ بھی اس بارے میں فرماتے ہیں: "زبیر ہمیشہ ہم اہلبیتؑ کے ساتھ رہا لیکن جب اس کے نامبارک بیٹے نے اسے ہمارے خلاف بھڑکایا تو بہک گیا"

عبد اللہ ابن عمر کے مطابق جنگ جمل میں حضرت عائشہ کو آگے لانے اور انہیں جنگ کے اکسانے والا بھی عبد اللہ ابن زبیر ہی تھا۔ اس نے عبد اللہ ابن عباس سے کہا تھا "چالیس سال سے میں نے تم لوگوں کی نفرت اپنے سینے میں پال رکھی ہے۔" اس نے چالیس جمعوں تک پیغمبر اکرمؐ پر صلوات پڑھنے سے صرف اس وجہ سے گریز کیا کیونکہ اس کے مطابق اس صلوات میں پیغمبرؐ کے وہ رشتہ دار بھی شامل ہو جاتے ہیں جو پیغمبرؐ کے نام سے خود پر فخر کرتے ہیں۔

ابن زبیر امام سجادؑ کے مرتبہ اور مسلمانوں کے درمیان ان کی مقام و مرتبہ سے بخوبی واقف تھا، اسی لئے اس نے امامؑ کے تمام کاموں پر کڑی نگرانی رکھے ہوئی تھی۔ اسے امامؑ اور ان کے چاہنے والوں کی حمایت و بیعت کی ضرورت تھی جس کے لئے وہ بہت اصرار بھی کر رہا تھا، کبھی خط لکھ، کبھی دھمکا کر اور دباو ڈال کر ان سے بیعت لینا چاہتا تھا۔ اس نے محمد ابن حنفیہؒ اور ابن عباس سے بیعت لینا چاہی لیکن انہوں نے انکار کر دیا جس کی وجہ سے انہیں چھوڑنے اور طائف جانے پر مجبور کیا گیا۔

امام سجادؑ بنی ہاشم اور اہلبیتؑ کے تئیں ابن زبیر کی دشمنی اور کینہ توزی سے واقف تھے اس لئے آپ نے نہ صرف اس کے فتنہ اور شورش کی حمایت نہیں کی بلکہ اہلبیتؑ اور شیعوں کے بھی آپ کو زبیریوں کی طرف سے سخت رویہ اختیار کئے جانے کا خدشہ تھا۔ لیکن امامؑ نے اس کے خلاف کوئی عملی اقدام نہیں کیا کیونکہ ابن زبیر کے خلاف کسی بھی اقدام کا پورا فائدہ امویوں کو ہوتا جو کسی بھی صورت اچھا نہیں تھا۔

مروان ابن حکم

امام سجادؑ کے زمانے میں بنی امیہ کی حکومت سفیانی نسل سے مروانی نسل کی طرف منتقل ہوگئی۔ مروان ابن حکم چوتھا اموی اور پہلا مروانی خلیفہ تھا جو 2 ہجری کو مکہ یا طائف میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ مروان ابن عاص رسول اکرمؐ کا سخت مخالف اور دشمن تھا۔ پیغمبرؐ کے زمانے میں مروان اور اس کے باپ کا کارنامہ پوری طرح سیاہ نظر آتا ہے۔ ان کے سیاہ کارناموں کی وجہ اللہ کے رسول نے باپ بیٹے دونوں کو شہر بدر کر کے شام بھیج دیا تھا اور حضرت عثمان کی خلافت کے زمانے تک وہ وہیں پر رہے۔ حضرت عثمان کے زمانے میں وہ نہ صرف خلیفہ کا کاتب تھا بلکہ خلیفہ کے سر پر سوار تھا۔ قتل عثمان کے دن وہ زخمی ہوا۔ جمل و صفین میں امام علیؑ کے خلاف کھڑا ہوا اور ان سے جنگ کی۔ معاویہ ابن ابوسفیان نے اقتدار سنبھالنے کے بعد اسے مدینہ کا والی بنایا لیکن اس کی جاہ طلبیوں سے ڈر کر اسے ہٹا دیا۔ وہ اہلبیتؑ کا کٹر دشمن تھا۔ اس کا ایک سیاہ کارنامہ یہ بھی ہے کہ جب یزید نے مدینہ کے والی ولید ابن عقبہ کو امام حسینؑ سے بیعت لینے کا حکم دیا تو مروان اسے امامؑ کے قتل پر اکساتا رہا۔ یزید کی موت کے بعد وہ مدینہ سے شام بھاگ گیا اور اردن میں رہنے لگا۔ معاویہ ابن یزید کی وفات کے بعد جب اکثر لوگوں نے ابن زبیر کی بیعت کا ارادہ ظاہر کیا تو مروان نے بھی یہی مناسب سمجھا کہ ابن زبیر کی بیعت کر کے بنی امیہ کے لئے اس سے امان طلب کرے، لیکن عبید اللہ ابن زیاد نے اسے خود خلافت کا دعویٰ کرنے کا مشورہ دیا، جس کے بعد مروان نے خلافت کا اعلان کر دیا۔

شروع میں اردن کے لوگوں نے اس کی بیعت کی اور پھر شام والوں نے۔ 64 ہجری میں وہ تخت خلافت پر براجمان ہوگیا۔ مروان کی طرف سے خلافت کے اعلان کے بعد ضحاک ابن قیس نے عبد اللہ ابن زبیر کے حق میں بنی امیہ سے جنگ کا ارادہ کیا اور ایک بڑی اور تباہ کن جنگ ہوئی جس میں ضحاک کو بڑی شکست ہوئی اور وہ مارا گیا۔ اس طرح دمشق اور شام کے دوسرے شہروں پر مروان کا قبضہ ہو گیا جس کے بعد اس نے بڑی ہوشیاری سے فلسطین اور مصر کو بھی اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔ مروان نے بھی معاویہ اور یزید کی طرح اسلام مخالف سیاست اپنائی۔ اس کے دور اقتدار کو مسلمانوں کے دینی اور سیاسی زوال کا دور کہا جاتا ہے۔ مروان نے سارا زور ایک طرف سے ابن زبیر کی حکومت کو کمزور کرنے میں اور دوسری طرف اپنے خاندان کی حکومت کو مضبوط کرنے میں لگا دیا تھا۔ اس نے 65 ہجری میں اپنے ولیعہد خالد ابن ولید کو معزول کر کے پہلے اپنے بیٹے عبد الملک کے لئے اور پھر دوسرے بیٹے عبد العزیز کے لئے لوگوں سے بیعت لی۔

مروان نے 9 مہینے 8 دن حکومت کی۔ اسے چونکہ اپنی حکومت کو مضبوط کرنے کی فکر تھی اس لئے امام سجادؑ اور شیعوں کی طرف اس کا زیادہ دھیان نہیں گیا۔ اس لئے یہ دور بھی امامؑ کے لئے ثقافتی کاموں کی انجام دہی کے لئے ایک مناسب زمانہ تھا۔

عبدالملک ابن مروان اور اس کا والی حجاج ابن یوسف ثقفی

عبدالملک ابن مروان پانچواں اموی اور دوسرا مروانی خلیفہ تھا جو 26 ہجری میں مدینہ میں پیدا ہوا اور اسی شہر میں بڑا بھی ہوا۔ اس کا باپ مروان اور ماں عائشہ بنت معاویہ ابن مغیرہ ابن ابی عاص تھی۔ وہ اپنے باپ کی موت کے بعد 65 ہجری میں خلیفہ بنا اور 86 ہجری تک یعنی 21 سال حکومت کرتا رہا۔ آغاز حکومت میں عبد الملک کو کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا بالخصوص عبداللہ ابن زبیر کے طرفداروں کی طرف سے۔ ان کو دبانے کے لئے اس نے پہلے عراق کا رخ کیا جہاں عبداللہ ابن زبیر کا بھائی مصعب حاکم تھا۔ مصعب شیعوں اور خوارج سے اس طرح سے برسرپیکار ہو گیا تھا کہ اسے شامیوں سے نمٹنے کا موقع نہیں مل سکا، لیکن عبدالملک رومیوں کے ساتھ جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کر کے ان کی طرف سے آسودہ خاطر ہو چکا تھا اسلئے اس نے مصعب سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا اور دمشق سے اپنی فوج لے کر عراق پہنچ گیا۔ دونوں طرف کی فوجوں میں ایک طولانی جنگ جاری رہی جس میں آخر کار مصعب مارا گیا اور اس کی فوج کو شکست ہو گئی۔ عبدالملک فاتحانہ انداز میں کوفہ میں داخل ہوا اور اس نے فوراً حجاج ابن یوسف ثقفی کو عبداللہ ابن زبیر کو کچلنے کے لئے مکہ کی طرف بھیج دیا۔ حجاج نے ابن زبیر کی فوج کو شکست دینے کے بعد وسیع اختیارات کے ساتھ مکہ کو اپنے کنٹرول میں لے لیا اور کئی مہینوں تک شہر کو اپنے محاصرہ میں رکھا جس کی وجہ سے مکہ میں ایک طرح سے قحط کا ماحول بن گیا اور کعبہ کو آتشیں گولوں کا نشانہ بنایا گیا جس کی وجہ سے 73 ہجری میں عبداللہ ابن زبیر مارا گیا اور پورے مکہ پر حجاج کا قبضہ ہو گیا۔ اس کامیابی پر عبدالملک نے حجاج کو بہت سراہا اور اسے اس کے سیاہ کارناموں کی وجہ سے ترقی دیتا گیا۔ پہلے اسے مکہ کا پھر مدینہ کا والی بنایا۔ تین سال کے بعد پورے حجاز اور پھر عراق اور خراسان کا حاکم بنا دیا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حجاج سیاسی اور دوسری جہات سے عبدالملک اور اس کے بیٹے ولید کے دور حکومت میں بہت اہم شخصیت میں تبدیل ہو چکا تھا بلکہ ایک طرح سے کہا جا سکتا ہے کہ ان کی بادشاہت اور خلافت میں شریک تھا۔ اس نے اپنے خاص ظالمانہ رویہ کے ذریعہ اپنے ماتحت تمام علاقوں میں ایک خاموش اور گھٹن کی فضا پیدا کر دی تھی اور بہت سے اقتصادی اور انتظامی امور میں کچھ اصلاحات بھی انجام دی تھیں۔ حجاج کو اس دور کی

خلافت کا اصلی اور مکمل علامت سمجھا جاتا تھا۔اس کی بہت سی باتیں اور کام عین کفر تھیں جو اس کے کافر ہونے کو ثابت کرتی ہیں۔ من جملہ : مقام ابراہیم پر پیر رکھنا، پیغمبر اکرمؐ کے منبر، مرقد مطہر اور شہر مدینہ کی توہین کرنا، نماز کے وقت کو موخر کرنا پیغمبر اکرمؐ کے فرامین کے خلاف حکم دینا نبی خدا حضرت سلیمان کی توہین کرنا اور انہیں حاسد قرار دینا علیؑ و آل علیؑ پر سب و شتم کو ایک فضیلت قرار دینا مورخین نے حجاج کو ایک ظالم، جابر، فاسق، جھوٹا اور خبیث انسان کہا ہے۔اس نے مخالفین کو قتل کرنے میں اس قدر شدت سے کام لیا کہ عبد الملک نے بھی اس پسند نہیں کیا۔ تاریخ میں اس کے ذریعہ قتل ہونے والوں افراد کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار سے ایک لاکھ تیس ہزات تک بتائی گئی ہے۔ حجاج نے اپنے پورے دور حکومت میں شیعوں اور خوارج کو مارنے کی پالیسی پر عمل کیا، اور تمام بزرگوں اور صحابہ کی توہین و تحقیر کرتا رہا، یہاں تک ان افراد کو بھی نہیں بخشتا تھا جن کا سماج میں کوئی خاص اثر نہیں ہوتا تھا اور جو حکومت کے خلاف کبھی آواز نہیں اٹھاتے تھے، اس طرح اس نے ایک ایسی فضا بنا دی تھی کہ کوئی بھی اس کے کسی کام یا بے دینی کی مخالفت کرنے یا اسے امر بالمعروف کرنے کی جرائت نہیں رکھتا تھا۔البتہ یہ تمام ظلم و ستم اور حالات لوگوں کے اپنے اعمال و افعال اور اہلبیتؑ کے ساتھ ان کے منافقانہ سلوک کا نتیجہ تھا۔امام علیؑ نے پہلے ہی اس کی پیشینگوئی کر دی تھی کہ لوگوں پر قبیلہ ثقیف کا ایک سیاہ فام غلام مسلط ہو گا جو ان پر ظلم کے پہاڑ توڑے گا۔ حجاج ولید ابن عبد الملک کے دور حکومت میں 95 ہجری میں لقمہ اجل بن گیا۔

عبد الملک کے زمانے میں بنی مروان کی حکومت بہت وسیع اور مضبوط ہو گئی اسی لئے عبد الملک کو بنی امیہ کی جدید حکومت کا بانی کہا جاتا ہے۔ عبد الملک بالآخر 86 ہجری میں راہی ملک عدم ہوا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا ولید ابن عبد الملک تخت پر بیٹھا۔ عبد الملک کی سیاست ظلم اور بے رحمی استوار تھی۔اس کا کہنا تھا: میں عثمان کی طرح گیا گزرا نہیں، معاویہ کی طرح سہل انگار نہیں، یزید کی طرح بیوقوف اور سست نہیں ہوں۔میں صرف اور صرف تلوار سے لوگوں کو سدھاروں گا اور ایسا کام کرونگا کہ سب کو میرے سر تسلیم خم کرنا پڑے گا۔

امام سجاد اور عبد الملک

عبد الملک کے ساتھ امام سجادؑ کا رویہ مختلف فراز و نشیب کا حامل رہا ہے جو اس زمانہ میں آپ کی حکمت و عزت کو آشکار کرتا ہے۔اس دور حکومت میں امامؑ کا رویہ کچھ ایسا ہے کہ حاکم وقت بھی آپ کی کرامت اور عظمت کا معترف نظر آتا ہے۔ عبد الملک کا دور آل علیؑ کے لئے نہایت سخت اور پر آشوب دور تھا۔اگرچہ عبد الملک شروع میں آپ کا بہت احترام کرتا اور اس کی کوشش تھی کہ آپ کو کوئی گزند نہ پہنچے جس کی وجہ یہ تھی مدینہ

کی شورش میں آپ نے مروان اور اس کے خاندان کی حفاظت تھی جس کا مشاہدہ خود عبد الملک نے کیا تھا اور اس کا باپ مروان بھی اس کے لئے خود کو امام کا احسانمند سمجھتا تھا' اس لئے عبد الملک نے امامؑ کے اس احسان کا پاس رکھا لیکن اپنے جاسوسوں کے ذریعہ آپ کے تمام کاموں پر کڑی نگرانی رکھی۔ کیونکہ وہ افراد جو امام سجادؑ کی سیاسی سرگرمیوں سے آگاہ تھے وہ شدید خطرے کا احساس کرتے تھے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ حجاج نے عبد الملک کو امامؑ کے قتل کا مشورہ دیا تھا اور لکھا تھا کہ اگر اپنی حکومت کا دوام چاہتے ہو تو علی ابن الحسینؑ کو قتل کردو۔ لیکن اس نے اسے اس کام سے منع کردیا اور لکھا: "میرے ہاتھوں کو بنی ہاشم کے خون سے رنگین نہ ہونے دو اس لئے کہ میں اپنے پچھلوں کا انجام دیکھ چکا ہوں۔ میں دیکھ چکا ہوں کہ جب بنی سفیان نے حسین ابن علیؑ کو شہید کردیا تو خدا کس طرح ان پر غضبناک ہوا اور ان کے حکومت کچھ ہی مدت میں ختم ہوگئی۔"

امامؑ نے اسی دن عبد الملک کو خط لکھا کہ رسول اللہ نے مجھے تمہارے اس خط کے مضمون سے آگاہ کیا ہے جو تونے حجاج کو لکھا ہے۔ خدا تمہیں اس کام کا اجر دے۔ جب عبد الملک نے وہ خط پڑھا اور اس کی تاریخ دیکھی تو بہت خوش ہوا اور درہموں اور کپڑوں کا ایک اونٹ امامؑ کی خدمت میں بھیجا اور امام سے تقاضا کیا کہ اپنی' اپنے افراد خانہ کی اور دوستوں کی حاجات سے اسے مطلع فرمائیں۔

امامؑ کے خط میں چند اہم نکات کی طرف اشارہ ہے:

1. امامؑ کی طرف سے خلیفہ وقت کو ایسا خط لکھنے آپ کی برتری کو سمجھاتا ہے۔
2. اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ امامؑ اس بات سے آگاہ تھے کہ عبد الملک نے کب' کس کو خط لکھا اور اس کا مضمون کیا تھا۔
3. رسول خداؐ سے آپ کا رابطہ صرف نسبی رابطہ نہیں تھا بلکہ نفسیاتی اور روحانی رابطہ رکھتے تھے۔
4. عبد الملک کے خاندان بنی ہاشم کے تئیں نرمی کے لئے بھی اجر ہے۔
5. عبد الملک امام کے مقام و مرتبہ سے آگاہ تھا۔
6. امامؑ نے اپنے مثبت رویہ کے ذریعہ اسے اپنے اور اپنے خاندان کے تئیں اور بھی نرم بنادیا۔

دوسری طرف حجاج کا خط اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ امامؑ گوشہ نشین یا حکومت کے طرفدار نہیں تھے بلکہ ان کی خاموش سیاسی سرگرمیاں کچھ ایسی تھیں کہ حجاج جیسا ظالم و جابر انہیں حکومت کے لئے خطرناک سمجھتا تھا۔

اس کے علاوہ بھی تاریخ میں ایسی کچھ مثالیں ملتی ہیں جن سے امام سجادؑ اور عبدالملک کے درمیان کچھ گفتگو کا پتہ چلتا ہے اور امامؑ کی فوقیت و برتری ثابت ہوتی ہے۔ جیسے :

1۔ عبدالملک چاہتا تھا کہ پیغمبر اکرمؐ کی جو تلوار امام سجادؑ کے پاس ہے وہ اسے دی جائے تاکہ اس کے ذریعہ وہ اپنی حکومت کے لئے شرعی جواز فراہم کر سکے۔ اس کے لئے اس نے امامؑ کو خط لکھا اور آپ سے اس تلوار کا مطالبہ کیا لیکن آپ نے اسے منفی جواب دیا۔ دوسرا جواب اس نے بیت المال کی جانب سے امامؑ کے نام کے بغیر لکھا اور اس میں آپ کو دھمکی بھی دی جس کے جواب میں امامؑ نے لکھا: "اے عبدالملک! جان لو کہ خدا نے اپنے صالح اور پرہیز بندوں کے ساتھ وعدہ کیا کہ مشکلات میں انہیں ایسے باہر نکالے گا کہ انہوں نے گمان بھی نہ کیا ہوگا اور انہیں وہاں سے رزق فراہم کرے گا جس کا انہوں نے تصور بھی نہ کیا ہوگا۔ خداوند متعال نے فرمایا ہے: خدا خائن سرکشوں کو ناپسند کرتا ہے۔ اب خود ہی اندازہ لگاؤ ہم میں سے کون اس آیت کا مصداق ہے؟"

2۔ امام سجادؑ نے ایک کنیز سے شادی کی جس کی مذمت اور تنقید کرتے ہوئے عبدالملک نے امام سجادؑ کو ایک خط لکھا۔ آپ نے جواب میں لکھا: میں نے تو رسولؐ کی سنت پر عمل کیا ہے جو قابل مذمت نہیں ہے۔ اور اس کے ذریعہ عبدالملک کو یہ سمجھایا کہ تم اب بھی دور جاہلیت کے خرافات پر اعتقاد رکھتے ہو جبکہ میں سنت رسولؐ کا پاسدار ہوں۔

بطور خلاصہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ عبدالملک اگرچہ امام کو گزند یا قتل کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا لیکن آپ کی سیاسی اور ثقافتی سرگرمیوں سے بہت زیادہ ہراساں تھا۔ امامؑ نے بھی اس کے سامنے اپنے امام برحق ہونے کو ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ حکمت و دانائی کے ساتھ اس ظلم و بربریت کے ماحول میں اپنا اور بہت سے شیعوں کا تحفظ فرمایا تاکہ کاروان مکتب تشیع آگے بڑھتا رہے۔

ولید ابن عبدالملک

یہ چھٹا اموی خلیفہ تھا جو 48 میں مدینہ میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ عبدالملک ابن مروان اور ماں ولادہ بنت عباس بن جزعیسی تھی۔ اپنے باپ انتقال کے بعد اس نے اموی حکومت کا اقتدار سنبھالا۔ اس کی حکومت کا اچھا خاصا وقت فتوحات میں گزرا۔ دس سال حکومت کرنے کے بعد 96 ہجری میں اس کا انتقال ہوگیا۔

ولید نے بھی شیعہ کشی اور موالیان اہلبیتؑ کے ساتھ ظلم و ستم کا رویہ برقرار رکھا لیکن امام سجادؑ کے ساتھ اس کے کسی خاص رویہ کی رپورٹ نہیں ملتی۔ البتہ تاریخ کے مطابق امام سجادؑ کو اسی کے حکم سے زہر دے کر شہید کیا گیا۔

امام سجادؑ نے حکام وقت کے خلاف قیام کیوں نہ کیا؟

امام سجادؑ واقعہ کربلا کے فوراً بعد منصب امامت پر فائز ہوئے۔ ان کے والد سید الشہدا امام حسینؑ نے علی الاعلان وقت کے ظالم و جابر اور فاسق و فاجر حاکم یعنی یزید کے خلاف قیام کیا اور ایک خونین معرکہ رقم کیا، لیکن امام سجادؑ کی زندگی میں ہمیں ایسا کچھ بھی نہیں ملتا۔ یہاں سوال یہ اٹھتا ہے کہ آپ نے اپنے والد بزرگوار کی طرح حکام وقت کے خلاف کھل کر قیام کیوں نہ کیا؟

محققین اس کی چند بنیادی وجوہات بتاتے ہیں:

1. اس وقت کے سیاسی حالات ایسے نہیں تھے کہ اعلانیہ قیام یا مقابلہ کیا جاتا
2. شیعوں کے جان و مال کا تحفظ ضروری تھا اور قیام کی صورت میں ان کے صفحہ ہستی سے مٹ جانے کا امکان بہت زیادہ تھا۔ اسی لئے امام سجادؑ اپنے پیروکاروں کو ایسے فتنوں سے دور رہنے کو کہتے تھے جن کا انجام نامعلوم ہو۔ اہلبیتؑ کی نظر میں یہ چیز ہمیشہ اہمیت کی حامل رہی ہے کہ ان کے شیعوں کی جان کا تحفظ کیا جا سکے اور ان کا خون بے مقصد نہ بہے۔ امام حسنؑ نے معاویہ کے ساتھ صلح کے اسباب میں ایک سبب شیعوں کے جان کا تحفظ بتایا تھا۔
3. ہمارے اعتقاد کے مطابق امام اپنے معاشرے سب سے زیادہ علم و آگہی رکھنے والا شخص ہوتا ہے اور وہ تمام مصلحتوں، مفسدوں، انجام کار وغیرہ کو نظر میں رکھ کر فیصلہ کرتا ہے۔ امام سجادؑ نے بھی اس زمانے کے حالات کو مد نظر ہوئے لوگوں کی ہدایت اور اس کے لئے متعدد اقدامات کئے جن کے بارے میں مندرجہ ذیل نکات کو پیش کیا جا سکتا ہے:

الف: امام سجادؑ لوگوں کو قیام امام حسینؑ کے اہداف سے آگاہ فرماتے، اس قیام کے مختلف پہلوؤں کو ان کے لئے روشن کرتے اور اس کی حقانیت کا دفاع فرماتے تھے۔

ب: امام دیکھ رہے تھے حالات کچھ ایسے ہیں کہ مسلحانہ اقدامات خودکشی کے مانند ہیں۔

ج: اس زمانے میں علمی اور ثقافتی اقدامات شکست سے دوچار ہونے والے سیاسی اقدامات کا نعم البدل تھے۔

د: امام سجادؑ نے ثقافتی جہاد کا ایک جدید میدان فراہم کیا تاکہ دینی مفاہیم کو انحراف سے بچایا جا سکے۔

ھ : امامؑ کے اقدامات عقل و منطق پر مبنی تھے جذبات پر نہ تھے۔آپ کا ماننا تھا کہ اس زمانے میں سیاسی اقدامات محض وقتی حیثیت رکھتے ہیں جن کا شکست سے سامنا ہوگا۔

و : اس وقت وہی قیام کامیاب ہو سکتا تھا جو سیاسی تبدیلی کے ساتھ معاشرتی انقلاب بھی لائے۔امامؑ ایک ایسے زمانے میں زندگی بسر کر رہے تھے جو واقعہ حرہ اور واقعہ اقم کے بعد اخلاقی اور معاشرتی پستی کی طرف جا چکا تھا ' جہاں ایک ایسے علمی اور ثقافتی جہاد کی ضرورت تھی جو معاشرے میں بنیادی تبدیلی لا سکے ' جو معاشرے میں اخلاقی اور انسانی قدار کو زندہ کرے ' امر بالمعروف و نہی عن المنکر رائج ہو اور ان کے خفتہ ضمیر بیدار ہو سکیں۔

ز : باطل طاقتوں سے جہاد و مقابلہ کی روح تمام ائمہ کے اندر یکساں تھی لیکن اس کا اظہار اور اس کے مطابق اقدام وقت اور حالات کے مطابق ہوتا تھا۔کبھی اعلانیہ طور پر میدان جنگ میں باطلل سے مقابلہ کیا جاتا جیسے امیر المومنینؑ سے امام حسینؑ کے زمانہ امامت تک ایسا ہوا لیکن کبھی حالات ایسے نہ تھے کہ اعلانیہ مقابلہ کیا جاتا بلکہ خاموش جہاد کرنا پڑا جیسے امام سجادؑ سے امام عسکریؑ کے زمانے تک یہی صورتحال تھی۔ائمہ کے تمام اقدامات در حقیقت جہاد ہی تھا اسے خاموشی یا گوشہ نشینی نہیں کہا جا سکتا ' اگر یہ جہاد نہ ہوتا اور باطل کے لئے خطرناک نہ ہوتا تو وہ ائمہ سے مقابلہ نہ کرتے۔ان کا ائمہ کے اقدامات کے تئیں خطرے کا احساس کرنا ' اپنے جاسوسوں کے ذریعہ کڑی نگرانی کروانا ' انہیں قید و بند میں رکھنا یہ ساری چیزیں اس بات کی دلیل ہیں کہ ائمہ نے اپنے زمانے کے حالات کے مطابق مقابلہ کا طریقہ اور میدان منتخب کیا ہے۔

امام سجاد علیہ السلام کے بعض شاگردوں کی مختصر سوانح حیات

سید احتشام رضا نقوی

سعید ابن جبیر

سعید ابن جبیر حبشی الاصل اور امام سجاد علیہ السلام کے مخلص شاگردوں میں سے تھے۔ آپ کا شمار تابعین اور صدر اسلام کے مفسرین میں ہوتا ہے۔ آپ حجاز میں متولد ہوئے اور نوجوانی ہی سے عبد اللہ ابن عباس کی شاگردی میں رہے نیز امام سجاد علیہ السلام سے بھی کسب فیض کیا۔ عبد اللہ ابن عباس آپ کو تدریس پر تشویق کرتے اور کہتے تھے:

میرے سامنے حدیث نقل کرو اس لئے کہ یہ اللہ کی تم پر نعمت ہے کہ تمہارے نقل حدیث کا میں گواہ ہوؤں، اگر صحیح نقل کرو گے تو بہت اچھا ورنہ میں تم کو سکھاؤں گا۔

اگرچہ سعید ابن جبیر کی کوئی مدون کتاب نہیں ملتی لیکن شیعہ سنی تفسیروں میں آپ سے منقول روایتیں پائی جاتی ہیں۔ یافعی نے آپ کی امام کبیر، شہید سعید، صالح، مقری، فقیہ، محدث اور مفسر کے الفاظ سے توصیف کی ہے۔ کشی نے فضل ابن شاذان کے بقول آپ کو امام سجاد علیہ السلام کے پانچ خاص افراد میں سے شمار کیا ہے۔

سعید ابن جبیر نے جب بنی امیہ سے جنگ کرنا واجب سمجھا تو عبد الرحمن ابن محمد ابن اشعث کی فوج میں شامل ہوگئے۔ عبد الرحمن کی شکست کے بعد اصفہان میں سکونت اختیار کی پھر عراق جاکر قریہ سنبلان میں رہے اور نشر احادیث کے فریضہ کو انجام دیا۔ ایک قول کی بنیاد پر سعید پہلے قم پھر آذر بائجان گئے اور وہاں سے مکہ پہنچے۔ مکہ میں والی مکہ، خالد ابن عبد اللہ کے ذریعہ دستگیر ہوئے۔

عون ابن راشد کا کہنا ہے کہ جب سعید ابن جبیر کو حجاج کے پاس لایا گیا تو دونوں کے درمیان ردو بدل ہونے والی گفتگو کچھ اس طرح تھی:

تمہارا نام کیا ہے؟

سعید ابن جبیر

تم شقی ابن کسیر ہو؟

میرے والد نے تو میرا نام سعید ابن جبیر رکھا تھا اور وہ میرے نام کے سلسلہ میں تم سے زیادہ علم رکھتے تھے۔

ابو بکر و عمر کے بارے میں کیا خیال ہے؟ وہ جنت میں یا جہنم میں؟

اگر جنت میں داخل ہو کر میں نے اہل بہشت کو دیکھا ہوتا تو مجھے علم ہوتا کون کون وہاں ہے اور اگر دوزخ میں ڈالا گیا ہوتا تو مجھے پتہ ہوتا کہ جہنمی کون ہے۔

خلفاء اور ان کی نیکی وبدی کے بارے میں تمہاری نظر کیا ہے؟

میں ان کا وکیل نہیں ہوں۔

ان میں سے تم کس کو زیادہ چاہتے ہو؟

جس سے ان کا خالق زیادہ راضی تھا۔

خالق کس سے زیادہ راضی تھا؟

اس بات کا علم اسی کے پاس ہے جو ان کے اسرار اور نجوی سے آگاہ ہے۔

مسعودی نے اس کے آگے یوں نقل کیا ہے:

تم شقی ہو اور تمہارا باپ بھی شقی تھا۔

غیب کا عالم تمہارے علاوہ کوئی اور ہے۔

اس دنیا کے بجائے دہکتی ہوئی آگ تم کو دیتا ہوں۔

اگر یہ کام تمہارے اختیار میں ہوتا تو تیرے علاوہ کسی کو اپنا خدا تسلیم نہ کرتا۔

کس طرح قتل ہونا چاہتے ہو؟

جس طرح قتل کرنا چاہے کر، لیکن جس طرح قتل کرے گا میں اسی طرح قیامت میں انتقام لوں گا۔

حجاج کے حکم سے ان کو قتل کرنے کے لے لے جایا جانے لگا تو وہ ہنسے۔ حجاج نے علت پوچھی تو جواب دیا: تیری جرات اور اللہ کے حلم پر۔ حجاج نے کہا کہ اس کا سر قلم کردو۔ جب منہ کے بل زمین پر گرے تو اللہ کی

وحدانیت، نبی کی رسالت اور حجاج کے کفر کا اقرار کیا اور اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا: بارالہا! میرے بعد حجاج کو کسی پر مسلط نہ کرنا کہ اس کو قتل کرے۔ آپ کے سر کو تن سے جدا کیا۔ سعید کے قتل کے بعد حجاج ۱۵ دن سے زیادہ زندہ نہیں رہا۔ وہ جذام کی بیماری میں مبتلا ہو گیا تھا اور ڈیپریشن کا شکار ہو کر مرتب کہا کرتا تھا: سعید ابن جبیر کو مجھ سے کیا کام ہے؟ ہر وقت سونا چاہتا ہوں میرا گلا دباتا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

سعید ابن جبیر علی ابن الحسین علیہما السلام کی امامت کے معتقد تھے۔ امام زین العابدین ان کی تعریف و تمجید کرتے تھے۔ حجاج کے ہاتھوں قتل کا سبب ان کا ولایت کا معتقد ہونا ہی تھا وہ صراط مستقیم پر تھے۔

احمد ابن حنبل کہتے ہیں: حجاج نے سعید کو قتل کیا درحالیکہ روی زمین پر ہر شخص کو ان کے علم کی ضرورت تھی۔

یحییٰ ابن ام طویل

امام زین العابدین علیہ السلام کی تربیت اور آپ کے معارف سے استفادہ نیز آپ سے رابطہ میں رہنے کی وجہ سے یحییٰ ابن ام طویل کی شخصیت کم نظیر ہے آپ استقامت اور حق و حقانیت کے دفاع میں پیشتاز تھے۔ امیر المومنین علی علیہ السلام کی محبت میں حجاج نے آپ کے ہاتھ پیر قلم کئے اور قتل کیا۔

کلینی، سلیمان ابن عبید اللہ سے نقل کرتے ہیں: میں نے یحییٰ کو کوفہ کے کنانہ محلہ میں رسا آواز میں کہتے ہوئے سنا: ہم ان باتوں سے بیزار ہیں جن کو تم سن رہے ہو جو امیر المومنین علی علیہ السلام کو دشنام دے اس پر اللہ کی لعنت ہو ہم آل مروان اور اللہ کے علاوہ جس کی عبادت کی جارہی ہے، بیزار ہیں پھر اپنی آواز کو تھوڑا دھیما کر کے کہا: جو اولیاء الٰہی کو دشنام دے اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا نہ کرو اور جو ہماری راہ و روش میں شک و تردید کرے اس سے دوستی نہ کرو اور اس سے کسی طرح کا مراودہ نہ رکھو اور تمہارے دینی بھائیوں میں اگر کوئی اس منزل پر پہنچ جائے کہ تمہارے سامنے ہاتھ پھیلانے پر مجبور ہو تو سمجھ لو تم نے اس کے ساتھ خیانت کی ہے پھر انھوں نے اس آیت کی تلاوت کی:

إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَاراً أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَ إِنْ يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَ سَاءَتْ مُرْتَفَقاً

ہم نے یقیناً کافرین کے لئے اس آگ کا انتظام کر دیا ہے جس کے پردے چاروں طرف سے گھیرے ہوں گے اور وہ فریاد بھی کریں گے تو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح کے کھولتے ہوئے پانی سے ان کی فریاد رسی کی جائے گی جو چہروں کو بھون ڈالے گا یہ بدترین مشروب ہے اور جہنم بدترین ٹھکانا ہے۔

شیخ مفید، امام صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں: یحییٰ ابن ام طویل مسجد النبی میں داخل ہوتے اور لوگوں کو خطاب کر کے کہتے تھے: ہم تمہارے اعمال و کردار کے منکر ہیں اور ہمارے و تمہارے درمیان عداوت ظاہر ہو گئی ہے۔

ابو خالد کابلی

ابو خالد کابلی کنکر، قرن اول کے شیعہ رجال اور امام زین العابدین علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں۔ ابو خالد کو ان کی ماں کنکر کے نام سے پکارتی تھیں اور آپ اپنی حیات کے ایام میں کنکر کے نام سے مشہور نہیں تھے لیکن امام سجاد علیہ السلام کی جانب سے روایات میں چونکہ اس لقب سے یاد کیا گیا ہے لہٰذا اس لقب سے مشہور ہو گئے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ مدینہ میں آغاز اقامت میں وہ محمد ابن حنفیہ کو اپنا امام سمجھتے تھے لیکن امام سجاد علیہ السلام کی بابت، محمد ابن حنفیہ کے اشارات اور فوق العادہ احترام نیز یحییٰ ابن ام طویل کی راہنمائی اور اصرار پر امام علیہ السلام کے دیدار سے مشرف ہوئے اور چونکہ امام نے ان کو بچپنے کے نام کنکر سے خطاب کیا لہٰذا آپ کی امامت کے معتقد ہو کر آپ کی ملازمت اختیار کر لی اور ایسی منزلت پر نائل ہوئے کہ آپ کو امام سجاد علیہ السلام کا دروازہ، ثقہ اور حواری کے القاب سے یاد کیا گیا ہے۔ برقی، شیخ مفید اور شیخ طوسی نے ان کو امام زین العابدین علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔ فضل ابن شاذان نے ان کو ان پانچ لوگوں میں شمار کیا ہے جو امام سجاد علیہ السلام کی امامت کے اوائل میں ہی آپ کے شیعوں میں شمار ہوتے تھے۔

امامت کے سلسلہ میں ابو خالد کے عقیدہ کی تبدیلی سے مربوط روایتوں میں سے ایک حجر اسود کی حکمیت اور شہادت والی روایت بھی ہے جس کو مختلف روایتوں میں ابو خالد سے نسبت دی گئی ہے اور بالآخر ابو خالد کے عقیدہ کی تبدیلی پر منجر ہوتی ہے۔

ابو خالد نے امام محمد باقر علیہ السلام کے دورہ امامت کو بھی دیکھا اور ان کا شمار آپ کے اصحاب میں سے بھی ہوتا ہے۔

جابر ابن عبد اللہ انصاری

جابر ابن عبد اللہ انصاری، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ، امیر المومنین، امام حسن، امام حسین، امام سجاد اور امام باقر علیہم السلام کے صحابی اور خزرجی تھے۔ ان کے والد گرامی نے عقبہ دوم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ کی بیعت کی اور بارہ نقیبوں میں سے ایک قرار پائے۔ جابر بیعت کے وقت اپنے والد کے ساتھ تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ کی ہجرت کے بعد جابر ان جوانوں میں تھے جو اکثر جنگوں میں شریک رہے بس بدر و احد میں شریک نہ ہو سکے تھے اس کی وجہ والد گرامی کا قبیلہ کی سرپرستی پر مبنی حکم تھا جب آپ کے والد گرامی جنگ احد میں شہید ہو گئے تو باوجود اس کے کہ حمراء الاسد میں شرکت کی صرف ان لوگوں کو اجازت تھی جو احد میں شریک رہے ہوں، جابر کو حمراء الاسد میں جانے کی اجازت ملی تھی۔

تیسری سن ہجری میں آپ نے مسعود ابن اوس کی دختر نیک اختر "سہیمہ" سے شادی کی، ایک زمانہ میں جب آپ کو مالی مشکلات کا سامنا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ نے آپ کی مشکلات کو آبرومندانہ برطرف کیا۔ ایک مرتبہ جب آپ بیمار ہوئے تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ عیادت کو تشریف لائے اور آپ کو عمر دراز کی بشارت دی۔

کشی نے جابر ابن عبد اللہ انصاری کو ان لوگوں میں سے لکھا ہے جو مولائے کائنات کے فدائی اور مطیع محض تھے اور ان کو شرطۃ الخمیس کہا جاتا تھا۔ جابر، اربعین حسینی پر امام حسین علیہ السلام کی قبر کے پہلے زائر تھے۔ امام سجاد علیہ السلام کی امامت کے آغاز ہی میں آپ کے شیعوں میں شمار ہوتے تھے۔

جابر ابن عبد اللہ انصاری نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ سے سنا تھا کہ اتنی لمبی عمر پائیں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ کی ذریت میں ایسے فرزند سے ملاقات کریں گے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ کے ہمنام ہوگا، پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کا سلام اس تک پہنچائیں۔ جابر ہمیشہ اس مولود کی تلاش میں رہتے یہاں تک کہ مسجد مدینہ میں آواز لگاتے تھے "یا باقر العلم"۔ آخر کار ایک دن امام محمد باقر علیہ السلام کو پا ہی لیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ کے کلام کو دہرانے کے بعد امام کا بوسہ لیا اور نبی کریمصلی اللہ علیہ وآلہ کا سلام پہنچایا۔

جابر کا نام حدیث غدیر، حدیث ثقلین، حدیث "انا مدینۃ العلم و علی بابھا"، حدیث منزلت اور حدیث سد الابواب جیسی مشہور احادیث میں آیا ہے۔ اسی طرح آپ ان حدیثوں کے بھی راوی ہیں جن میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے اپنے بعد اماموں کے نام لئے ہیں اور امام زمانہ علیہ السلام کی معرفت کروائی ہے

۔حدیث لوح ان مشہور احادیث میں سے ہے جنکو جابر ابن عبداللہ انصاری نے نقل کیا ہے اور اس میں کریم صلی اللہ علیہ وآلہ کے جانشین بارہ اماموں کے اسماء مبارکہ آئے ہیں۔

عامر ابن وائلہ کنانی

عامر ابن وائلہ ابن عبداللہ ابن عمیر ابن جابر ابن حمیس ابن جدی ابن سعد ابن لیث کنانی ملقب بہ ابو طفیل کنانی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے صحابی اور صدر اسلام کے نامور امراء، شعراء اور خطباء میں سے تھے۔آپ کا شمار مولائے کائنات، امام حسن، امام حسین اور امام زین العابدین علیہم السلام کے خاص اصحاب میں ہوتا ہے۔آپ ۱۵ شوال سن تین ہجری، جنگ احد والے دن متولد ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ کی مبارک زندگی کے آٹھ سالوں کو درک کیا نیز آپ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ سے ۹ حدیثیں نقل کی ہیں۔

ابو طفیل، حذیفہ یمانی کے زمانہ میں کوفہ پھر مدائن گئے۔ وہ بہت زمانہ تک امیر المومنین علیہ السلام کی مصاحبت میں رہے اور آپ کے بہت ہی صالح و وفادار اصحاب میں سے تھے نیز آپ سے کسب علم کرتے تھے۔ ابو طفیل، تمام جنگوں میں امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ تھے۔امیر المومنین علیہ السلام کی شہادت کے بعد مکہ آگئے اور آخر عمر تک وہیں مقیم ہوگئے۔

ابو طفیل، سخنور اور فصیح اللسان تھے آپ نے امام علی، امام حسن، امام حسین، امام زین العابدین اور امام باقر علیہم السلام سے نقل روایت کے ساتھ ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ کے بزرگ صحابہ حذیفہ یمانی، معاذ ابن جبل اور ابن مسعود سے بھی روایتیں نقل کی ہیں۔ صاحب الذریعہ نے آپ کی سوانح حیات کے سلسلہ میں اخبار ابی الطفیل نامی کتاب ذکر کیا ہے۔

۶۵ ہجری میں عبداللہ ابن زبیر نے محمد حنفیہ سے بیعت کا مطالبہ کیا انکار کرنے پر اس نے آپ کو کچھ ساتھیوں منجملہ ابو طفیل سمیت شعب ابی طالب میں زندانی کر دیا۔ مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی کے قیام تک ابو طفیل قید خانہ میں ہی تھے، اس کے بعد قیام میں شرکت کی اور سپاہ مختار کے پرچمدار ہوئے۔ سن ۱۱۰ ہجری، امام محمد باقر علیہ السلام کی امامت کے دوران آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا، آپ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے وہ صحابی تھے جس نے سب سے آخر میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

ابان ابن تغلب

ابان ابن تغلب 'ابو سعید ابن ریاح بکری کوفی ادیب ' قاری 'فقیہ 'مفسر اور امامیہ کے مشہور محدث ہیں۔ ابان نے اپنی عمر کا اکثر حصہ تابعین کے پاس گذارا اور ان کے محضر سے استفادہ کیا اسی وجہ سے ابن حبان نے ان کو کوفہ میں اتباع تابعین کے مشاہیر میں شمار کیا ہے۔

ابان نے امام سجاد ' امام باقر اور امام صادق علیہم السلام کے سامنے زانوئے ادب طے کیا اور آپ حضرات کے محضر مبارک سے 'علم حدیث جیسے اس زمانہ کے متداول علوم سیکھے۔ امام صادق علیہ السلام کے شاگردوں میں ابان ابن تغلب کو حد درجہ اہمیت حاصل تھی اور انہوں نے آپ سے کثرت سے روایتیں نقل کی ہیں۔

ابان 'قرآن و حدیث کے علاوہ فقہ 'ادب 'لغت اور نحو میں صاحب نظر تھے۔ امام صادق علیہ السلام نے ابان سے مسجد نبوی میں بیٹھ کر لوگوں کے دینی مسائل میں فتوی دینے کو کہا تھا۔

ابان ابن تغلب نے معانی القرآن 'کتاب القراءات 'الغریب فی القرآن 'الفضائل اور کتاب صفین کے نام سے متعدد کتابیں لکھیں۔ نجاشی کے بقول ابان جب مدینہ جاتے تو لوگ ان سے احادیث سننے اور مسائل جاننے کے لئے ان پر ٹوٹ پڑتے اور اتنی بھیڑ ہو جاتی کہ جہاں آپ بیٹھتے اس کے علاوہ کوئی جگہ خالی نہ رہتی تھی۔ ابان کا انتقال ۱۴۱ ہجری میں ہوا جب امام صادق علیہ السلام کو آپ کے انتقال کی خبر ملی تو آپ نے فرمایا: ابان کی موت نے میرے دل کو آزردہ خاطر کیا ہے۔

ابو حمزہ ثمالی

ابو حمزہ ثمالی کا نام ثابت ابن دینار تھا آپ نے کوفہ میں خاندان آل ابی صفیہ کی بنیاد رکھی جو قرن اول و دوم ہجری میں شیعہ راویوں کا خاندان رہا ہے۔ آپ خود قرن دوم کے راوی ' محدث اور مفسر ہیں نیز امام زین العابدین 'امام باقر 'امام صادق اور امام کاظم علیہم السلام کے مورد اعتماد اور بہترین صحابی۔

یعقوبی نے ان کو فقہاء کوفہ میں شمار کیا ہے اور کشی و نجاشی نے ان کی منزلت و فضیلت میں روایات نقل کی ہیں۔ نجاشی نے تفسیر القرآن 'کتاب النوادر اور رسالۃ الحقوق عن علی ابن الحسین کو ان کے آثار میں شمار کیا ہے۔ عبد الرزاق محمد حسین حرز الدین نے ابو حمزہ سے منقول روایتوں کو تفسیر القرآن الکریم لابی حمزہ ثابت ابن دینار الثمالی کے عنوان سے اور فقہی روایات کے مجموعہ کو ابواب فقہی کی روش پر مسند ابی حمزہ ثابت ابن دینار کے نام سے تدوین کیا ہے۔

ابو حمزہ نے ائمہ معصوم علیہم السلام سے متعدد دعائیں سیکھیں۔ شیخ طوسی نے مصباح المتہجد میں ابو حمزہ سے منقول امام زین العابدینعلیہ السلام کی ایک دعا نقل کی ہے یہ دعا جس کو سحر ماہ رمضان میں پڑھا جاتا ہے دعائے ابو حمزہ ثمالی کے نام سے مشہور ہے۔

ابو حمزہ کی فضیلت میں ائمہ اطہار علیہم السلام سے متعدد روایتیں نقل ہوئی ہیں' امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان کو اپنے زمانہ کا سلمان فارسی اور امام رضا علیہ السلام نے لقمان کہا ہے۔

ابو حمزہ ثمالی کے پانچ بیٹے تھے تین نے زید شہید کی معیت میں شہادت پائی اور دو بیٹے اپنے والد گرامی کی طرح ثقہ' مورد اعتماد اور امین تھے۔

قاسم ابن محمد

قاسم' محمد ابن ابی بکر کے بیٹے' امام صادق علیہ السلام کے نانا اور مدینہ کے فقہاء سبعہ نیز بزرگان تابعین میں سے تھے۔آپ ۳۷ ہجری میں مدینہ میں متولد ہوئے۔آپ کے والد گرامی محمد' امام علی علیہ السلام کے صحابی اور مصر میں گورنر تھے۔ قاسم سعید ابن مسیب اور ابو خالد کابلی کے معاصر نیز امام زین العابدینعلیہ السلام کے ثقہ صحابیوں میں سے تھے آپ سے بہت سی احادیث منقول ہیں بہت سے بزرگان تابعین نے آپ کے توسط سے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ سے حدیثیں نقل کی ہیں۔ شیخ طوسی نے باب ارث میں ان سے روایات نقل کی ہیں۔آپ تمام اماموں کے نزدیک محترم تھے اور آپ کو خیر سے یاد کیا جاتا تھا امام رضا علیہ السلام نے آپ کے سلسلہ میں فرمایا: قاسم ہمارے امر پر قائم تھے۔

قاسم اپنی عمر کے آخری ایام میں نابینا ہو گئے تھے۔ ۱۰۷ ہجری میں حج یا عمرہ کی حالت میں داعی اجل کو لبیک کہا اور وصیت کی کہ ان کو اسی لباس میں کفن ودفن کیا جائے جس میں وہ نماز پڑھتے تھے۔

سعید ابن مسیب

سعید کے والد مسیب ابن حزن ابن وہب مخزومی قریشی اور والدہ ام سعید حکیم ابن امیہ سلمی تھیں۔آپ کی کنیت ابو محمد اور آپ تابعی و راوی تھے۔آپ نے احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کو حاصل کرنے میں بہت کوشش اور زحمت کی ہے۔آپ اکثر مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے' بہت زیادہ تلاوت قرآن کرتے اور بہ طور معمول روزہ رہتے تھے۔آپ امیر المومنین علیہ السلام کے ہمنشیں اور جنگوں میں آپ کے ہمراہ تھے۔سعید' مولائے کائنات کے زیر تربیت رہے اور آپ کے مورد اعتماد و موثق صحابیوں میں سے تھے۔

کلینی نے کافی میں لکھا ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

سعید ابن مسیب ' قاسم ابن محمد ابن ابی بکر اور ابو خالد کابلی امام علی ابن الحسین علیہما السلام کے قابل اعتماد صحابی تھے۔

سعید کو فقہاء سبعہ میں سے اور مدینہ کے قاریوں کا استاد کہا گیا ہے۔ میمون ابن مہران سے روایت ہے کہ مدینہ میں وارد ہوا اور میں نے اعلم مدینہ کے بارے میں پوچھا تو سعید ابن مسیب کا نام لیا گیا۔

حبابہ والبیہ

ائمہ معصومین علیہم السلام منجملہ امام سجاد علیہ السلام سے نقل روایت میں جس خاتون کا نام سر فہرست آتا ہے وہ قبیلہ بنی اسد کی حبابہ والبیہ ہیں۔ آپ کی کنیت ام الندی ہے۔

روایت ہے کہ حبابہ نے امام علی علیہ السلام سے امامت کی نشانی کا مطالبہ کیا' مولائے کائنات علیہ السلام نے ان سے پتھر مانگا' اس پر اپنی انگوٹھی سے مہر لگادی اور وضاحت دی کہ جو شخص 'امامت کا مدعی ہو اگر اس کام کی قدرت رکھتا ہو تو مفترض الطاعہ امام ہے' اس کے بعد حبابہ اس پتھر کو امام رضا علیہ السلام تک ہر امام کے پاس لے کر گئیں اور ہر ایک نے اس پر اپنی مہر لگائی۔

ی روایت کی بنیاد پر کہا گیا ہے کہ حبابہ نے امام رضا علیہ السلام کا زمانہ درک کیا ہے اور آپ کا دیدار کرنے کے و مہینہ بعد داعی اجل کو لبیک کہا۔ امام رضا علیہ السلام نے اپنے لباس کا کفن دیا اور نماز جنازہ پڑھی۔ حبابہ کو صاحب الحصاۃ" پتھر والی" بھی کہا گیا ہے۔

شیعہ منابع میں غالبا امامت ائمہ کے اثبات یا ان کے معجزات کے ضمن میں حبابہ والبیہ کا ذکر آیا ہے' اس زرگ خاتون کے سلسلہ میں ائمہ معصومین علیہم السلام کے معجزات میں سے امام حسین 'امام سجاد اور امام صادق علیہم السلام کے دست مبارک سے ان کا شفایاب ہونا' ۱۱۳/ سال کی عمر میں امام زین العابدین علیہ سلام کے اشارہ سے ان کا جوان ہونا اور امام محمد باقر علیہ السلام کی دعا کے نتیجہ میں سر کے بال سفید ہونا' شہور ہے۔

امامت دلائل اور نصوص کی روشنی (امام سجادؑ)

جہانگیر علی خان

امامت کے معنی:

اس کا دائرہ کار، امام کی ذمہ داری اور اس کا طریقہ انتخاب، یہ ایسے مسائل ہیں ج کے حوالے سے مسلمانوں کا عقیدہ اور زاویہ نگاہ ایک دوسرے سے فرق کرتا ہے۔ اصطلاح میں امام کو ایک ایسے شخص کی حیثیت سے پہچنوانا جس کے ہاتھوں میں مسلمانوں کے دینی اور سیاسی امور کی باگ ڈور ہوتی ہے۔(1) شرح المواقف، ج8، ص345 یہ ایک ایسی تعریف ہے جو امامت کے سارے پہلوؤں کا احاطہ نہیں کرتی ہے اگرچہ باقی سارے مسلمانوں کے نزدیک قابل قبول ہے امامت کے بارے میں باقی مسلمانوں سے ہمارا اختلاف نظر جوہری اور بنیادی حیثیت کا ہے نہ سطحی اور فرعی۔

شیعہ نظام فکر میں امامت مرکزی کردار ادا کرتی ہے اور امام کا منصوص من اللہ، معصوم اور دینی امور میں ک وتنہا مرجع ہونا اسی امر کی نشاندہی کرتا ہے اور یہ وہ بنیادی موضوع ہے جس میں شیعہ مکتب فکر اسلام کے دوسرے مکاتب فکر سے اختلاف کرتا ہے، مکتب تشیع کا سوا، اعظم سے یہ اختلاف کسی ذاتی پرخاش کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ حادثہ سقیفہ بنی ساعدہ میں ہوئی زیادتیوں کا فطری رد عمل ہے، نبوت گونہ امامت اور خلافت سے دور ہونے کے مقابلے میں احتجاج ہے۔ یہ اختلاف در اصل دو متوازی خطوط کا اختلاف ہے۔ ایک خط پر خودساختہ سنتوں کا چلن ہے اور دوسرے خط پر دین پرور فکر رواں دواں ہے۔ اگر تعصب کے پردے اٹھائے جائیں اور قرآن وحدیث کی روشنی میں تاریخ کے دھندلکوں کی سیر کی جائے تو یہ دونوں خط سقیفہ کے نقطہ آغاز سے صاف دیکھائی دیں گے۔ سقیفہ میں انجام پائی گفتگو کو فکر کے ترازو کے ایک پلڑے میں رکھئے اور

دوسرے پلڑے میں دین پرور خط کے نگہبانوں یعنی حضرت علی، حضرت فاطمہ زہرا، مقداد بن عمرو، سلمان فارسی وغیرہ کے فرمودات کو جگہ دیجئے تو آپ کو دونوں خطوں پر منڈلاتی ہووئی تیرگیاں چھٹتی ہوئی نظر آئے گی۔ یہی وجہ ہے کہ یہ اختلاف کبھی کہنگی کی نذر نہیں اور تاریخ کے ہر دور میں اس کی اہمیت میں کبھی کوئی کمی نہیں آئی۔ صدیوں سے یہ موضوع مختلف مکاتب فکر کے علما کلام کے درمیان موضوع بحث ومناظرہ رہا ہے۔

دین پرور خط پر گامزن شیعوں اور خاص طور پر اثنا عشری شیعوں نے ہمیشہ پیغمبر اکرم کے بتلائے ہوئے سیاسی اور فکری نظام سے جڑے ہونے کی بات کی ہے۔ (دیانت وسیاست در اسلام ص 251)

انہوں نے نص اور عصمت کو سامنے رکھ کر باضابطہ اسی وابستگی اور وفاداری کا اولان کیا ہے۔ عقیدہ عصمت اس بات کا اعلان ہے کہ امام، پیغمبر گونہ خصوصیات کا حامل ہے نص پر اعتقاد یہ بتاتا ہے کہ امام کی تعیین خدا کے اختیار کا ثمر ہے نہ بندوں کے انتخاب کا نتیجہ۔

اب بجا ہوگا اگر علمائے تشیع کی امامت کے حوالے سے بتلائی ہوئی تعریفوں کا ایک سرسری جائزہ لیا جائے۔

علامہ حلی: قرآن وسنت کے خزینوں سے احکام شرعی کے گوہر پاروں کو نکالنا اور انکی دیکھ بال ایک ایسے شخص کی مرہون منت ہے جو نفس قدس کا مالک ہونے کے ساتھ ساتھ اکتسابی علوم پر بھی دسترس رکھتا ہو اور ہر خطا سے پاک وصاف ہو۔ ایک ایسے شخص کو امام کہتے ہیں۔ (الفین۔ ص 17)

مکتب تشیع کے ایک اور عالم شیخ مفید امامت کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں: "امام دینی ودنیوی امور میں پیغمبر کا واقعی جانشین ہوتا ہے، اگر اجتماعی امور کی باگ ڈور ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں لگ جائے تو سب پر اس کی اطاعت واجب ہو جائے گی۔ اس کو درج ذیل خصوصیات کا مالک ہونے چاہیے۔:

اعلم دوروان ہو، عصمت کے درجے پر فائز ہو، عادل ہو، پیغمبر کی اور اس سے ہم تک پہنچی ہوئی باتوں کا سب سے زیادہ جاننے والا ہو، لوگوں میں زب سے زیاد شجاع ہو۔ (النکت الاعتقاد، ص 280)

فخر المحققین: "امام پیغمبر کا جانشین ہونے کی حیثیت سے دینی اور دنیوی امور میں ایک ہمہ جہت رہبری کا مالک ہوتا ہے۔" (النکت الاعتقاد ص 53)

مذکورہ تعریفات اور توصیفات کی روشنی میں امامت کی شرائط صفات اور خصائص کی فہمایش میں کافی مدد ملتی ہے علم امام اکا سرچشمہ فیض الہٰی سے متصل ہونے کی بنا پر شرعی مسائل میں تنہا راہ گشا ہونا مزید روشن ہو جاتا ہے۔ چونکہ یہ بات روشن ہو گئی کہ امامیہ نقطہ نظر سے امامت نبوت کا تسلسل ہے تو فطری سی بات ہے کی

صفات وشرائط کا تسلسل اپنی جگہ پر باقی رہے گا لہٰذا عصمت کی شکل میں لطف الٰہی امام کے شامل حال رہے گا جس کے نتیجے میں اس کی اطاعت واجب قرار پائے گی۔

ہمارے علمانے امامت کے اس الٰہی اور حقیقی تصور کو ہمیشہ پہچنوایا ہے۔انہوں نے ہمیشہ اس بات پر زور دیا ہے کہ ایک انسانی معاشرے میں ہر زمانے میں خدا کی طرف سے ایک حجت کا ہونا ضروری ہے جس کے وجود سے کالی ہونا کرہ زمین کے لیے کسی بھی صورت میں ممکن نہیں۔

امامیہ مکتب فکر عقیدہ ختم نبوت کو دل وجان سے قبول کرنے کے باوجود یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ خدا کے دین اور اس کی شریعت کے تسلسل کا واحد راستہ حجت خدا کا وجود مسلسل ہے۔اس حوالے سے تیسری صدی ہجری کے ایک شیعہ متکلم ابن قبہ رازی کہتے ہیں کہ کرہ زمین کے اوپر ایک امام کا پایا جانا ضروری ہے۔ابن قبہ اسی ضرورت کو ضرورت عقلی بتاتے ہیں اور امام کی اور اس کے اختیار کی نفی کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ظاہر کو معیار بنا کر عصمت کا سراغ لگانا چونکہ عام انسانوں کے بس کی بات نہیں ہے لہٰذا نص الٰہی کا ہونا ضروری ہے۔(مسئلۃ الامامۃ بند 1۔2)

ایک اور شیعہ متکلم ابو سہل نوبختی نے بھی ضرورت وجود امام، نص الٰہی، علم امام اور امام کے معصوم ہونے کی بات کی ہے ان کے نزدیک عقل تقاضا کرتی ہے کہ پیغمبر اکرم اپنے بعد اپنے جانشین کی تعیین اور تعیین کریں۔اس اجمال کی تفصیل وہ یوں بیان کرتے ہیں کہ احکام خداوندی کا دارومدار حجت پر اور امام اپنے زمانے کا حجت ہوتا ہے اور فطری امر یہ ہے کہ اگر حجت نہ ہو تو عام احکام معطل ہو جائیں گے۔(التنبہ۔ص 847)

امامت کے موروثی ہونے کا شبہ بھی یہیں سے دور ہوتا ہے کیونکہ علما شیعہ نے ہمیشہ اس بات پر زور دیا ہے کہ ایک امام امر الٰہی (نص) سے اپنے بعد آنے والے امام کو تعیین کرتا ہے۔اور اس کے حوالے سے پیغمبر اکرم کی وصیت بھی ان کے علم وآگہی کا سرچشمہ ہے۔(بصائر الدرجات، ص 47، 473)

ایک اور قابل غور نکتہ یہ ہے کہ علمائے کلام نے معیار امامت کی گفتگو کے باب میں علم اور فضل کی بات زیادہ کی ہے اور قرابت کو معیار نہیں بنایا ہے لہٰذا وصیت کے ساتھ ساتھ خود امام کے علم اور فضل کا مشاہدہ، نص کے مفہوم کا دائرہ کو پھیلا دیتا ہے۔

(نقض کتاب الاشہاد، بند 21، 50، 64)

خلاصے کے طور علم امام اور امامت کے حوالے سے کہی گئی انمول باتوں کے واسطے سے مندرجہ ذیل نتائج تک رسائی حاصل کرتے ہیں:

1۔امام نفس قدسی کا مالک ہوتا ہے۔

2۔علم امام کو اکتسابی علوم کے دائرے تک محدود نہیں کیا جاسکتا ہے بلکہ نفس قدسی ہونے کی بنا پر امام علم لدنی کا حامل ہوتا ہے۔

3۔امامت نبوت کا تسلسل ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ امام قدر و قیمت اور صفات و فضائل پیغمبر کی مانند ہو اور یہ ممکن ہے جب دین کے حوالے سے امام کی معرفت اور آگہی کمال عروج پر ہو۔

4۔مذکورہ بالا نکتے کی روشنی میں ہم یہ بھی جان لیتے ہیں کہ امام کا ر خطا اور گناہ سے بری ہونا ضروری ہے بلکہ اس کی ذات کے حوالے سے تصور گناہ بھی نا قابل تصور ہے۔

5۔ایک ایسے خصوصیات کے حامل انسان کو پہچانا عام انسانوں کے بس سے باہر ہے اور اس کام کو فقط خدا٬ رسول خدا یا وہ ذوات مقدسہ انجام دے سکتے ہیں جو خود ان خصوصیات کا مالک ہوں لہٰذا انتخاب کا یہاں پر کوئی دخل نہیں ہے۔

6۔امام پنے زمانے میں سب سے زیادہ شجاع ہوتا ہے وہ بحران زدہ حالات میں معاشرے کو سنبھالتا ہے اور مشکلیں اسے کبھی بھی ہراسان نہیں کرتی۔

7۔اگر کسی کے اندر مذکورہ شرائط کا فقدان ہو تو وہ کی بھی صورت میں احکام شرعی٬ قوانین الٰہی اور حدود کو نافذ نہیں کرسکتا ہے۔ سواد اعظم کے تصور امامت کا مکتب تشیع کے عقیدہ امامت سے مقایسہ و موازنہ اس حقیقت کو آشکار کرتا ہے کہ شیعوں نے ہمیشہ نبوت کی صفات و خصوصیات کا عکس امامت کے آئینے میں دیکھا ہے اور امام کو ایک الٰہی راہنما کی حیثیت سے جانا ہے کوئی اگر متذکرہ شرائط و صفات کا مالک نہ ہوتے ہوئے امامت کی مسند پر بیٹھ جائے تو اس کا دعوی بے بنیاد اور اس کا یہ اقدام غاصبانہ کہلائے گا۔

جب شیخ مفید کے مکتب کلام میں بڑی اہمیت حامل رہی ہے لہٰذا اسی حوالے سے مزید مطالعہ اوت تحقیق کی ضرورت ہے۔امام کا ہونا لازمی ہے اس کے حوالے سے نص الٰہی اک وجود٬ حجت الٰہی کا وجود مسلسل امام کا معصوم اور افضل ہونا وغیرہ یہ وہ مسائل ہیں جن پر شیخ مفید اور ان کے شاگردوں نے بہت زور دیا ہے۔(اوائل المقالات۔ ص 47-49)

شیخ مفید اور ان کے شاگردوں کے نزدیک ائمہ کا کام احکام الٰہی کا نفاذ٬ حدود کا قائم کرنا اور شریعت کی دیکھ بھال ہے۔اور اس سے پتہ چلتا ہے شیخ مفید امام کو ایک دینی معاشرے کے قائد کی حیثیت سے دیکھتے ہیں اور اس بار کو بڑی اہمیت دیتے ہیں اور لطف کی بات یہ ہے کہ یہیں سے شیعہ علمائے کلام نے وجود امام کی بحث میں قاعدہ

لطف کا سہارا لینا شروع کیا۔ دینی مصالح کی بہ نسبت وجود امام کی ضرورت قاعدہ لطف سے روشن ہو جاتی ہے جب بندے کے ذمہ تکلیف ہے اور تکلیف سے اس کا مقصد کمال نہائی تک پہنچنا ہے اور اس کمال تک پہنچنے کے لیے ضروری ہے کہ لطف الہی مکلف کے شامل حال ہو جو اسے کمال کے نزدیک کرے تو خدا پر وجب کہ ایک پیغمبر گونہ الہی نمائندے کو چن کر تعیین کرے۔ اسی نکتہ نظر سے امام کا کام فقط قرآن وسنت کی تفسیر نہیں بلکہ ایک دینی معاشرے کا قائد ہونے کی رو سے صاحب امر ونہی بھی ہوتا ہے اور اس کی اطاعت واجب قرار پاتی ہے۔ امت کے مقدرات میں اس کا دخل وتصرف لطف ہوتا ہے اور طبعی امر ہے کہ ایسے شخص کا صاحب عصمت ہونا واجب ہو جاتا ہے اور یہ بھی واضح رہے کہ عصمت چونکہ عام انسانوں کے لئے نا قابل شناخت ہے لہٰذا یہاں کے اوپر ان کے انتخاب کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

بلکہ اس امر کا مکمل اختیار خدا کے پاس ہے۔ لہٰذا قاعدہ لطف غیر خدا کے ہاتھ امامت کے حوالے سے ہاتھ باندھ دیتا ہے کیونکہ امامت کے اوپر دینی اور اجتماعی مصالح کا موقوف ہونا' خدا کے اوپر اس امر کو واجب کر دیتا تھا کہ وہ ایک معصوم ہستی کو تعیین کرے۔ امامت ایک لطف ہے اور لطف خداوند حکیم واجب ہے۔ (اوائل المقالات ص74)

امام صادق' امام موسیٰ کاظم اور امام رضا سے مروی ہے کہ خدا کی حجت اس کے بندوں کے اوپر فقط امام کے واسطے سے پوری ہوتی ہے۔ (الکافی ج1 'ص250)

بعض روایتوں کی رو سے زمین کسی بھی حال میں حجت خدا سے خالی نہیں ہو سکتی۔ (الکافی ج1 'ص252)

اگر زمین کے اوپر صرف دو لوگ رہ جائیں تو یقیناً ان میں سے ایک امام ہوگا۔ (الکافی ج1 'ص253)

ابھی تک ہماری گفتگو کا محور امامت کا تکوینی پہلو تھا اور جہاں تک امامت کے حوالے سے ہماری تکلیف کا تعلق ہے تو یہ موضوع شروع سے ہمارے ہاں بڑی اہمیت کا حامل رہا ہے۔ ایمان کے تقاضوں میں سے ایک بڑا تقاضا امام کی معرفت حاصل کرنا ہے۔ شیعہ عقائد میں اس موضوع کی اہمیت کا یہ عالم ہے کہ توحید کی شناخت اس کے بغیر ادھوری رہ جاتی ہے اور اگر کوئی امام کو چھوڑ کر خدا کو پہچاننے کی کوشش کرتا ہے تو گویا غیر خدا کی پرستش کرتا ہے۔

ہمارے ائمہ نے اپنے زمانے کے امام کو پہچاننے کے حوالے سے بڑی تاکید کی گئی ہے یہ تاکید تو دینی اقدار کی حفاظت کے تئیں ہم کو حساس بناتی ہے اور دوسرے یہ کہ ہر زمانے کے سیاسی نظام کے تعلق سے آگاہ رہنے کا درس دیتی ہے۔

یہاں اس نکتے کی وضاحت بجا رہے گی کہ امامت کے حوالے سے شیعوں کی حساسیت اوراحساس ذمہ داری علمائے کلام کی ایجاد کردہ نہیں ہے بلکہ پہلی صدی ہجری ہی میں شیعوں کی ذہنیت اس فکر کا آئینہ دار نظر آتا ہے اور یہی فکر ان کو اموی ، عباسی یا ہر طاغوتی نظام سے ٹکراتی ہے اور نتیجے میں طاغوتی نظام بھی ان سے حساس ہو جاتا ہے اور یہی بات ہے کہ حکام جور چھوٹی چھوٹی باتوں پر یا بعض اوقات بغیر کسی جرم کے ہمارے ائمہ کو پکڑ لیتے تھے اور ان پر شکنجہ کس لیتے تھے۔ جی ہاں طاغوت کو اگر خوف ہے تو امامت سے ہے کیونکہ امامت ہی حق کا تنہا امین ہے اور امامت ہی کتاب عدل وانصاف کا شیرازہ ہے۔

معنویار تقا ، اقتصادی بہبود ، امن اجتماعی ، سرحدوں کی حفاظت اور دوسری ہزار نعمتیں امام ہی کے طفیل میں دستیاب ہوتی ہیں جس کے وجود کی کرنیں پورے عالم کا احاطہ کیے ہوئے ہیں ، گمراہی کی تیرو تار راتوں میں امام کی مثال ماہ تاباں ، مشعل فروزاں اور ستارہ درخشاں کی ہے۔

امام صحرائے تشنگی میں امید کی بارش ہے اور وہ بھی مسلسل اور موسلادھار بارش ، امام سایہ فگن آسمان ، کشادہ زمین ، پر جوش چشمہ اور لہلہاتا گلستان ہے۔

امام اپنی امت کے حوالے سے ایک امانت دار دوست ، ایک مہربان باپ ، ایک بے مثال بھائی ، ایک درد مان غرض محبت کا کردار ادا کرتا ہے۔

امام وحید دوراں ہوتا ہے ، علم و فضل میں کوئی اس کے برابر نہیں ہوتا ہے اس کا وجود ساری فضیلتوں کا احاطہ کیا ہوا ہے اور ساری فضیلتیں خدا کی عطا کی ہوئی ہیں بس اس سمندر کی اتھاہ گہرائیوں میں کون جا سکتا ہے۔؟

امام سجاد کی امامت نصوص و دلائل کی روشنی میں

امام سجادؑ سلسلہ امامت کی چوتھی کڑی ہے جن کے اوپر امامت کی تمام مذکورہ شرائط صادق آتے ہیں اور آگے چل کر نصوص اور دلائل کی روشنی میں یہ بات کھل کر سامنے آئے گی اور باحث کے نتیجے میں یہ حقیقت بھی معلوم ہو جائے گی کہ امام سجادؑ نے تاریخ کے انتہائی نازک موڑ پر امامت اور قیادت کے فرائض انجام دیئے۔

گزشتہ معارف کی روشنی میں ہم نے یہ حقیقت جان لی کہ امام کے حوالے سے نص کا ہونا ضروری ہے کیونکہ کشف عصمت انسانوں کے بس کی بات نہیں ہے اور مقام مامت ایک منصب الٰہی ہے۔ اس ھوالے سے جب ہم امام سجادؑ کی امامت کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں پیغمبر اکرم ﷺ اور ائمہ سے روی کچھ حدیثیں نظر آتی ہیں جن میں وضاحت کے ساتھ امام سجادؑ کی عصمت اور امامت ذکر ہوا ہے۔ ان میں سے جستہ جستہ حدیثیں ملاحظہ ہوں۔

1۔حدیث نوح ایک معروف حدیث ہے جس کو جابر بن عبد اللہ انصاری نے حضرت فاطمہ زہراؑ اور آپ نے پیغمبر اکرم سے نقل کیا ہے اس حدیث میں پوری وضاحت کے ساتھ حضرت امام سجادؑ کی امامت کا تذکرہ ہوا ہے۔(ارشاد 'ج2 'ص493 'کشف الغمہ 'ج2 'ص277)

2۔ایک مقام پر امیر المومنین حضرت علیؑ نے امام حسین کو مخاطب قرار دے کر آپ کے فرزند امام (سجاد) کی امامت کو آشکار ذکر کیا ہے۔(الاختصاص 'ص272)

3۔مدینہ سے ہجرت کے موقع پر امام حسینؑ نے حضرت ام سلمہ کو الگ امانت سپرد کی تھی اور یہ کہا تھا کہ جب اس کے فرزند (امام سجادؑ) پلٹ کر آجائیں تو یہ امانت ان کو دے دینا۔(ارشاد ج2 'ص494)

4۔عصر عاشور کو امام حسینؑ 'امام سجادؑ کی خبر لینے آتے ہیں۔آپ لیٹے ہوئے ہیں بی بی زینبؑ آپ کے کنارے ہوتی ہیں آپ اٹھنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں لیکن آپ سے اٹھا نہیں جاتا۔۔امام حسین آپ کو اپنا وصی قرار دیتے ہیں۔ (الدمعۃ الساکبہ 'ج4 'ص351)

ایک روایت کی رو سے امام حسینؑ آپ کو اسم اعظم اور میراث انبیا سپرد کرتے ہیں اور علوم اصلاح اور مصحف آپ تک پہنچواتے ہیں۔

(اثبات الوصیہ 'ص 167)

5۔شیخ کلینی کی نقل روایت کے مطابق امام حسینؑ کی شہادت کے ہنگام امامت کے اسرار امام سجاد تک منتقل ہوتے ہیں اور آپ کی روح کے اندر گہری تبدیلی رونما ہوتی ہے اس سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے امام سجادؑ ذوالجناح کے پلٹنے سے پہلے ہی امام کی شہادت سے واقف ہو چکے تھے اور آپ کی امامت کا آغاز ہو چکا تھا۔(الکافی 'ج1 'کتاب الحجۃ۔ص38)

6۔ابن عساکر نے سفیان بن عیینہ کے واسطے سے ابوذبیر سے روایت کی ہے کہ ابوذبیر کہتے ہیں ہم جابر کے پاس تھے کہ علی ابن حسین ان کے پاس تشریف لائے' جابر نے ان سے کہا: میں پیغمبر اکرم کے حضور میں تھا کہ اتنے میں حسینؑ آئے۔پیغمبر اکرم نے ان کو اپنی آغوش میں لے کر ان کا بوسہ لیا اور اپنی بغل میں بٹھایا اور اس کے بعد فرمایا: میرے اس فرزند کے صلب سے ایک فرزند پیدا ہوگا جس کا نام علی ہے۔قیامت کے روز عرش کی پہنائیوں سے آواز آئے گی کہ عبادت کرنے والوں کا سالا کھڑا ہو جائے تو وہ (امام سجادؑ) کھڑے ہو جائیں گے۔(الحدائق الوردیہ 'ص 137)

7۔امام محمد باقرامیر المومنین سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ جابر نے ان سے کہا: پیغمبر اکرم نے آپ کو سلام کہا تھا جب جابر سے اس ماجرا کے حوالے سے پوچھا گیا تو آپ نے کہا: ایک مرتبہ میں پیغمبر کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور حسین ابن علیؑ آپ کی آغوش میں تھے، پیغمبر نے مجھ سے فرمایا۔ اے جابرؓ! ان سے (امام حسینؑ) ایک فرزند دنیا میں آئے گا جس کا نام علی ہے اور ان سے ایک فرزند ہو گا جس کا نام محمد ہے۔ اگر وہ ملے تو ان تک میرا سلام پہنچانا۔ (الصواعق المحرقہ۔ ص12)

8۔امام محمد باقرؑ امیر المومنینؑ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے جب حضرت شہر بانو کو پانے فرزند امام حسینؑ کی زوجہ کے عنوان سے منتخب کیا تو امام حسینؑ سے مخاطب ہو کر کہا۔ اسی کے بطن سے ایک مولود آئے گا جو زمین کے اوپر آباد لوگوں میں سب سے زیادہ افضل ہو گا۔ (الکافی، ج1، ص466)

9۔پیغمبر اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ: میری ذریت سے 12 ہستیاں ایسی ہیں جن کو میرا علم عطا کیا گیا ہے۔ برا ہو ان لوگوں کا جو میرے بعد ان کے حق کا انکار کریں اور ان کی مجھ سے قرابت کا حق ادا نہ کریں۔ ایسے لوگوں کو ہرگز میری شفاعت نصیب نہ ہو گی۔

یہ احادیث اس بات کو روشن کرتی ہیں کہ امام سجادؑ خدا کے بتائے ہوئے امام تھے اور اس انتخاب میں اور گزینش میں عام انسانوں کا کوئی دخل نہیں ہے، آپکا امام ہونا حق اور بجا۔ اس موضوع کے حوالے سے عقل و فہم کا سہارا لیکر تاریخ وحدیث کے بحر ذخائر سے مزید دلائل کو پیش کیا جاسکتا ہے اور بہتر ہے یہاں کے چیدہ چیدہ دلائل کو ذکر کیا جائے۔

1۔آپ کی امامت کے حوالے سے شیعوں کے درمیان اتفاق واجماع پایا جاتا ہے، شیخ مفید اس حوالے سے کہتے ہیں: امامیہ اس بات پر متفق ہیں کہ پیغمبر اکرم، امیر المومنین اور حضرت امام حسین سب نے آپ کی امامت کو واضح کیا اور یہی آپ کی امامت کی دلیل ہے۔ (اوائل المقالات، ص47)

2۔وہ ساری نیک صفتیں جو افضیلت اور برتری کا معیار بن سکتی ہیں جیسے دینی شعور ومعرفت، خدا کی راہ میں انفاق، زہد، علم، خوف خدا، غیرہ سب آپ کی ذات میں جمع تھیں۔

3۔آیہ ذوی الارحام کی تاویل کی روشنی میں آپ نسب کے لحاظ سے بھی اپنے والد گرامی سے سب سے زیادہ قریب تھے۔

4۔ عقل کہتی ہے کہ ہر زمانے میں ایک امام کا وجود ضروری ہے جو عوام کے دینی اور دنیوی امور کو سنبھالے اور ہم جانتے ہیں کہ آپ کے علاوہ اگر کسی نے آپ کے زمانے میں امامت کا دعویٰ کیا تو بہت جلد اس کی کذب بیانی بھی عیاں ہوئی لہٰذا آپ کی امامت اپنی جگہ پر ثابت ہے۔ (ارشاد' ج2' ص493)

5۔ آپ بڑی وضاحت کے ساتھ اپنی امامت کا اعلان کرتے تھے اور اس سلسلے میں کچھ روایتیں بھی نقل ہوئی ہیں۔

1۔ ابو خالد کاملی کہتے ہیں کہ امام سجادؑ محراب عبادت میں بیٹھے تھے کہ میں ان کی خدمت میں پہنچا' میں نے ان سے ان کے بعد آنے والے ائمہ کے حوالے سے سوال کیا انہوں نے فرمایا: "ثمانیہ لان الائمہ بعد رسول اللہ ـــــ

ترجمہ: آٹھ۔۔ کیونکہ رسول خدا کے بعد بارہ امام ہیں (اسباط کی تعداد) تین امام مجھ سے پہلے اور آٹھ میرے بعد آئیں گے یہ سب گناہوں سے پاک امام ہیں جو ہم سے محبت کرے گا اور ہمارے حکم کی تعمیل کرے گا اس کی جگہ بلندیوں کے اوپر ہے اور جو ہم سے دشمنی کرے گا یا ہم میں سے کسی کو تسلیم نہیں کرے اس نے خدا اور اس کی آیتوں کا انکار کیا۔" (الصراط المستقیم' ج2' ص131)

2۔ ابو منہال نصر بن اوس طائی کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ امام زین العابدین کو دیکھا آپ کے لمبے لمبے ہاتھ' آپ نے مجھ سے کہا: منہال! لوگ اپنے مسائل لیکر کہاں جاتے ہیں؟ میں نے جواب میں کچھ جگہوں کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا ان سے کہو کہ میرے پاس آئیں۔ (جہاد الامام سجاد' ص106)

3۔ آپ نے ایک جگہ فرمایا: "لیس بین اللہ وبین حجتہ حجاب دون حجتہ۔۔ نحن ابواب اللہ ونحن الصراط المستقیم ونحن علمہ ونحن تراجمۃ وحیہ ونحن ارکان التوحید ونحن موضع سرہ۔"

خدا اور اس کی حجت کے درمیان میں کوئی حجاب نہیں پایا جاتا۔ پس اس نے اپنی حجت کو پردے کے پیچھے نہیں رکھا ہے۔ ہم خدا کے دروازے ہیں' ہم سیدھا راستہ ہیں' علم خدا کے راستے' ہمارے ہاں کھلتے ہیں' ہم خدا کی وحی کے شارح اور اس کی توحید کے ستون ہیں اور اس کے راز کے امانت دار۔" (معانی الاخبار' ج1' ص 76)

4۔ آپ نے محمد بن شہاب زہری سے کہا: "محمد وصیی وباقر العلم' سوف یختلف الید شیعتی فیبقر لہم العلم بقرا۔" میرے بعد میرا بیٹا محمد امام ہے وہ میرا وصی' میرے علم کا خزینہ ہے۔ علم کے سربستہ رازوں کو وہ شگافتہ کرے گا۔" (کفایۃ الاثر' ص241-240)

5۔امام سجادؑ نے ابو حمزہ ثمالی سے کہا:

"ان اللہ خلق محمدا وعلیا واحدعشر ولدہ من من نور عظمتہ فامامھم اشباحا فی ضیا نورہ یعبدونہ قبل خلق الخلق یسبحون اللہ ویقدسونہ وھم الائمہ من ولد رسول اللہ۔"

بے شک خدا نے محمد، علی اور ان کے گیارہ فرزندوں کو اپنی عظمت کے نور سے خلق کیا اور اس کے بعد اپنے نور کے پرتو میں ان کو اشباح ( ) کی شکل دی، یہ ذوات مقدسہ کار تخلیق سے پہلے خدا کی عبادت، تسبیح اور تقدیس کرتی تھی اور بے شک یہ امامان برحق رسول کی اولاد ہیں۔ (الکافی، ج1، ص216)

6۔آپ نے فرمایا:

"الامام منا لایکون الا معصوما ولیست العصمة فی ظاھر الخلق فیعرف بھا ولذالک لایکون الا منصوصا فقیل لہ یابن رسول اللہ! مامعنی المعصوم؟ فقال:ھو المعتصم بحبل اللہ وحبل اللہ ھو القرآنلایفترقان الی یوم القیامة والامام یھدی الی القرآن والقرآن یھدی الی الامام وذالک قول اللہ عزوجل:ان ھذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم۔"

ہمارے خاندان کے افراد میں سے صرف ایک معصوم ہی امام بن سکتا ہے اور عصمت کوئی ایسی صفت نہیں جس کو ظاہری آنکھوں سے دیکھا جاسکے اور بجالاسکے اور یہی وجہ ہے کہ کوئی عصمت کا سراغ نہیں لگا سکتا مگر یہ کہ خدا اپنے رسول کے واسطے سے اس صفت کو پہچنوائے۔ سوال کیا گیا اے فرزند رسول! معصوم کسے کہتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: معصوم وہ ہوتا ہے جس نے خدا کی رسی کا سہارا لیا ہو اور خدا کی رسی سے مراد قرآن ہے یہ دونوں (معصوم اور قرآن) قیامت تک ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے۔امام لوگوں کو قرآن کی طرف لے جائے گا اور قرآن لوگوں کو امام کی طرف ہدایت کرے گا اور یہی ہے خدا کا یہ فرمان "بے شک یہ قرآن لوگوں کو سیدھا اور محکم راستہ دکھاتا ہے۔" (معانی الاخبار، ج1، ص308، 307)

امامت کی حقیقت بیانی امام سجادؑ کی زبانی

مظلومیت کی تاریخ میں سب سے زیادہ ظلم امامت پر ہوا اور یہ تنہا موضوع ہے جس کے حوالے سے پیغمبر اکرم وائمہ اطہارؑ نے سب سے زیادہ روشنی ڈالی ہے اور حقیقت میں اگر کسی مکتب فکر نے اس موضوع کے ساتھ انصاف کیا ہے تو وہ مکتب امامیہ ہے کیسا جیسا کہ گزشتہ معروضات کی روشنی میں کافی حد تک واضح ہوا۔اس مکتب فکر نے اپنے ائمہ کے ارشادات کے سہارے امامت کو صحیح طور پر سمجھا اور اس کو کبھی بھی توحید اور نبوت کے نط سے جدا نہیں ہونے دیا۔امام منصوص من اللہ ہوتا ہے۔وہ پیغمبر کی طرح معصوم ہوتا ہے۔اس کا علم اکتسابی

ہونے کے ساتھ ساتھ علم لدنی ہوتا ہے' دین کا قیام اسی کے واسطے سے ممکن ہے' اس کی اطاعت امت پر واجب ہوتی ہے اور یہ وہ عقائد حقہ ہیں جو حقیقی امامت کو عام مسلمانوں کی خود ساختہ امامت سے الگ کرتے ہیں۔ حضرت امام سجادؑ نے اپنی امامت کی مدت کے دوران اس موضوع کو سب سے زیادہ روشن کیا ہے ایک تو اصل امامت کو فراموش نہیں ہونے دیا۔ اور دوسرے یہ کہ صفات امامت پر روشنی ڈالی۔

تحف العقول میں ایک مفصل روایت ہے جس کا عنوان "موعظة لسائر اصحابه وشيعته وتذكير ايامهم كل يوم جمعة" ہے۔ مفہوم اس کا یہ ہے کہ امام سجادؑ ہر جمعے کو اپنے بعض اصحاب اور ماننے والوں کو وعظ و نصیحت کرتے تھے۔ اسی روایت کے ذیل میں امام بعض بنیادی عقائد کا ذکر کرتے ہیں جن کے حوالے سے امت کو جواب دہ ہونا پڑے گا ان عقائد میں سے ایک عقیدہ امامت ہے۔ "وعن امامک الذی کنت مولاہ۔" (تحف العقول 'ص 249) یعنی تم میں سے اسی امام کے بارے میں پرسش ہوگی جن سے تولا کا تم دم بھرتے تھے۔

ایک اور جگہ مقام دعا میں کہتے ہیں: "اللهم انک ایدت دینک فی کل اوان باماماقمته علما لعبادک —— (انسان 250 سالہ)

ترجمہ: خدایا! تونے ہر دور میں ایک امام اور پیشوا کے ذریعے سے اپنے دین کی تائید کی ہے۔

یہ نورانی کلمات اور فرمودات اس بات کو روشن کرتے ہیں کہ امام سجادؑ امامت کی تبلیغ کے حوالے سے کس قدر اہتمام کرتے تھے۔ البتہ محدود پیمانے پر یا مومنین کے خاص اجتماع میں یا مقام دعا میں۔ اس سے یہ ہمیں بات سمجھ میں آتی ہے کہ امام سجادؑ کے حصے میں امامت اور قیادت کا نازک ترین دور آیا تھا ایک ایسا دور جب مکتب تشیع کا بظاہر شیرازہ منتشر ہونے کو تھا اور عوام الناس نے حقیقی اسلام سے کافی حد تک دوری اختیار کر لی تھی اور بنوامیہ کا طاغوتی نظام اپنے شجرہ خبیثہ کا سایہ ہر طرف پھیل چکا تھا۔ امام سجادؑ اس محاذ پر امامت ایک عرصے میں حقیقی فکر اسلامی اور خاص طور پر مسئلہ امامت کا پھر سے احیا کرتے تھے۔ (انسان 250 سالہ)

اصل امامت کی تبلیغ کے ساتھ ساتھ امام سجادؑ نے امامت کے شرائط و خصائص اور آفاق امامت کی وسعتوں کو بھی مختلف جگہوں کے اوپر بیان کیا ہے' ذیل میں اس حوالے سے چند نمونوں کو پیش کرتے ہیں:

1۔ انتخاب الٰہی :

دعا عرفہ میں ایک جگہ پر خدا سے راز و نیاز کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **رب صل علی اطائب اهل بیت الذین اخترتهم لامرک۔**

ترجمہ: خدایا! اہل بیت میں سے پاک ہستیوں کے اوپر درود بھیج جن کو تو نے اپنے امر امامت کے لیے منتخب کیا ہے۔

2۔ عصمت و طہارت :

مذکورہ بالا دعا میں آگے بیان فرماتے ہیں: **وطهرهم من الرجس والدنس بارادتک۔** اور تو نے اہل بیت کو اپنے ارادے سے ہر گندگی اور آلودگی سے بچا کے رکھا ہے۔

3۔ علم لدنی :

دین کی حفاظت اور حجت خدا ہونا:

مذکورہ دعا میں ایک جگہ اس طرح گویا ہوتے ہیں: **وجعلتهم خزنة علمک وحفظة دینک۔۔۔وحججک علی عبادک۔۔۔**

ترجمہ: اور تو نے ان ذوات کو اپنے کے خزینہ دار' دین کے محافظ اور اپنے بندوں کے حجت قرار دیا۔

4۔ اطاعت و معرفت :

اس دعا کے اندر ایک اور جگہ یوں فرماتے ہیں:

واخترتک طاعته وحذرت معصیته وامرت بامتثال اوامره والانتها عند نهبه۔

ترجمہ: اور تو نے اس (امام) کی اطاعت کو واجب قرار دیا' اس کی نافرمانی سے ڈرایا اور اس کے اوامر و نواہی کے مقابلے میں فرمان برداری کا حکم دیا۔

ایک اور مقام پر یوں دعا کرتے ہیں:

اللهم واجعلنی من اهل التوحید والایمان بک والتصدیق برسولک والائمة الذین حتمت طاعتهم ممن یجری ذالک به وعلی یدیه آمین یارب العالمین۔

ترجمہ: خدایا! مجھے اہل توحید' اہل ایمان' اپنے پیغمبر اور اماموں کی تصدیق کرنے والوں میں سے قرار دے! وہ کہ جن کے ہاتھوں سے توحید اور ایمان کا درخت بارود ہوگا۔ اے پروردگار! میری دعا قبول کرے!

امام سجاد مظہر صفات پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :

امامت نبوت کا تسلسل اور صفات وکمال میں نبوت کی ورثہ دار ہے یہ وہ عقیدہ حق ہے جو نصوص اور دلائل کی روشنی میں ثابت ہو چکا ہے اور عقل ووجدان طبعی اس کے اوپر اپنی مہر تائید ثبت کرتے ہیں اسی کے ساتھ ساتھ گذشتہ بحثوں میں معصومین کے فرمودات اور مختلف دلائل کا سہارا لیتے ہوئے امام سجادؑ کا سلسلہ امامت کی ایک کڑی ہونا بھی روشن ہوگیا۔ خر میں موضوع بحث کی مکمل تکمیل کے حوالے سے آپ کی زندگی سے کچھ ایسے انمونے پیش کرتے ہیں جن سے مذکورہ بالا صفات کی تقویت ہوتی ہے۔

1۔ پیغمبر کی ایک خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ اذن الٰہی سے اپنی نبوت کو ثابت کرنے کے لیے معجزہ دکھانے کا اہل ہوتا ہے اور معجزہ وہ کام ہے جس کو انجام دینے سے عام انسان عاجز ہوتا ہے اور یہی حال امام کا بھی ہوتا ہے۔ امام سجادؑ کے حوالے سے ایک مشہور حدیث ملتی ہے جو امام صادقؑ سے مروی ہے کہ امام حسینؑ جب شہادت پاتے ہیں تو حضرت محمد بن حنفیہؒ امام سجادؑ کے پاس آتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں : ائے میرے بھتیجے ! میں تمہارا چچا ہوں ور عمر میں ت سے بڑا ہوں لہٰذا امامت کا زیادہ حقدار ہوں اور یہ سلاح رسول اللہ میرے حوالے کردو۔ حضرت امام سجادؑ جواب میں حضرت محمد حنفیہؒ کو خدا سے ڈراتے ہیں اور عظ ونصیحت کرتے ہیں اور اپنے وصی بر حق ہونے کی بات کرتے ہیں اور آخر میں محمد حنفیہؒ کو حجر اسود کو حکم بنانے کا مشورہ دیتے ہیں۔ دونوں حجر اسود کے پاس جاتے ہیں۔ پہلے محمد حنفیہؒ حجر اسود سے اپنی امامت پہ گواہی دینے کو کہتے ہیں لیکن حجر اسود سے کوئی جواب نہیں ملتا ہے۔ اس کے بعد امام سجادؑ حجر اسود پہ ہاتھ رکھتے ہیں اور خدا کا واسطہ دے کر اس سے گواہی طلب کرتے ہیں 'اچانک حجر اسود کی جنبش ہوئی اور وہ اس طرح گویا ہوا:

"ان الوحیه والامامة بعد الحسین بن علی علیهما السلام الی علی ابن الحسین بن علی بن ابی طالب وبن فاطمه بنت رسول الله صلی الله علیه وآله"

ترجمہ : حسین بن علی کے بعد امامت اور وصایت علی ابن حسین بن علی ابن ابی طالب کا حق ہے اور حسین ابن علی رسول کی بیٹی حضرت فاطمہؑ کے لال ہیں۔ (بصائر الدرجات 'ج 2 'ص 449)۔

2۔ علم امام عام انسانوں کے علم سے فائق ہوتا ہے اور ہمیشہ فیضان الٰہی کے سرچشمے سے پیوست ہوتا ہے۔ امام سجادؑ کے حوالے سے نقل کیا جاتا ہے کہ آپ کو دنیا کی ساری زبانوں اور لہجوں کا علم تھا نہ صرف انسانوں کی زبانیں بلکہ آپ دوسرے جانداروں کی زبان بھی سمجھتے تھے اس کے دو حوالے ملاحظہ کریں۔

الف) حضرت ابو حمزہ ثمالی کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ امام سجادؑ کے ہمراہ تھا اور وہاں ایک درخت تھا جس کے اوپر چڑیا بیٹھی چہچہا رہی تھی امام نے مجھ سے پوچھا جانتے ہو یہ کیا بول رہی ہے۔ میں نے کہا نہیں، میں نہیں جانتا تو امام نے کہا کہ یہ خدا سے اپنی روزی مانگ رہی ہے۔

ب) جابر بن یزید جعفی امام محمد باقر سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ایک دن میرے والد گرامی اپنے اصحاب کے بیچ بیٹھے تھے کہ اسی اثنا میں ایک ہرنی آن پڑی اور آپ کے سامنے کھڑی ہو کر طرح طرح کی صدائیں نکالنے لگی۔ جب امام سے پوچھا گیا کہ یہ ہرنی کیا کہنا چاہتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اس کا خیال ہے کہ قریش سے تعلق رکھنے والے فلاں شخص نے کل اس کے بچے کا شکار کیا ہے اور تب سے اس کے بچے نے دودھ نہیں پیا ہے۔ یہ سن کر امام نے ایک شخص کو اس قریشی کے پاس بھیجا تا کہ ہرنی کے بچے کو لے کر آئے، جب بچے کو لایا گیا تو ہرنی نے اس کو دل بھر کے دودھ پلایا۔ امام نے ہرنی سے ہم کلام ہو کر وہ بچہ اس کو واپس کر دیا اور اس طرح ہرنی بچے کو لے کر جنگل کی طرف نکل گئی! اصحاب نے امام سے پوچھا کہ یہ ہرنی کیا کہہ رہی تھی؟ تو امام نے فرمایا کہ تمہارا شکریہ ادا کر رہی تھی اور تمہارے لیے دعائے خیر کر رہی تھی۔۔۔ (بحار الانوار، ج47، ص298)

3۔ امام سجادؑ کا کردار اسلام حقیقی کی حفاظت کے حوالے سے بڑا ہی عظیم رہا ہے اور اس حوالے سے تاریخ و سیرت لکھنے والوں نے بڑی ہی کوتاہی سے کام لیا ہے اور آپ کی سیرت کے اس تابناک پہلو کو تاریخ کے تاریک خانوں ہی میں رہنے دیا۔ بہت سے مسائل کو سمجھنے کے لیے سباق وسیاق کو سمجھنا ضروری ہوتا ہے اور آپ کی سیرت کا یہ پہلو ابھی بھی ایسا ہی مسئلہ ہے۔ آپ کی امامت کا آغاز تاریخ تشیع کو ایک حساس اور نازک موڑ پر ہوا۔ یہ ایک ایسا وقت ہے جب شیعوں کا اجتماعی شیرازہ بکھر چکا تھا اور اس عظیم مکتب کا وجود خطرے میں پڑ گیا تھا جس کی تائید بعض حدیثوں سے بھی ہوتی ہے اس نازک اور حساس موقع پر امام سجادؑ نے بڑا ہی عظیم کام انجام دیا سب سے عظیم کام آپ نے یہ انجام دیا کہ اسلام کے حقیقی افکار کو پھر سے زندہ کیا، پلٹتی ہوئی جاہلیت کا مقابلہ کیا اور دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ اسلام کی صحیح آئیڈیالوجی کو مسلمانوں تک پہنچایا۔ دوسرا کام اور بہت ہی عظیم آپ نے یہ انجام دیا کہ اس فکر حقیقی کے حقیقی وارثوں کو پھر سے روشناس کرایا یعنی اماموں کو روشناس کرایا اور امت کو اس حوالے سے متنبہ کیا۔ دراصل یہ وہ کام تھا جس کو انجام دے کر امام سجادؑ نے رہتی دنیا تک کے لیے اسلام کو بیمہ کیا اور شاید یہی راز ہے کہ سیرت کی بعض کتابوں میں آپ کو نوح ثانی اور ابراہیم ثانی جیسے القاب سے یاد کیا گیا ہے۔ حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیم ذوالعزم

پیغمبر ہیں جن کے کارنامے تاابد مسلمانوں کے لیے لوح عمل ہیں اور امام سجادؑ نے اپنے کارنامے سے ان کارناموں کی بھی لاج رکھ لی۔

موضوع بندی صحیفہ سجادیہ

سید محمد عارف رضوی

حضرت علی بن الحسین امام زین العابدین علیہ السلام سلسلہ امامت کے چوتھے امام ہیں' آپ کی شخصیت سانحہ کربلا کے حوالے سے زیادہ معروف ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ امامؑ کی ایک اہم شناخت صحیفہ کاملہ کے حوالے سے بھی ہے۔

صحیفہ کاملہ سجادیہ حضرت امام زین العابدینؑ کی دعاؤں کا مجموعہ ہے جسے آپؑ کے فرزند حضرت امام محمد باقرؑ نے تحریر کیا اور یہ کتاب ۵۴ دعاؤں پر مشتمل ہے؛ بعض محققین کا نظریہ ہے کہ قرآن کریم اور نہج البلاغہ کے بعد اہمیت کے اعتبار سے صحیفہ سجادیہ تیسری اہم کتاب ہے جو صدر اسلام میں وجود میں آئی' نیز یہ پہلی کتاب ہے جس کا امام معصوم سے صادر ہونا یقینی ہے اور قرآن کریم کے بعد پہلی تدوین شدہ جامع کتاب ہے جو امام معصومؑ کی طرف سے ہم تک پہنچی ہے۔

صحیفہ کاملہ سجادیہ کے حوالے سے ایک حقیقت یہ ہے کہ تیرہ سو برس سے یہ جلیل القدر کتاب دنیائے اسلام میں موجود ہے لیکن اس پر توجہ نہیں دی گئی' حتی کہ ہمارے معاشرے کے بہت سے شیعہ مومنین بھی صحیفہ کاملہ سے واقف نہیں ہیں' اور جو لوگ صحیفہ سجادیہ کو امام زین العابدینؑ کی دعاؤں کے عنوان سے جانتے ہیں اُن میں سے بھی بہت سے لوگ اس کتاب کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہیں اور نہ ہی اس کی صحیح معرفت رکھتے ہیں۔

صحیفہ سجادیہ کی صحیح معرفت نہ ہونے کا نتیجہ یہ ہے کہ عام طور پر اس عظیم کتاب کو صرف دعا و مناجات کی کتاب کے طور پر پہچانا جاتا ہے اور بہت سے لوگ اس بات سے غافل ہیں کہ ان دعاؤں میں حکمت و دانائی' معرفت الہی' عبد و معبود کے تعلقات' حقوق الناس اور استغفار' تزکیہ و تربیت نفس اور تخلیق کائنات سے متعلق عالیقدر مضامین موجود ہیں' جبکہ صحیفہ سجادیہ بارگاہ الہی میں راز و نیاز اور مناجات کا مجموعہ ہونے کے

ساتھ ساتھ اسلامی علوم و معارف کا بیش بہا، خزانہ ہے جس میں اعتقادی' ثقافتی' معاشرتی و سیاسی امور کے ساتھ ساتھ بہت سے کلامی' فلسفی' عرفانی' اجتماعی اور اخلاقی مبانی بھی بیان کیے گئے ہیں' اسی طرح بعض قوانین فطرت کی طرف بھی اشارے ملتے ہیں اور بہت سے احکام شرعیہ بھی بیان ہوئے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ صحیفہ کاملہ سجادیہ کو «اخت القرآن» : یعنی قرآن کی بہن' «انجیل اہل بیت» اور «زبور آل محمد» کہا جاتا ہے' نیز اسے صحیفہ اولیٰ بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ صحیفہ خود امام نے اپنی زندگی میں لکھوادیا تھا۔ چونکہ صحیفہ کاملہ سجادیہ صرف دعا و مناجات کا مجموعہ ہی نہیں بلکہ اسلامی معارف کا عظیم خزانہ ہے' اس بنا پر صحیفۂ سجادیہ کی معرفت کو اسلامی تعلیمات سے آشنائی کے میدان میں ایک اہم قدم کے طور پر جانا جاسکتا ہے۔

صحیفہ سجادیہ قرآن اور اہل بیت کے کلام کے درمیان حسین ارتباط کا ایک کرشمہ بھی ہے' امام زین العابدینؑ نے دعا کے مفہوم کے مطابق قرآن مجید کی آیات کو انتخاب کر کے دعا کے تسلسل میں اس طرح پیوست کیا ہے کہ عام قاری کو قرآن مجید کی آیت اور امام کے الفاظ میں کوئی فرق نظر نہیں آتا' چنانچہ محققین نے قرآن مجید اور صحیفہ سجادیہ کے ایسے ہی باہمی ارتباط پر تحقیق کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ صحیفہ کی دعاؤں میں تقریباً قرآنی حوالے موجود ہیں۔

صحیفہ سجادیہ کی تدوین کا پس منظر :

صحیفہ سجادیہ حقیقت میں امام زین العابدین (ع) کی روحانی اور تبلیغی جدوجہد کا ایک نمونہ ہے' صحیفہ سجادیہ کی عظمت کے اس پہلو کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے اس عظیم کتاب کی تدوین کا پس منظر جاننا نہایت ضروری ہے۔

واقعہ کربلا کے بعد تقریباً چالیس سال پر محیط عرصہ عام مسلمانوں کے لئے ذہنی اور اخلاقی زوال کا پست ترین دور تھا' جبکہ اس دوران عالم اسلام ایک عجیب حالت سے گذر رہا تھا' کیونکہ امام حسینؑ کی شہادت کے بعد مدینہ میں سوگ برپا تھا' کوفہ میں ندامت تھی اور شام میں پچھتاوا' ایسی صورتحال سے اموی حکمرانوں نے دنیاوی مفادات کے حصول کی خاطر نہ صرف مسلمانوں کے بنیادی عقائد بلکہ ان کے روزمرہ کے اعمال اور اخلاق کو بھی بے حد متزلزل کر دیا' مال وزر سے لوگوں کے ضمیر تبدیل کئے جارہے تھے' قرآن کی غلط تاویل عام تھی' بکی ہوئی زبانوں سے ملوکیت کے قصیدے پڑھے جارہے تھے اور خریدے ہوئے قلموں سے اُن کی شان میں کاغذ سیاہ کئے جارہے تھے۔

ایسے پر آشوب دور میں دین کی تبلیغ اور حفاظت کی ذمہ داری حضرت امام زین العابدینؑ کے شانوں پر تھی، اور امام وقت ہونے کی حیثیت سے آپؑ کیلئے ضروری تھا کہ اسلام کے صحیح نظریات کی تبلیغ کریں، لیکن ریاستی جبر و تشدد کے سبب ایسا نا ممکن تھا کیونکہ اموی ظالم وطاغوتی حکومتیں کھلے عام دین کی تبلیغ کے فریضہ کی انجام دہی میں مانع تھیں، چنانچہ امام زین العابدینؑ نے سیاسی ماحول اور عوام کی فکری کیفیت کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک نئی حکمت عملی اپنائی اور ہر طرح کی حکومتی پابندیوں کے باوجود دین اسلام کی تعلیمات امت تک پہنچانے کا فریضہ نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا، چنانچہ امام نے مصلے پر بیٹھ کر خضوع، خشوع کے ساتھ نہایت دلگداز لہجے میں اپنے مالک سے دعائیں مانگنی شروع کیں اور اہم اعتقادی مسائل اور اسلامی معارف کو دعا و مناجات کی صورت میں بیان کیا، آپ نے ان دعاؤں میں وہ سب کچھ بیان کیا جو احیائے اسلام، تزکیہ نفس اور لوگوں کے ضمیر کی بیداری کے لئے ضروری تھا۔

امام زین العابدینؑ نے اپنے بلند اہداف کے حصول اور انسانیت کو جہالت و گمراہی کے دریا میں غرق ہونے سے بچانے کیلئے انہی دعاؤں اور مناجات کو ذریعہ بنایا، انہی دعاؤں اور مناجات کی صورت میں اسلامی حقائق کا بیان کیا، مسلمانوں کو حق سے منحرف اور دین خدا کی نابودی کے درپے ظالم وجابر حکمرانوں کے ناپاک عزائم سے آگاہ کیا، آپؑ نے دعا و مناجات کی صورت میں احکام خدا کا مذاق اڑانے اور نبوت کے آثار ختم کرنے کے درپے، مسلمانوں پر مسلط ستمگروں اور ظالموں کو رسوا کیا، چنانچہ امامؑ کا یہ طریقہ تلوار کے ذریعہ جہاد سے کہیں زیادہ موثر ثابت ہوا، امام کی ان دعاؤں کو سمجھنے والے سمجھے اور ان کے عقائد کی جلا ہوتی گئی، امام کے پاس آنے والوں کے ذریعے یہ دعائیں ہزاروں انسانوں تک پہونچی اور بنی امیہ کو پتہ بھی نہ چلا کہ کب اور کس نے ان کے ناپاک حربوں کو ناکام بنا دیا۔

امام زین العابدینؑ کی یہ دعائیں اور مناجات "صحیفہ کاملہ سجادیہ" کے نام سے معروف ہیں، جو قرآن کریم اور نہج البلاغہ کے بعد عظیم اسلامی حقائق و معارف کا نہایت قیمتی عظیم خزانہ شمار ہوتی ہیں۔

غرض یہ کہ صحیفہ کاملہ، اسلام کی حقانیت کے دفاع میں بنی امیہ کے خلاف ایک گوشہ سے بلند ہونے والی وہ آواز ہے جس نے دین کی تبلیغ کے ساتھ ساتھ بنی امیہ کے فرعونوں کے پاؤں تلے سے زمین کھینچ لی اور علوم و معارف اسلامیہ کی نشر و اشاعت کا عظیم شاہکار ہے جو باطل کے خلاف کامیاب ہتھیار ثابت ہوا۔

یہ صحیفہ سجادیہ کی تدوین اسلام کی حقانیت کے دفاع اور تبلیغ دین کی خاطر اُس وقت ہوئی جب زبان و قلم کی آزادی نہیں تھی، اموی حکمرانوں کی طرف سے شیعوں کے اماموں کو بہت سی پابندیوں کا سامنا تھا، یہی وجہ

ہے کہ اُس گھٹن کے ماحول میں امام سجاد علیہ السلام کے لئے تفسیرِ قرآن' عقائد' احکام اور دیگر علوم کی تعلیم و تدریس معمول کے مطابق ممکن نہیں تھی چنانچہ امام نے بہت سے قرآنی' عقیدتی' فقہی' ثقافتی' اجتماعی اور سیاسی مسائل کو دعا کی صورت میں بیان کرتے ہوئے دین کی تبلیغ اور امت کی ہدایت کا فریضہ انجام دیا۔

پس صحیفہ سجادیہ' خدا کے ساتھ راز و نیاز اور اُس کی بارگاہ سے حاجت طلب کرنے کے طریقہ سے آشنائی دلانے کے ساتھ ساتھ اسلامی معارف کا ایک قیمتی خزانہ ہے۔

صحیفہ سجادیہ کی سند:

صحیفہ سجادیہ کی سند کسی شک وشبہ کے بغیر امام سجادؑ تک پہنچتی ہے' یہی وجہ ہے کہ علماء امامیہ کے نزدیک صحیفہ سجادیہ کی امام زین العابدین علیہ السلام سے نسبت متواترات اور قطعیات میں سے ہے؛ جیسا کہ شیخ آقا بزرگ تہرانی فرماتے ہیں: «الصحیفۃ الاولی المنتہی سندہا الی الامام زین العابدین... وہی من المتواترات عند الاصحاب لاختصاصہا بالاجازۃ والروایۃ فی کل طبقۃ و عصر...؛ صحیفہ اولی جس کی سند امام زین العابدین علیہ السلام تک جا پہنچتی ہے' علماء اور اصحاب امامیہ کے نزدیک متواترات میں سے ہے؛اس خصوصیت کی بنا پر کہ [تمام اصحاب وعلماء نے اپنے استادوں سے] تمام رجالی طبقات اور تمام ادوار واعصار میں اس کی نقل و روایت کی اجازت دی ہے»۔

صحیفہ کاملہ کی اسناد کے ضمن میں علما اور شارحین کی اکثریت روایات کے ایک سلسلہ پر متفق ہیں جو ابو الفضل شیبانی پر ختم ہوتا ہے' ابو الفضل اس کو دو طریقوں سے روایت کرتے ہیں' رجال کے طویل سلسلہ سے قطع نظر مختصر یہ کہ ایک روایت کے مطابق حضرت امام جعفر صادقؑ نے یہ دعائیں امام محمد باقرؑ کے تحریر کردہ نسخہ سے متوکل بن ہارون کو لکھوائی تھیں' اور دوسری روایت کے مطابق حضرت امام زین العابدین کے فرزند جناب زید شہید کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ بھی یحیٰ بن زید کے ذریعہ متوکل بن ہارون کی نظر سے گزرا اور انہوں نے دونوں نسخوں کو یکساں مطابق پایا' قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ صحیفہ سجادیہ کی تمام اسناد میں متوکل بن ہارون مشترک راوی ہے۔

متوکل بن ہارون کا بیان ہے کہ امام صادق نے مجھے دعائیں حفظ کروا کے لکھوائیں اس میں سے دعائیں یاد نہ کر سکا ان میں سے دعائیں تو صحیفہ کے تمام نسخوں میں شامل ہیں ان کے علاوہ ہفتہ کے دنوں سے مخصوص دعائیں اور دیگر دعاؤں کو ملا کر کل تعداد ہے۔

بہر حال خلاصہ یہ کہ ہماری دسترس میں موجود صحیفہ سجادیہ کی امام زین العابدینؑ سے نسبت اسی طرح شک و شبہ سے بالاتر ہے جس طرح زبور کی نسبت حضرت داوٴدؑ کی طرف اور انجیل کی نسبت حضرت عیسیٰؑ سے ہے، پس صحیفہ سجادیہ اپنی سند کے لحاظ سے نہایت محکم ہے۔

صحیفۂ سجادیہ کی شرحیں اور ترجمے :

۔صحیفۂ سجادیہ کی اہمیت اور اعتبار کے پیش نظر علماء و محققین نے اسے خاص توجہ دی ہے، اور اس کتاب میں موجود اسلامی معارف کو مد نظر رکھتے ہوئے تاریخ اسلام میں اب تک اس عظیم کتاب کی بہت سی شرحیں لکھی گئی ہیں، آقائے بزرگ تہرانی نے اپنی کتاب ''الذریعہ'' میں اس عظیم کتاب کی ۶ شرحوں کی نشاندہی کی ہے جن کی تفصیل مولانا سید علی مجتہد کے اردو ترجمہ کے ملحقات میں موجود ہے ان میں سے اکثر عربی اور چند فارسی میں ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ معروف سید علی خان کبیر کی شرح ''ریاض السالکین'' ہے (موسسہ در راہ حق)، دیگر شارحین میں محمد باقر بن محمد داماد، ملا محمد تقی مجلسی اول، ملا محمد باقر مجلسی ثانی، اور شیخ بہا جیسے جید علما شامل ہیں۔ یہ بھی ایک اتفاق ہے کہ ان میں سے اکثر شرحیں 11 ویں اور 12 ویں صدی ہجری میں لکھی گئیں، لیکن بصد افسوس کہ صحیفہ سجادیہ کی کوئی شرح اردو زبان میں دستیاب نہیں ہے۔

بہت سے علماء نے اس عظیم کتاب کی دعاؤں کا ترجمہ بھی کیا ہے، اردو تراجم میں علامہ سید محمد ہارون، سید علی مجتہد، علامہ مفتی جعفر حسین، سید مرتضیٰ حسین، نسیم امروہوی اور علامہ ذیشان جوادی کے نام قابل ذکر ہیں، علامہ سید علی کے ترجمہ میں دیگر علما کے مقدمات شامل ہیں، علامہ مفتی جعفر حسین کے ترجمہ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ہر دعا کے اختتام پر اس کے مضمرات کی تشریح کی گئی ہے جو دعا کے عرفانی پہلو کو اجاگر کرتی ہے۔ نسیم امروہوی کے ترجمہ میں دعاؤں کے الفاظ کی تشریح کی گئی ہے، اسی طرح صحیفہ سجادیہ کے بے شمار فارسی اور دنیا کی دیگر زندہ زبانوں میں بھی ترجمے کیے گئے ہیں۔

صحیفہ سجادیہ کے مفاہیم پر ایک نظر :

امام سجادؑ نے اپنے وقت کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اسلام کی بہت سی خالص تعلیمات کو صحیفۂ سجادیہ کی دعاؤں کی شکل میں بیان فرمایا ہے۔ اگرچہ صحیفہ سجادیہ دعاؤں کی ایک کتاب ہے لیکن ان دعاؤں کے مضامین میں دین، اخلاقی اقدار، قرآنی تعلیمات، عبادت اور بندگی کے آداب کو نہایت حسین انداز سے پیش کیا گیا ہے

اگر صحیفہ کاملہ سجادیہ کی دعاؤں کو عمیق نظر سے دیکھا جائے تو احساس ہوگا کہ ان میں اسرار الٰہی پوشیدہ ہیں اور حضرت امام سجاد علیہ السلام نے دعا اور مناجات کے ضمن میں بہت ہی مختصر لفظوں میں زندگی کے عظیم حقائق کو بیان کیا ہے' آپ نے دعا و مناجات کے انداز میں ایسے بہت سے مسائل کو بیان کیا گیا ہے جو انسان کی زندگی میں بنیادی اور حیاتی کردار رکھتے ہیں' اور جو انسانی سماج اور زندگی کے لئے بہترین درس ہے' اس بنا پر صحیفہ کاملہ کی دعائیں نور کا ایک منارہ اور معارف کا ایک بے کراں سمندر ہے۔

صحیفہ سجادیہ کی ایک دعامیں امام فرماتے ہیں:

»خدایا! یہ مقام و منزلت [یعنی خلافت اور امامت] تیرے خاص جانشینوں اور برگزیدہ بندوں کے لئے ہے اور یہ مراکز اور ادارے تیرے امناء کے لئے مخصوص ہیں؛ [جن کو تو نے اعلی مقام عطاء کیا ہے مگر ستمگروں اور ظالموں [اموی خلفاء] نے ناحق ان پر قبضہ جمار کھا ہے اور انہیں غصب کر رکھا ہے۔۔۔« پھر فرماتے ہیں: «تیرے برگزیدہ بندے اور خلفاء مغلوب و مقہور ہو چکے ہیں [یعنی خاموشی پر مجبور ہیں] جبکہ دیکھ رہے ہیں کہ تیرے احکام تبدیل کر دیئے گئے ہیں؛ تیری کتاب معاشرے کے روزمرہ امور سے باہر کر کے رکھ دی گئی ہے؛ تیرے فرائض اور واجبات تحریف کا شکار ہو چکے ہیں اور تیرے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سنت و سیرت ترک کر دی گئی ہے۔

خدایا! اولین و آخرین میں سے اپنے برگزیدہ بندوں کے دشمنوں اور ان کے اتباع اور پیروکاروں اور ان کے اعمال پر راضی و خوشنود ہونے والوں پر لعنت بھیج اور انہیں اپنی رحمت سے دور فرما۔۔۔»۔

اس دعاء میں امام سجاد علیہ السلام صراحت کے ساتھ امامت اور امت کی رہبری کی بات کی ہے جو کہ اہل بیت علیہم السلام کے لئے مختص ہے اور فرمایا کہ یہ عہدہ ظالموں اور ستمگروں نے غصب کر رکھا ہے' اس طرح امام سجادؑ نے دعا کے انداز میں «بنوامیہ کی حکمرانی کی شرعی اور قانونی حیثیت کی نفی کی نیز یہ کہ اس دعاء میں دیگر خلفاء اولین کی مشروعیت پر بھی تنقید محسوس ہوتی ہے۔

صحیفہ سجادیہ بطور دعاؤں کا مجموعہ:

یوں تو دعاؤں کی کتابیں بہت زیادہ ہیں' رائج اور منقول دعاؤں کی بھی کمی نہیں ہے لیکن ان دعاؤں کی سندیت بہت زیادہ ہوا کرتی ہے اور ان کے مفاہیم زیادہ دلنشین ہوا کرتے ہیں جن کی سند زیادہ محکم ہو اور جن کے بارہ میں یہ یقین ہو کہ یہ معصوم کی زبانِ مبارک سے جاری ہوئی ہیں۔ شیعہ علماء نے مختلف صدیوں میں دعا کی مختلف کتابیں تالیف کی ہیں جن میں مختلف اوقات' دنوں اور مواقع سے مخصوص دعاؤں کو جمع کیا گیا ہے'

اس سلسلہ میں سید ابن طاؤس کی کتاب اقبال، کفعمی کی کتاب البلد الامین، سید ابن طاؤس کی کتاب جمال الاسبوع، قطب راوندی کی الدعوات، ابن فہد حلّی کی عدۃ الداعی، کفعمی کی المصباح، شیخ بہائی کی مفتاح الفلاح، اور محدث قمی کی مفاتیح الجنان کا نام لیا جاسکتا ہے۔

لیکن صحیفۂ سجادیہ کو ان تمام کتابوں میں ایک خاص مقام حاصل ہے، کیونکہ اس عظیم کتاب میں مذکور دعائیں حسن بلاغت، کمال فصاحت کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہیں، دعاؤں کی تعبیرات میں خوبصورتی انسان کو معنوی قدرت وبلندی کا احساس دلاتی ہے، صحیفہ سجادیہ دعاؤں کا ایک مجموعہ ہونے کے لحاظ سے ایسی فردی مناجات اور راز ونیاز پر مشتمل ہے جو کہ ایک انسان اپنی زندگی کی مشکلات کے بحران میں اپنے خدا کے ساتھ خلوت تنہائی میں بیان کرتا ہے، یہ عظیم کتاب دعا ونیایش کا ایک ایسا مجموعہ ہے جس کی دعاؤں اور مناجات سے پروردگار کی عظمت وقدرت کے سامنے انسان کی عاجزی وناتوانی کا احساس بیدار ہوتا ہے، خالق کی عظمت کے سامنے عجز وانکساری کے احساس پر مشتمل الفاظ وعبارات سے انسان کی روحانی تربیت ہوتی ہے۔

قرآن

قرآن کریم خداوند عالم کی بلاواسطہ وحی ہے جو اسلام کی اصلی اور مقدس کتاب شمار ہوتی ہے اور تمام مسلمان اس کی حجیت کے قائل ہیں اہل بیت علیہم السلام نے لوگوں کو اس کی طرف دعوت دی ہے اور اس کی تلاوت وحفظ کرنے پر زور بھی دیا ہے امام سجادؑ نے اس سلسلہ میں ارشاد فرمایا: کہ تم لوگ قرآن سے تمسک اختیار کرو یہاں تک کہ مسلمان کے دل میں اس کی جگہ بن جائے۔

حقیقت قرآن

وَ جَعَلْتَهُ مُهَيْمِناً عَلَى كُلِّ كِتَابٍ أَنْزَلْتَهُ، وَ فَضَّلْتَهُ عَلَى كُلِّ حَدِيثٍ قَصَصْتَهُ. وَ فُرْقَاناً فَرَقْتَ بِهِ بَيْنَ حَلَالِكَ وَ حَرَامِكَ، وَ قُرْآناً أَعْرَبْتَ بِهِ عَنْ شَرَائِعِ أَحْكَامِكَ وَ كِتَاباً فَصَّلْتَهُ لِعِبَادِكَ تَفْصِيلًا، وَ وَحْياً أَنْزَلْتَهُ عَلَى نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَوَاتُكَ عَلَيْهِ وَ آلِهِ تَنْزِيلًا

اور تو نے اس کو (قرآن) تمام نازل ہونے والی کتابوں کا گواہ بنایا ہے اور اس میں ہر حدیث کی تفصیل بیان کردی ہے۔ اور اسے ایسا نقطہ امتیاز بنادیا ہے جس سے حق وباطل میں امتیاز قائم کیا جاسکے اور ایسا قرآن بنادیا ہے جس کے ذریعہ تمام قوانین شریعت کا اظہار ہوسکے اور ایسی کتاب بنادی ہے جسے اپنے بندوں کے لئے شرح وتفصیل کے ساتھ واضح کیا ہے۔ اور ایسی وحی بنائی ہے جسے اپنی نبی محمد (ص) پر نازل کیا ہے۔

کتاب ھدایت

اللّٰھُمَّ إِنَّكَ أَعَنْتَنی عَلَی خَتْمِ کِتَابِكَ الَّذِی أَنْزَلْتَهُ نُوراً۔

وَ جَعَلْتَهُ نُوراً نَهْتَدِی مِنْ ظُلَمِ الضَّلَالَةِ وَ الْجَهَالَةِ بِاتِّبَاعِهِ۔

وَ نُورَ هُدًی لَا یَطْفَأُ عَنِ الشَّاهِدِینَ بُرْهَانُهُ، وَ عَلَمَ نَجَاةٍ لَا یَضِلُّ مَنْ أَمَّ قَصْدَ سُنَّتِهِ۔

خدایا تونے میری امداد کی ہے اس کتاب کے ختم کرنے میں جس کو تونے نور بنا کر نازل کیا ہے۔

اور ایسا نمونہ بنادیا ہے جس کا اتباع کر کے ہم گمراہی کی تاریکیوں اور جہالت کے اندھیروں میں ہدایت پا سکیں۔

اور ایسا نور ہدایت بنا دیا ہے جس کا میزان دیکھنے والوں کے لئے خاموش نہیں ہوتا اور ایسا پرچم نجات بنا دیا ہے جس کی سنت کا قصد کرنے والا گمراہ نہیں ہو سکتا ہے۔

کتاب عمل

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَی مُحَمَّدٍ وَ آلِهِ، وَ احْطُطْ بِالْقُرْآنِ عَنَّا ثِقْلَ الْأَوْزَارِ، وَ هَبْ لَنَا حُسْنَ شَمَائِلِ الْأَبْرَارِ، وَ اقْفُ بِنَا آثَارَ الَّذِینَ قَامُوا لَكَ بِهِ آنَاءَ اللَّیْلِ وَ أَطْرَافَ النَّهَارِ حَتَّی تُطَهِّرَنَا مِنْ کُلِّ دَنَسٍ بِتَطْهِیرِهِ، وَ تَقْفُوَ بِنَا آثَارَ الَّذِینَ اسْتَضَاءُوا بِنُورِهِ، وَ لَمْ یُلْهِهِمُ الْأَمَلُ عَنِ الْعَمَلِ۔

خدایا محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور اس قرآن کے ذریعہ ہمارے گناہوں کے بوجھ کو گرادے اور ہمیں نیک کرداروں کے بہترین فضائل عنایت فرمادے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلادے جو رات کے لحات اور ان کے اطراف میں تیرے حضور میں کھڑے رہتے ہیں تاکہ تو ہمیں ہر کثافت سے پاک بنادے اور ہمیں ان کے آثار پر چلادے جنہوں نے اس کے نور سے روشنی حاصل کی ہے اور انہیں بے جا امیدوں نے عمل سے غافل نہیں کیا ہے۔

کتاب بیان و تفصیل

—وَ کِتَاباً فَصَّلْتَهُ لِعِبَادِكَ تَفْصِیلاً۔

اور ایسی کتاب بنادی ہے جسے اپنے بندوں کے لئے شرح و تفصیل کے ساتھ واضح کیا ہے۔

کتاب بلاشک و اختلاف

وَ مِیزَانَ قِسْطٍ لَا یَحِیفُ عَنِ الْحَقِّ لِسَانُهُ، وَ نُورَ هُدًی لَا یَطْفَأُ عَنِ الشَّاهِدِینَ بُرْهَانُهُ۔

اور ایسی میزان عدالت بنا دیا ہے جس کا کانٹا حق سے منحرف نہیں ہو سکتا' اور ایسا نور ہدایت بنا دیا ہے جس کا میزان دیکھنے والوں کے لئے خاموش نہیں ہوتا۔

کتاب شفاء جسم و جان

اللھُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ و آله، وَ اجْعَلِ الْقُرْآنَ لَنَا فی ظُلَمِ اللَّيَالِی مُونساً، وَ مِن نَزَغَاتِ الشَّيْطَانِ وَ خَطَرَاتِ الْوَسَاوِسِ حَارِساً، وَ لأَقْدَامِنَا عَنْ نَقْلِهَا إِلَى الْمَعَاصِی حَابِساً، وَ لأَلْسِنَتِنَا عَنِ الْخَوضِ فی الْبَاطِلِ مِنْ غَيْرِ مَا آفَةٍ مُخْرِساً، وَ لِجَوَارِحِنَا عَنِ اقْتِرَافِ الْآثَامِ زَاجِراً، وَ لِمَا طَوَتِ الْغَفْلَةُ عَنَّا مِنْ تَصَفُّحِ الاعْتِبَارِ نَاشِراً، حَتَّى تُوصِلَ إِلَى قُلُوبِنَا فَهُمَ عَجَائِبِه، وَ زَوَاجِرَ أَمْثَالِه الَّتِی ضَعُفَتِ الْجِبَالُ الرَّوَاسِی عَلَى صَلَابَتِهَا عَنِ احْتِمَالِه۔

خدایا محمد و آل محمد پر رحمت نازل فرما اور ہمارے لئے اس قرآن کو رات کی تاریکیوں میں مونس اور شیطان کے اوہام اور وسوسوں کے خیالات سے محفوظ بنادے اور ہمارے قدموں کو گناہوں کی طرف بڑھنے سے روکنے والا بنادے اور ہماری زبانوں کو باطل میں مبتلا ہونے سے بغیر کسی بیماری کے گونگا بنادے اور ہمارے اعضاو جوارح کو گناہ اختیار کرنے سے روک دے اور ہماری غفلت نے جس دفتر عبرت کو لپیٹ دیا ہے اس کا نشر کرنے والا بنادے تاکہ تو ہمارے دلوں تک اس کے عجائب و غرائب کا ادراک اور اس کے متنبہ کرنے والی صلابت کے باوجود عاجز ہیں۔

و شفَاءً لِمَنْ أَنْصَتَ بِفَهْمِ التَّصْدِيقِ إِلَى اسْتِمَاعِه۔

سے ان لوگوں کے واسطے نسخہ شفا بنادیا ہے جو فہم و تصدیق کے ساتھ اس کی باتوں کو کان دھر کر سنیں۔

کتاب باطن و ملکوت

اللھُمَّ صَلِّ عَلى مُحَمَّدٍ وَ آله، وَ اجْعَلِ الْقُرْآنَ---- حَتَّى تُوصِلَ إِلَى قُلُوبِنَا فَهْمَ عَجَائِبِه۔

یہاں تک کہ تو ہمارے دلوں تک اس کے عجائب و غرائب کا ادراک عطا کر دے۔

کتاب ہنر و اختراع

اللھم فَإِذْ أَفَدْتَنَا الْمَعُونَةَ عَلَى تِلَاوَتِه، وَ سَهَّلْتَ جَوَاسِی أَلْسِنَتِنَا بِحُسْنِ عِبَارَتِه۔

خدایا جب اس کی تلاوت کے لئے ہماری امداد فرمائی ہے اور اس کی بہترین عبادت کے ذریعہ ہماری زبانوں کی گرہیں کھول دی ہیں۔

قرآن ایک وسیع سایہ

لو مات من بین المشرق والمغرب لما استوحشت بعد ان یکون القرآن معي۔

اگر مشرق و مغرب کے درمیان کے تمام افراد مرجائیں درحالیکہ میرے ہمراہ قرآں ہو تو مجھے تنہائی سے وحشت نہیں ہوگی۔

قرآن اور مادی زندگی

اللّٰھمَّ صَلِّ عَلَی مُحَمَّد و آله، وَ اجْبُرْ بالْقُرْآن خَلَّتَنَا مِنْ عَدَمِ الْإِمْلَاق، وَ سُقْ إِلَیْنَا به رَغَدَ الْعَیْشِ و خصب سَعَةِ الْأَرْزَاق۔

خدایا محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور قرآن کے ذریعہ ہماری ہر ضرورت کو پورا فرما کہ ہم محتاج نہ ہونے پائیں اور ہماری طرف بہترین عیش اور وسعت رزق کی آسودگی کو موڑ دے۔

قرآن اور روحانی زندگی

اللّٰھمَّ صَلِّ عَلَی مُحَمَّد و آله، و أَدِمْ بالْقُرْآن صَلَاحَ ظَاهِرِنَا، و احْجُبْ به خَطَرَات الْوَسَاوِسِ عن صِحَّةِ ضَمَائِرِنَا، و اغْسِلْ به دَرَنَ قُلُوبِنَا و عَلَائِقَ أَوْزَارِنَا، و اجْمَعْ به مُنْتَشِرَ أُمُورِنَا، و أَرْوِ به فی مَوْقِفِ الْعَرْضِ عَلَیْكَ ظَمَأَ هَوَاجِرِنَا، و اكْسُنَا به حُلَلَ الْأَمَانِ یومَ الْفَزَعِ الْأَكْبَرِ فی نُشُورِنَا۔ اللّٰھمَّ صَلِّ عَلَی مُحَمَّد و آله، و اجْبُرْ بالْقُرْآن خَلَّتَنَا من عَدَمِ الْإِمْلَاق، و سُقْ إِلَیْنَا به رَغَدَ الْعَیْشِ و خِصْبَ سَعَةِ الْأَرْزَاق، و جَنِّبْنَا به الضَّرَائِبَ الْمَذْمُومَةَ و مَدَانِیَ الْأَخْلَاق، و اعْصِمْنَا به من هُوَّةِ الْكُفْرِ و دَوَاعِی النِّفَاق حَتَّی یَكُونَ لَنَا فی الْقِیَامَةِ إِلَی رِضْوَانِكَ و جِنَانِكَ قَائِداً، و لَنَا فی الدُّنْیَا عن سَخَطِكَ و تَعَدِّی حُدُودِكَ ذَائِداً، و لِمَا عِنْدَكَ بِتَحْلِیلِ حَلَالِه و تَحْرِیمِ حَرَامِه شَاهِداً۔

خدایا محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور قرآن کے ذریعہ ہمارے ظاہر کی اصلاح کو دائمی بنادے اور ہمارے منتشر امور کو جمع کردے اور اپنی بارگاہ میں حاضری کے وقت ہماری جھلستی دوپہر کی پیاس کو بجھادے اور ہمارے حشر ونشر کے موقع پر ہولناک عذاب کے سامنے امن وامان کا باس پہنادے۔

خدایا محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور قرآن کے ذریعہ ہماری ضرورت کو پورا فرما کہ ہم محتاج نہ ہونے پائیں اور ہماری طرف بہترین عیش اور وسعت رزق کی آسودگی کے رخ کو موڑ دے اور ہمیں بری عادات اور پست

اخلاق سے دور رکھنا اور کفر کے گڑھے میں گرنے اور نفاق کے اسباب سے بچالینا تاکہ یہ قرآن روز قیامت ہمارے لئے تیری رضا اور جنت کا قائد بن جائے اور ہمیں دنیا میں تیرے غضب اور تیرے حدود کے تجاوز سے روک دے اور تیری بارگاہ میں حلال کو حلال کہنے اور حرام کو حرام سمجھنے کا گواہ بن جائے۔

قرآن اور وقت مرگ

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِهِ، وَ هَوِّنْ بِالْقُرْآنِ عِنْدَ الْمَوْتِ عَلَى أَنْفُسِنَا كَرْبَ السِّيَاقِ، وَ جَهْدَ الْأَنِينِ، وَ تَرَادُفَ الْحَشَارِجِ إِذَا بَلَغَتِ النُّفُوسُ التَّرَاقِيَ، وَ قِيلَ مَنْ رَاقٍ وَ تَجَلَّى مَلَكُ الْمَوْتِ لِقَبْضِهَا مِنْ حُجُبِ الْغُيُوبِ، وَ رَمَاهَا عَنْ قَوْسِ الْمَنَايَا بِأَسْهُمِ وَحْشَةِ الْفِرَاقِ، وَ دَافَ لَهَا مِنْ ذُعَافِ الْمَوْتِ كَأْساً مَسْمُومَةَ الْمَذَاقِ، وَ دَنَا مِنَّا إِلَى الْآخِرَةِ رَحِيلٌ وَ انْطِلَاقٌ، وَ صَارَتِ الْأَعْمَالُ قَلَائِدَ فِي الْأَعْنَاقِ، وَ كَانَتِ الْقُبُورُ هِيَ الْمَأْوَى إِلَى مِيقَاتِ يَوْمِ التَّلَاقِ۔

خدایا محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور موت کے وقت اس قرآن کے ذریعہ ہماری سخت جانکنی کو آسان بنادینا اور کراہنے کی سختیوں اور مسلسل ہچکیوں سے بچالینا جب جان گلے تک پہنچ جائے کہ اب جھاڑ پھونک کرنے والا کون ہے اور ملک الموت غیب کے پردے سے قبض روح کے لئے نکل آئیں اور نفس کو موت کی کمان سے چلنے والے وحشت فراق کے تیروں کا نشانہ بنادیں اور موت کے زہریلے مشروب کو وہ جام پلادے جس کا ذائقہ بھی زہریلا ہو اور آخرت کی طرف کوچ اور روانگی کا وقت قریب آجائے اور اعمال گلے کا طوق بن جائیں اور قبریں ہی قیامت تک رہنے کا ٹھکانہ بن جائیں۔

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِهِ، وَ بَارِكْ لَنَا فِي حُلُولِ دَارِ الْبِلَى، وَ طُولِ الْمُقَامَةِ بَيْنَ أَطْبَاقِ الثَّرَى، وَ اجْعَلِ الْقُبُورَ بَعْدَ فِرَاقِ الدُّنْيَا خَيْرَ مَنَازِلِنَا، وَ افْسَحْ لَنَا بِرَحْمَتِكَ فِي ضِيقِ مَلَاحِدِنَا، وَ لَا تَفْضَحْنَا فِي حَاضِرِي الْقِيَامَةِ بِمُوبِقَاتِ آثَامِنَا.

خدایا محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور ہمیں بوسیدگی کے گھر میں نازل ہونے اور خاک کے طبقات میں طویل قیام کے دوران برکت عطا فرما اور ہماری قبروں کو دنیا چھوڑنے کے بعد بہترین منزل بنادینا اور ہمارے لئے اپنی رحمت سے قبر میں وسعت عطا فرمادینا۔

قرآن روز قیامت

وَ ارْحَمْ بِالْقُرْآنِ فِي مَوْقِفِ الْعَرْضِ عَلَيْكَ ذُلَّ مَقَامِنَا، وَ ثَبِّتْ بِهِ عِنْدَ اضْطِرَابِ جِسْرِ جَهَنَّمَ يَوْمَ الْمَجَازِ عَلَيْهَا زَلَلَ أَقْدَامِنَا، وَ نَوِّرْ بِهِ قَبْلَ الْبَعْثِ سُدَفَ قُبُورِنَا، وَ نَجِّنَا بِهِ مِنْ كُلِّ كَرْبٍ يَوْمَ

الْقِيَامَةَ و شَدَائِد أَهْوالِ يوم الطَّامَّةِ و بَيِّضْ وجوهنا يوم تسودُّ وجوه الظَّلَمة في يوم الْحسرة و النَّدامة، و اجعل لَنَا في صُدُورِ الْمؤمنين وداً، و لاَ تجعل الْحياة علَينا نكَداً.

اور ہمارے مہلک گناہوں کی بنا پر ہمیں روز قیامت کے حاضرین کے درمیان رسوانہ کرنا اور جس دن تیرے سامنے پیش کئے جائیں اس دن قرآں کے برکت سے ہمارے موقف کی ذلت پر رحم کرنا اور جب جہنم کے پل سے گزرتے ہوئے پاؤں لڑکھڑانے لگیں تو ہماری لغزش قدم کو ثبات عطا فرمادینا۔ اور ہمیں قیامت کے دن کے ہر کرب اور روز حشر کے تمام حولناک ترین منازل سے اسی قرآن کے ذریعہ نجات دیدینا اور اس کی برکت سے اس دب ہمارے چہروں کو روشن بنادینا جب سارے چہرے سیاہ ہو رہے ہوں' جو حسرت و ندامت کا دن ہوگا اور ہمارے لئے مومنین کے دل میں محبت قرار دیدے اور ہماری زندگی کو ناخوشگوار نہ بنادینا۔

قرآن اور منزل کرامت

اللهُمَّ و كَمَا نصبت به محمَّداً علَماً للدَّلالَة علَيك، و أَنْهجت بآله سبل الرِّضا إِلَيك، فصل علَى محمَّد و آله، و اجعل الْقرآن وسيلَةً لَنَا إِلَى أَشْرف منازِل الْكَرامة، و سلَّماً نعرج فيه إِلَى محلِّ السَّلامة، و سبباً نجزى به النَّجاة في عرصة الْقيامة، و ذَرِيعةً نقْدم بها علَى نعيم دار الْمقامة.

خدایا جس طرح تو نے حضرت محمد (ص) کو اپنی ذات کی طرف رہنمائی کا پرچم قرار دیا ہے اور ان کی آل کے وسیلہ سے راہ رضا پر چلایا ہے اب محمد و آل محمد پر رحمت نازل فرما اور اس قرآن کو ہمارے لئے شریف ترین منازلت کرامت کا وسیلہ بنادے اور وہ زینہ بنادے جس سے ہم محل سلامتی تک بلند ہو سکیں اور وہ ذریعہ بنادے جس کے نتیجہ میں روز قیامت نجات حاصل کرسکیں اور جنت کی نعمتوں پر وارد ہو سکیں۔

قرآن و آیات محکم و متشابہ

فَاجعلْنَا ممَّن يرعاه حقَّ رِعايته، و يدين لَك باعتقَاد التَّسليم لمحكَم آياته، و يفزع إِلَى الْإِقْرارِ بمتشابِهه، و موضحات بيناته.

ہمیں ان لوگوں میں بھی قرار دے دینا جو اس کی مکمل حفاظت کرتے ہوں اور اس کی محکم آیات کے سامنے سر تسلیم خم کرنے ہی کو اپنا دین قرار دیتے ہوں اور اس کے تشابہات کا بھی اقرار کرتے ہوں اور اس کے لئے روشن اور واضح دلائل کی پناہ لیتے ہوں۔

اللهمَّ صلِّ علی محمَّد و آله، و اجعلْنا ممَّن یعتصم بحبله، و یأوی من المتشابهات إلی حرز معقله، و یسکن فی ظلِّ جناحه، و یهتدی بضوء صباحه، و یقتدی بتبلّج أسفاره، و یستصبح بمصباحه، و لا یلتمس الهدی فی غیره.

خدایا محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور ہمیں ان لوگوں می قرار دیدے جو اس کی ریسمان ہدایت سے متمسک ہوں اور متشابہات میں اس کی محفوظ پناہگاہ کا سہارا لیتے ہوں اور اس کے پروں کے نیچے آرام لیتے ہوں اور اس کے نور کی روشنی سے ہدایت پاتے ہوں اور اس کی واضح درخشندگی کی اقتدا کرتے ہوں اور اس کے چراغ ہدایت سے اپنے چراغ جلاتے ہوں اور اس کے علاوہ کسی اور سے طلب ہدایت نہ کرتے ہوں۔

قرآن اور اہل بیت علیہم السلام

اللهمَّ إنّك أنزلته علی نبیّك محمَّد صلّی الله علیه و آله مجملاً، و ألهمته علم عجائبه مکمّلاً، و ورّثتنا علمه مفسّراً، و فضّلتنا علی من جهل علمه، و قوّیتنا علیه لترفعنا فوق من لم یطق حمله. اللهمَّ فکما جعلت قلوبنا له حملةً، و عرّفتنا برحمتك شرفه و فضله، فصلّ علی محمّد الخطیب به، و علی آله الخزّان له، و اجعلنا ممّن یعترف بأنّه من عندك حتّی لا یعارضنا الشكّ فی تصدیقه، و لا یختلجنا الزّیغ عن قصد طریقه۔

خدایا تونے اسے نبی محمد (ص) پر مجمل بنا کر نازل کیا ہے اور انہیں اس کے عجائبات کا مکمل علم دیدیا ہے اور ہم اس کے علم سے جاہل ہیں اور ہمیں اس کا بار اٹھانے کی قوت عطا فرمادی ہے جو اس کے علم سے جاہل ہیں اور ہمیں اس کا بار اٹھانے کی قوت عطا فرمادی ہے تاکہ ہمیں ان سے بلند تر بنا سکے جو اس کا بار اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتے ہیں۔

خدایا اب جس طرح تونے ہمارے دلوں کو اس کا حامل بنایا ہے اور اپنی رحمت سے اس کے شرف سے باخبر بنایا ہے اس نبی محمد (ص) پر رحمت نازل فرما جو اس کے ذریعہ خطابت کرتے تھے اور ان کی آل پر بھی جو اس کے خزانہ دار تھے اور ہمیں ان لوگوں میں قرار دیدے جو اس امر کا اقرار رکھتے ہوں کہ یہ قرآن تیری طرف سے نازل ہوا ہے تاکہ ہم اس کی تصدیق میں کسی شک سے دوچار نہ ہوں اور اس کے سیدھے راستے میں کوئی کجی شامل حال نہ ہونے پائے۔

قرآن کریم کی طرف دعوت

امام سجاد علیہ السلام نے اس راہ میں بہت کوشش کی ہے بطور نمونہ ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ آپ
فرمایا:
میں تمہیں قرآن کے سلسلہ میں سفارش کرتا ہوں، کیونکہ خداوند عالم نے جنت کو اپنی قدرت سے خلق
جس کی ایک اینٹ سونے کی اور دوسری اینٹ چاندی کی ہے اور اس کا مسالہ مشک اور اس کی خاک زعفر
مروارید سے بنایا ہے اور اس کے زینوں کی تعداد کو قرآنی آیات کی تعداد قرار دیا ہے۔ لہٰذا جو بھی ان آیات
تلاوت کرے، اس سے قرآن کہتا ہے: پڑھو اور معراج پاؤ! اور جب وہ شخص جنت میں داخل ہوگا تو جنت می
اس سے بلند درجہ کسی کا نہ ہوگا سوائے پیغمبروں اور صادقین کے۔

ختم قرآن

جو شخص قرآن کو مکہ میں ختم کرے، وہ اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک کہ وہ پیغمبر کو اور جنت میں اپ
مقام کو نہ دیکھ لے۔

قرآن پڑھنے کا طریقہ

الف: قرآن پڑھنے کے ظاہری آداب: امام سجاد علیہ السلام قرآن کا احترام اور اس کی جاویدانی کو امت کے دل
میں ڈالنے کی کوشش کرتے تھے۔ آپ کے بارے میں نقل ہوا ہے کہ آپ سب سے اچھا قرآن پڑھتے تھے او
آپ کا لحن سب سے حسین تھا۔ تلاوت قرآن کے وقت آپ اپنی آواز کو اتنا بلند کرتے تھے کہ تمام گھر وال
اس کو سنتے تھے اور جو مشک بردار آپ کے گھر کے سامنے سے گذرتے تھے وہ قرآن سنے کے لئے کھڑے
ہوجاتے تھے۔

ب: قرآن کے باطنی آداب: آیات القرآن خزائن فکلما فتحت خزانة ینبغی لک ان تنظر ما فیها
ج: مالک یوم الدین کی تکرار: امام زین العابدین علیہ السلام وقت فوت مالک یوم الدین کی مسلسل تکرار کرتے
تھے۔

قرآنی آیات خزانہ ہیں پس جب بھی تم اس خزانہ کو کھولو گے تو تم حتماً دیکھو گے کہ اس میں کیا چیز نہاں ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوات

وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي مَنَّ عَلَيْنَا بِمُحَمَّدٍ نَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ دُونَ الْأُمَمِ الْمَاضِيَةِ وَ الْقُرُونِ السَّالِفَةِ، بِقُدْرَتِهِ الَّتِي لَا تَعْجِزُ عَنْ شَيْءٍ وَ إِنْ عَظُمَ، وَ لَا يَفُوتُهَا شَيْءٌ وَ إِنْ لَطُفَ. فَخَتَمَ بِنَا عَلَى جَمِيعِ مَنْ ذَرَأَ، وَ جَعَلَنَا شُهَدَاءَ عَلَى مَنْ جَحَدَ، وَ كَثَّرَنَا بِمَنِّهِ عَلَى مَنْ قَلَّ. اللّٰهُمَّ فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ أَمِينِكَ عَلَى وَحْيِكَ، وَ نَجِيبِكَ مِنْ خَلْقِكَ، وَ صَفِيِّكَ مِنْ عِبَادِكَ، إِمَامِ الرَّحْمَةِ، وَ قَائِدِ الْخَيْرِ، وَ مِفْتَاحِ الْبَرَكَةِ. كَمَا نَصَبَ لِأَمْرِكَ نَفْسَهُ وَ عَرَّضَ فِيكَ لِلْمَكْرُوهِ بَدَنَهُ وَ كَاشَفَ فِي الدُّعَاءِ إِلَيْكَ حَامَّتَهُ وَ حَارَبَ فِي رِضَاكَ أُسْرَتَهُ وَ قَطَعَ فِي إِحْيَاءِ دِينِكَ رَحِمَهُ. وَ أَقْصَى الْأَدْنَيْنَ عَلَى جُحُودِهِمْ وَ قَرَّبَ الْأَقْصَيْنَ عَلَى اسْتِجَابَتِهِمْ لَكَ. وَ وَالَى فِيكَ الْأَبْعَدِينَ وَ عَادَى فِيكَ الْأَقْرَبِينَ وَ أَدْأَبَ نَفْسَهُ فِي تَبْلِيغِ رِسَالَتِكَ وَ أَتْعَبَهَا بِالدُّعَاءِ إِلَى مِلَّتِكَ. وَ شَغَلَهَا بِالنُّصْحِ لِأَهْلِ دَعْوَتِكَ وَ هَاجَرَ إِلَى بِلَادِ الْغُرْبَةِ، وَ مَحَلِّ النَّأْيِ عَنْ مَوْطِنِ رَحْلِهِ، وَ مَوْضِعِ رِجْلِهِ، وَ مَسْقَطِ رَأْسِهِ، وَ مَأْنَسِ نَفْسِهِ، إِرَادَةً مِنْهُ لِإِعْزَازِ دِينِكَ، وَ اسْتِنْصَاراً عَلَى أَهْلِ الْكُفْرِ بِكَ. حَتَّى اسْتَتَبَّ لَهُ مَا حَاوَلَ فِي أَعْدَائِكَ وَ اسْتَتَمَّ لَهُ مَا دَبَّرَ فِي أَوْلِيَائِكَ. فَنَهَدَ إِلَيْهِمْ مُسْتَفْتِحاً بِعَوْنِكَ، وَ مُتَقَوِّياً عَلَى ضَعْفِهِ بِنَصْرِكَ فَغَزَاهُمْ فِي عُقْرِ دِيَارِهِمْ. وَ هَجَمَ عَلَيْهِمْ فِي بُحْبُوحَةِ قَرَارِهِمْ حَتَّى ظَهَرَ أَمْرُكَ، وَ عَلَتْ كَلِمَتُكَ، وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ. اللّٰهُمَّ فَارْفَعْهُ بِمَا كَدَحَ فِيكَ إِلَى الدَّرَجَةِ الْعُلْيَا مِنْ جَنَّتِكَ حَتَّى لَا يُسَاوَى فِي مَنْزِلَةٍ، وَ لَا يُكَافَأَ فِي مَرْتَبَةٍ، وَ لَا يُوَازِيَهُ لَدَيْكَ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ، وَ لَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ. وَ عَرِّفْهُ فِي أَهْلِهِ الطَّاهِرِينَ وَ أُمَّتِهِ الْمُؤْمِنِينَ مِنْ حُسْنِ الشَّفَاعَةِ أَجَلَّ مَا وَعَدْتَهُ يَا نَافِذَ الْعِدَةِ، يَا وَافِيَ الْقَوْلِ، يَا مُبَدِّلَ السَّيِّئَاتِ بِأَضْعَافِهَا مِنَ الْحَسَنَاتِ إِنَّكَ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ الْجَوَادُ الْكَرِيمُ۔

شکر ہے اس خدا کا جس نے ہم پر یہ احسان کیا کہ تمام گزشتہ امتوں اور ماضی کے زمانوں کو چھوڑ کر ہم پر حضرت محمد (ص) کے وجود مقدس کے ذریعہ احسان کیا اپنی اس قدرت کی بنا پر جو کسی شی سے عاجز نہیں ہے چاہے وہ کتنی ہی عظیم کیوں نہ ہو۔ اور اس سے کوئی شے چھپ نہیں سکتی ہے چاہے کتنی ہی لطیف اور باریک کیوں نہ ہو۔ اس نے ہمیں آخری امت قرار دے کر سلسلہ مخلوقات کو تمام کیا اور تمام منکروں پر ہمیں گواہ قرار دیا اور قلیل امتوں کے مقابلے میں ہمیں کثرت عنایت فرمائی۔ خدایا رحمت نازل فرما حضرت محمد (ص) پر جو تیری وحی کے امین، تیری مخلوقات میں منتخب تیرے بندوں میں خالص و مخلص، تیری رحمت کے امام، تیرے خیر کے قائد اور برکت کی کلید تھے۔ جس طرح کہ انہوں نے تیرے امر کے لئے اپنے نفس کو زحمتوں میں ڈالا اور

تیری راہ میں ناخوشگوار حالات کے لئے اپنے بدن کو پیش کر دیا۔ تیر طرف دعوت دینے میں اپنے ساتھیوں سے مقابلہ کیا۔

اور تیری رضا کی راہ میں اپنے خاندان والوں سے بھی جنگ کی تیرے دین کی زندگی کے لئے اپنے قرابتداروں سے قطع تعلق کر لیا اور انکار حق کی بنیاد پر قریب والوں کو بھی دور کر دیا اور دعوت حق قبول کرنے کی بنا پر دور والوں کو قریب بنا لیا۔ تیری خاطر دور والوں سے محبت کی اور تیری محبت میں قریب والوں سے دشمنی مول لی۔ تیرے پیغام کو پہنچانے میں اپنے نفس کو مسلسل مصروف رکھا اور تیرے دین کی طرف بلانے میں اسے مستقل تعب میں رکھا اور اہل دعوت کو نصیحت کونے میں مشغول رکھا وطن سے ادھر ہجرت کی جو غربت کا شہر تھا اور اپنے کو ساز و سامان زندگی کی منزل سے دور رکھا' اس جگہ سے دور جہاں پیر رکھے تھے اور جہاں دنیا میں آئے تھے اور جس جگہ سے نفس مانوس تھا۔ صرف اس لئے کہ وہ تیرے دامن کا اعزاز چاہتے تھے اور اہل کفر کے مقابلے کے لئے مددگاروں کی تلاش میں تھے یہاں تک کہ انہوں نے جو کچھ تیرے دشمنوں کے بارے میں چاہا تھا وہ بھی مکمل ہو گیا اور جو تدبیر تیرے دوستوں کے بارے میں کی تھی وہ بھی منزل اتمام کو پہنچ گئی۔ تو اب وہ دشمنوں کی طرف اٹھ گئے تیری نصرت سے طلب فتح کرتے ہوئے اور اپنی کمزوری میں تیری امداد سے طلب طاقت کرتے ہوئے اور پھر دشمنوں سے ان کے گھر کے اندر جنگ کی اور ان کے مستقر کے بیچوں بیچ پر حملہ کر دیا یہاں تک کہ تیرا دین غالب آگیا اور تیرا کلمہ بلند ہو گیا اگرچہ یہ بات مشرکین کو سخت ناگوار تھی۔ خدایا اب ان کی زحمتوں کے عوض انہیں جنت کے بلند ترین درجات تک بلندی عطا فرما دے تاکہ کوئی ان کی منزلت کے مساوی ان کے مرتبہ کا ہم رتبہ نہ رہ جائے اور تیری بارگاہ میں ان کا مد مقابل نہ کوئی ملک مقرب ہو اور نہ نبی مرسل۔ اور انہیں ان کے پاکیزہ اہل بیت اور باایمان امت کے درمیان بہترین شفاعت کے ذریعہ متعارف کردے جو تیرا عظیم ترین وعدہ ہے۔ اے اپنے وعدہ کو پورا کرنے والے اپنے قول سے وفا کرنے والے برائیوں کو کئی گنا نیکیوں میں تبدیل کرنے والے بے شک تو بڑے فضل کا مالک ہے۔

اللّٰهُمَّ فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِهِ، أَكْثَرَ مَا صَلَّيْتَ عَلَى أَحَدٍ مِنْ خَلْقِكَ، وَ آتِهِ عَنَّا أَفْضَلَ مَا آتَيْتَ أَحَداً مِنْ عِبَادِكَ، وَ اجْزِهِ عَنَّا أَفْضَلَ وَ أَكْرَمَ مَا جَزَيْتَ أَحَداً مِنْ أَنْبِيَائِكَ عَنْ أُمَّتِهِ إِنَّكَ أَنْتَ الْمَنَّانُ بِالْجَسِيمِ، الْغَافِرُ لِلْعَظِيمِ، وَ أَنْتَ أَرْحَمُ مِنْ كُلِّ رَحِيمٍ، فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِهِ الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ الْأَخْيَارِ الْأَنْجَبِينَ.

خدایا ب محمد وآل محمد پر اس سے زیادہ رحمت نازل فرما جس قدر تو نے اپنے کسی بھی بندہ پر نازل کی ہو اور انہیں ہماری طرف سے اس سے بہتر رحمت عنایت فرمادے جو تو نے کسی بھی بندہ کو عنایت کیا ہے اور ہماری طرف سے اس سے بہتر اور اشرف جزا دیدے جو تو نے کسی بھی امت کی طرف سے کسی بھی پیغمبر کو عطا کی ہو۔ بے شک تو بڑے احسانات کرنے والا اور عظیم گناہوں کا معاف کرنے والا اور ہر مہربان سے زیادہ مہربانی کرنے والا ہے حضرت محمد وار ان کی طیب وطاہر پسندیدہ اور پاکیزہ اولاد پر رحمت نازل فرما۔

ایک دوسری صلوات

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ رَسُولِكَ كَمَا بَلَّغَ رِسَالَتَكَ، وَ صَدَعَ بِأَمْرِكَ، وَ نَصَحَ لِعِبَادِكَ. اللّٰهُمَّ اجْعَلْ نَبِيَّنَا صَلَوَاتُكَ عَلَيْهِ وَ عَلَى آلِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَقْرَبَ النَّبِيِّينَ مِنْكَ مَجْلِساً، وَ أَمْكَنَهُمْ مِنْكَ شَفَاعَةً، وَ أَجَلَّهُمْ عِنْدَكَ قَدْراً، وَ أَوْجَهَهُمْ عِنْدَكَ جَاهاً. اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ، وَ شَرِّفْ بُنْيَانَهُ، وَ عَظِّمْ بُرْهَانَهُ، وَ ثَقِّلْ مِيزَانَهُ، وَ تَقَبَّلْ شَفَاعَتَهُ، وَ قَرِّبْ وَسِيلَتَهُ، وَ بَيِّضْ وَجْهَهُ، وَ أَتِمَّ نُورَهُ، وَ ارْفَعْ دَرَجَتَهُ وَ أَحْيِنَا عَلَى سُنَّتِهِ، وَ تَوَفَّنَا عَلَى مِلَّتِهِ وَ خُذْ بِنَا مِنْهَاجَهُ، وَ اسْلُكْ بِنَا سَبِيلَهُ، وَ اجْعَلْنَا مِنْ أَهْلِ طَاعَتِهِ، وَ احْشُرْنَا فِي زُمْرَتِهِ، وَ أَوْرِدْنَا حَوْضَهُ، وَ اسْقِنَا بِكَأْسِهِ وَ صَلِّ اللّٰهُمَّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِهِ، صَلَاةً تُبَلِّغُهُ بِهَا أَفْضَلَ مَا يَأْمُلُ مِنْ خَيْرِكَ وَ فَضْلِكَ وَ كَرَامَتِكَ، إِنَّكَ ذُو رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ، وَ فَضْلٍ كَرِيمٍ. اللّٰهُمَّ اجْزِهِ بِمَا بَلَّغَ مِنْ رِسَالَاتِكَ، وَ أَدَّى مِنْ آيَاتِكَ، وَ نَصَحَ لِعِبَادِكَ، وَ جَاهَدَ فِي سَبِيلِكَ، أَفْضَلَ مَا جَزَيْتَ أَحَداً مِنْ مَلَائِكَتِكَ الْمُقَرَّبِينَ، وَ أَنْبِيَائِكَ الْمُرْسَلِينَ الْمُصْطَفَيْنَ، وَ السَّلَامُ عَلَيْهِ وَ عَلَى آلِهِ الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ وَ رَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهُ.

خدایا حضرت محمد (ص) پر رحمت نازل فرما جو تیرے بندے اور رسول ہیں جس طرح کہ انہوں نے تیرے پیغامات کو پہنچایا تیرے امر کا برملا اظہار کیا اور تیرے بندوں کو نصیحت کی۔

خدا ہمارے پیغمبر کو (ان پر اور ان کی آل پر تیری صلوات ہو) روز قیامت تمام انبیا کی نشستوں میں اپنے سے قریب ترین جگہ دینا جن کے شفاعت کے اختیارات سب سے زیادہ ہوں اور ان کی منزلت سب سے زیادہ عظیم تر ہو اور ان کا جاہ و حشم وجیہ تر ہو۔ خدایا حضرت محمد پر رحمت نازل فرما ان کی بنیادوں کو بلند تر قرار دے ان کے برہان کو عظیم بنادے ان کے میزان عمل کو سنگین بنادے ان کی شفاعت کو قبول فرما ان کے وسیلہ کو قریب تر بنادے ان کے چہرے کو روشن کردے ان کے نور کو مکمل کردے ان کے درجہ کو بلند کردے۔

ہمیں ان کی سنت پر زندہ رکھنا اور انہیں کی ملت پر موت دینا ہمیں انہیں کے راستے پر چلانا اور انہیں کے مسلک پر گامزن رکھنا ہمیں ان کے اطاعت گزاروں میں قرار دینا اور انہیں کے زمرے میں محشور کرنا انہیں کے حوض کوثر پر وارد کرنا اور انہیں کے پیالہ سے سیراب کرنا۔ خدایا رحمت نازل فرما محمد و آل محمد پر وہ رحمت جس کے ذریعہ تو انہیں خیر و فضل و کرامت کی اس منزل تک پہنچادے جس کی وہ آرزو رکھتے ہوں کہ تو بے شک رحمت واسعہ اور فضل کرم کا مالک ہے۔

خدایا انہیں اپنے پیغامات کے پہنچانے' اپنی آیات کی تبلیغ کرنے اپنے بندوں کو نصیحت کرنے اور اپنی راہ میں جہاد کرنے کا وہ اجر عطا فرما جو ان تمام جزاؤں سے بالاتر ہو جو تو نے ملائکہ مقربین یا انبیائے مرسلین مصطفین کو عطا فرمائی ہیں۔ سلام ہو ان پر ان کی آل طیبین وطاہرین پر اور اللہ کی رحمت و برکت ان تمام حضرات کے لئے ہے۔

امام سجاد علیہ السلام کا ایک اور درود: ماہ شعبان کی ہر شب میں اور سی طرح اس ماہ کے وسط میں اپنے جد پیغمبر اکرم (ص) اور ان کے پاک خانوادہ پر اس طرح درود بھیجتے تھے:

اللهم صل على محمد و آل محمد شجرة النبوة وموضع الرسالة و مختلف الملائكة و معدن العلم واهل بيت الوحى اللهم صل على محمد و آل محمد الفلک الجارية فى اللجج الغامرة يا من من ركبها و يغرق من تركها المتقدم لهم مارق والمتاخر عنهم زاهق واللازم لهم لاحق اللهم صل على محمد و آل محمد الكهف الحصين وغياث المضطر المستكين وملجا الهاربين وعصمة المعتصمين اللهم صل على محمد و آل محمد صلوة كثيرة تكون لهم رضا ولحق محمد و آل محمد اد و قضاء بحول منک وقوة يا رب العالمين اللهم صل على محمد و آل محمد الطيبين الابرار الاخيار الذين اوجبت حقوقهم وفرضت طاعتهم وولايتهم اللهم صل على محمد و آل محمد واعمر قلبى بطاعتک ولا تخزنى بمعصيتک وارزقنى مواساة من قترت عليه من رزقک بما وسعت على من فضلک ونشرت على من عدلک واحييتنى تحت ظلک وهذا شهر نبيک سيد رسلک شعبان الذى حففته منک بالرحمة والرضوان الذين كان رسول الله صلى الله عليه وآله يداب فى صيامه و قيامه فى لياليه وايامه بخوعا لک فى اكرامه واعظامه لى محل حمامه اللهم فاعنا على الاستنان بسنته فيه ونيل الشفاعة لديه۔

توحید

پروردگار عالم سے عشق

اللّٰهُمَّ و قَوِّ بذلك محالَ أهلِ الإسلام، و حصِّن به ديارهم، و ثمّر به أموالهم، و فرّغهم عن محاربتهم لعبادتك، و عن منابذتهم للخلوة بك حتّٰى لا يعبد فى بقاع الأرض غيرك، و لا تعفّر لأحد منهم جبهة دونك.

خدایا! اور ان حالات کے ذریعہ اہل اسلام کی تدبیروں کو قوی تر بنادے ان کے دیار کو محفوظ بنادے ان کے اموال کو ثمر بار بنادے اور انہیں جنگ کی مشقت سے بچا کر عبادتوں میں لگادے اور دشمن کے مقابلہ سے فارغ کر کے اپنی بارگاہ میں بلالے تاکہ روئے زمین پر تیرے علاوہ کسی کی عبادت نہ کی جائے اور کسی کے سامنے پیشانی کو خاک پر نہ رکھا جائے۔

و أشعر قلبي الازدجار عن قبائح السيّئات، و فواضح الحوبات.

خدایا! میرے قلب کو گناہوں اور برے کاموں سے بیزاری کی حقیقت کو سمجھادے۔

اللّٰهمّ صلّ على محمّد و آله، و فرّغ قلبي لمحبّتك — و قوّه بالرّغبة إليك،

خدایا محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور میرے دل کو اپنی محبت کے لئے خالی کردے۔۔۔اور اسے اپنی رغبت کے ذریعہ قوی بنادے۔

واجعل هواي عندك

خدایا مجھے اپنا عاشق بنالے

اللهم صل على محمد و آله و أشعر قلبي تقواك، و استعمل بدني فيما تقبله مني، و اشغل بطاعتك نفسي عن كلّ ما يرد عليّ حتّى لا أحبّ شيئا من سخطك، و لا أسخط شيئا من رضاك. اللّٰهمّ صلّ على محمّد و آله، و فرّغ قلبي لمحبّتك، و اشغله بذكرك، و انعشه بخوفك و بالوجل منك، و قوّه بالرّغبة إليك، و أمله إلى طاعتك، و أجر به في أحبّ السبل إليك، و ذلّله بالرّغبة فيما عندك أيّام حياتي كلّها. و اجعل تقواك من الدّنيا زادي، و إلى رحمتك رحلتي، و في مرضاتك مدخلي، و اجعل في جنّتك مثواي، و هب لي قوّة أحتمل بها جميع مرضاتك، و اجعل فراري إليك، و رغبتي فيما عندك، و ألبس قلبي الوحشة من شرار خلقك، و هب لي

الأُنْسَ بِكَ وَ بِأَوْلِيَائِكَ وَ أَهْلِ طَاعَتِكَ. وَ لَا تَجْعَلْ لِفَاجِرٍ وَ لَا كَافِرٍ عَلَيَّ مِنَّةً، وَ لَا لَهُ عِنْدِي يَداً، وَ لَا بِي إِلَيْهِمْ حَاجَةً، بَلِ اجْعَلْ سُكُونَ قَلْبِي وَ أُنْسَ نَفْسِي وَ اسْتِغْنَائِي وَ كِفَايَتِي بِكَ وَ بِخِيَارِ خَلْقِكَ.

خدایا محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما میرے دل کا شعار تقویٰ کو بنادے اور میرے بدن کو ان کاموں میں لگا دے جنہیں تو قبول کرے میرے نفس کو اپنی اطاعت کے ذریعہ ان تمام مصیبتوں سے غافل بنادے جو مجھ پر وارد ہونے والی ہیں تاکہ میں تیری کسی ناراضگی کو پسند نہ کروں اور تیری کسی رضا سے ناراض نہ ہوسکوں۔

خدایا محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور میرے دل کو اپنی محبت کے لئے خالی کردے اور اسے اپنی رغبت کے ذریعہ قوی بنادے اسے اپنی اطاعت کی طرف۔ موڑدے اور اپنے محبوب ترین راستہ پر چلادے اور ساری زندگی اپنے اجر و ثواب کی نسبت کے ذریعہ اسے رام رکھنا تقویٰ کو میرا زاد راہ بنادے اور اپنی رحمت کے طرف میرے سفر کا رخ کردے اپنی رضا کے راستہ سے داخل کر اور جنت میں میرا ٹھکانہ بنادے مجھے وہ قوت عطا فرمادے جس کے ذریعہ تیری مرضی کے تمام امور کو برداشت کرسکوں اور میرے فرار کو اپنی بارگاہ کی طرف قرار دیدیے میری رغبت تیرے ثواب میں ہو اور میرے دل کو اشرار سے وحشت کا لباس پہنادے اور اپنی ذات گرامی ' اپنے اولیا اور اہل اطاعت کو انس فرمادے نہ کیس کافر و فاجر کا مجھ پر احسان رہ جائے اور نہ اس کی کوئی نعمت میرے پاس رہے اور نہ کسی آن میں اس کا محتاج رہوں بلکہ میرے دل کا سکون میرے نفس کا انس میری بے نیازی اور توانگری سب تیرے اور تیری پسندیدہ مخلوق کے ذریعہ ہو۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِهِ، وَ ارْزُقْنِي الرَّغْبَةَ فِي الْعَمَلِ لَكَ لِآخِرَتِي حَتَّى أَعْرِفَ صِدْقَ ذَلِكَ مِنْ قَلْبِي، وَ حَتَّى يَكُونَ الْغَالِبُ عَلَيَّ الزُّهْدَ فِي دُنْيَايَ، وَ حَتَّى أَعْمَلَ الْحَسَنَاتِ شَوْقاً، وَ آمَنَ مِنَ السَّيِّئَاتِ فَرَقاً وَ خَوْفاً، وَ هَبْ لِي نُوراً أَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ، وَ أَهْتَدِي بِهِ فِي الظُّلُمَاتِ، وَ أَسْتَضِيءُ بِهِ مِنَ الشَّكِّ وَ الشُّبُهَاتِ۔

خدایا محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور مجھے اپنی عاقبت اور تیری ذات کے لئے عمل کرنے کی رغبت عطا فرما تاکہ میں ان کی گہرائیوں سے اس صداقت نیت کا احساس کرلوں اور مجھ پر دنیا میں زہد غالب آجائے اور نیکیوں کو بصد شوق انجام دوں اور برائیوں سے تیرے خوف وخشیت کی بنا پر محفوظ ہو جاؤں مجھے وہ نور عطا فرمادے جس کے سہارے لوگوں کے درمیان چلوں اور تاریکیوں میں سیدھا راستہ حاصل کرلوں اور شک وشبہہ کے اندھیروں میں روشنی حاصل کروں۔

پروردگار عالم کی معرفت

وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَی مَا عَرَّفَنَا مِنْ نَفْسِهِ، وَ أَلْهَمَنَا مِنْ شُكْرِهِ، وَ فَتَحَ لَنَا مِنْ أَبْوَابِ الْعِلْمِ بِرُبُوبِيَّتِهِ، وَ دَلَّنَا عَلَيْهِ مِنَ الْإِخْلَاصِ لَهُ فِي تَوْحِيدِهِ، وَ جَنَّبَنَا مِنَ الْإِلْحَادِ وَ الشَّكِّ فِي أَمْرِهِ. حَمْداً نُعَمَّرُ بِهِ فِيمَنْ حَمِدَهُ مِنْ خَلْقِهِ، وَ نَسْبِقُ بِهِ مَنْ سَبَقَ إِلَى رِضَاهُ وَ عَفْوِهِ. حَمْداً يُضِيءُ لَنَا بِهِ ظُلُمَاتِ الْبَرْزَخِ، وَ يُسَهِّلُ عَلَيْنَا بِهِ سَبِيلَ الْمَبْعَثِ، وَ يُشَرِّفُ بِهِ مَنَازِلَنَا عِنْدَ مَوَاقِفِ الْأَشْهَادِ، يَوْمَ تُجْزَى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُونَ، يَوْمَ لَا يُغْنِي مَوْلًى عَنْ مَوْلًى شَيْئاً وَ لَا هُمْ يُنْصَرُونَ. حَمْداً يَرْتَفِعُ مِنَّا إِلَى أَعْلَى عِلِّيِّينَ فِي كِتَابٍ مَرْقُومٍ يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ. حَمْداً تَقَرُّ بِهِ عُيُونُنَا إِذَا بَرِقَتِ الْأَبْصَارُ، وَ تَبْيَضُّ بِهِ وُجُوهُنَا إِذَا اسْوَدَّتِ الْأَبْشَارُ. حَمْداً نُعْتَقُ بِهِ مِنْ أَلِيمِ نَارِ اللّٰهِ إِلَى كَرِيمِ جِوَارِ اللّٰهِ. حَمْداً نُزَاحِمُ بِهِ مَلَائِكَتَهُ الْمُقَرَّبِينَ، وَ نُضَامُّ بِهِ أَنْبِيَاءَهُ الْمُرْسَلِينَ فِي دَارِ الْمُقَامَةِ الَّتِي لَا تَزُولُ، وَ مَحَلِّ كَرَامَتِهِ الَّتِي لَا تَحُولُ.

ساری حمد اللہ کے لئے ہے کہ اس نے اپنے نفس کی معرفت عطا کی ہے اور اپنے شکر کا الہام کیا ہے اور ہمارے لئے ربوبیت کی معرفت کے دروازے کھول دئے ہیں اور ہمیں توحید میں اخلاص کی طرف رہنمائی کر دی ہے اور بے دینی اور اس کے معاملات میں شک سے بچالیا ہے کہ اب ہم شکر ادا کرنے والی مخلوقات کے درمیان زندگی گزار رہے ہیں اور اس کی رضا اور مغفرت کی طرف سبقت کرنے والوں سے آگے بڑھے جارہے ہیں یہ وہ حمد ہے جس کے ذریعہ وہ ہمارے لئے برزخ کی تاریکیوں کو روشن بناتا ہے اور قبر سے اٹھنے کے راستہ کو آسان کر دیتا ہے اور جب اس کے سامنے کھڑے ہوں گے اس وقت کے لئے ہماری منزل کو بلند تر بنادیتا ہے جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کام آنے والا نہیں ہے اور کسی کی کوئی مدد نہیں کی جاسکتی ہے ایسی حمد جو ہماری طرف سے آس اعلی علیین (بلند ترین مقام) کی طرف جاتی ہے جس کا ذکر کتاب مرقوم میں ہے اور اس کے شاہد مقرب بندے ہیں اور جس کے ذریعہ سے ہماری آنکھوں کو خنکی نصیب ہو جب تمام آنکھیں چوندھی ہو جائیں اور ہمارے چہرے سفید ہو جائیں جب تمام جلدیں سیاہ ہو رہی ہوں۔ ایسی حمد جس کے ذریعہ ہم جہنم کے دردناک عذاب سے آزاد ہو کر خدائے کریم کے جوار میں پہنچ جائیں۔ جہاں ملائکہ مقربین کے اژدہام کے درمیان ہوں اور انبیائے مرسلین سے ملادئے جائیں اس مستقل مکان سے جس کے لئے زوال نہیں ہے اور اس محل کرامت میں جس کے لئے تغیر نہیں ہے۔

اللّٰهمَّ صلِّ علَى محمَّد و آله، و جنِّبنا الإلحاد في توحيدك، و التَّقصير في تمجيدك، و الشَّكَّ في دينك، و العمى عن سبيلك، و الإغفال لحرمتك، و الانخداع لعدوِّك الشَّيطان الرَّجيم۔

خدایا محمدؐ و آل محمدؐ پر رحمت نازل فرما اور ہمیں اپنی توحید کے بارے میں ہر طرح کی بے راہ روی اور اپنی بزرگی کے اقرار کے ذیل میں ہر طرح کی کوتاہی اور اپنے دین میں ہر طرح کے شک اور اپنے راستہ سے ہر طرح کی گمراہی اور اپنی حرمت سے ہر طرح کی غفلت اور اپنے دشمن شیطان رجیم سے ہر طرح سے دھوکہ کھانے سے محفوظ فرمادے۔

پروردگار عالم کی تعریف

و الحمد لله بكلِّ ما حمده به أدنى ملائكته إليه و أكرم خليقته عليه و أرضى حامديه لديه حمداً يفضل سائر الحمد كفضل ربِّنا علَى جميع خلقه. ثمَّ له الحمد مكان كلِّ نعمة له علينا و علَى جميع عباده الماضين و الباقين عدد ما أحاط به علمه من جميع الأشياء، و مكان كلِّ واحدة منها عددها أضعافاً مضاعفة أبداً سرمداً إلَى يوم القيامة. حمداً لا منتهى لحدِّه، و لا حساب لعدده، و لا مبلغ لغايته، و لا انقطاع لأمده حمداً يكون وصلة إلَى طاعته و عفوه، و سبباً إلَى رضوانه، و ذريعة إلَى مغفرته، و طريقاً إلَى جنَّته، و خفيراً من نقمته، و أمناً من غضبه، و ظهيراً علَى طاعته، و حاجزاً عن نظم الشُّهداء بسيوف أعدائه، إنَّه ولي حميد۔

اللہ کے لئے ہر وہ تعریف ہے جس کے ذریعہ اس کے مقرب ترین ملائکہ اور مکرم ترین مخلوق اور بہترین حمد کرنے والوں نے حمد کی ہے وہ حمد جو تمام حمد سے اس قدر بالاتر ہے جیسے پروردگار اپنی تمام تر مخلوقات سے بالاتر ہے۔

اس کے بعد اس کے لئے حمد ہے ہر اس نعمت کے بدلے جو اس نے ہم پر اور اپنے تمام گذشتہ اور باقی بندوں پر نازل کی ہے اور اس عدد کے برابر جہاں تک اشیائے کائنات پر اس علم کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور پھر ہر نعمت کے بدلے حمد کے عدد کو دگنا چوگنا اور روز قیامت تک پائندہ بنادے۔

وہ حمد جس کی انتہائی کی کوئی حد نہ ہو اور جس کے عدد کا کوئی حساب نہ ہو اور جس کے آخری سرے تک رسائی نہ ہو سکے اور ہو حمد جو اس کی اطاعت اور مغفرت تک پہنچنے کا ذریعہ ہو اس کی رضا کے حصول کے سبب ہو اس کی بخشش کا وسیلہ ہو اس کی جنت کا راستہ ہو اس کے عذاب سے حفاظت کا سامان ہو اس کے غضب سے امن و

امان ہو اس کی اطاعت کی مددگار ہو اس کے غضب سے روکنے والی ہو اور اس کے حقوق اور احکام کی ادائگی میں مددگار ہو تاکہ ہم اس کے ذریعہ اس کے اولیا کے نیک بختوں سے ساتھ ہو جائیں اور اس کے دشمنوں کی تلوار سے شہید ہونے والوں کی صف میں شامل ہو جائیں۔ بے شک ہو ایسا سرپرست ہے جو قابل حمد ثنا و ستائش ہے۔

و أَنْتَ اللهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ، الَّذِی أَنْشَأْتَ الْأَشْیَاءَ مِنْ غَیْرِ سِنْخٍ، وَ صَوَّرْتَ مَا صَوَّرْتَ مِنْ غَیْرِ مِثَالٍ، وَ ابْتَدَعْتَ الْمُبْتَدَعَاتِ بِلَا احْتِذَاءٍ. ۱۳) أَنْتَ الَّذِی قَدَّرْتَ کُلَّ شَیْءٍ تَقْدِیراً، وَ یَسَّرْتَ کُلَّ شَیْءٍ تَیْسِیراً، وَ دَبَّرْتَ مَا دُونَکَ تَدْبِیراً أَنْتَ الَّذِی لَمْ یُعِنْکَ عَلَی خَلْقِکَ شَرِیکٌ، وَ لَمْ یُوَازِرْکَ فِی أَمْرِکَ وَزِیرٌ، وَ لَمْ یَکُنْ لَکَ مُشَاهِدٌ وَ لَا نَظِیرٌ. أَنْتَ الَّذِی أَرَدْتَ فَکَانَ حَتْماً مَا أَرَدْتَ، وَ قَضَیْتَ فَکَانَ عَدْلًا مَا قَضَیْتَ، وَ حَکَمْتَ فَکَانَ نِصْفاً مَا حَکَمْتَ. أَنْتَ الَّذِی لَا یَحْوِیکَ مَکَانٌ، وَ لَمْ یَقُمْ لِسُلْطَانِکَ سُلْطَانٌ، وَ لَمْ یُعْیِکَ بُرْهَانٌ وَ لَا بَیَانٌ. أَنْتَ الَّذِی أَحْصَیْتَ کُلَّ شَیْءٍ عَدَداً، وَ جَعَلْتَ لِکُلِّ شَیْءٍ أَمَداً، وَ قَدَّرْتَ کُلَّ شَیْءٍ تَقْدِیراً. أَنْتَ الَّذِی قَصُرَتِ الْأَوْهَامُ عَنْ ذَاتِیَّتِکَ، وَ عَجَزَتِ الْأَفْهَامُ عَنْ کَیْفِیَّتِکَ، وَ لَمْ تُدْرِکِ الْأَبْصَارُ مَوْضِعَ أَیْنِیَّتِکَ. أَنْتَ الَّذِی لَا تُحَدُّ فَتَکُونَ مَحْدُوداً، وَ لَمْ تُمَثَّلْ فَتَکُونَ مَوْجُوداً، وَ لَمْ تَلِدْ فَتَکُونَ مَوْلُوداً. أَنْتَ الَّذِی لَا ضِدَّ مَعَکَ فَیُعَانِدَکَ، وَ لَا عِدْلَ لَکَ فَیُکَاثِرَکَ، وَ لَا نِدَّ لَکَ فَیُعَارِضَکَ. أَنْتَ الَّذِی ابْتَدَأَ، وَ اخْتَرَعَ، وَ اسْتَحْدَثَ، وَ ابْتَدَعَ، وَ أَحْسَنَ صُنْعَ مَا صَنَعَ.

تو وہ خدا ہے جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے تو وہ جس نے تمام اشیا کو بغیر مواد کے پیدا کیا اور سب کی تصویریں بغیر کسی نمونہ کے بنائی ہے نئی نئی چیزوں کو بغیر مثال کے ایجاد کیا ہے۔ اور تو ہی وہ ہے جس نے ہر چیز کی مقدار معین کی ہے اور ہر چیز کے لئے فرائض کی انجام دہی کو آسان بنا دیا ہے اور خود پر چیز کی تدبیر سازی فرمائی ہے۔ تو وہ خدا ہے جس کے کار تخلیق میں کوئی شریک نہیں ہے اور جس کا امور مملکت میں کوئی وزیر نہیں ہے۔ تو وہ ہے کہ جس نے جس چیز کا ارادہ کر لیا وہ حتمی ہو گئی اور جس چیز کا فیصلہ کر دیا وہ فیصلہ مطابق عدل رہا اور تیرا ہر حکم مطابق انصاف ہے تو ہی وہ جس پر کوئی مکان حاوی نہیں اور اس کی سلطنت کے مقابلہ میں کوئی سلطنت و اقتدار نہیں ہے اور کسی بیان و برہان کے مسئلہ میں عاجز نہیں ہے تو وہ ہے جس نے ہر شے کے عدد کو شمار کر لیا ہے اور ہر چیز کی ایک انتہا معین کر دی ہے اور ہر شے کا ایک اندازہ طے کر دیا ہے تو ہی وہ ہے جس کی ذات کے ادراک سے عقول قاصر ہیں اور اس کی کیفیت کی تحدید سے فکریں عاجز ہیں اور اس کی جگہ تک

نگاہوں کی رسائی نہیں ہے تو ہی وہ ہے جس کی کوئی حد نہیں ہے جو اسے محدود بنا سکے اور اس کا کوئی پیدا کرنے والا نہیں ہے کہ اسے مولود قرار دیا جا سکے تو ہی وہ ہے جس کی کوئی ضد نہیں ہے کہ وہ جھگڑا کر سکے اور کوئی ہمسر نہیں ہے کہ وہ مقابلہ کر سکے اور کوئی مثل نہیں ہے جو آڑے آسکے۔ تو ہی وہ ہے جس نے ابتدا اور ایجاد کی ہے عالم کی بنیاد قائم کی ہے اور بلا مثال بنایا ہے اور جو کچھ بنایا ہے بہترین بنایا ہے۔

سبحانک بسطت بالخیرات یدک و عرفت الهدایة من عندک فمن التمسک لدین او دنیا وجدک سبحانک خضع لک من جری فی علمک سبحانک لا تحس ولا تجس ولا تمس ولا تکاد ولا تماط۔۔۔سبحانک سبیلک جدد وامرک رشد وانت حی صمد۔ سبحانک قولک حکم وقضائک حتم وارادتک عزم سبحانک لا راد لمشیتک ولا مبدل لکلماتک سبحانک قاهر الارباب باهر الآیات فاطر السماوات باریٔ النسمات۔

تو پاک و منزہ ہے! تو نے اپنے ہاتھوں کو نیکی کے لئے کھول رکھا ہے اور ہدایت و رہنمائی تم سے ہی جانی گئی اس بنیاد پر جو بھی تجھ کو دین و دنیا کے لئے پانا چاہے گا وہ پالے گا۔

تو پاک و منزہ ہے جو بھی تیرے علم میں ہے وہ سب تیرے سامنے سر تسلیم خم کئے ہوئے ہیں۔ تو پاک و منزہ ہے تو حواس کے ذریعہ محسوس نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی تجھے دیکھا جا سکتا ہے اور نہ ہی ہاتھوں کے ذریعہ چھوا جا سکتا ہے۔ پاک و پاکیزہ ہے تو تجھ تک پہنچنے کا راستہ ہموار اور تیرا امر ہدایت ہے اور تو زندہ و بے نیاز ہے۔ تو پاک و منزہ ہے تیرا قول حکمت ہے اور تیرا ارادہ محکم ہے۔ تو پاک و منزہ ہے تیری مشیت کو کوئی ٹال نہیں سکتا اور تیرے کلمات کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ تو پاک و منزہ ہے اے وہ خدا جس کی قدرت کی نشانیاں واضح و آشکار ہیں اے زمین و آسمان کو پیدا کرنے والے۔

روح کو سکون اور وجدان کو سیراب کرنے والی

اللهم یا کافی الفرد الضعیف و واقی الامر المخوف۔

خدایا! اے تنہا اور کمزور انسان کے کام آنے والے اور خوف ناک امور سے بچانے والے۔

۔۔۔بل اجعل سکون قلبی و انس نفسی واستغنائی و کفایتی بک و بخیار خلقک۔

بلکہ میرے دل کا سکون میرے نفس کا انس میری بے نیازی اور تو انگری سب تیرے اور تیری پسندیدہ مخلوق کے ذریعہ ہو۔

اللهم انی اخلصت بانقطاعی الیک و اقبلت بکلی علیک۔

خدایا! مکمل اخلاص کے ساتھ تیری طرف آرہا ہوں اور پورے وجود کے ساتھ تیری طرف متوجہ ہوں۔

انسان کے عمل سے پاک و بے نیاز

وقد علمت انه لیس فی حکمک ظلم ولا فی نقمتک عجلة وانما یعجل من یخاف الفوت وانما یحتاج الی الظلم الضعیف وقد تعالیت یا الھی عن ذالک علوا کبیراً۔

اور میں اس بات کو جان چکا ہوں کہ تیرے حکم میں ظلم اور تیرے انتقام میں جلد بازی نہیں ہے، کیونکہ جلدی وہ کرتا ہے جس کو فوت ہونے کا خطرہ ہو اور ظلم کی ضرورت اس کو ہوتی ہے جو ضعیف و کمزور ہوتا ہے اور جب کہ تو اے میرے خدا ان تمام چیزوں سے بالاتر اور بلند ہے۔

انسان و جہان

انسان و جہان کا مقصد

امام سجادؑ کی روش دعا کے سلسلہ میں یہ تھی کہ پہلے خداوند عالم کی تعریف و تمجید کرتے تھے اس کے بعد اپنی حاجات طلب کرتے تھے اور فرماتے تھے:

اَلْحمدُ لله الأَوَّلِ بلَا أَوَّلٍ كَانَ قَبْلَهُ، وَ الْآخِرِ بلَا آخِرٍ يَكُونُ بعدَهُ الذى قَصُرَتْ عَنْ رُؤيته أَبصار النَّاظِرِين، وَ عَجَزَتْ عَنْ نعته أَوهامُ الْواصفين. ابتدعَ بقُدرته الْخَلْق ابتداعاً، و اخترعهم على مشيَّته اختراعاً. ثُمَّ سلَكَ بهِمْ طَرِيق إرادته، و بعثهم فى سَبِيل محبَّته، لَا يملكُونَ تأخيراً عمَّا قدَّمهم إِلَيْه، و لَا يستطيعونَ تقدُّماً إِلى مَا أَخَّرهم عنه. و جعل لكُلِّ روحٍ منهم قُوتاً معلوماً مقسوماً من رزقه، لَا ينقصُ من زاده ناقص، و لَا يزيد من نقص منهم زائد. ثُمَّ ضرب له فى الْحياة أَجَلاً موقُوتاً، و نصب له أَمداً محدوداً، يتخطى إِلَيه بأَيَّام عمره، و يرهقه بأَعوام دهره، حتَّى إِذَا بلَغ أَقْصى أَثَره، و استوعب حساب عمره، قبضه إِلَى ما ندبه إِلَيه من موفور ثوابه، أَو محذُور عقابه، ليجزىَ الذين أَساءوا بما عملُوا و يجزى الذين أَحسنوا بالْحسنى. عدلاً منه، تقدَّست أَسماؤُهُ، وَ تظاهرتْ آلاؤُهُ، لَا يسأَلُ عمَّا يفعل و هم يسأَلُونَ.

ساری تعریف اس اللہ کے لئے ہے جو بغیر کسی اول کے سہارے کہ جو اس کے پہلے رہا ہو خود ہی اول ہے اور بغیر کسی آخر کی مدد کے جو اس کے بعد تک رہنے والا ہو خود ہی آخر ہے۔ اس کے جمال کو دیکھنے سے صاحبان بصارت کی آنکھیں قاصر ہیں اور اس کی تعریف کرنے سے توصیف کرنے والوں کے خیالات عاجز ہیں۔ اس

نے اپنی مخلوقات کو اپنی قدرت کے ذریعہ بلا کسی نمونہ کے ایجاد کیا ہے پھر سب کو اپنے ارادہ کے راستہ پر لگایا ہے اور اپنی محبت کی راہ پر چلنے کے لئے آمادہ کر دیا ہے جس طرف ان کو بڑھا دیا ہے اس سے پیچھے ہٹنے کا اختیار نہیں ہے اور جہاں پیچھے ہٹا دیا ہے وہاں سے آگے بڑھنے کا دم نہیں ہے۔

ہر روح کے لئے ایک غذا مقرر کر دی ہے جس کی تقسیم کا کام بھی اپنے ہاتھوں میں رکھا ہے نہ کوئی کم کرنے والا اسے کم کر سکتا ہے اور نہ کوئی بڑھانے والا اسے بڑھا سکتا ہے اس کے بعد سب کی زندگی کی مدت بھی طے کر دی ہے اور سب کے لئے ایک محدود نشانہ بھی معین کر دیا ہے جس کی طرف تمام ایام حیات میں پتہ چلتا ہی رہتا ہے اور تمام زمانہ کے برسوں میں اس تک پہنچنا ہی چاہتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنے آخری نشانہ تک پہنچ جاتا ہے اور اپنی عمر کا حساب پورا کر لیتا ہے تو اسے اس منزل کی طرف بلا لیتا ہے جس کا اعلان پہلے ہی کر دیا تھا یعنی وافر مقدار میں ثواب یا خطرناک عقاب تاکہ برے اعمال کرنے والوں کو ان کے عمل کا بدلہ دے سکے اور نیکیاں انجام دینے والوں کو نیکی عطا کر سکے اپنے عدل و انصاف کی بنا پر کہ اس کے نام پاکیزہ ہیں اور اس کی نعمتیں مسلسل ہیں اس کے اعمال کے بارے میں کوئی پرسش نہیں ہو سکتی لیکن باقی سب سے سوال کیا جائے گا۔

حق و حقوق کا دفاع

وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَوْ حَبَسَ عَنْ عِبَادِهِ مَعْرِفَةَ حَمْدِهِ عَلَى مَا أَبْلَاهُمْ مِنْ مِنَنِهِ الْمُتَتَابِعَةِ، وَ أَسْبَغَ عَلَيْهِمْ مِنْ نِعَمِهِ الْمُتَظَاهِرَةِ، لَتَصَرَّفُوا فِي مِنَنِهِ فَلَمْ يَحْمَدُوهُ، وَ تَوَسَّعُوا فِي رِزْقِهِ فَلَمْ يَشْكُرُوهُ. وَ لَوْ كَانُوا كَذَلِكَ لَخَرَجُوا مِنْ حُدُودِ الْإِنْسَانِيَّةِ إِلَى حَدِّ الْبَهِيمِيَّةِ فَكَانُوا كَمَا وَصَفَ فِي مُحْكَمِ كِتَابِهِ «إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا.»

ساری حمد اس اللہ کے لئے ہے جو اپنی نعمتوں اور متواتر رحمتوں پر شکریہ ادا کرنے کی معرفت کو اپنے بندوں سے روک لیتا ہے تو سب اس کے احسانات میں تصرف کرتے اور کوئی حمد نہ کرتا۔ سب اس کے وسیع رزق کو حاصل کرتے اور کوئی شکریہ ادا نہ کرتا اور ایسا ہو جاتا تو انسانیت کی حدوں سے نکل کر جانوروں کی منزل میں آجاتے اور ویسے ہی ہو جاتے جیسا اس نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ (یہ لوگ چوپایوں جیسے ہیں بلکہ ان سے زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں)۔

انسان اور تسخیر کائنات

وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي اخْتَارَ لَنَا مَحَاسِنَ الْخَلْقِ، وَ أَجْرَى عَلَيْنَا طَيِّبَاتِ الرِّزْقِ. وَ جَعَلَ لَنَا الْفَضِيلَةَ بِالْمَلَكَةِ عَلَى جَمِيعِ الْخَلْقِ، فَكُلُّ خَلِيقَتِهِ مُنْقَادَةٌ لَنَا بِقُدْرَتِهِ، وَ صَائِرَةٌ إِلَى طَاعَتِنَا بِعِزَّتِهِ. وَ الْحَمْدُ

لله الذی أَغْلَقَ عنّا بابَ الْحاجة إلا إلَيه، فَكَيْفَ نطيق حمده أم متى نُؤدّى شُكْره لا، متى. و الْحمدُ لله الذی رَكّب فينا آلاتَ الْبسط، و جعل لَنَا أدوات الْقَبْض، و متّعنا بأرواحِ الْحياة، و أثْبتَ فينا جوارِحِ الأعْمال، و غذّانا بطيّبات الرِّزق، و أغْنانا بفضْله، و أقْنانا بمنّه. ثُمّ أمرنا ليَخْتبر طاعتنا، و نهانا ليبْتلى شُكْرنا، فَخالَفْنا عن طَريق أمره، و ركبْنا متونَ زجره، فَلَم يبتدرنا بعقُوبته، و لَم يعاجلْنا بنقْمته، بل تأنّانا برحْمته تكرُّماً، و انْتظر مراجعتنا برأفته حلْماً.

ساری حمد اس اللہ کے لیے ہے جس نے ہمارے لئے بہترین اخلاق کا انتخاب فرمایا ہے اور ہم پر پاکیزہ رزق کو مسلسل برقرار رکھا ہے اور ہمیں تمام مخلوقات پر حکومت کی فضیلت عنایت فرمائی ہے اب اس کی تمام مخلوقات اس کی قدرت سے ہماری مطیع ہے اور اس کی عزت کی بناپر ہماری اطاعت کی طرف گامزن ہے۔ ساری تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہمارے لئے اپنی علاوہ ہر ایک سے مانگنے کا دروازہ بند کردیا ہے تو اب ہم اس کی حمد کی طاقت کہاں سے لائیں اور اس کا شکریہ کیسے ادا کریں اور کب ادا کریں جب کہ سچ تو یہ ہے کہ کبھی ادا نہیں ہوسکتا۔ ساری حمد اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہمارے اندر وسعت کے آلات بھی دیے ہیں اور روکنے کے وسائل بھی قرار دے دیے ہیں ہمیں زندگی کی راحتوں سے بھی نوازا ہے اور ہمارے اندر عمل کرنے والے اعضا بھی رکھ دیے ہیں پاکیزہ رزق بھی عطا فرمایا ہے اور ہمیں اپنے فضل سے بے نیاز بھی بنا دیا ہے اور ہمیں اپنے احسانات کا سرمایہ بھی عنایت فرمادیا ہے۔

اس کے بعد ہمیں احکام عنایت فرمائے تاکہ ہماری اطاعت کا امتحان لے اور ہمیں نہی کی تاکہ ہمارے شکر کی آزمائش کرے مگر ہم نے اس کے امر کی راہ سے اختلاف کیا اور اس کے ممنوعات کی پشت پر سوار ہوگئے پھر بھی اس نے عذاب میں سبقت نہیں کی اور انتقام میں عجلت سے کام نہیں لیا بلکہ کرم کرکے اپنی رحمت سے مہلت دیدی اور اپنے حلم کی بناپر مہربانی کرکے ہماری واپسی کا انتظار کیا۔

انسان وجہان کا اتحاد

و هَذَا يومٌ حادثٌ جديدٌ، و هُوَ علَيْنا شاهدٌ عتيدٌ، إنْ أحسنّا ودّعنا بحمْد، و إن أسأنا فارقنا بذمّ. اللهُمّ صلّ علَى محمّد و آله، و ارزُقْنا حسن مصاحبته، و اعصمنا من سوء مفارقته بارتكاب جريرة، أو اقْتراف صغيرة أو كبيرة و أجزلْ لنا فيه من الحسنات، و أخلنا فيه من السّيّئات، و املأ لنا ما بيْن طرفَيْه حمدا و شُكْرا و أجرا و ذُخرا و فضْلا و إحسانا. اللّهم

صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ و آله، و اجعلْه أَيْمن يوم عهدْنَاه، و أَفْضَل صاحب صحبناه، و خَيْر وَقت ظَلِلْنا فيه۔

یہ ایک نیا دن ہے لیکن ہمارا پرانا گواہ ہے جو ہر وقت حاضر رہتا ہے کہ ہم اچھا کام کرتے ہیں تو ہمیں شکر کے ساتھ رخصت کرتا ہے اور برا کام کرتے ہیں تو مذمت کر کے چلا جاتا ہے۔ خدایا محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور ہمیں اس کی بہترین مصاحبت عطا فرما اور اس کی بدترین جدائی سے محفوظ فرما جو کسی جرم کے ارتکاب اور کسی گناہ صغیرہ اور کبیرہ کے عمل سے حاصل ہوتی ہے۔ ہمارے لئے نیکیوں کی کثرت میں اضافہ فرمادے اور ہمیں برائیوں سے خالی کردے اور ہمارے لئے دن کے دونوں اطراف کو حمد' اجر' ذخیرہ' فضل اور احسان سے معمور کردے۔ خدایا محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور اس دن کو میری زندگی کا مبارک ترین دن بہترین وقت بنادے جس کے زیر سایہ میں نے زندگی گزاری ہو۔

دوسری دنیا کا اعتقاد اور اس میں انسان کا نقش

و نَعوذُ بكَ من الْحسرة الْعظْمى، و الْمصيبة الْكُبْرى، و أَشقَى الشَّقاء، و سوء الْمآب، و حرمان الثّواب، و حلُول الْعقَاب اللهمّ صلِّ عَلَى محمَّد و آله، و أعذْنى من كُلّ ذلك برحمتك و جميع المؤمنين و الْمؤمنات، يا أرحم الرَّاحمين.

اور ہم تیری پناہ چاہتے ہیں عظیم حسرت' بڑی مصیبت' بدترین بدبختی' برے انجام' ثواب سے محرومی اور عذاب کے نازل ہونے سے۔ خدایا محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور مجھے ان تمام بلاؤں سے پناہ دیدے۔ اپنی رحمت کے سہارے۔ اور تمام مومنین و مومنات کو بھی پناہ دیدے اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

اللّهمَّ ارزُقْنا خوفَ عقاب الْوعيد، و شوقَ ثواب الْموعود حتّى نجد لَذّة ما ندْعوكَ به، و كآبة ما نستجيرُكَ منه.

خدایا ہمیں روز قیامت کے عذاب کا خوف اور اس ثواب کا شوق عطا فرما جس کا تو نے وعدہ کیا ہے تاکہ ہم تجھ سے دعاؤں لذت کا احساس کرسکیں اور جن گناہوں سے پناہ چاہتے ہیں ان کے درد کو محسوس کرسکیں۔

انسان اور خودسازی میں اس کا نقش

فقد انقطعت اليک همتي وانصرفت نحوک رغبتي فانک لا غيرک مرادی ولک لا سواک سهری و سهادي۔

میں نے اپنی ہمت کو تجھ سے وابستہ کرلیا ہے اور اپنی رغبت کو تیری طرف موڑ دیا ہے پس تیرے علاوہ کوئی میری مراد کو پورا کرنے والا نہیں ہے تنہا تو ہے اور تیرے علاوہ کوئی نہیں جو میری شب بیداری اور میر بیداری کا ہمدرد ہو۔

ماہ رمضان

دخول ماہ رمضان

و الْحمدُ لله الذی جعل من تلْكَ السُّبلِ شهْرهُ شهْر رمضان، شهْر الصِّيام، و شهْر الْإسْلام، و شهْر الطهور و شهْر التّمْحيص، و شهْر الْقيام الذی أُنْزلَ فيه الْقُرآنُ، هدی للنّاس، و بيّنات من الْهدی و الْفرقان فأبان فضيلته علی سائر الشُّهور بما جعل له من الْحرمات الْموفُورة، و الْفضائل الْمشْهورة، فحرّم فيه ما أحلّ فی غيْره إعْظاماً، و حجر فيه الْمطاعم و الْمشارب إكْراماً، و جعل له وقْتاً بيّناً لا يجيز جلّ و عزّ أنْ يقدّم قبْله، و لا يقْبل أنْ يؤخّر عنه.

ساری حمد اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہمارے خیر کے راستوں میں سے ایک راستہ اپنے مہینہ کو قرار دیا ہے جو رمضان کا مہینہ ہے روزہ کا مہینہ ہے اور راتوں کے قیام کا مہینہ ہے جس میں اس نے اس قرآن کو نازل کیا ہے اور اسے لوگوں کے لئے ہدایت اور ہدایت کے ساتھ حق و باطل میں امتیاز کی کھلی نشانی قرار دیا ہے۔ اور اس کے بعد فراوان عزتوں اور مشہور فضیلتوں کے ذریعہ تمام مہینوں پر اس کی فضیلت کا اظہار کیا ہے اس کے احترام میں ان چیزوں کو بھی حرام کر دیا ہے جو دوسرے مہینوں میں حلال تھیں اور اس کے اکرام میں کھانے پینے کو بھی ممنوع قرار دیدیا ہے اور اس نے اس کے لئے ایک واضح وقت قرار دیا ہے جس سے نہ مقدم کرنے کی اجازت ہے اور نہ موخر کرنے پر راضی ہے۔

اللهمّ صلّ علی محمّد و آله، و ألْهمنا معْرفة فضْله و إجْلال حرْمته، و التّحفُّظ ممّا حظرْت فيه، و أعنّا علی صيامه بكفّ الْجوارح عن معاصيك، و استعمالها فيه بما يرضيك حتّی لا نصغی بأسْماعنا إلی لغْو، و لا نسْرع بأبصارنا إلی لهْو و حتّی لا نبسط أيْدينا إلی محْظُور، و لا نخْطُو بأقْدامنا إلی محْجور، و حتّی لا تعی بطُوننا إلا ما أحْللْت، و لا تنْطق ألْسنتنا إلا بما مثّلْت، و لا نتكلّف إلا ما يدْنی من ثوابك، و لا نتعاطی إلا الذی يقی من عقابك، ثمّ خلّص ذلك كُلّه من رئاء الْمرائين، و سمْعة الْمسْمعين، لا نُشْرك فيه أحداً دُونك، و لا نبْتغی فيه مراداً سواك.

خدایا محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور ہمیں اس کی فضیلت کی معرفت اور اس کی حرمت کی جلالت اور اس میں تمام ممنوعہ امور سے تحفظ کا الہام عطا فرما اور اس کے روزوں پر ہماری امداد فرما کہ ہم اپنے اعضا کو تیری نافرمانی سے روک سکیں اور ان اعمال میں لگا سکیں جو تجھے راضی کر سکیں تاکہ ہم کسی لغو بات پر کان نہ دھریں اور کسی لہو کی طرف جلدی سے نگاہ نہ کریں اور نہ کسی ممنوع شے کی طرف ہاتھ بڑھائیں اور نہ کسی حرام کی طرف قدم اٹھائیں۔

یہاں تک کہ ہمارے پیٹ بھی انہیں چیزوں سے بھریں جنہیں تو نے حلال قرار دیا ہے اور ہماری زبان بھی انہیں باتوں سے گویا ہو جنہیں تو نے بیان کیا ہے اور ہم صرف انہیں اعمال کی زحمت اٹھائیں جو ثواب سے قریب تر بنادیں اور وہی افعال انجام دیں جو تیرے عذاب سے بچا سکیں اس کے بعد ان تمام اعمال کو ریاکاروں کی ریاکاری اور سنانے والوں کے جذبہ شہرت سے پاک بنادے تاکہ ہم تیرے علاوہ کسی کو شریک نہ کریں اور تیرے ماسوا کسی مطلوب کی آرزو نہ کریں۔

ماہ مبارک کا چاند دیکھنا

أَيُّهَا الْخَلْقُ الْمُطِيعُ، الدَّائِبُ السَّرِيعُ، الْمُتَرَدِّدُ فِى مَنَازِلِ التَّقْدِيرِ، الْمُتَصَرِّفُ فِى فَلَكِ التَّدْبِيرِ. آمَنْتُ بِمَنْ نَوَّرَ بِكَ الظُّلَمَ، وَ أَوْضَحَ بِكَ الْبُهَمَ، وَ جَعَلَكَ آيَةً مِنْ آيَاتِ مُلْكِهِ، وَ عَلَامَةً مِنْ عَلَامَاتِ سُلْطَانِهِ، وَ امْتَهَنَكَ بِالزِّيَادَةِ وَ النُّقْصَانِ، وَ الطُّلُوعِ وَ الْأُفُولِ، وَ الْإِنَارَةِ وَ الْكُسُوفِ، فِى كُلِّ ذَلِكَ أَنْتَ لَهُ مُطِيعٌ، وَ إِلَى إِرَادَتِهِ سَرِيعٌ سُبْحَانَهُ مَا أَعْجَبَ مَا دَبَّرَ فِى أَمْرِكَ وَ أَلْطَفَ مَا صَنَعَ فِى شَأْنِكَ جَعَلَكَ مِفْتَاحَ شَهْرٍ حَادِثٍ لِأَمْرٍ حَادِثٍ فَأَسْأَلُ اللَّهَ رَبِّى وَ رَبَّكَ، وَ خَالِقِى وَ خَالِقَكَ، وَ مُقَدِّرِى وَ مُقَدِّرَكَ، وَ مُصَوِّرِى وَ مُصَوِّرَكَ أَنْ يُصَلِّىَ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِهِ، وَ أَنْ يَجْعَلَكَ هِلَالَ بَرَكَةٍ لَا تَمْحَقُهَا الْأَيَّامُ، وَ طَهَارَةٍ لَا تُدَنِّسُهَا الْآثَامُ هِلَالَ أَمْنٍ مِنَ الْآفَاتِ، وَ سَلَامَةٍ مِنَ السَّيِّئَاتِ، هِلَالَ سَعْدٍ لَا نَحْسَ فِيهِ، وَ يُمْنٍ لَا نَكَدَ مَعَهُ، وَ يُسْرٍ لَا يُمَازِجُهُ عُسْرٌ، وَ خَيْرٍ لَا يَشُوبُهُ شَرٌّ، هِلَالَ أَمْنٍ وَ إِيمَانٍ وَ نِعْمَةٍ وَ إِحْسَانٍ وَ سَلَامَةٍ وَ إِسْلَامٍ. اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِهِ، وَ اجْعَلْنَا مِنْ أَرْضَى مَنْ طَلَعَ عَلَيْهِ، وَ أَزْكَى مَنْ نَظَرَ إِلَيْهِ، وَ أَسْعَدَ مَنْ تَعَبَّدَ لَكَ فِيهِ، وَ وَفِّقْنَا فِيهِ لِلتَّوْبَةِ، وَ اعْصِمْنَا فِيهِ مِنَ الْحَوْبَةِ، وَ احْفَظْنَا فِيهِ مِنْ مُبَاشَرَةِ مَعْصِيَتِكَ وَ أَوْزِعْنَا فِيهِ شُكْرَ نِعْمَتِكَ، وَ أَلْبِسْنَا فِيهِ جُنَنَ الْعَافِيَةِ، وَ أَتْمِمْ عَلَيْنَا بِاسْتِكْمَالِ طَاعَتِكَ فِيهِ الْمِنَّةَ، إِنَّكَ الْمَنَّانُ الْحَمِيدُ، وَ صَلَّى اللَّهُ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِهِ الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ.

اے اطاعت الٰہی میں تیز رفتاری کے ساتھ سر گرم عمل مخلوق۔ جو تقدیر الٰہی کی معینہ منزلوں میں گردش کرتا رہتا ہے اور آسان تدبیر پر تصرف کرتا رہتا ہے میں اس ذات اقدس پر ایمان رکھتا ہوں جس نے تیرے ذریعہ تاریکیوں کو روشن بنایا ڈھکی چھپی چیزوں کو واضح کیا اور تجھے اپنی مملکت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی اور اپنی سلطنت کی علامتوں میں سے ایک علامت قرار دیا اور تیری کمی وزیادتی اور طلوع و غروب، روشنی و کسوف کے ذریعہ تجھ پر اپنے غلبہ کو اظہار کیا اور تو ہر حال میں اس کا مطیع اور اس کی فرمانبرداری کی راہ میں سریع اسیر رہا۔ پاک و پاکیزہ ہے جس نے تیرے امر کی تدبیر کو حیرت انگیز انداز سے انجام دیا اور تیرے حالات کی ضائعی کو لطیف ترین قرار دیا اور تجھے آنے والے حالات کے لئے نئے مہینہ کی کلید بنا دیا۔ اب میں اسے خدا سے سوال کر رہا ہوں جو تیرا بھی رب ہے اور میرا بھی رب ہے تیرا خالق بھی ہے اور میرا خالق بھی ہے تیرا بھی تقدیر ساز ہے اور میرا بھی تقدیر ساز ہے تیرا بھی مصور ہے اور میرا بھی مصور ہے۔ کہ محمد وآل محمد پر رحمت نازل کرے اور تجھے وہ برکت کا چاند قرار دے جسے گناہ آلودہ نہ کر سکیں۔

تو آفتوں سے امن و امان کا چاند رہے اور برائیوں سے سلامتی کا ہلال بنے ایسی سعادت کا چاند بنے جس میں نحوست نہ ہو اور ایسی برکت کا چاند بنے جس میں رنج وغم نہ ہو اور ایسی سہولت کا چاند بنے جس میں تنگی نہ ہو اور ایسے خیر کا چاند بنے جس میں شر کی آمیزش نہ ہو امن و ایمان، نعمت و احسان اور سلامتی و اسلام کا چاند۔

خدایا محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور ہم کو ان تمام لوگوں میں پسندیدہ ترین بنا دے جن پر چاند طلوع کرے اور ان میں پاکیزہ ترین قرار دیدے جو اس کی طرف نظر کریں اور ان میں نیک بخت ترین بنا دے جو اس میں تیری عبادت کریں اور ہمیں توبہ کی توفیق دیدے اور ہمیں گناہوں سے محفوظ بنا دے اور ہمارا نافرمانیوں کے ارتکاب سے تحفظ فرما۔ اور نعمتوں کے شکریہ کی توفیق عطا فرما ہمیں اس مہینہ میں عافیت کا لباس پہنا دے اور تکمیل اطاعت کے ذریعہ ہم پر اپنے احسانات کو مکمل کر دے بے شک تو بڑا احسان کرنے والا اور قابل حمد ہے۔ اللہ رحمت نازل کرے حضرت محمد اور ان کی آل پر جو سب کے سب طیب و طاہر ہیں۔

شب قدر

ثُمَّ فَضَّلَ لَيْلَةً وَاحِدَةً مِن لَيَالِيهِ عَلَى لَيَالِي أَلْفِ شَهْرٍ، وَ سَمَّاهَا لَيْلَةَ الْقَدْرِ، تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَ الرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِنْ كُلِّ أَمْرٍ سَلَامٌ، دَائِمَ الْبَرَكَةِ إِلَى طُلُوعِ الْفَجْرِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ بِمَا أَحْكَمَ مِنْ قَضَائِهِ.

اس مہینہ کی ایک رات کو ہزار مہینوں کی راتوں سے افضل قرار دیدیا ہے اور اس کا نام شب قدر رکھ دیا ہے جس میں ملائکہ اور روح پروردگار کے اذن سے تمام امور لے کر نازل ہوتے ہیں اور یہ رات طلوع فجر تک سلامتی اور دوام برکت کا سبب رہتی ہے وہ اپنے جس بندہ کے لئے برکت چاہے اور جس طرح اس نے محکم فیصلہ کر دیا ہے۔

ماہ رمضان سے وداع

وَ أَنْتَ جَعَلْتَ مِن صَفَايَا تِلْكَ الْوَظَائِف، وَ خَصَائِص تِلْكَ الْفُرُوضِ شَهر رَمضَانَ الَّذِی اخْتَصَصْتَه مِن سَائِرِ الشُّهُورِ، وَ تَخَيَّرْتَه مِن جَمِيعِ الْأَزْمِنَة وَ الدُّهُورِ،

اور تو نے اپنے انہیں منتخب فرائض اور مخصوص واجبات میں ایک ماہ رمضان بھی قرار دیا ہے جسے تمام مہینوں میں خصوصیت عطا فرمائی ہے اور زمانوں اور اوقات میں منتخب قرار دیا ہے۔

وَ قَدْ أَقَامَ فِينَا هٰذَا الشَّهرُ مَقَامَ حَمْد، وَ صَحِبَنَا صُحْبَةَ مَبرُور، وَ أَربَحَنَا أَفْضَلَ أَربَاحِ الْعَالَمِين، ثُمَّ قَدْ فَارَقَنَا عِنْدَ تَمَامِ وَقْته، وَ انْقِطَاعِ مُدَّته، وَ وَفَاءِ عَدَده. فَنَحن مُوَدِّعُوه وِدَاعَ مَن عَزَّ فِرَاقُه عَلَينَا، وَ غَمَّنَا وَ أَوحَشَنَا انصِرَافُه عَنَّا، وَ لَزِمَنَا لَه الذِّمَامُ الْمَحفُوظُ، وَ الْحُرمَةُ الْمَرعِيَّةُ، وَ الْحَقُّ الْمَقضِيُّ، فَنَحن قَائِلُونَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا شَهرَ اللّٰهِ الْأَكْبَرِ، وَ يَا عِيدَ أَولِيَائِه. السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَكْرَمَ مَصحُوب مِنَ الْأَوْقَاتِ، وَ يَا خَيرَ شَهر فِی الْأَيَّامِ وَ السَّاعَاتِ. السَّلَامُ عَلَيْكَ مِن شَهر قَرُبَتْ فِيه الْآمَالُ، وَ نُشِرَتْ فِيه الْأَعمَالُ. السَّلَامُ عَلَيْكَ مِن قَرِين جَلَّ قَدرُه مَوجُوداً، وَ أَفْجَعَ فَقدُه مَفقُوداً، وَ مَرجُوٍّ آلَمَ فِرَاقُه. السَّلَامُ عَلَيْكَ مِن أَلِيف آنَسَ مُقْبِلاً فَسَرَّ، وَ أَوحَشَ مُنقَضِياً فَمَضَّ السَّلَامُ عَلَيْكَ مِن مُجَاوِر رَقَّتْ فِيه الْقُلُوبُ، وَ قَلَّتْ فِيه الذُّنُوبُ

اس مہینہ نے ہمارے درمیان قابل ستائش دن گزارے اور ہمارے ساتھ رفاقت کا حق ادا کیا ہمیں عالمین کے بہترین فوائد سے نوازا اور جب اس کا وقت تمام ہو گیا اور اس کی مدت ختم ہو گئی اور اس کا عدد پورا ہو گیا تو ہم سے رخصت ہونے لگا تو اب ہم اسے اس طرح رخصت کر رہے ہیں جس طرح اسے رخصت کیا جاتا ہے جس کا فراق سخت ہو اور اس کی جدائی غمزدہ اور وحشت زدہ بنانے والی ہو اور جو محفوظ حقوق، قابل نگہداشت حرمت اور قابل ادا حق کو لازم قرار دیدے تو اب ہم یہ آواز دے رہے ہیں کہ اے اللہ کے بزرگ ترین مہینے اور اے اولیائے خدا کے لئے زمانہ عید تجھ پر ہمارا سلام۔

سلام ہو تجھ پر اے اوقات میں سے بہترین ساتھی اور ایام وساعات میں سے بہترین مہینے۔ سلام ہو تجھ پر اے وہ
ماہ مبارک جس میں آرزوئیں قریب تر ہو گئیں اور اعمال کے صحیفہ منتشر ہو گئے۔ سلام ہو تجھ پر اے وہ ہمنشین جو
رہا تو اس کی منزلت عظیم رہی اور چلا گیا تو اس کے فراق نے رنجیدہ بنا دیا اور اس کا وجود ایسا پر امید تھا جس کی
جدائی دردناک ثابت ہوئی۔ سلام ہو تجھ پر اے وہ محبوب جو آیا تو سامان انس لے کر آیا اور خوش کر گیا اور گیا تو
وحشت زدہ اور رنجیدہ بنا کر گیا۔ سلام ہو تجھ پر اے وہ ہمسایہ جس کے زیر سایہ دل نرم ہو گئے اور گناہ کم ہو گئے۔

السَّلَامُ عَلَيْكَ مِنْ شَهْرٍ هُوَ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ سَلَامٌ السَّلَامُ عَلَيْكَ غَيْرَ كَرِيهِ الْمُصَاحَبَةِ، وَ لَا ذَمِيمِ
الْمُلَابَسَةِ السَّلَامُ عَلَيْكَ كَمَا وَفَدْتَ عَلَيْنَا بِالْبَرَكَاتِ، وَ غَسَلْتَ عَنَّا دَنَسَ الْخَطِيئَاتِ السَّلَامُ
عَلَيْكَ غَيْرَ مُوَدَّعٍ بَرَماً وَ لَا مَتْرُوكٍ صِيَامُهُ سَأَماً۔۔۔۔ السَّلَامُ عَلَيْكَ وَ عَلَى لَيْلَةِ الْقَدْرِ۔

سلام ہو تجھ پر اے وہ مہینے جس کا مقابلہ دوسرے زمانے نہیں کر سکتے ہیں۔ سلام ہو تجھ پر اے وہ مہینے اور جو ہر
رخ سے سلامتی کا باعث تھا۔ سلام ہو تجھ پر کہ نہ تیری مصاحبت ناپسندیدہ تھی اور نہ تیری معیشت قابل
مذمت تھی۔ سلام ہو تجھ پر کہ تو برکتیں لے کر وارد ہوا اور گناہوں کی کثافت کو دھو کر پاک کر گیا۔ سلام ہو
تجھ پر کہ تجھے دلی تنگی کی بنا پر رخصت نہیں کیا اور اس کے روزوں کو خشکی کی بنا پر نہیں چھوڑا گیا۔۔۔۔ سلام
ہو تجھ پر اور تیری قدر کی رات پر۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِهِ، وَ امْحَقْ ذُنُوبَنَا مَعَ امِّحَاقِ هِلَالِهِ، وَ اسْلَخْ عَنَّا تَبِعَاتِنَا مَعَ انْسِلَاخِ
أَيَّامِهِ حَتَّى يَنْقَضِيَ عَنَّا وَ قَدْ صَفَّيْتَنَا فِيهِ مِنَ الْخَطِيئَاتِ، وَ أَخْلَصْتَنَا فِيهِ مِنَ السَّيِّئَاتِ۔

خدایا محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور اس چاند کے تمام ہوتے ہوتے ہمارے گناہوں کو بھی محو کر دے اور
اس کے ایام کے گذرتے گذرتے ہمیں تمام صعوبتوں سے باہر نکال لے تاکہ یہ مہینہ اس عالم میں تمام ہو کہ
ہمیں خطاؤں سے اور گناہوں سے آزاد کر چکا ہو۔

نماز

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِهِ، وَ قِفْنَا فِيهِ عَلَى مَوَاقِيتِ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ بِحُدُودِهَا الَّتِي حَدَّدْتَ،
وَ فُرُوضِهَا الَّتِي فَرَضْتَ، وَ وَظَائِفِهَا الَّتِي وَظَّفْتَ، وَ أَوْقَاتِهَا الَّتِي وَقَّتَّ وَ أَنْزِلْنَا فِيهَا مَنْزِلَةَ
الْمُصِيبِينَ لِمَنَازِلِهَا، الْحَافِظِينَ لِأَرْكَانِهَا، الْمُؤَدِّينَ لَهَا فِي أَوْقَاتِهَا عَلَى مَا سَنَّهُ عَبْدُكَ وَ رَسُولُكَ
صَلَوَاتُكَ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فِي رُكُوعِهَا وَ سُجُودِهَا وَ جَمِيعِ فَوَاضِلِهَا عَلَى أَتَمِّ الطَّهُورِ وَ أَسْبَغِهِ، وَ أَبْيَنِ
الْخُشُوعِ وَ أَبْلَغِهِ.

خدایا محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور ہمیں پانچوں نمازوں کے اوقات کی توفیق دے ان حدود کے ساتھ جو
تو نے معین کی ہیں اور ان واجبات کے ساتھ جنہیں تو نے فرض کیا ہے اور ان وظائف کے ساتھ جو تو نے
مقرر کیا ہے اور ان اوقات کے ساتھ جنہیں تو نے معین کر دیا ہے۔ اور اس منزل نماز میں ہمیں ان کے مرتبہ
تک پہنچا دے جو اس کی منزلوں کے حاصل کرنے والے ' اس کے ارکان کی حفاظت کرنے والے اور اسے
بروقت ادا کرنے والے ہیں جس طرح تیرے بندہ اور رسول نے رکوع و سجود اور تمام آداب کو مقرر کیا ہے
مکمل طہارت اور پوری پاکیزگی اور کامل و نمایاں خضوع، خشوع کے ساتھ۔

دین الٰھی

دین الٰہی کا حاکم

اللّٰهُمَّ إِنَّكَ أَيَّدْتَ دِينَكَ فِي كُلِّ أَوَانٍ بِإِمَامٍ أَقَمْتَهُ عَلَماً لِعِبَادِكَ، وَ مَنَاراً فِي بِلَادِكَ بَعْدَ أَنْ وَصَلْتَ حَبْلَهُ بِحَبْلِكَ، وَ جَعَلْتَهُ الذَّرِيعَةَ إِلَى رِضْوَانِكَ، وَ افْتَرَضْتَ طَاعَتَهُ، وَ حَذَّرْتَ مَعْصِيَتَهُ، وَ أَمَرْتَ بِامْتِثَالِ أَوَامِرِهِ، وَ الْانْتِهَاءِ عِنْدَ نَهْيِهِ، وَ أَلَّا يَتَقَدَّمَهُ مُتَقَدِّمٌ، وَ لَا يَتَأَخَّرَ عَنْهُ مُتَأَخِّرٌ۔

خدایا تو نے ہر دور میں اپنے دین کی تائید ایک امام کے ذریعہ کی ہے جو بندوں کے پرچم ہدایت اور شہروں کے
منارہ نور تھا اس کی ریسمان ہدایت کو اپنی ہستی سے متصل کر دیا اور اسے اپنی رضا کا وسیلہ بنا دیا اس کی اطاعت
کو واجب قرار دیا۔ اور اس کی نافرمانی سے ڈرایا۔ اس کے اوامر کے امتثال کا حکم دیا اور اس کے مناہی سے رکنے
کا حکم دیا اور یہ فرمایا کہ خبردار کوئی اس سے آگے نہ جانے پائے اور کوئی اس سے پیچھے نہ رہ جائے۔

دینی حکومت کا مقصد

رَبِّ صَلِّ عَلَى أَطَايِبِ أَهْلِ بَيْتِهِ الَّذِينَ اخْتَرْتَهُمْ لِأَمْرِكَ، وَ جَعَلْتَهُمْ خَزَنَةَ عِلْمِكَ، وَ حَفَظَةَ دِينِكَ، وَ خُلَفَاءَكَ فِي أَرْضِكَ، وَ حُجَجَكَ عَلَى عِبَادِكَ، وَ طَهَّرْتَهُمْ مِنَ الرِّجْسِ وَ الدَّنَسِ تَطْهِيراً بِإِرَادَتِكَ، وَ جَعَلْتَهُمُ الْوَسِيلَةَ إِلَيْكَ، وَ الْمَسْلَكَ إِلَى جَنَّتِكَ۔

خدایا پیغمبر (ص) کے ان طیب و طاہر اہلبیت پر رحمت نازل فرما جنہیں تو نے اپنے امر کے لئے منتخب کیا ہے اور
اپنے علم کا خزانہ دار ' اپنے دین کا محافظ ' اپنی زمین کا خلیفہ اور اپنے بندوں پر اپنی حجت قرار دیا ہے اور انہیں اپنے
ارادے سے ہر رجس اور آلودگی سے اس طرح پاک کیا ہے جو پاکیزگی کا حق ہے اور پھر انہیں اپنی بارگاہ کے
لئے وسیلہ اور اپنی جنت کا راستہ بنا دیا ہے۔

خداوند عالم کے سایہ حکومت میں

وَ لَا تَجْعَلْ لِفَاجِرٍ وَ لَا كَافِرٍ عَلَىَّ مِنَّةً، وَ لَا لَهُ عِنْدِي يَداً، وَ لَا بِي إِلَيْهِمْ حَاجَةً،

اور کافر و فاجر کا احسان ہم پر قرار نہ دینا اور نہ مجھ پر اس کا کوئی احسان ہو اور نہ مجھے اس سے کوئی حاجت پیش آئے۔

فَأَنْتَ يَا مَوْلَايَ دُونَ كُلِّ مَسْئُولٍ مَوْضِعُ مَسْأَلَتِي، وَ دُونَ كُلِّ مَطْلُوبٍ إِلَيْهِ وَلِيُّ حَاجَتِي أَنْتَ الْمَخْصُوصُ قَبْلَ كُلِّ مَدْعُوٍّ بِدَعْوَتِي، لَا يَشْرَكُكَ أَحَدٌ فِي رَجَائِي، وَ لَا يَتَّفِقُ أَحَدٌ مَعَكَ فِي دُعَائِي، وَ لَا يَنْظِمُهُ وَ إِيَّاكَ نِدَائِي لَكَ يَا إِلَهِي وَحْدَانِيَّةُ الْعَدَدِ، وَ مَلَكَةُ الْقُدْرَةِ الصَّمَدِ، وَ فَضِيلَةُ الْحَوْلِ وَ الْقُوَّةِ، وَ دَرَجَةُ الْعُلُوِّ وَ الرِّفْعَةِ.

خدایا بس تو ہی ہے جس کی بارگاہ میں اپنا سوال پیش کروں، اور صرف تو ہی ہے جس سے میں اپنی حاجت طلب کرسکوں؛ میں سب سے پہلے تجھے پکارتا ہوں اور اپنی امید میں تیرے علاوہ کسی کو شریک نہیں کرتا اور تیرے علاوہ کسی اور سے میں دعا نہیں کرتا اور تیرے علاوہ کسی کو آواز نہیں دیتا؛ اے میرے خدا! حقیقی وحدانیت اور بے نیاز قدرت، برتری و توانائی اور تمام تر بلندی صرف تیرے لئے ہیں اور تجھ سے مخصوص ہیں۔

علما و محققین

علما کا احترام

و حق سائسک بالعلم التعظیم له والتوقیر لمجلسه وحسن الاستماع الیه والاقبال علیه وان لا ترفع علیه صوتک وان لا تجیب احدا یساله عن شئی حتی یکون هوا الذی یجیب ولا تحدث فی مجلسه احدا ولا تغتاب عنده احدا وان تدفع عنه اذا ذکر عندک بسوئ وان تستر عیوبه و تظهر مناقبة ولا تجالس له عدوا ولا تعادی له ولیا فاذا فعلت ذلک شهد لک ملائکة الله بانک قصدته و تعلمت علمه لله جل اسمه لا للناس۔

تمہارے استاد کا تم پر حق یہ ہے کہ تم اس کی تعظیم کرو اور مجلس میں اس کا احترام کرو اس کی باتوں کو غور سے سنو اور اپنی آواز ان پر بلند مت کرنا اور اگر کوئی ان سے سوال کرے تو تم اس کا جواب نہ دینا استاد کے حضور میں کسی سے باتیں مت کرنا اور نہ ہی ان کے سامنے کسی کی غیبت کرنا اور اگر تمہارے سامنے کسی کی برائی بیان کی جائے تو تم اس کا دفاع کرنا، اس کے عیوب کو چھپانا اور اس کی اچھائیوں کو آشکار کرنا نہ ان کے دشمن کے

ساتھ ہمنشینی اختیار کرنا اور نہ ہی ان کے دوست سے دشمنی کرنا۔ پس اگر تم نے ایسا کیا تو فرشتے اس بات کی گواہی دیں گے کہ تم استاد کے پاس خدا کے لئے گئے ہو نہ کہ لوگوں کے لئے اور تم نے خدا کے لئے علم حاصل کیا ہے۔

معرفت و عمل کا اتحاد

لا تطلبوا علم مالا تعلمون ولما تعملوا بما علمتم فان العلم اذا لم يعمل نه لم يزدد صاحبه الا كفرا ولم يزدد من الله الا بعدا۔

جو نہیں جانتے ہو اس کو مت سیکھو جب تک کہ تم اپنے حاصل کردہ علم کے مطابق عمل نہ کرلو کیونکہ جس علم پر عمل نہ ہوگا وہ علم صاحب علم کے اندر سوائے کفر اور خدا سے دوری کے علاوہ کچھ اور اضافہ نہ کرے گا۔

ظالم و جابر کے مقابل علما کا نقش

امام سجادؑ محمد بن شہاب زہری جو کہ مدینہ کے فقیہوں میں سے تھا اس کو خط میں اس طرح لکھتے ہیں:

فانظر أى رجل تكون غدا اذا وقفت بين يدى الله فسألک عن نعمه عليک كيف رعيتها؟ و عن حججه عليک كيف قضيتها؟ و لا تحسبن الله قابلا منک بالتعذير و لا راضيا منک بالتقصير، هيهات هيهات ليس كذلک أخذ على العلماء فى كتابه اذ قال «لتبيننه للناس و لا تكتمونه» و اعلم أن أدنى ما كتمت، و اخف ما احتملت ان آنست وحشة الظالم، و سهلت له طريق الغى بدنوک منه حين دنوت، و اجابتک له حين دعيت، فما أخوفنى أن تكون تبوء باثمک غدا مع الخونة، و أن تسأل عما أخذت باعانتک على ظلم الظلمة، انک أخذت ما ليس لک ممن أعطاک، و دنوت ممن لم يرد على أحد حقا، و لم ترد باطلا حين أدناک، و أحببت من جاد الله، أو ليس بدعائه اياک حين دعاک، جعلوک قطبا أداروا بک رحى مظالمهم، و جسرا يعبرون عليک الى بلاياهم، و سلما الى ضلالتهم، داعيا الى غيهم، سالكا سبيلهم، يدخلون بک الشک على العلماء، و يقتادون بک قلوب الجهال اليهم، فلم يبلغ أخص وزرائهم و لا أقوى أعوانهم الا دون ما بلغت من اصلاح فسادهم، و اختلاف الخاصة و العامة أليهم. فما أقل ما أعطوک فى قدر ما أخذوا منک، و ما أيسر ما عمروا لک، فكيف ما خربوا عليک؟ فانظر لنفسک، فانه لا ينظر لها غيرک، و حاسبها حساب رجل مسؤول.

و انظر کیف شکرک لمن غذاک بنعمه صغیرا و کبیرا، فما أخوفنی أن تکون کما قال الله فی کتابه: [فخلف من بعدهم خلف ورثوا الکتاب یأخذون عرض هذا الأدنی و یقولون: سیغفر لنا انک لست فی دار مقام، أنت فی دار قد آذنت برحیل، فما بقاء المرء بعد قرنائه طوبی لمن کان فی الدنیا علی وجل، یا بؤس لمن یموت و تبقی ذنوبه من بعده.

احذر فقد نبئت، و بادر فقد أجلت، انک تعامل من لا یجهل، و ان الذی یحفظ علیک لا یغفل، تجهز فقد دنا منک سفر بعید، و دار ذنبک فقد دخله سقم شدید، و لا تحسب أنی أردت توبیخک و تعنیفک، و تعییرک، لکنی أردت أن ینعش الله ما قد فات من رأیک، و یرد الیک ما عزب من دل عمرانینک، و ذکرت قول الله تعالی فی کتابه: [«و ذکر فان الذکری تنفع المؤمنین « أغفلت ذکر من مضی من أسنانک و أقرانک و بقیت بعدهم کقرن أعضب انظر هل ابتلوا بمثل ما ابتلیت، أم هل وقعوا فی مثل ما وقعت فیه، أم هل تراهم ذکرت خیرا علموه، و علمت شیئا جهلوه، بل حظیت بما حل من حالک فی صدور العامة، و کلفهم بک اذ صاروا یقتدون برأیک، و یعملون بأمرک، ان احللت أحلوا، و ان حرمت حرموا، و لیس عندک و لکن أظهرهم علیک رغبتهم فی ما لدیک ذهاب علمائهم، و غلبة الجهل علیک و علیهم، وحب الرئاسة و طلب الدنیا منک، و منهم، أما تری ما أنت فیه من الجهل و الغرة و ما الناس فیه من البلاء و الفتنة قد ابتلیتهم و فتنتهم بالشغل عن مکاسبهم مما رأوا، فتاقت نفوسهم الی أن یبلغوا من العلم ما بلغت، أو یدرکوا به مثل الذی أدرکت، فوقعوا منک فی بحر لا یدرک عمقه، و فی بلاء لا یقدر قدره، فالله لنا و لک و هو المستعان۔

أما بعد، فأعرض عن کل ما أنت فیه حتی تلحق بالصالحین الذین دفنوا فی اسمالهم لا صقة بطونهم بظهورهم لیس بینهم و بین الله حجاب، و لا تفتنهم الدنیا، و لا یفتنون بها، رغبوا فطلبوا فما لبثوا أن لحقوا فاذا کانت الدنیا تبلغ من مثلک هذا المبلغ مع کبر سنک «و رسوخ علمک و حضور أصلک فکیف سلم الحدث فی سنه، الجاهل فی علمه، المأفون فی رأیه و المدخول فی عقله انا لله و انا الیه راجعون، علی من المقول؟ و عند من المستعتب؟ نشکو الی الله بثنا، و ما نری فیک، و نحتسب عند الله مصیبتنا بک.

تم دیکھو کہ کل روز قیامت خدا کے حضور کس طرح کے انسان ہو گے؟ جس روز خداوند عالم اپنی نعمتوں کے بارے میں تم سے سوال کرے گا کہ تم نے اس کی رعایت کس طرح کی؟ اور خاص طور سے اپنی حجت کے بارے میں تم سے سوال کرے گا کہ تم نے ان کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا؟ تم ہرگز یہ مت سوچنا کہ خدا تمہارا عزر قبول کرلے گا اور تمہاری کوتاہیوں سے راضی رہے گا افسوس ہرگز ایسا نہیں ہے۔ خداوند عالم نے قرآن میں علما کو مسئول قرار دیا ہے جیسا کہ فرماتا ہے (علما کی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے وضاحت سے بیان کریں اور ان سے چھپائے نہیں) اور جان لو کہ کم ترین چیز جو تم نے چھپائی ہے اور ہلکی ترین چیز جس کی ذمہ داری تمہارے کاندھوں پر ہے وہ یہ ہے کہ اپنی انس و محبت کے سبب ظالموں کی وحشت تنہائی کو ختم کردیا اور اپنی قربت اور ان کی دعوت کے قبول کرنے کے سبب ان کے بغاوت کے راستے کو آسان کردیا۔

میں ڈرتا ہوں کہ تم روز قیامت خیانت کاروں کے ساتھ گناہ میں گرفتار ہو اور اس آمدنی کے بارے میں باز پرس ہو جو تم نے ظالمین کی مدد کر کے حاصل کی ہے۔ کیونکہ تم نے وہ چیز حاصل کی ہے جو نہ تمہاری ہے اور نہ ہی اس کی جس نے تجھے دی ہے اور تم نے ایسے شخص کی قربت حاصل کی ہے جو کسی انسان کا حق ادا نہیں کیا اور تم نے اس قربت کے ذریعہ اس کو باطل سے نہیں روکا اور جو خدا کے مقابل جنگ پر گیا اس سے تم نے دوستی رکھی۔

کیا ان کی دعوت کا مقصد اس کے علاوہ کچھ اور تھا کہ اس نے تم کو اپنے ظلم و ستم کا آکہ کار بنایا؟ اور تم کو اپنے راستے کا پل بنا کر لوگوں پر ظلم کیا اور تم کو گمراہی کی سیڑھی اور تباہیوں کا مبلغ بنایا۔ اور علما کے بارے میں تمہارے اندر شک و شبہہ پیدا کیا اور تمہارے وسیلہ سے نادان لوگوں کے دلوں کا شکار کیا اور تم اس کام میں اتنا آگے چلے گئے کہ ان کے برجستہ اور طاقتور افراد بھی اس فساد کی اصلاح نہ کر سکے اور ان تک لوگوں کی رفت آمد کو نہ روک سکے۔ انہوں نے جو تم سے لیا اس کے مقابل میں تم کو کتنی کم قیمت دی! تمہارے آخرت کو برباد کر کے دنیا میں کتنا کم حصہ دیا لہٰذا تم خود اپنی حفاظت کرو کیونکہ کوئی دوسرا تمہاری فکر کرنے والا نہیں ہے اور پھر ایک مسئول کے مانند اپنا محاسبہ کرو۔

غور کرو کہ تمہیں اس کا کتنا شکر ادا کرنا چاہیئے جس نے تم کو غذائے مادی و معنوی عطا کی چاہے وہ بچپنا ہو یا بڑھاپا' میں ڈرتا اس بات سے کہ تمہارا شمار ان لوگوں میں نہ ہو جائے جن کے بارے میں قرآن ارشاد فرماتا ہے: (پس ان کے بعد ایسے لوگ آسمانی کتاب کے وارث ہوئے جنہوں نے اس پست دنیا کی پونجی کو لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بخش دیئے جائیں گے)۔

تم ہمیشگی والے گھر میں نہیں ہو بلکہ ایک وقتی قیام گاہ میں ہو کہ جہاں سے کوچ کرنے کا حکم دیا جا چکا ہے اب ایک انسان اپنے ہم سن لوگوں کے مرنے کے بعد کتنا زندہ رہ سکتا ہے؟ خوش قسمت ہے وہ انسان جس نے دنیا میں خدا سے ڈرتا رہا اور بد قسمت ہے وہ انسان جس کے گناہ مرنے کے بعد بھی باقی رہ جائیں۔

ہوشیار ہو جاؤ کہ تم کو باخبر کیا جا چکا ہے اور جلدی کرو کیونکہ تمہارے پاس وقت بہت کم بچا ہے اور تم نے ایسے شخص کے ساتھ معاملہ کیا جہاں نادانی کا گزر نہیں ہے اور خدا کی قسم جس نے تمہاری حفاظت کی ذمہ داری لی ہے وہ تم سے ایک لحظہ بھی غافل نہیں ہے۔

آمادہ ہو جاؤ کہ عنقریب تم کو ایک لمبا سفر پیش آنے والا ہے اور اپنے گناہوں کا علاج کرو کیونکہ ایک سخت بیماری نے تمہارے اندر جنم لے لیا ہے اور تم ہرگز یہ گمان نہ کرنا کہ میں تمہاری سرزنش اور بازپرس کروں گا بلکہ میں چاہتا ہوں کہ خداوند عالم تمہارے مردہ عقائد کو دوبارہ زندہ کرے اور جو کچھ بھی احیا کرے اور جو بھی تمہارے دین سے پوشیدہ رہ گیا ہے (ظالموں کی ہمکاری کے سبب) وہ خدا تجھ کو پلٹا دے اور میں خدا کے اس کلام کو تمہیں یاد دلانا چاہتا ہوں جس میں اللہ نے فرمایا: (مومنوں کو یاد دلاتے رہو کیونکہ یاد دہانی فائدہ مند ہے)

تم نے اپنے گزشتہ قرابتداروں اور نزدیکیوں کو بھلا دیا ہے اور تم ایک گوسفند کی ٹوٹی ہوئی سینگھ کے مانند رہ گئے ہو۔ تم دیکھو کیا وہ لوگ بھی تمہاری طرح آزمائش میں گرفتار ہوئے ہیں؟ یا تمہاری طرح ان کو بھی کوئی مشکل پیش آئی؟ کیا تمہیں کوئی ایسا کار خیر یاد ہے جو تم نے ان کے سامنے بیان کیا ہو اور انہوں نے اس کو اہمیت نہ دی ہو یا تم ایسی چیز جانتے ہو جسے وہ نہیں جانتے۔ ایسا کچھ نہیں ہے بلکہ فرق یہ ہے کہ تم نے ان دلوں میں نفوذ پیدا کر لیا ہے اور وہ تمہارے اطراف میں جمع ہوئے اور تمہارے نظریات کی پیروری کی اور تمہارے حکم کی تعمیل کی اس طرح سے کہ جس چیز کو تم نے حلال جانا انہوں نے بھی حلال جانا اور جس چیز کو تم نے حرام جانا انہوں نے بھی حرام شمار کیا درحالیکہ تمہارے اندر یہ لیاقت نہیں تھی لیکن تمہاری محبت ان کے دلوں میں نفوذ کر چکی تھی۔ دوسری طرف سے علما کا فقدان' تم پر اور ان پر جہالت کا غلبہ' دنیا پرستی' حب دنیا یہ تمام چیز اس محبوبیت کا سبب بنیں۔

کیا اس بات کی طرف متوجہ نہیں ہو کہ تم نادانی اور فریب کاری میں غوطہ زن ہو اور لوگ فتنہ و فساد میں مبتلا ہیں؟ ہاں! تم ہی نے ان لوگوں کو فتنہ و فساد میں مبتلا کیا ہے اور ان کو زندگی کے دور کر دیا اور جب وہ تم کو اس حالت میں دیکھتے ہیں تو چاہتے ہیں کہ وہ تمہارے جیسا علمی مقام حاصل کر لیں یا جو بھی تم نے پایا ہے وہ بھی پالیں لیکن وہ تمہاری وجہ سے ایسے دریا میں جا کر گر گئے ہیں جس کی گہرائی کا انہیں اندازہ نہیں تھا اور ایسی

مصیبت میں گرفتار ہو گئے جس کو برداشت کرنے کی وقت نہیں رکھتے تھے خدا ہماری اور تمہاری فریاد
کرے وہ بہترین معین ومددگار ہے۔

امابعد 'اب یہ ارادہ کرو کہ اپنے خود ساختہ حالات سے روگردانی کروتا کہ نیک لوگوں سے ملحق ہو جاؤ جو
لحد ہو چکے ہیں اور جنہوں نے بھوک کی شدت میں ایسی ریاضت کی کہ ان کے پیٹ ان کی پیٹھ سے جاملے'
کے اور خدا کے درمیان کوئی حجاب نہ تھا اور نہ ہی دنیا انہیں دھوکہ دے سکی اور نہ ہی انہوں نے کبھی دنیا
دل لگایا۔ ہاں! انہوں نے کوشش کی اور بلا فاصلہ نیک لوگوں سے جاکر مل گئے اگر دنیا تم جیسے بزرگ
کے اندر اثر کر سکتی ہے تو وہ نوجوان جن کے پاس نہ بہت زیادہ علم ہے نہ پختہ رای نہ عقل سلیم تو پھر ان کی ذ
داری کیا ہوگی؟ (انا لله وانا اليه راجعون)

ب کس پر تکیہ کیا جائے؟ کس سے فریاد کی جائے؟ میں اس فریاد اور درد دل کو جو اپنے اندر اور تمہارے اند
پاتا ہوں اس کو خدا کے سامنے پیش کرتا ہوں اور تمہارے سبب جو بھی مصیبت مجھ تک پہنچی ہے اس کو خد
کے حوالہ کرتا ہوں۔

علما کا مقام ومرتبہ اور ان کی ذمہ داریاں

ام سجادؑ کا محمد بن شہاب زہری کے نام نصیحت آمیز خط :

کیف اعظامک لمن جعلک بدینه فی الناس جمیلا وکیف صیانتک لکسوة من جعلک بکسوة
ی الناس ستیرا۔

م کیسے اس خدا کا حق ادا کرو گے جس نے تم کو اپنے دین کے سبب لوگوں کے درمیان محبوب قرار دیا تم کیسے
س شخص کے لباس کا پاس ولحاظ کرو گے جس کے پہننے سے تم نے لوگوں کے درمیان افتخار حاصل کیا ہے۔

سد علما

ک ان تتراس بنا فیضعک الله وایاک ان تستاکل بنا فیز یدک الله فقرا۔

ا اس بات سے کہ تم ہمارے نام کے سبب کسی مقام تک پہنچ جاؤ اور خدا تم کو ذلیل ورسوا کر دے اور بچو اس
ت سے کہ تم ہمیں خوراک مہیا کرنے کا ذریعہ بناؤ اور خدا تم کو فقیر کر دے۔

اصحاب رسول اللہ (ص)

اللّهمّ فصلّ على محمّد أمينك على وحيك، و نجيبك من خلقك، و صفيّك من عبادك، إمام الرّحمة، و قائد الخير، و مفتاح البركة. كما نصب لأمرك نفسه و عرّض فيك للمكروه بدنه و كاشف في الدّعاء إليك حامّته و حارب في رضاك أسرته و قطع في إحياء دينك رحمه. و أقصى الأدنين على جحودهم و قرّب الأقصين على استجابتهم لك. و والى فيك الأبعدين و عادى فيك الأقربين-

خدایا رحمت نازل فرما محمد وآل محمد پر جو تیری وحی کے امین، تیری مخلوقات میں منتخب تیرے بندوں میں خالص و مخلص، تیری رحمت کے امام، تیرے خیر کے قائد اور برکت کی کلید تھے۔ جس طرح کہ انہیوں نے تیرے امر کے لئے اپنے نفس کو زحمتوں میں ڈالا اور تیری راہ میں ناخوشگوار حالات کے لئے اپنے بدن کو پیش کر دیا۔ تیری طرف دعوت دینے میں اپنے ساتھیوں سے بھی مقابلہ کیا۔

اور تیری رضا کی راہ میں اپنے خاندان والوں سے بھی جنگ کی تیرے دین کی زندگی کے لئے اپنے قرابتداروں سے قطع تعلق کر لیا اور انکار حق کی بنیاد پر قریب والوں کو بھی دور کر دیا اور دعوت حق قبول کرنے کی بنا پر دور والوں کو قریب بنا لیا، تیری خاطر دور والوں سے محبت کی اور تیری محبت میں قریب والوں سے دشمنی مول لے لی۔

اللّهمّ و أصحاب محمّد خاصّة الّذين أحسنوا الصّحابة و الّذين أبلوا البلاء الحسن في نصره، و كانفوه، و أسرعوا إلى وفادته، و سابقوا إلى دعوته، و استجابوا له حيث أسمعهم حجّة رسالاته. و فارقوا الأزواج و الأولاد في إظهار كلمته، و قاتلوا الآباء و الأبناء في تثبيت نبوّته، و انتصروا به. و من كانوا منطوين على محبّته يرجون تجارة لن تبور في مودّته. و الّذين هجرتهم العشائر إذ تعلّقوا بعروته، و انتفت منهم القرابات إذ سكنوا في ظلّ قرابته. فلا تنس لهم اللّهمّ ما تركوا لك و فيك، و أرضهم من رضوانك، و بما حاشوا الخلق عليك، و كانوا مع رسولك دعاة لك إليك. و اشكرهم على هجرهم فيك ديار قومهم، و خروجهم من سعة المعاش إلى ضيقه،

خدایا! اور خصوصیت کے ساتھ حضرت محمد کے ان اصحاب پر رحمت نازل فرما جنہوں نے صحابیت کا حق ادا کیا ہے اور ان کی نصرت میں بہترین جہاد کیا اور انہیں اپنے حلقہ میں رکھا اور ان کی خدمت کے لئے دوڑ پڑے اور ا

ن کی دعوت کی طرف سبقت کی اور انہوں نے پیغام رسالت کو جب سنایا فوراً لبیک کہہ دی۔ اور ان کے کلمہ کے اظہار کے لئے اپنی بیویوں اور اپنی اولادوں تک کو چھوڑ دیا اور ان کی بنوت کے استحکام کے لئے اپنے بزرگوں اور اپنی اولاد تک سے جہاد کیا اور پیغمبر کی برکت سے کامیابی حاصل کی جن کے اندر ان کی محبت سرایت کرگئی تھی اور وہ ان کی محبت میں ایسی تجارت کے امیدوار تھے جس میں کسی طرح کا نقصان نہ ہو۔

اور جن لوگوں کو قبائل نے اس لئے چھوڑ دیا کہ وہ پیغمبر کے رشتہ اطاعت سے متمسک ہوگئے تھے اور ان کے تمام رشتہ ٹوٹ گئے کہ وہ ان کی قرابت کے زیر سایہ ساکن ہوگئے تھے۔ خدایا! تو ان کو نظر انداز نہ کردینا جو ان لوگوں نے تیرے لئے اور تیری راہ میں چھوڑ دیا اور انہیں اپنی مرضی سے راضی کرلینا کہ انہوں نے تیری راہ میں تمام خلائق کو چھوڑ دیا ہے اور تیرے رسول کے ساتھ رہ کر تیری طرف دعوت دیتے رہے ہیں اور انہیں جزائے خیر دے کہ انہوں نے تیری وجہ سے اپنی قوم کی بستی کو خیر باد کہہ دیا اور وسعت معیشت سے تنگی کی طرف چلے گئے۔

اصحاب اہل بیت (ع)

اللّٰهُمَّ وَ صَلِّ عَلَى أَوْلِيَائِهِمُ الْمُعْتَرِفِينَ بِمَقَامِهِمُ، الْمُتَّبِعِينَ مَنْهَجَهُمُ، الْمُقْتَفِينَ آثَارَهُمُ، الْمُسْتَمْسِكِينَ بِعُرْوَتِهِمْ، الْمُتَمَسِّكِينَ بِوِلَايَتِهِمْ، الْمُؤْتَمِّينَ بِإِمَامَتِهِمْ، الْمُسَلِّمِينَ لِأَمْرِهِمْ، الْمُجْتَهِدِينَ فِي طَاعَتِهِمْ، الْمُنْتَظِرِينَ أَيَّامَهُمْ، الْمَادِّينَ إِلَيْهِمْ أَعْيُنَهُمْ، الصَّلَوَاتِ الْمُبَارَكَاتِ الزَّاكِيَاتِ النَّامِيَاتِ الْغَادِيَاتِ الرَّائِحَاتِ. وَ سَلِّمْ عَلَيْهِمْ وَ عَلَى أَرْوَاحِهِمْ، وَ اجْمَعْ عَلَى التَّقْوَى أَمْرَهُمْ، وَ أَصْلِحْ لَهُمْ شُئُونَهُمْ، وَ تُبْ عَلَيْهِمْ، إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ، وَ خَيْرُ الْغَافِرِينَ، وَ اجْعَلْنَا مَعَهُمْ فِي دَارِ السَّلَامِ بِرَحْمَتِكَ، يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ.

خدایا اپنی صلوات نازل فرما اپنے ان اولیا پر جو ان کے مقام کے معترف ' ان کی ولایت سے وابستہ ' ان کے نقش قدم پر چلنے والے ' اپنے کو ان کے احکام کے حوالہ کردینے والے ' ان کی اطاعت کی کوشش کرنے والے ان کے اقتدار کا انتظار کرنے وال ' ان کی راہ میں آنکھیں بچھا دینے والے ہیں وہ صلوات جو بابرکت ' پاکیزہ مسلسل بڑھنے والی اور صبح وشام نازل ہونے والی ہے۔

اپنی سلامتی نازل فرما ان پر اور ان کی ارواح طیبہ پر۔ ان کے امور کو تقویٰ پر جمع کردے اور ان کے حالات کی اصلاح کردے اور ان کی توجہ کو قبول فرمالے کہ تو ہر توجہ کا قبول کرنے والا اور مہربان ہے اور بہترین بخشنے والا ہے۔ مجھے اپنی رحمت کے سہارے ان کے ساتھ دار السلام میں جگہ دیدے اے بہترین رحم کرنے والے۔

وَ اجْعَلْنَا مِنْ عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ، وَ الَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوا وَ قُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ، أَنَّهُمْ إِلَى رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ، وَ مِنَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَ هُمْ لَهَا سَابِقُونَ. اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِهِ، فِي كُلِّ وَقْتٍ وَ كُلِّ أَوَانٍ وَ عَلَى كُلِّ حَالٍ عَدَدَ مَا صَلَّيْتَ عَلَى مَنْ صَلَّيْتَ عَلَيْهِ، وَ أَضْعَافَ ذَلِكَ كُلِّهِ بِالْأَضْعَافِ الَّتِي لَا يُحْصِيهَا غَيْرُكَ، إِنَّكَ فَعَّالٌ لِمَا تُرِيدُ.

خدایا! اور جب تک ہمیں زندہ رکھنا تمام مہینوں اور دنوں میں ہمارے لیل و نہار کو ایسا ہی رکھنا اور ہمیں ان نیک بندوں میں قرار دیدینا جو تیری جنت کے وارث ہوں اور وہیں ہمیشہ رہنے والے ہوں تیرے دیئے ہوئے کو تیری راہ میں خرچ کریں اور ان کے دل تیرے خوف سے لرزرہے ہوں کہ انہیں اپنے پروردگار کی بارگاہ میں واپس جانا ہے۔ اور ان لوگوں میں قرار دیدے جو نیکیوں کی طرف تیز رفتاری سے بڑھنے والے اور سبقت کرنے والے ہوں۔

خدایا محمد وآل محمد پر ہر وقت ' ہر آن اور ہر حال میں اتنی رحمت نازل فرما جس قدر تو نے اپنے کسی بندہ پر نازل کی ہو اور پھر اسے اس قدر دگنا کردے جس کا شمار نہ کیا جاسکے کہ تو جس چیز کا ارادہ کرلیتا ہے اسے کردیتا ہے۔

خانوادہ

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ رَسُولِكَ، وَ أَهْلِ بَيْتِهِ الطَّاهِرِينَ، وَ اخْصُصْهُمْ بِأَفْضَلِ صَلَوَاتِكَ وَ رَحْمَتِكَ وَ بَرَكَاتِكَ وَ سَلَامِكَ. وَ اخْصُصِ اللَّهُمَّ وَالِدَيَّ بِالْكَرَامَةِ لَدَيْكَ، وَ الصَّلَاةِ مِنْكَ، يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ. اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِهِ، وَ أَلْهِمْنِي عِلْمَ مَا يَجِبُ لَهُمَا عَلَيَّ إِلْهَاماً، وَ اجْمَعْ لِي عِلْمَ ذَلِكَ كُلِّهِ تَمَاماً، ثُمَّ اسْتَعْمِلْنِي بِمَا تُلْهِمُنِي مِنْهُ، وَ وَفِّقْنِي لِلنُّفُوذِ فِيمَا تُبَصِّرُنِي مِنْ عِلْمِهِ حَتَّى لَا يَفُوتَنِي اسْتِعْمَالُ شَيْءٍ عَلَّمْتَنِيهِ، وَ لَا تَثْقُلَ أَرْكَانِي عَنِ الْحُفُوفِ فِيمَا أَلْهَمْتَنِيهِ. اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِهِ كَمَا شَرَّفْتَنَا بِهِ، وَ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِهِ، كَمَا أَوْجَبْتَ لَنَا الْحَقَّ عَلَى الْخَلْقِ بِسَبَبِهِ. اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي أَهَابُهُمَا هَيْبَةَ السُّلْطَانِ الْعَسُوفِ، وَ أَبَرُّهُمَا بِرَّ الْأُمِّ الرَّؤُوفِ، وَ اجْعَلْ طَاعَتِي لِوَالِدَيَّ وَ بِرِّي بِهِمَا أَقَرَّ لِعَيْنِي مِنْ رَقْدَةِ الْوَسْنَانِ، وَ أَثْلَجَ لِصَدْرِي مِنْ شَرْبَةِ الظَّمْآنِ حَتَّى أُوثِرَ عَلَى هَوَايَ هَوَاهُمَا، وَ أُقَدِّمَ عَلَى رِضَايَ رِضَاهُمَا، وَ أَسْتَكْثِرَ بِرَّهُمَا بِي وَ إِنْ قَلَّ، وَ أَسْتَقِلَّ بِرِّي بِهِمَا وَ إِنْ كَثُرَ. اللَّهُمَّ خَفِّضْ لَهُمَا صَوْتِي، وَ أَطِبْ لَهُمَا كَلَامِي، وَ أَلِنْ لَهُمَا عَرِيكَتِي، وَ اعْطِفْ عَلَيْهِمَا قَلْبِي، وَ صَيِّرْنِي بِهِمَا رَفِيقاً، وَ عَلَيْهِمَا شَفِيقاً. اللَّهُمَّ اشْكُرْ لَهُمَا تَرْبِيَتِي، وَ أَثِبْهُمَا عَلَى تَكْرِمَتِي، وَ احْفَظْ لَهُمَا مَا حَفِظَاهُ مِنِّي فِي صِغَرِي. اللَّهُمَّ وَ مَا مَسَّهُمَا

منّی من أذی، أو خلص إلیهما عنّی من مکروه، أو ضاع قبلی لهما من حقّ فاجعله حط
لذنوبهما، و علوا فی درجاتهما، و زیادة فی حسناتهما، یا مبدّل السّیّئات بأضعافها م
الحسنات. اللهمّ و ما تعدّیا علیّ فیه من قول، أو أسرفا علیّ فیه من فعل، أو ضیّعاه لی م
حقّ، أو قصّرا بی عنه من واجب فقد وهبته لهما، و جدت به علیهما و رغبت إلیک فی وض
تبعته عنهما، فإنّی لا أتّهمهما علی نفسي، و لا أستبطئهما فی برّي، و لا أکره ما تولّیاه م
أمری یا ربّ. فهما أوجب حقّاً عليّ، و أقدم إحساناً إليّ، و أعظم منّةً لدیّ من أن أقاصّهم
بعدل، أو أجازیهما علی مثل، أین إذاً یا إلهی طول شغلهما بتربیتی و أین شدّة تعبهما فی
حراستی و أین إقتارهما علی أنفسهما للتّوسعة علیّ، هیهات ما یستوفیان منّی حقّهما، و لا أدرک ما یجب علیّ لهما، و لا أنا بقاض وظیفة خدمتهما، فصلّ علی محمّد و آله، و أعنّی یا خی
من استعین به، و وفّقنی یا أهدی من رغب إلیه، و لا تجعلنی فی أهل العقوق للآباء و الأمّهات
یوم تجزی کلّ نفس بما کسبت و هم لا یظلمون. اللهمّ صلّ علی محمّد و آله و ذرّیّته، و
خصص أبوی بأفضل ما خصصت به آباء عبادک المؤمنین و أمّهاتهم، یا أرحم الرّاحمین. اللهم
لا تنسنی ذکرهما فی أدبار صلواتي، و فی إنی من آناء لیلي، و فی کلّ ساعة من ساعات
نهاري. اللهمّ صلّ علی محمّد و آله، و اغفر لی بدعائی لهما، و اغفر لهما ببرّهما بی مغفرة
حتما، و ارض عنهما بشفاعتی لهما رضی عزماً، و بلّغهما بالکرامة مواطن السّلامة. اللهمّ و
إن سبقت مغفرتک لهما فشفّعهما فيّ، و إن سبقت مغفرتک لی فشفّعنی فیهما حتّی نجتمع
برأفتک فی دار کرامتک و محلّ مغفرتک و رحمتک، إنّک ذو الفضل العظیم، و المنّ القدیم،
و أنت أرحم الرّاحمین.

خدایا! اپنے بندہ اور رسول حضرت محمد (ص) پر رحمت نازل فرما اور ان کے اہل بیت طاہرین علیہم السلام پر بھی
اور ان سب کو بہترین صلوات، رحمت، برکات اور سلام کے ساتھ مخصوص فرما۔ اور خدایا میرے والدین کو
بھی خصوصیت کے ساتھ اپنی بارگاہ میں کرامت اور رحمت عطا فرما اے بہترین رحم کرنے والے۔

خدایا! محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور مجھے ان تمام امور کا الہام فرمادے جو والدین کے لئے مجھ پر واجب کی
ہیں اور ان سب کا مکمل علم میرے پاس جمع کردے اور ان پر عمل کرنے کے راستے پر لگادے اور مجھے توفیق
دے کہ جس علم کی بصیرت تو نے عطا فرمادی ہے اسے اپنی زندگی میں نافذ بھی کرسکوں تاکہ کوئی تیرا دیا ہوا

علم عمل سے الگ نہ رہ جائے اور تیرے الہام کا اتباع کرنے میں میرے اعضا کو گرانی کا احساس نہ ہو۔ خدایا محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما جس طرح تو نے ہمیں ان کے مخلوقات پر لازم قرار دیا ہے۔

خدایا! مجھے توفیق دے کہ میں اپنے ماں باپ سے اس طرح ڈروں جیسے کسی جابر سلطان سے ڈرا جاتا ہے اور ان کے ساتھ اس طرح مہربانی کروں جس طرح ایک مادر مہربان اپنی اولاد کے ساتھ مہربانی کرتی ہے اور پھر میری اس اطاعت کو اور میرے اس نیک برتاؤ کو میری آنکھوں کے لئے اس سے زیادہ خوشگوار بنادے جتنا خواب آلودہ آنکھوں میں نیند کا خمار خوشگوار ہوتا ہے اور اس سے زیادہ باعث سکون بنادے جتنا تشنہ لب کے لئے جرعہ آب باعث سکون ہوتا ہے تاکہ میں ان کی خواہش کو اپنی خواہش پر مقدم کروں اور ان کی رضا کو اپنی رضا سے آگے رکھوں ان کے لئے ہوئے احسانات کو زیادہ سمجھوں چاہے وہ قلیل ہی کیوں نہ ہو اور اپنے خدمات کو قلیل تصور کروں چاہے وہ کثیر ہی کیوں نہ ہو۔

خدایا! ان کے سامنے میری آواز کو دبادے میرے کلام کو خوشگوار بنادے ' میرے مزاج کو نرم کردے ' میرے دل کو مہربان بنادے ' مجھے ان کا رفیق اور ان کے حال پر شفیق بنادے۔ خدایا! انہیں میری تربیت کی جزا مرحمت فرما اور میری نگہداشت کا ثواب عطا فرما اور جس طرح انہوں نے بچپنے میں میری حفاظت کی ہے تو ان کی حفاظت فرما۔

خدایا! اور انہیں میری طرف سے جو بھی اذیت پہنچی ہے یا کوئی ناخوشگوار صورت پیش آئی ہو یا میرے پاس ان کا کوئی حق ضائع ہو گیا ہو تو اسے ان کے گناہوں کا کفارہ ' ان کے درجات میں بلندی کا سبب اور ان کی نیکیوں میں اضافہ کا سامان بنادے اے برائیوں کو کئی گنا نیکیوں میں تبدیل کردینے والے۔ خدایا! اور اگر انہوں نے کسی قول میں مجھ پر زیادتی کی ہے یا کسی عمل میں حد سے تجاوز کیا ہے یا میرے کسی حق کو برباد کیا ہے یا میرے بارے میں کسی واجب میں کوتاہی کی ہے تو میں اسے معاف کئے دیتا ہوں اور انہیں بخش دے رہا ہوں بلکہ یہ التماس رکھتا ہوں کہ تو ان سے اس کے مواخذہ کو برطرف فرمادے کہ میں انہیں اپنے بارے میں متہم نہیں کرنا چاہتا ہوں اور نہ تربیت کے سلسلہ میں انہیں سست قرار دیتا ہوں اور نہ ان کے کسی عمل کو ناگوار قرار دیتا ہوں۔

اے مالک ان دونوں کا حق میرے اوپر زیادہ واجب ہے اور ان کے احسانات میری خدمات کے پہلے سے ہیں اور ان کی شان اس سے بالاتر ہے کہ میں کسی عدل کی بنا پر ان سے بدلہ لوں یا ان کے ساتھ برابر کا معاملہ کروں ایسا کروں گا تو ان کے اس احسان کا کیا ہو گا جو انہوں نے میری طویل تربیت کی مشغولیت میں کیا ہے یا میری

حفاظت میں وسعت اور سکون کا سامان فراہم کیا ہے۔ بھلا وہ مجھ سے اپنا مکمل حق کہاں حاصل کر سکتے ہیں میں تو ان کے حقوق کا ادراک بھی نہیں رکھتا ہوں اور ان کے خدمات کے فرض کو ادا بھی نہیں کر سکتا ہوں۔

تو خدایا! محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور اس راہ میں میری امداد فرما اے وہ بہترین ذات جس سے مدد مانگی جاتی ہے اور مجھے توفیق عطا فرما اے سب سے زیادہ مرکز توجہ اور ہدایت دینے والے اور مجھے ان لوگوں میں نہ قرار دیدینا جو ماں باپ کے نافرمان ہوں۔ اس دن جس دن ہر نفس کو اس کے کیے کا مکمل بدلہ دیا جائے گا اور کسی پر کوئی ظلم نہ کیا جائے گا۔ خدایا محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور میرے والدین کو وہ بہترین نعمت عطا فرما جو تو نے اپنے بندگان مومنین میں کسی والدین کو بھی عطا فرمائی ہے سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔ اور خدایا! مجھے ان کی یاد سے غافل نہ ہونے دینا' نہ نمازوں کے بعد اور نہ رات کے لمحات میں اور نہ دن کی ساعات میں۔

خدایا! محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور میری دعائے خیر کے سبب انہیں بخش دے اور میرے ساتھ ان کی نیکیوں کے بدلہ ان کی حتمی مغفرت فرما اور میری گذارش کی بنا پر ان سے مکمل طور پر راضی ہو جا اور اپنی کرامت کی بنا پر انہیں بہترین سلامتی کی منزل تک پہنچا دے۔

اور خدایا اگر تو انہیں پہلے بخش چکا ہے تو اب انہیں میرے حق میں شفیع بنا دے اور اگر میری بخشش پہلے ہو جائے تو مجھے ان کے حق میں سفارش کا حق عطا کر دینا تا کہ ہم سب ایک کرامت کی منزل اور مغفرت و رحمت کے محل میں جمع ہو جائیں کہ تو عظیم ترین فضل کا مالک اور قدیم ترین احسان کرنے والا اور سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

خاندان میں اولاد کا مقام

اللَّهُمَّ و مُنَّ عَلَيَّ بِبَقَاءِ وُلْدِي و بِإِصْلَاحِهِمْ لِي و بِإِمْتَاعِي بِهِمْ. إِلَهِي امْدُدْ لِي فِي أَعْمَارِهِمْ، و زِدْ لِي فِي آجَالِهِمْ، و رَبِّ لِي صَغِيرَهُمْ، و قَوِّ لِي ضَعِيفَهُمْ، و أَصِحَّ لِي أَبْدَانَهُمْ و أَدْيَانَهُمْ و أَخْلَاقَهُمْ، و عَافِهِمْ فِي أَنْفُسِهِمْ و فِي جَوَارِحِهِمْ و فِي كُلِّ مَا عُنِيتُ بِهِ مِنْ أَمْرِهِمْ، و أَدْرِرْ لِي و عَلَى يَدِي أَرْزَاقَهُمْ. و اجْعَلْهُمْ أَبْرَاراً أَتْقِيَاءَ بُصَرَاءَ سَامِعِينَ مُطِيعِينَ لَكَ، و لِأَوْلِيَائِكَ مُحِبِّينَ مُنَاصِحِينَ، و لِجَمِيعِ أَعْدَائِكَ مُعَانِدِينَ و مُبْغِضِينَ، آمِينَ.

خدایا اور مجھ پر میری اولاد کی بقا ان کے حالات کی اصلاح اور ان سے میری بہرہ مندی کے ذریعہ احسان فرما۔
خدایا! میرے حق میں ان کی عمر دراز کر دے اور ان کی مدت حیات میں اضافہ فرما دے ان کی کمسنوں کی تربیت

ماان کے کمزوروں کو قوت عطافرماان کے بدن کو صحت دے ان کے دین واخلاق کو درست فرمادے
ے نفس اور اعضاو جوارح اور جن اشیا کے لئے ان کے بارے میں میں فکر مند ہوں سب میں عافیت عطافر
ے رزق کو میرے ذریعہ اور میرے ہاتھوں مسلسل بنادے۔ انہیں نیک کردار' پرہیزگار' صاحب بصیر
انبردار' تیری اور تیرے اولیا کی اطاعت کرنے والے 'محب' مخلص

ہ

م سجادؑ کی اہم ترین دعاؤں میں سے ایک ہے جس میں انصاف کا مطالبہ ہے ان لوگوں کے لئے جو دنیا میں
یدہ ہیں اور کوتاہیوں اور اپنی حقوق پر عمل نہ کرنے کے نتیجہ میں دوزخ سے نجات پانا چاہتے ہیں

ھمَّ إنّی أَعْتَذِرُ إلَیْكَ مِنْ مَظْلُومٍ ظُلِمَ بِحَضْرَتِی فَلَمْ أَنْصُرْه، وَ مِنْ مَعْرُوفٍ أُسْدِیَ إلَیَّ فَ
كُرْه، وَ مِنْ مُسِيءٍ اعْتَذَرَ إلَیَّ فَلَمْ أَعْذِرْه، وَ مِنْ ذِی فَاقَةٍ سَأَلَنِی فَلَمْ أُوثِرْه، وَ مِنْ حَقِّ ذ
نِ لَزِمَنِی لِمُؤْمِنٍ فَلَمْ أُوَفِّرْه، وَ مِنْ عَیْبِ مُؤْمِنٍ ظَهَرَ لِی فَلَمْ أَسْتُرْه، وَ مِنْ كُلِّ إثْمٍ عَرَضَ لِ
مْ أَهْجُرْه. أَعْتَذِرُ إلَیْكَ یَا إلٰهِی مِنْهُنَّ وَ مِنْ نَظَائِرِهِنَّ اعْتِذَارَ نَدَامَةٍ یَكُونُ وَاعِظًا لِمَا بَیْنَ یَدَ
أَشْبَاهِهِنَّ. فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِه، وَ اجْعَلْ نَدَامَتِی عَلَى مَا وَقَعْتُ فِیهِ مِنَ الزَّلَّاتِ، وَ عَزْمِ
ی تَرْكِ مَا یَعْرِضُ لِی مِنَ السَّیِّئَاتِ، تَوْبَةً تُوجِبُ لِی مَحَبَّتَكَ، یَا مُحِبَّ التَّوَّابِینَ.

یا! میں اس مظلوم کے بارے میں معذرت خواہ ہوں جس پر میرے سامنے ظلم کیا گیا اور میں نے اس کی مد
ں اور ان نیکیوں کے بارے میں معافی چاہتا ہوں جو مجھے عطا کی گئی اور میں نے ان کا شکریہ ادا نہیں کیا اور ال
کاروں کے بارے میں میں طالب عفو ہوں جنہوں نے مجھ سے معذرت کی اور میں نے انہیں معاف نہیں
ور ان مفلسوں کے بارے میں شرمندہ ہوں جنہوں نے مجھ سے سوال کیا اور میں نے انہیں اپنے اوپر مقدم
ں کیا۔ اور ان صاحبان حق کے بارے میں معافی کا طلبگار ہوں جن کا حق مجھ پر لازم تھا اور میں نے ادا نہیں
ور مومنین کے ان عیوب کے بارے میں بھی جو معلوم ہوئے تو میں نے ان کی پردہ پوشی نہیں کی اور ہر اس
کے بارے میں جو سامنے آیا اور میں نے اس کو ترک نہیں کیا۔

یا! ان تمام گناہوں سے اور ایسے تمام گناہوں سے میری معذرت' شرمندگی کی معذرت ہے تاکہ و
ایسے دوسرے جرائم سے روک سکے۔

لہٰذا خدایا محمد و آل محمد پر رحمت نازل فرما اور میری گذشتہ لغزشوں کے بارے میں ندامت اور آئندہ سا[ـ]
آنے والی برائیوں کے بارے میں ترک کر دینے کے ارادہ کو ایسی توبہ بنادے جو تیری محبت کو لازم قر[ار]
دیدے کہ تو توبہ کرنے والوں کو دوست رکھنے والا ہے۔

أَتيتكَ مُقِرّاً بِالْجُرْمِ وَ الْإِساءَةِ إِلَى نَفْسِي، أَتَيْتُكَ أَرْجُو عَظِيمَ عَفْوِكَ الَّذي عَفَوْتَ بِهِ عَ[ن]
الْخاطِئين،

خدایا مَیں تیری بارگاہ میں اپنے جرم و خطا کا اقراری بن کر حاضر ہوا ہوں میں تیری اس عظیم معافی کا امیدوار بن
کر حاضر ہوا ہوں جس کے ذریعہ تم نے تمام خطاکاروں کو معاف کیا ہے۔

أللهُمَّ إنّى أَتوبُ إليكَ فى مَقامى هذا مِنْ كَبائِرِ ذُنوبى وصغائِرِها وبَواطِنِ سَيِّئاتى وظَواهِرِها
وسوالِفِ زَلاّتى وحوادِثِها، توبةَ مَن لا يُحَدِّثُ نفسَه بمعصيةٍ، ولا يُضمِرُ أَنْ يَعودَ فى خَطيئَة
وقد قُلْتَ يا إلهى فى مُحكَمِ كتابِكَ إنَّكَ تَقْبَلُ التَّوبةَ عن عبادِكَ، وتعفو عن السَّيِّئاتِ، وتُحِبُّ
التَّوّابينَ، فاقْبَلْ توبتى كما وعدْتَ وأعفُ عن سيِّئاتى كما ضَمِنْتَ، وأوجِبْ لى مَحَبَّتَكَ كَم[ا]
شرطْتَ، ولَكَ يا ربِّ شرطى ألاّ أعودَ فى مكروهِكَ، وضمانى ألاّ أرجِعَ فى مذمومِكَ، وعهدى
أَنْ أَهجُرَ جميعَ معاصيكَ.

خدایا! میں اس وقت تجھ سے تمام سے تمام گناہوں کی توبہ کر رہا ہوں چاہے وہ صغیرہ یا کبیرہ چھپے ہوں یا نمایا[ں]
قدیم ہوں یا جدید اور یہ اس شخص کی توبہ ہے جو آئندہ معصیت کے بارے میں سوچتا بھی نہیں ہے [اور] اس کا
دوبارہ غلطی کرنے کا ارادہ نہیں ہے۔ اور تو نے اپنی کتاب محکم میں فرمایا ہے کہ تو اپنے بندوں کی توبہ کو قبول
کرتا ہے اور ان کی برائیوں کو معاف کر دیتا ہے اور توبہ کرنے والوں سے محبت بھی کرتا ہے لہٰذا اب اپنے وعدہ
کے مطابق میری توبہ کو قبول کر لے اور اپنی ضمانت کے مطابق میری برائیوں سے درگزر فرما اور اپنی قرارداد
کے مطابق اپنی محبت کو میرے لازم قرار دیدے۔

اور میں بھی تجھ سے قرارداد کرتا ہوں کہ اب تیرے ناپسندیدہ اعمال نہیں کروں گا اور میں ضمانت دیتا ہوں کہ
تیری نگاہ میں قابل مذمت اعمال کی طرف مڑ کر بھی نہیں دیکھوں گا اور یہ عہد کرتا ہوں کہ میں تمام گناہوں کو
ترک کر دوں گا۔

الهي! البستني الخطايا ثوب مذلتي وجللني التباعد منك لباس مسكنتي وامات قابلي عظيم
جنايتي فاحيه بتوبة منك يا املي وبغيتي ويا سولي ومنيتي۔

خدایا ہمارے گناہوں نے ذلت کا لباس پہن رکھا ہے اور اس لباس اور گناہوں کے سبب تجھ سے دور ہو گیا ہوں اور عظیم ظلم (گناہوں سے غفلت) نے میرے دل کو مردہ بنادیا ہے پس اس کو توبہ کی برکت سے زندہ کردے اے میری آرزو اور میرا مقصود اے میرے مطلوب اور میرے محبوب۔

توبہ ایک ایسا راستہ ہے جس کے ذریعہ انسان اپنے گذشتہ اعمال کا جبران کرتا ہے اور اس کے وسیلہ سے گمراہی وضلالت سے نکل کر ہدایت واطاعت کے راشتہ پر گامزن ہو جاتا ہے اور خدا سے تقرب حاصل کرلیتا ہے نتیجہ میں سعادت مند لوگوں میں شامل ہو کر صالحین سے ملحق ہو جاتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ وإنّی أَتُوبُ إِلَيْكَ مِنْ كُلِّ ما خالَفَ إِرادَتَكَ أَوْ زالَ عَنْ مَحَبَّتِكَ مِنْ خَطَراتِ قَلْبِي وَلَحَظاتِ عَيْنِي وحِكاياتِ لِساني، تَوْبَةً تَسْلَمُ بِها كُلُّ جارِحَةٍ عَلى حِيالِها مِنْ تَبِعاتِكَ، وَتَأْمَنُ مِمّا يَخافُ الْمُعْتَدُونَ مِنْ أَليمِ سَطَواتِكَ۔

خدایا! میں اپنے ان تمام اعمال سے توبہ کر رہا ہوں جو تیرے ارادہ کے خلاف تھے اور جنہوں نے تیری محبت کے راستے سے ہٹادیا چاہے وہ دل کے خیالات ہوں یا آنکھوں کے اشارے یا زبان کے کلمات۔ ایسی توبہ جس کی بنا پر ہر عضو اپنی منزل پر تیرے عذاب سے محفوظ ہو جائے اور ان سزاؤں سے مطمئن ہو جائے جن سے سرکش لوگ خوفزدہ رہتے ہیں۔

یا مَنْ ذِكْرُهُ شَرَفٌ لِلذّاكِرِينَ، وَ يا مَنْ شُكْرُهُ فَوْزٌ لِلشّاكِرِينَ، وَ يا مَنْ طاعَتُهُ نَجاةٌ لِلْمُطيعينَ، صَلِّ عَلى ... عَنْ كُلِّ طاعَةٍ۔

اے پروردگار جس کا ذکر ذاکرین کے لئے شرف اور اس کا شکر شاکرین کے لئے وسیلہ کامیابی ہے اور اس کی اطاعت 'اطاعت گذاروں کے لئے نجات کا سامان ہے۔ محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور ہمارے دلوں کو تمام یادوں سے ہٹا کر صرف اپنی یاد میں لگادے اور ہماری زبانوں کو تمام شکریوں کے بجائے اپنے شکر میں مصروف کردے اور ہمارے اعضا و جوارح کو ہر ایک کی اطاعت سے الگ کر کے اپنی اطاعت میں مشغول کردے۔

اَللّٰھُمَّ وَ إِنَّكَ مِنَ الضُّعْفِ خَلَقْتَنا، وَ عَلَى الْوَهْنِ بَنَيْتَنا، وَ مِنْ ماءٍ مَهِينٍ ابْتَدَأْتَنا، فَلا حَوْلَ لَنا إِلّا بِقُوَّتِكَ، وَ لا قُوَّةَ لَنا إِلّا بِعَوْنِكَ فَأَيِّدْنا بِتَوْفِيقِكَ، وَ سَدِّدْنا بِتَسْدِيدِكَ، وَ أَعْمِ أَبْصارَ قُلُوبِنا عَمّا خالَفَ مَحَبَّتَكَ، وَ لا تَجْعَلْ لِشَيْءٍ مِنْ جَوارِحِنا نُفُوذاً فِي مَعْصِيَتِكَ اللّٰهُمَّ فَصَلِّ عَلى مُحَمَّدٍ وَ آلِهِ، وَ اجْعَلْ هَمَساتِ قُلُوبِنا، وَ حَرَكاتِ أَعْضائِنا وَ لَمَحاتِ أَعْيُنِنا، وَ لَهَجاتِ أَلْسِنَتِنا فِي

موجبات ثوابك حتّٰى لا تفوتنا حسنة نستحقُّ بها جزاءك، و لا تبقى لنا سيئة نستوجب بـ
عقابك.

خدایا! تونے ہمیں انتہائی کمزوری کی حالت میں پیدا کیا ہے اور انتہائی ناتوانی پر ہماری بنیاد قائم کی ہے اور ایک
گندے پانی سے ہمارا آغاز کیا ہے تو اب تیری طاقت کے بغیر ہماری کوئی تدبیر نہیں ہے تیری مدد کے بغیر ہماری
کوئی قوت نہیں ہے۔ اب تو ہی اپنی توفیق سے ہمیں قوت عطا فرما اور اپنی رہنمائی سے ہمیں سیدھے راستے پر لگا
دے ہمارے دل کی آنکھوں کو ان چیزوں سے اندھا بنا دے جو تیری محبت کے خلاف ہوں اور ہمارے اعضا
جوارح میں کسی ایک کو بھی معصیت میں نفوذ نہ عطا فرما۔

خدایا محمد و آل محمد پر رحمت نازل فرما اور ہمارے دل کے خیالات 'اعضا کے حرکات 'آنکھوں کے اشارات زبان
کے بیانات سب کو اپنے ثواب کے اسباب میں قرار دیدے تاکہ ہم سے کوئی وہ نیکی جانے نہ پائے جس سے
تیری جزا کا استحقاق پیدا ہوتا ہو اور ہماری کوئی ایسی برائی باقی نہ رہ جائے جس سے عذاب کا استحقاق پیدا
ہوتا ہو۔

هذا مقام من تداولته أيدى الذنوب، وقادته أزمّة الخطايا، واستحوذ عليه الشيطان، فقصّر عمّا أمرت به تفريطاً، وتعاطى ما نهيت عنه تعزيراً، كالجاهل بقدرتك عليه، أو كالمنكر فضل إحسانك إليه، حتّى إذا انفتح له بصر الهدى، وتقشّعت عنه سحائب العمى أحصى ما ظلم به نفسه، وفكّر فيما خالف به ربّه، فرأى كبير عصيانه كبيراً، وجليل مخالفته جليلاً، فأقبل نحوك مؤمّلاً لك، مستحيياً منك، ووجّه رغبته إليك ثقة بك، فأمّك بطمعه يقيناً، وقصدك بخوفه إخلاصاً، قد خلا طمعه من كلّ مطموع فيه غيرك، وأفرخ روعه من كلّ محذور منه سواك، فمثّل بين يديك متضرّعاً، وغمّض بصره إلى الأرض متخشّعاً، وطأطأ رأسه لعزّتك متذلّلاً، وأبثّك من سرّه ما أنت أعلم به منه خضوعاً، وعدّد من ذنوبه ما أنت أحصى لها خشوعاً واستغاث بك من عظيم ماوقع به فى علمك وقبيح ما فضحه فى حكمك من ذنوب أدبرت لذّاتها فذهبت، وأقامت تبعاتها فلزمت، لا ينكر يا إلهى عدلك إن عاقبته، ولا يستعظم عفوك إن عفوت عنه ورحمته؛ لأنّك الربّ الكريم الذى لا يتعاظمه غفران الذنب العظيم.

تیرے سامنے وہ کھڑا ہے جسے گناہوں کے ہاتھوں نے کروٹیں بدلوائی ہیں اور خطاؤں کی زمام نے اسے کھینچ لیا
ہے اور شیطان اس پر غالب آگیا ہے جس کے نتیجہ میں تیرے اوامر کی تعمیل میں کوتاہی کی ہے اور جن چیزوں

سے تو نے روکا تھا انہیں شیطان کے دھوکہ میں آکر اختیار کرلیا ہے۔ جیسے وہ تیری قدرت کو جانتا ہی نہیں ہے یا تیرے فضل واحسان کا منکر ہو گیا ہے لیکن اب جبکہ ہدایت کی آنکھیں کھل گئیں اور گمراہی کے بادل چھٹ گئے تو اس نے ان موارد کا حساب کیا جہاں اپنے نفس پر ظلم کیا ہے اور اپنے رب کی مخالفت کی ہے تو دیکھا کہ گناہوں کا ایک بڑا حصہ گناہان کبیرہ کا ہے اور مخالفت کا ایک بڑا حصہ عظیم گناہوں کا ہے۔
تو اب وہ تیری طرف مڑ کر اس عالم میں آگیا ہے کہ تجھ سے امید حال تیری طرف کر دیا ہے کہ اسے تیرے کرم پر اعتبار ہے اور اسی یقین کے ساتھ بخشش کی طمع کا رخ تیری طرف کر دیا ہے اور تیرے خوف کی بنا پر اخلاص کے ساتھ تیری طرف متوجہ ہو گیا ہے اس کی طمع ہر قابل طمع سے الگ ہو گئی ہے اور اس کا خوف ہر قابل خوف سے ختم ہو چکا ہے۔
وہ احساس ذلت کے ساتھ تیرے سامنے کھڑا ہے اور خضوع و خشوع کی بنا پر نگاہیں زمین کی طرف جھکائے ہوئے ہیں اس نے تیری عزت کے سامنے ذلت کے ساتھ سر جھکا دیا ہے تیری بارگاہ میں اپنے وہ راز کھول رہا ہے جنہیں تو اس سے بہتر جانتا ہے اور خوف وہراس کی بنا پر ان گناہوں کا شمار کر رہا ہے جن سے تو زیادہ باخبر ہے وہ اپنے گناہوں کا فریادی ہے جن میں گر پڑا ہے اور انہیں تو جانتا بھی ہے اور ان برائیوں کی فریاد بھی لے کر آیا ہے تیرے ہی فیصلہ کی بنا پر رسوا کن ہیں۔ وہ گناہ جن کی لذت تمام ہو چکی ہے اور جن کے نتائج باقی رہ گئے ہیں خدایا اب اگر تو عذاب بھی کرے گا تو میں تیرے عدل کا انکار نہیں کر سکتا ہوں لیکن اگر تو معاف کر دے گا تو یہ تیرے لئے کوئی بڑی بات بھی نہیں ہے اس لئے کہ تو وہ خدائے کریم ہے جس کے لئے بڑے گناہوں کا معاف کر دینا بھی کوئی بڑا کام نہیں ہے۔

أَللّٰهُمَّ فَهَا أَنَا ذَا قَدْ جِئْتُكَ مُطِيعاً لأَمْرِكَ فِيمَا أَمَرْتَ بِهِ مِنَ الدُّعَاءِ، مُتَنَجِّزاً وَعْدَكَ فِيمَا وَعَدْتَ بِهِ مِنَ الاِجَابَةِ إِذْ تَقُولُ (ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ). أَللّٰهُمَّ فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَالْقَنِي بِمَغْفِرَتِكَ كَمَا لَقِيتُكَ بِإِقْرَارِي وَارْفَعْنِي عَنْ مَصَارِعِ الذُّنُوبِ كَمَا وَضَعْتُ لَكَ نَفْسِي وَاسْتُرْنِي بِسِتْرِكَ كَمَا تَأَنَّيْتَنِي عَنِ الاِنْتِقَامِ مِنِّي.

اب میں تیرے سامنے اس امر کی اطاعت کرتے ہوئے حاضر ہوا ہوں کہ تو نے دعا کا حکم دیا ہے اور اس وعدہ کی وفا کا طلبگار ہوں جو تو نے دعاؤں کی قبولیت کے بارے میں کیا ہے اور فرمایا ہے کہ تم دعا کرو میں قبول کروں گا۔ خدایا! اب محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور اس طرح مغفرت کے ساتھ میرا سامنا کر جس طرح اقرار گناہ کے ساتھ میں نے تیرا سامنا کیا ہے اور مجھے گناہوں کی ہلاکت گاہوں سے اس طرح اٹھا لے جس طرح میں

نے ذلت کے ساتھ اپنے کو تیرے سامنے گرادیا ہے میرے عیوب پر اسی طرح سے پردہ ڈال دے جس طرح تو نے انتقام لینے میں صبر و تحمل سے کام لیا ہے۔

أللهمّ وإنّه لا وفاء لي بالتّوبة إلاّ بعصمتك، ولا استمساك بي عن الخطايا إلاّ عن قوّتك، فقوّني بقوّة كافية، وتولّني بعصمة مانعة. أللهمّ أيّما عبد تاب إليك وهو في علم الغيب عندك فاسخ لتوبته وعائد في ذنبه وخطيئته فإنّي أعوذ بك أن أكون كذلك، فاجعل توبتي هذه توبة لا أحتاج بعدها إلى توبة، توبة موجبة لمحو ما سلف، والسّلامة فيما بقي. أللهمّ إنّي أعتذر إليك من جهلي، وأستوهبك سوء فعلي، فاضممني إلى كنف رحمتك تطوّلاً، واسترني بستر عافيتك تفضّلاً.

أللهمّ فارحم وحدتي بين يديك، ووجيب قلبي من خشيتك، واضطراب أركاني من هيبتك، فقد أقامتني يا ربّ ذنوبي مقام الخزي بفنائك، فإن سكتّ لم ينطق عنّي أحد، وإن شفعت فلست بأهل الشّفاعة. أللهمّ صلّ على محمّد وآله وشفّع في خطاياي كرمك، وعد على سيّئاتي بعفوك، ولا تجزني جزآئي من عقوبتك وابسط عليّ طولك وجلّلني بسترك، وافعل بي فعل عزيز تضرّع إليه عبد ذليل فرحمه، أو غني تعرّض له عبد فقير فنعشه.

خدایا اپنی بارگاہ میں میری تنہائی اور اپنے خوف سے میرے دل کے لرزہ اور اپنی ہیبت سے میرے اعضاء و جوارح کی تھرتھری پر رحم فرما کہ گناہوں نے مجھے تیری جناب مین مقام ذلت میں لا کر کھڑا کر دیا ہے ۔اور اب صورت حال یہ ہے کہ میں چپ رہوں تو میری طرف سے کوئی بولنے والا نہیں ہے اور سفارش کرنا چاہوں تو مین اہل شفاعت بھی نہیں ہوں لہٰذا خدایا محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور میری گناہوں کے بارے میں اپنے کرم کو شفیع بنادے اور میری برائوں کی طرف اپنی معافی کا رخ موڑ دے ‘ مجھے اپنے عذاب کی سزا نہ دینا اور مجھ پر اپنے دامن کرم کو پھیلا دینا اور مجھے اپنی چادر رحمت میں چھپالینا اور میری ساتھ اس صاحب عزت جیسا برتاؤ کرنا جس کے سامنے بندہ ذلیل فریاد کرے تو اسے رحم آجائے اور اس غنی جیسا سلوک کرنا جس کے سامنے بندہ فقیر کھڑا ہو جائے تو وہ اسے اوپر اٹھالے

أللهمّ لا خفير لي منك فليخفرني عزّك، ولا شفيع لي إليك فليشفع لي فضلك، وقد أوجلتني خطاياي فليؤمنّي عفوك، فما كلّ ما نطقت به عن جهل منّي بسوء أثري، ولا نسيان لما سبق من ذميم فعلي، ولكن لتسمع سماؤك ومن فيها، وأرضك ومن عليها ما أظهرت لك من النّدم،

ولَجأتَ إلَيكَ فيه من التّوبة، فلعلَّ بعضهم برحمتك يرحمنى لسوء موقفي، أو تُدرِكه الرِّقة عليَّ لسوء حالى فينالَنى منه بدعوة أسمع لَديك من دُعائي، أو شفاعة أوكَدَ عندك من شفاعتى تكونُ بها نجاتى من غضبك وفوزنى برضاك.

خدایا میرا کوئی محافظ نہیں ہے تو اب تیری عزت ہی محافظ بن جائے اور میرا کوئی شفیع نہیں ہے تو تیرا فضل ہی شفاعت کرے مجھے خطاؤں نے خوفزدہ کر دیا ہے تو تیری معافی ہی اطمینان قلب عطا فرمادے۔ میں جانتا ہوں کہ میری تمام لغو باتیں اس بنا پر نہیں تھیں کہ میں ان کے بدترین انجام سے باخبر نہیں تھا یا تمام غلطیاں اس لئے نہیں تھیں کہ میں گذشتہ قابل مذمت اعمال کو بھول گیا تھا بلکہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ آسمان اور اہل آسمان اور زمین اور ان کے رہنے والے اس ندامت کو سن لیں جس کا میں اظہار کر رہا ہوں اور اس توبہ سے باخبر ہو جائیں جس کی میں نے پناہ لی ہے شائد تیری رحمت کی بنا پر کسی کو میرے بدترین موقف پر رحم آجائے اور کسی کے دل میں میری بدحالی کو دیکھ کر نرمی پیدا ہو جائے اور وہ میرے حق میں کوئی ایسی دعا کر دے جو تیری بارگاہ میں زیادہ قابل سماعت ہو اور ایسی سفارش کر دے جو زیادہ باا ثر ہو اور اس کے ذریعہ مجھے تیرے غضب سے نجات مل جائے اور تیری رضا حاصل ہو جائے۔

اللّهمَّ إنْ يكُنِ النّدم توبةً إلَيكَ فَأنَا أندمُ النّادمين، وإنْ يكُنِ التّركُ لمعصيتك إنابةً فأنا أوّلُ المنيبين، وإنْ يكُنِ الاستغفار حطّةً للذّنوب فإنّى لَكَ من المستغفرين. اللّهمَّ فكما أمرتَ بالتّوبة وضمنتَ القَبولَ وحثثتَ علَى الدُّعاء، ووعدتَ الاجابةَ، فصلِّ علَى محمّد وآله واقبل توبتى ولاَ ترجعنى مرجع الغيبة من رحمتك إنّك أنتَ التّوّاب علَى المذنبين، والرّحيم للخاطئين المنيبين.

خدایا اگر شرمندگی ہی کا نام توبہ ہے تو میں سب سے زیادہ شرمندہ ہوں اور اگر گناہوں کے چھوڑ دینے کا نام تیری طرف توجہ ہے تو میں تیری بارگاہ کی طرف سراپا متوجہ ہوں اور اگر استغفار گناہوں کو گرا سکتا ہے تو میں استغفار کرنے والوں میں شامل ہوں۔

پروردگار جس طرح تو نے توبہ کا حکم دے کر قبولیت کی ضمانت لی ہے اور دعا پر آمادہ کر کے استجابت کا وعدہ کیا ہے اب محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور میری توبہ کو قبول کرلے اور مجھے اپنی رحمت سے مایوسی کی منزل کی طرف نہ پلٹا دینا کہ یقینا تو گناہگاروں کی توبہ قبول کرنے والا اور خطاکاروں پر مہربانی کرنے والا ہے۔

ها أنا ذا بين يديك صاغرا ذليلا خاضعا خاشعا خائفا، معترفا بعظيم من الذّنوب تحمّلته، و جليل من الخطايا اجترمته، مستجيرا بصفحك، لائذا برحمتك، موقنا أنّه لا يجيرنى منك مجير،

وَ لَا يَمنعني مِنكَ مانِعٌ. فَعُدْ عَلَىَّ بِما تعودُ بِهِ عَلَى مَنِ اقْتَرَفَ مِن تَغَمُّدِكَ، وَ جُدْ عَلَىَّ بِما تجودُ بِهِ عَلَى مَن أَلْقَى بِيَدِهِ إِلَيْكَ مِن عَفْوِكَ، وَ امنُن عَلَيَّ بِما لَا يَتَعاظَمُكَ أَنْ تَمُنَّ بِهِ عَلَى مَن أَمَّلَكَ مِن غُفْرانِكَ، وَ اجعَلْ لِي فِي هَذَا الْيَومِ نَصِيباً أَنَالُ بِهِ حَظّاً مِن رِضْوانِكَ، وَ لَا تَرُدَّنِي صِفْراً مِمَّا يَنقَلِبُ بِهِ الْمُتَعَبِّدُونَ لَكَ مِن عِبادِكَ وَ إِنِّي وَ إِنْ لَمْ أُقَدِّمْ مَا قَدَّمُوهُ مِنَ الصَّالِحاتِ فَقَدْ قَدَّمْتُ تَوحِيدَكَ وَ نَفْيَ الْأَضْدَادِ وَ الْأَنْدادِ وَ الْأَشْبَاهِ عَنْكَ، وَ أَتَيْتُكَ مِنَ الْأَبْوابِ الَّتِي أَمَرْتَ أَنْ تُؤْتَى مِنْهَا، وَ تَقَرَّبْتُ إِلَيْكَ بِمَا لَا يَقْرُبُ أَحَدٌ مِنْكَ إِلَّا بِالتَّقَرُّبِ بِهِ. ثُمَّ أَتْبَعْتُ ذَلِكَ بِالْإِنَابَةِ إِلَيْكَ، وَ التَّذَلُّلِ وَ الِاسْتِكَانَةِ لَكَ، وَ حُسْنِ الظَّنِّ بِكَ، وَ الثِّقَةِ بِمَا عِنْدَكَ، وَ شَفَعْتُهُ بِرَجَائِكَ الَّذِي قَلَّ مَا يَخِيبُ عَلَيْهِ رَاجِيكَ.

خیر اب میں تیرے سامنے حقارت، ذلت، خضوع و خشوع اور خوف کے ساتھ حاضر ہوں اپنے ان عظیم گناہوں کا معترف ہوں جن کا ارتکاب کیا ہے اور ان بڑی بڑی خطاؤں کا اقراری ہوں جن میں مبتلا ہو گیا ہوں میں تیری معافی کی پناہ چاہتا ہوں تیری رحمت کے سایہ میں پناہ کا طالب ہوں۔ اور یہ یقین رکھتا ہوں کہ تیرے علاوہ کوئی پناہ دینے والا نہیں ہے اور تیرے عذاب سے کوئی دفاع کرنے والا نہیں ہے لہٰذا اب تو ہی اس رحمت میں شامل کر لے جس میں تو نے مجھ جیسے گنہگاروں کو شامل کیا ہے اور مجھ پر اس معافی کا کرم فرمادے جو تو نے ہر اس شخص پر احسان کیا جو تیری بخشش کا امیدوار ہے اور میرے لئے آج کے دن اپنی رضا کا وہ حصہ قرار دیدے جو مجھے خوش قسمت بنا سکے اور مجھے اس رحمت سے خالی ہاتھ واپس نہ کرنا جسے لے کر تیرے عبادت گذار بندے واپس ہوتے نیک بندوں نے پیش کی ہیں۔

لیکن کم سے کم تیری توحید کا سرمایہ لے کر تو حاضر ہوا ہوں تیرے ضد اور مثل دونوں کی نفی تو کی ہے کسی کو تیری شبیہ تو نہیں بنایا ہے اور ان دروازوں سے حاضر ہوا ہوں جن سے حاضر ہونے کا تو نے حکم دیا ہے اور ان وسائل سے تیرا قرب چاہتا ہوں جن کے بغیر کوئی تجھ سے قریب تر نہیں ہو سکتا ہے اس کے بعد میں نے تیری طرف توجہ کی اور ذلت و مسکنت کے ساتھ پیش آیا تجھ سے حسن ظن قائم کیا تیرے اوپر اعتماد کیا اور اس امید کو اپنا شفیع قرار دیا جس کا امیدوار کبھی ناکام نہیں ہوتا ہے۔

وَ لَا تُؤاخِذْنِي بِتَفْرِيطِي فِي جَنْبِكَ، وَ تَعَدِّي طَوْرِي فِي حُدُودِكَ، وَ مُجَاوَزَةِ أَحْكَامِكَ. وَ لَا تَسْتَدْرِجْنِي بِإِمْلَائِكَ لِي اسْتِدْرَاجَ مَنْ مَنَعَنِي خَيْرَ مَا عِنْدَهُ وَ لَمْ يَشْرَكْكَ فِي حُلُولِ نِعْمَتِهِ بِي. وَ نَبِّهْنِي مِنْ رَقْدَةِ الْغَافِلِينَ، وَ سِنَةِ الْمُسْرِفِينَ، وَ نَعْسَةِ الْمَخْذُولِينَ وَ خُذْ بِقَلْبِي إِلَى مَا اسْتَعْمَلْتَ

بہ الْقَانِتِین، وَ اسْتَعْبَدْتَ بِہِ الْمُتَعَبِّدِینَ، وَ اسْتَنْقَذْتَ بِہِ الْمُتَہَاوِنِینَ. وَ أَعِذْنِی مِمَّا یُبَاعِدُنِی عَنْکَ، وَ یَحُولُ بَیْنِی وَ بَیْنَ حَظِّی مِنْکَ، وَ یَصُدُّنِی عَمَّا أُحَاوِلُ لَدَیْکَ وَ سَہِّلْ لِی مَسْلَکَ الْخَیْرَاتِ إِلَیْکَ، وَ الْمُسَابَقَةَ إِلَیْہَا مِنْ حَیْثُ أَمَرْتَ، وَ الْمُشَاحَّةَ فِیہَا عَلَی مَا أَرَدْتَ.

اپنی بارگاہ میں کوتاہیوں کی بنا پر مجھ سے مواخذہ نہ کرنا اور اپنے حدود سے تجاوز کرنے اور اپنے احکام پر عمل نہ کرنے کی بنا پر میرا احساب نہ کرنا۔ مجھے مہلت دے کر اس طرح اپنے عذاب میں نہ لپیٹ لینا جس طرح میں اسے لپیٹ لیتا ہوں جو مجھ سے اپنے خیر کو روک لیتا ہے اور میری نعمتوں میں تجھے بھی اپنا شریک نہیں تصور کرتا۔ مجھے غافلوں کی نیند' حدود سے تجاوز کرنے والوں کے خواب اور محرومین کی غفلت سے بیدار کر دے اور میرے دل کو اس راہ پر لگا دے جس پر عبادت گذاروں کو لگا دیا ہے اور جس کے ذریعہ عابدین نے تیری عبادت کی ہے اور جس پر عبادت کی ہے اور جس کے سہارے سستی کرنے والوں کو عذاب سے نکال لیا ہے ان چیزوں سے پناہ دیدے جو تجھ سے دور کرنے والی ہوں اور میرے اور میرے نصیب کے درمیان حائل ہو جائیں اور مجھے ان اعمال سے روک دیں جو میں تیری بارگاہ میں انجام دینا چاہتا ہوں۔ میرے لئے نیکیوں کے راستہ کو آسان کر دے اور ان کی طرف ان راہوں سے بڑھنے کی توفیق عطا فرما جس کا تو نے حکم دیا ہے اور ن کی طرف ان راہوں سے بڑھ چڑھ کر کام کرنے کی توفیق عطا فرما جس طرح تو چاہتا ہے۔

وَ أَوْجِدْنِی بَرْدَ عَفْوِکَ، وَ حَلَاوَةَ رَحْمَتِکَ وَ رَوْحِکَ وَ رَیْحَانِکَ، وَ جَنَّةَ نَعِیمِکَ، وَ أَذِقْنِی طَعْمَ الْفَرَاغِ لِمَا تُحِبُّ بِسَعَةٍ مِنْ سَعَتِکَ، وَ الِاجْتِہَادِ فِیمَا یُزْلِفُ لَدَیْکَ وَ عِنْدَکَ،

مجھے اپنی معافی کی ٹھنڈک' اپنی رحمت و رافت و آسائش و جنت نعیم کی حلاوت عطا فرما مجھے اپنی وسعتوں کی بنا پر اپنے محبوب اعمال کے لئے فرصت اور اپنی بارگاہ سے قریب تر بنانے والے اعمال کی کوشش کا مزہ چکھا دے۔

إِلَہِی إِنْ رَفَعْتَنِی فَمَنْ ذَا الَّذِی یَضَعُنِی، وَ إِنْ وَضَعْتَنِی فَمَنْ ذَا الَّذِی یَرْفَعُنِی، وَ إِنْ أَکْرَمْتَنِی فَمَنْ ذَا الَّذِی یُہِینُنِی، وَ إِنْ أَہَنْتَنِی فَمَنْ ذَا الَّذِی یُکْرِمُنِی، وَ إِنْ عَذَّبْتَنِی فَمَنْ ذَا الَّذِی یَرْحَمُنِی، وَ إِنْ أَہْلَکْتَنِی فَمَنْ ذَا الَّذِی یَعْرِضُ لَکَ فِی عَبْدِکَ، أَوْ یَسْأَلُکَ عَنْ أَمْرِہِ، وَ قَدْ عَلِمْتُ أَنَّہُ لَیْسَ فِی حُکْمِکَ ظُلْمٌ، وَ لَا فِی نَقِمَتِکَ عَجَلَةٌ، وَ إِنَّمَا یَعْجَلُ مَنْ یَخَافُ الْفَوْتَ، وَ إِنَّمَا یَحْتَاجُ إِلَی الظُّلْمِ الضَّعِیفُ، وَ قَدْ تَعَالَیْتَ یَا إِلَہِی عَنْ ذَلِکَ عُلُوّاً کَبِیراً. اللَّہُمَّ صَلِّ عَلَی مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ، وَ لَا تَجْعَلْنِی لِلْبَلَاءِ غَرَضاً، وَ لَا لِنَقِمَتِکَ نَصَباً، وَ مَہِّلْنِی، وَ نَفِّسْنِی، وَ أَقِلْنِی عَثْرَتِی، وَ لَا تَبْتَلِیَنِّی بِبَلَاءٍ عَلَی أَثَرِ بَلَاءٍ، فَقَدْ تَرَی ضَعْفِی وَ قِلَّةَ حِیلَتِی وَ تَضَرُّعِی إِلَیْکَ. أَعُوذُ بِکَ

اللّهمَّ الْيومَ من غضبك، فصلِّ على محمَّد و آله، و أعذني. و أستجير بك الْيومَ من سخطك فصلِّ على محمَّد و آله، و أجرنى و أسألُكَ أمناً من عذابك، فصلِّ على محمَّد و آله، و آمنّي و أستهديك، فصلِّ على محمَّد و آله، و اهدنى و أستنصرك، فصلِّ على محمَّد و آله، انصرني. و أسترحمك، فصلِّ على محمَّد و آله، و ارحمنى و أستكفيك، فصلِّ على محمَّد آله، و اكفنى و أسترزقك، فصلِّ على محمَّد و آله، و ارزقنى و أستعينك، فصلِّ على محمَّ و آله، و أعنّي. و أستغفرك لما سلف من ذنوبي، فصلّ على محمَّد و آله، و اغفر لي. أستعصمك، فصلِّ على محمَّد و آله، و اعصمني، فإنى لن أعود لشيء كرهته منّى إن شئ ذلك. يا ربِّ يا ربِّ، يا حنّانُ يا منّانُ، يا ذا الْجلال و الإكرام، صلِّ على محمَّد و آله، استجب لى جميع ما سألتك و طلبت إلَيك و رغبت فيه إلَيك، و أرِده و قدِّره و اقضه أمضه، و خر لى فيما تقضى منه، و بارك لى فى ذلك، و تفضّل على به، و أسعدنى بما تعطيـ منه، و زدنى من فضلك و سعة ما عندك، فإنّك واسع كريم، و صل ذلك بخير الآخرة نعيمها، يا أرحم الراحمين.

خدایا اگر تو نے ہمیں بلند کر دیا تو گرانے والا کون ہو سکا ہے؟ اگر تو نے محترم بنادیا تو ذلیل کون کر سکتا ہے او اگر ذلیل کر دیا تو عزت کون دے سکتا ہے اور اگر ہلاک کر دیا تو تیرے بندہ کے بارے میں تجھ سے بات کر ـ والا کون ۔ گا اور اس کے انجام کار کے بارے میں دریافت کون کرے گا؟ اور مجھے تو معلوم ہے کہ تیرے حکم اس کوئی ظلم نہیں ہے تیرے انتقام میں کوئی عجلت نہیں ہے کہ عجلت وہ کرتا ہے جسے مجرم کے ہاتھ سے نکل جانے کا خوف ہوتا ہے اور ظلم وہ کرتا ہے جسے اپنی کمزوری کا احساس ہوتا ہے اور تو ان تمام باتوں سے کہیں زیاد بلند و برتر ہے۔

خدایا محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور مجھے بلاؤں کا نشانہ اور انتقام کا ہدف نہ بنا دینا۔ مجھے مہلت دینا، مجھے راحت دینا، مجھے لغزشوں سے سنبھالا دینا اور مجھے مسلسل بلاؤں میں گرفتار نہ ہونے دینا کہ تجھے میری کمزوری، بے چارگی اور اپنی بارگاہ میں فریاد کا علم ہے۔ خدایا میں آج کے دن تیرے غضب سے پناہ چاہتا ہوں لہٰذا محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور مجھے پناہ دیدے۔ اور میں تیری ناراضگی سے پناہ چاہتا ہوں لہٰذا محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور مجھے اپنی پناہ میں لے لے۔

میں تیرے عذاب سے تحفظ کا طلبگار ہوں لہٰذا محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور مجھے امن و امان عطا فرمادے اور میں تجھ سے ہدایت کا طالب ہوں لہٰذا محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور مجھے ہدایت دیدے۔ اور میں تیری مدد چاہتا ہوں لہٰذا محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور میری مدد فرما اور میں تجھ سے رحمت کا طلبگار ہوں لہٰذا محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور مجھ پر رحم فرما۔

میں تجھ سے بے نیازی کا خواہش مند ہوں لہٰذا محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور مجھے بے نیاز بنادے اور میں تجھ سے رزق کا طلبگار ہوں لہٰذا محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور مجھے رزق عطا فرما اور میں تجھ سے اعانت چاہتا ہوں لہٰذا محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور میری اعانت فرمادے اور میں اپنے گذشتہ گناہوں کی مغفرت چاہتا ہوں لہٰذا محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور مجھے بخش دے اور میں گناہوں سے حفاظت چاہتا ہوں لہٰذا محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور مجھے محفوظ بنادے کہ اگر تو چاہ لے گا تو میں دوبارہ تیرا کوئی ناپسندیدہ عمل نہیں کر سکتا ہوں۔

اے میرے پروردگار اے میرے پروردگار! اے مہربان اے احسان کرنے والے ان تمام مطالبات کو قبول کرلے جن کا میں نے سوال کیا ہے یا تقاضا کیا ہے یا ان کے بارے میں تیری طرف رغبت کی ہے اب تو بھی ان تمام چیزوں کو چاہ لے اور ان کو مقدور کردے اور ان کے بارے میں فیصلہ کردے اور انہیں امضا کردے اور میرے حق میں بہترین فیصلہ فرمادے اور اسے میرے لئے بابرکت بنادے مجھ پر اس کے ذریعہ رحم و کرم فرما مجھے اپنی عطاؤں سے نیک بخت بنادے اور پھر اپنے فضل اور وسعت سے اس میں اضافہ فرمادے کہ تو صاحب وسعت بھی ہے اور کریم بھی ہے اور پھر اس خیر دنیا کو خیر آخرت اور جنت نعیم سے ملادے اے سب سے زیادہ مہربانی کرنے والے۔

غفلت سے دوری اختیار کرنا

وَ نَبِّهْنِي مِنْ رَقْدَةِ الْغَافِلِينَ، وَ سِنَةِ الْمُسْرِفِينَ، وَ نَعْسَةِ الْمَخْذُولِينَ--- وَ لَا تَرْمِ بِي رَمْيَ مَنْ سَقَطَ مِنْ عَيْنِ رِعَايَتِكَ، وَ مَنِ اشْتَمَلَ عَلَيْهِ الْخِزْيُ مِنْ عِنْدِكَ. بَلْ خُذْ بِيَدِي مِنْ سَقْطَةِ الْمُتَرَدِّينَ، وَ وَهْلَةِ الْمُتَعَسِّفِينَ، وَ زَلَّةِ الْمَغْرُورِينَ، وَ وَرْطَةِ الْهَالِكِينَ.

مجھے غافلوں کی نیند، حدود سے تجاوز کرنے والوں کے خواب اور محرومین کی غفلت سے بیدار کردے۔۔۔۔ بلکہ میرے ہاتھ کو تھام لے تاکہ میں ہلاک ہونے والوں کی طرح گرنے نہ پاؤں اور کج رو

فراد کی طرح ہراساں نہ ہوں اور فریب خوردہ لوگوں کی لغزش نہ کروں اور ہلاک ہونے والوں کی طرح
لاکت میں نہ گرنے پاؤں۔

امیدی سے نجات

امیدی ایک ایسا نقصان دہ عامل ہے جو انسان کی تباہی کا سبب بن جاتی ہے ایک موحد انسان خوف وامید
درمیان زندگی بسر کرتا ہے اس عنوان سے کہ خداوند عالم اعمال کا مواخذہ کرے گا اپنے حساب سے ڈرتا
ر اس اعتبار سے کہ خداوند عالم رحمان ورحیم ہے وہ خدا سے امیدیں وابستہ رکھتا ہے یعنی انسان کے اند
تضاد حالتیں موجود ہیں (خوف ورجا) کہ انسان کو برائیوں سے روکنے کے ساتھ ساتھ انسان کو ناامی
سے بچاتی ہیں۔

تؤيسني من الْأَمَلِ فيكَ فَيَغْلِبَ عَلَى الْقُنُوطُ من رحمتكَ-

ر مجھے اپنی ذات سے امید رکھنے سے مایوس نہ کردینا کہ مجھ پر رحمت سے مایوسی کا جذبہ غالب آجائے۔

وال

اوند عالم کی طرف سے مال سرمایہ دار افراد کے پاس امانت ہے جس کا مصرف دو عنوان سے ہوتا ہے یا حل
رام۔ حلال مصرف کا مطلب ہے خرچ میں میانہ روی اختیار کرنا اور حرام مصرف کا مطلب یہ ہے کہ خر
اسراف سے کام لینا۔ خداوند عالم نے سرمایہ دار افراد کو اپنی اموال کا امین جانا ہے لہٰذا ان کو چاہیئے
ال سے اس طرح استفادہ کریں کہ امانت کی رعایت ہو یعنی اپنی ضرورتوں میں میانہ روی کا لحاظ رکھیں ا
اور اضافی اموال کو فقراء ومساکین میں تقسیم کردیں۔ امام سجادؑ فرماتے ہیں:

ق الرجل بالقصد و بلغة الكفاف و يقدم منه فضلا لآخرته فان ذلك ابقى للنعمة و اقر
مزيد من الله عزو جل وانفع فى العافية (العاقبة)۔

ن کو چاہیئے کہ وہ خرچ کرنے میں میانہ روی اور کفایت شعاری سے کام لے اور اپنے مال کا ایک حصہ پیش
ی آخرت کے لئے روانہ کردے اس طرح کا عمل نعمتوں کے بقا اور نعمتوں میں اضافہ کا سبب بنتا ہے ا
ں کی بخشش کے لئے بہت فائدہ مند ہے۔

اسلام کے اہم ترین اقتصادی مسائل میں سے ایک مسئلہ انسان کی زندگی میں میانہ روی ہے جو اخلاقیات میں شمار کیا گیا ہے جب بھی انسان کی زندگی میں میانہ روی حاکم رہے گی تو کبھی بھی مالی مشکلات سے دوچار نہ ہوگا اور یہ عمل اس انسان کی بے نیازی اور معاشرے کے اقتصادی امنیت کا سبب بنے گا۔

وقومنی بالبذل والاقتصاد۔

اور میانہ روی اور عطایا کے ذریعہ مجھے سیدھے راستہ پر لگادے۔

امام سجادؑ خداوند عالم سے دعا کرتے ہیں کہ پروردگارا ہمیں زندگی میں میانہ روی اختیار کرنے کی توفیق عطا فرما اور انسان کی معیشت کو قابو میں کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں سوائے میانہ روی کے۔

کفایت شعاری

توجنی بالکفایة ولا تفتنی بالسعة۔

مجھے بے نیازی کا تاج پہنادے اور مجھے مال کثیر کے سبب فتنہ میں مت ڈالنا۔

من کان عندہ فضل ثوب و قدر ان یخص بہ مومنا یحتاج الیہ فلم یدفعہ الیہ اکبہ اللہ فی النار علی منحریہ۔

جس انسان کے پاس بھی لباس زیادہ ہوں اور وہ کسی ضرورت مند مومن کو دے بھی سکتا ہے مگر نہ دے تو خداوند عالم اس کو منہ کے بل جہنم میں ڈال دے گا۔

فضول خرچی سے ممانعت

وامنعنی من السرف۔

اور مجھے فضول خرچی سے باز رکھ۔

واحجبنی عن السرف والازدیاد۔

اور مجھے فضول خرچی اور اسراف سے دور فرما۔

اسراف سے ممانعت

واقبضنی بلطفک عن التبذیر۔

اور اپنے لطف سے میرے ہاتھوں کو اسراف کرنے سے روک دے۔

مال کی محبت

---واعلم ویحک یابن آدم ان قسوة البطنة وفترة المسيلة وسكر الشبع وغرة الملک مما یثبط و یبطئ عن العمل و ینسی الذکر و یلھی عن اقتراب الاجل حتی کان المبتلی بحب الدنیا بہ خبل من سکر الشراب۔

---اور جان لو! اے اولاد آدم تمہاری سنگ دلی، شکم پرستی، سستی و کاہلی، تمہاری خواہشات کی مستی اور تمہاری فرمانروائی پر افسوس ہے۔ یہ وہ چیزیں ہیں جو انسان کے کام کو سست کر دیتی ہیں اور عمل سے روک دیتی ہیں اور اللہ کی یاد کو بھلا دیتی ہیں اور انسان کو اس بات سے بے خبر کر دیتی ہیں کہ موت ان سے نزدیک ہے گویا انسان حب دنیا کے نشے میں چور ہو کر ساری چیزوں کا بھلا دیتا ہے۔

غفلت

وَ ازْوِ عَنِّی مِنَ الْمَالِ مَا یُحْدِثُ لِی مَخِیلَةً أَوْ تَأَدِّیاً إِلَی بَغْیٍ أَوْ مَا أَتَعَقَّبُ مِنْهُ طُغْیَاناً.

اور اس مال کو مجھ سے دور کر دے جو میرے اندر غرور پیدا کر دے یا جس کے نتیجہ میں میں سرکش ہو جاؤں۔

ایھا المومنون! مصیبتکم الطواغیت من اھل الرغبة فی الدنیا المائلون الیھا المفتونون بھا المقلبون علیھا وعلی حطامھا وھشیمھا البائد غدا۔

اے مومنوں! تمہاری زندگی کی مصیبت یہ طاغوت ہیں جن لوگوں نے اس دنیا سے دل لگا لیا ہے اور اس سے چپک گئے ہیں اور ہمیشہ دنیا اور مال دنیا کی طلب میں مصروف ہیں اور ایسا مال جو عنقریب فنا ہو جائے گا۔

مال کی اہمیت

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَی مُحَمَّدٍ وَ آلِهِ، وَ حَصِّنْ ثُغُورَ الْمُسْلِمِینَ بِعِزَّتِكَ، وَ أَیِّدْ حُمَاتَهَا بِقُوَّتِكَ، وَ أَسْبِغْ عَطَایَاهُمْ مِنْ جِدَتِكَ.--- وَاتِرْ بَیْنَ مِیَرِهِمْ،--- وَ أَسْبِغْ عَلَیْهِ فِی النَّفَقَةِ.--- اللّٰهُمَّ وَ أَیُّمَا مُسْلِمٍ خَلَفَ غَازِیاً أَوْ مُرَابِطاً فِی دَارِهِ، أَوْ تَعَهَّدَ خَالِفِیهِ فِی غَیْبَتِهِ، أَوْ أَعَانَهُ بِطَائِفَةٍ مِنْ مَالِهِ، أَوْ أَمَدَّهُ بِعَتَادٍ، أَوْ شَحَذَهُ عَلَی جِهَادٍ، أَوْ أَتْبَعَهُ فِی وَجْهِهِ دَعْوَةً، أَوْ رَعَی لَهُ مِنْ وَرَائِهِ حُرْمَةً، فَآجِرْ لَهُ مِثْلَ أَجْرِهِ وَزْناً بِوَزْنٍ وَ مِثْلاً بِمِثْلٍ،

خدایا محمد و آل محمد پر رحمت نازل فرما اور اپنے غلبہ کے ذریعہ مسلمانوں کی سرحدوں کی محافظت فرما اور اپنی قوت کے سہارے محافظین حدود کی تائید فرما اور اپنے کرم سے ان کے عطایا کو مکمل بنا دے---ان کی رسد

کے وسائل کو متواتر بنادے۔۔۔۔اور اس کو مکمل خرچ عطا فرمانا۔۔۔خدایا! اور جو مرد مسلمان کسی غازی یا سرحد کے سپاہی کے گھر کی ذمہ داری لے لے اور اس کے اہل خانہ کے گھر کی نگہداشت کرے یا اپنے مال سے اس کی مدد کرے یا آلات جنگ سے اس کی کمک کرے یا اسے جہاد کا جوش دلائے یا اس کے حق میں اپنی دعاؤں کو ساتھ کردے یا پس غیبت اس کی حرمت کا تحفظ کرے تو اسے بھی اسی جیسا اجر عنایت فرمانا تاکہ دونوں کا وزن ایک جیسا ہو اور دونوں کا اندازہ ایک طرح کا ہو۔

کمائی میں میانہ روی

۔متعنی بالاقتصاد۔

مجھ کو میانہ روی عطا کردے۔

۔قومنی بالبذل والاقتصاد۔

اور مجھے سخاوت اور میانہ روی کے ذریعہ قوام بخش دے۔

کمائی بچانے کا طریقہ

وعلمنی حسن التقدیر۔

اور ہمیں حسن تقدیر سکھادے۔

خرچ کرنے کی حدود

ان من اخلاق المومن الانفاق علی قدر الاقتار والتوسع علی قدر التوسع۔

مومن کے اخلاق کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ تنگدستی میں کم خرچی سے کام لیتا ہے اور فراوانی کی صورت میں زیادہ خرچ کرتا ہے۔

انفاق

وانفقوا مما جعلکم مستخلفین فیه۔

اور جس چیز کا اللہ نے تجھے جانشین بنایا ہے اس میں سے خرچ کرو۔

۔۔۔وارزقنی مواساۃ من قترت علیه من رزقک بما وسعت علی من فضلک۔

۔۔۔خدایا مجھے توفیق دے کہ میں تیرے فضل کے نتیجہ میں ملنے والی کثیر روزی میں ان لوگوں کو شریک کروں جن کو تونے کم رزق عطا کیا ہے۔

عمل

۔۔۔۔و اعنی علی صالح النیة و مرضی القول و مستحسن العمل۔

۔۔۔۔اور میری مدد فرما نیک نیت، پسندیدہ قول اور بہترین عمل پر۔

عمل کو خالص بنانا

لا تحبط حسناتی بما یشوبها من معصیتک۔

خدایا میری ان نیکیوں کو جو تیری معصیت کے ساتھ مخلوط ہو گئی ہیں، کو برباد نہ کر دینا۔

اللّٰهُمَّ و أَيُّما غازٍ غزاهم من أهلِ ملّتك، أو مجاهدٍ جاهدهم من أتباعِ سنّتك ليكونَ دينُك الأعلى و حزبُك الأقوى و حظُّك الأوفى فلقّه اليسر، و هيّئ له الأمر، و تولّه بالنُّجح، و تخيّر له الأصحاب، و استقوِ له الظهر، و أسبغ عليه في النفقة، و متّعه بالنشاط، و أطفِ عنه حرارةَ الشوق، و أجره من غمّ الوحشة، و أنسه ذكرَ الأهلِ و الولد. و أثِر له حسنَ النيّة، و تولّه بالعافية، و أصحبه السلامة، و أعفه من الجبن، و ألهمه الجرأة، و ارزقه الشدّة، و أيّده بالنصرة، و علّمه السيرَ و السنن، و سدّده في الحكم، و اعزل عنه الرياء، و خلّصه من السمعة، و اجعل فكرَه و ذكرَه و ظعنَه و إقامتَه، فيك و لك.

پروردگارا اور تیرے اہل مذہب میں سے جو مجاہدین بھی ان ظالموں سے جہاد کرے یا تیری سنت کی پیروی کرنے والوں میں سے جو غازی بھی ان سے مقابلہ کرے تاکہ تیرا دین سربلند ہو اور تیرا گروہ غالب رہے اور تیرا حصہ مکمل طور پر مل جائے تو اس کے مرحلہ جہاد کو آسان بنا دیا اس کے امور کو مہیا کر دینا اس کی کامیابی کی ذمہ داری لے لینا اس کے لئے بہترین اصحاب انتخاب فرما دینا اس کے لئے بہترین سواری کا انتظام کر دینا اس کو مکمل خرچ عطا فرمانا اسے نشاط جنگ سے سرفراز فرمانا اس کے لئے شوق وطن کی حرارت کو سرد بنا دینا اور غم وحشت سے نجات دیدینا اہل و اولاد کی یاد کو دل سے نکال دینا۔

اسے حسن نیت عطا فرمانا عافیت سے سرفراز فرمانا سلامتی کو ساتھ کر دینا بزدلی سے محفوظ بنا دینا جرئت کا الہام فرما زور و توانائی مرحمت فرما اپنی نصرت سے اس کی تائید فرما ریاکاری کو اس سے دور کر دے نام و نمود سے الگ کر دے اور اس کے ذکر و فکر سفر و حضر کو صرف اپنی راہ میں اور اپنی ذات کے لئے قرار دے دے جب اپنے اور تیرے دشمن کا سامنا کرے۔

عمل اور کام

--ولم یلههم الامل عن العمل-

---ان کی آرزوئیں ان کو ان کے عمل سے روک نہیں سکیں۔

خلقت کا عمل

روز و شب کی خلقت

اَلْحمدُ للّٰه الذی خَلَقَ اللّیلِ و النَّهار بقُوَّته و مَیَّز بینهما بقُدْرته و جعَل لکُلِّ واحد منهما حداً محدُوداً، و أمداً ممدوداً یولِجُ کُلَّ واحدٍ منهما فی صاحبه، و یولج صاحبه فیهٖ بتقدیر منه للْعباد فیما یغذُوهم به، و ینشئهم علیه-

ساری تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے رات اور دن دونوں کو اپنی قوت سے پیدا کیا اور پھر دونوں کے درمیان اپنی قدرت ہی سے امتیاز قائم کیا ہر ایک کے لئے ایک مقرر حد اور محدود مدت معین کی جہاں ایک دوسرے میں داخل کر دیتا ہے اور اسے اس میں داخل کر دیتا ہے اور ان کی نشو و نما کا سامان کرتا ہے۔

شب کی خلقت

فَخلَقَ لَهُم اللّیل لیسْکُنُوا فیه من حرکَات التَّعَب و نَهضَات النَّصَب، و جعلَه لباساً لیلْبسُوا من راحته و منامه، فیکُونَ ذَلکَ لَهُم جماماً و قُوَّةً، و لینالُوا به لَذّةً و شهوةً-

اس نے ان کے لئے رات کو خلق کیا تاکہ تعب کی حرکات اور زحمتوں کی خستہ حالیوں سے سکون حاصل کر سکیں اور پھر اسے لباس بنادیا تاکہ راحت اور خواب کے وقت اس سے لذت اور شہوت بھی حاصل کر سکیں۔

دن کی خلقت

و خَلَقَ لَهُم النَّهار مبصراً لیبتغُوا فیه من فَضْله، و لیتسَبَّبوا إلَی رزْقه، و یسرحوا فی أرضه، طَلَباً لما فیه نیلِ الْعاجلِ من دُنیاهم، و دَرَکُ الْآجَلِ فی أُخراهم بکُلِّ ذَلک یصلح شأنَهم، و یبلُو أَخبارَهم، و ینظُر کیفَ هم فی أَوقَات طَاعته، و منَازل فُروضه، و مواقعِ أَحکَامه، لیجزی الّذین أَساءوا بما عملُوا، و یجزِی الّذین أَحسنوا بالْحسنی.

اس کے بعد دن کو پیدا کیا تاکہ اس کے فضل کو تلاش کریں اور وسائل رزق کو فراہم کر سکیں اور زمین میں
اس شے کی طلب میں نکل پڑیں جس میں دنیا کی نقد راحت بھی ہو اور آخرت کے فوائد کی تحصیل بھی ہو ان تما
اسباب کے ذریعہ وہ ان کے حالات کی اصلاح کرنا چاہتا ہے اور ان کے اخبار کا امتحان لیتا رہتا ہے اور یہ دیکھ
رہتا ہے کہ اطاعت کے اوقات فرض کی منزل اور احکام کے مواقع پر ان کا کیا حال ہوتا ہے تاکہ برے اعمال
کرنے والوں کو سزا دے سکے اور نیک اعمال انجام دینے والوں کو بہترین انعام دے سکے۔

و اجعلْه أيمن يوم عهدْناه، و أفْضل صاحب صحبناه، و خير وقْت ظللْنا فيه و اجعلْنا من
أرضى من مرّ عليْه الليل و النّهار من جملة خلْقك، أشْكرهم لما أوليْت من نعمك، و أقْومهم
بما شرعت من شرائعك، و أوقفهم عمّا حذّرت من نهيك.

اور اس دن کو میری زندگی کا مبارک ترین دن، بہترین وقت بنا دے جس کے زیر سایہ میں نے زندگی گزاری
ہو۔ ہمیں ان لوگوں میں قرار دیدے جن پر تیری تمام مخلوقات میں آج کے شب و روز گزارے ہوں اور انہوں
نے تیری دی ہوئی نعمتوں کا شکریہ ادا کیا ہو اور تیرے مقرر کردہ قوانین پر سب سے زیادہ قائم رہنے والوں میں
ہوں اور تیری ممنوعہ اشیا سے رک جانے والوں میں سے زیادہ محتاط ہوں۔

أصبحنا و أصبحت الأشياء كلّها بجملتها لك سماؤها و أرضها، و ما بثثت في كلّ واحد
منهما، ساكنه و متحرّكه، و مقيمه و شاخصه و ما علا في الهواء، و ما كنّ تحت الثّرى أصبحنا
في قبضتك يحوينا ملْكك و سلْطانك، و تضمّنا مشيّتك، و نتصرّف عن أمرك، و نتقلّب في
تدبيرك. ليْس لنا من الْأمْر إلاّ ما قضيت، و لا من الْخير إلاّ ما أعطيت.

اور یہ ساری کی ساری اشیا آسمان، زمین اور دونوں کے اندر بکھری ہوئی مخلوقات ساکن، متحرک، مقیم، مسافر،
و شے ہوا کی بلندیوں پر ہے اور زمین کی تہ میں ہے۔ سب تیرے لئے ہے۔ اور ہم بھی تیرے ہی قبضہ میں ہیں
و اقتدار، تیری سلطنت ہمارے سارے وجود پر حاوی ہے اور تیری مشیت ہمیں اپنے دامن میں لئے ہوئے
ہے ہم تیرے ہی حکم سے تصرف کرتے ہیں اور تیری ہی تدبیر سے کروٹیں بدلتے ہیں۔ ہمارا حصہ معاملات
میں اتنا ہی ہے جس کا تو نے فیصلہ کر دیا ہے اور خیر بھی وہی ہے جو تو نے عطا کر دیا ہے۔

...با لما فيه نيل العاجل من دنياهم ودرک الاجل في اخراهم۔

... میں پیش آنے والی ضرورتوں کو حاصل ...یں اور آخرت میں کام آنے والی چیزوں تک دسترسی حاصل
...یں۔

ہلے کردار پھر عمل

لهمَّ صلِّ علَى مُحَمَّد وَ آله، وَ ارزُقْني صحَّةً في عبادَة، وَ فَرَاغاً في زَهَادَة، وَ علْماً
ستعمال، و ورعاً في إجمال.

ایا! محمد و آل محمد پر رحمت نازل فرما اور مجھے عبادت میں صحت، زہد میں وسعت، منزل عمل میں علم اور مش
ور میں احتیاط کی صلاحیت عطا فرما۔

ض اعمال کے وجوہات

لهمَّ صلِّ علَى مُحَمَّد وَ آله، وَ حلّني بحلْية الصَّالحين، وَ أَلْبسني زينةَ الْمتّقين، في بس
عدل، وَ كَظْم الغيْظ، وَ إطْفَاء النَّائرة، وَ ضمِّ أَهْلِ الْفرقَة، وَ إصْلَاحِ ذَات الْبين، وَ إفْ
ارفَة، وَ ستر الْعَائبَة، وَ لين الْعريكَة، وَ خَفْض الْجناح، وَ حسن السِّيرة، وَ سكُون الرِّيح،
ب الْمخالقَة، وَ السَّبق إلَى الْفضيلَة، وَ إيثار التَّفضُّل، وَ ترك التَّعيير، وَ الْإفْضَال عَلَى غي
ستحقّ، وَ الْقول بالْحقّ وَ إنْ عزَّ، وَ استقْلَال الْخير وَ إنْ كثر من قولي وَ فعلي، وَ استكْث
شّر وَ إنْ قلَّ من قولي وَ فعلي، وَ أَكْمل ذَلكَ لي بدوَام الطَّاعة، وَ لزُوم الْجمَاعة، وَ رَفْض
الْبدَع، وَ مستعمل الرَّأْي الْمخترع.

ایا! محمد و آل محمد پر رحمت نازل فرما اور مجھے صالحین کا انداز عطا فرما متقین کی زینت کا لباس مرحمت فرما تا ک
عدل کو منتشر کروں غصہ کو ضبط کروں آتش جنگ کو بجھادوں اختلاف کرنے والوں کو آپس میں ملادوں
ں کے اختلافات کی اصلاح کروں نیکیوں کو عام کروں۔ برائیوں کی پردہ پوشی کروں مزاج کو نرم رکھوں
ھوں کو جھکائے رکھوں سیرت کو بہترین رکھوں انداز سلوک کو پر سکون رکھوں اخلاق کو پاکیزہ رکھوں
لت کی طرف قدم آگے بڑھاؤں فضل و کرم کو اختیار کروں لوگوں کو سرزنش نہ کروں غیر مستحق پر بھی
ان کروں حرف حق کہوں چاہے کسی قدر مشکل کیوں نہ ہو اور شر کو زیادہ سمجھوں چاہے کسی قدر قلیل
ں نہ ہو وہ قول میں یا عمل میں۔ اور میں ان تمام صفات کو اطاعت کے دوام، جماعت کے التزام، اہل بدعت
ترک تعلقات اور انوکھی آرا کے اختیار کرنے والوں سے کنارہ کشی کے ذریعہ مکمل بنادے۔

ایک سچی حقیقت نہ کہ آرزوئیں

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ آلِہِ، وَ اکْفِنَا طُولَ الْأَمَلِ، وَ قَصِّرْہُ عَنَّا بِصِدْقِ الْعَمَلِ حَتّٰی لَا نُؤَمِّلَ اسْتِتْمَامَ سَاعَۃٍ بَعْدَ سَاعَۃٍ، وَ لَا اسْتِیفَاءَ یَوْمٍ بَعْدَ یَوْمٍ، وَ لَا اتِّصَالَ نَفَسٍ بِنَفَسٍ، وَ لَا لُحُوقَ قَدَمٍ بِقَدَمٍ وَ سَلِّمْنَا مِنْ غُرُورِہِ، وَ آمِنَّا مِنْ شُرُورِہِ،

خدایا! محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرمااور ہمیں لمبی امیدوں سے بچالے اور انہیں صدق اعمال کی بناپر کوتاہ بنادے تاکہ ہم ہر ساعت کے بعد دوسری ساعت کے مکمل ہوجانے اور ہر دن کے بعد دوسرے دن کے تمام ہوجانے اور ہر سانس کے بعد دوسرے سانس کے آنے اور ہر قدم کے بعد دوسرے اقدام کے اٹھانے کی امید نہ کریں۔ ہمیں امیدوں کے فریب سے بچالے اوران کے شر سے محفوظ رکھ۔

انسانی عمل کا معیار

اظھر الیاس من الناس فان ذالک من الغنا واقل طلب الحوائج الیھم فان ذالک فقر حاضر وایاک وما یعتذر منه وصل صلاۃ مودع وان استطعت ان تکون الیوم خیرا منک امس و غدا خیرا منک الیوم فافعل۔

اپنی امیدوں کو لوگوں قطع کرلے کیونکہ یہ ایک طرح کی بے نیازی ہے اور لوگوں کے سامنے اپنی مرادوں کو کم بیان کروکیونکہ یہ ایک طرح کا فقر ہے معذرت خواہی والے کاموں سے بچواور اپنی نماز کو آخری نماز سمجھ کرپڑھواور اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا آج کا دن گذشتہ دن سے اور کل آج کے دن سے بہتر ہو توایساہی کرو۔

فقر

اللھم انی اعوذ بک من الکسل والفشل والھم والفقر۔۔الفاقۃ۔

خدایا میں تجھ سے پناہ چاہتا ہوں سستی سے کاہلی سے غم واندوہ سے فقر و۔۔۔فاقہ سے۔

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ آلِہِ، وَ ھَبْ لِی الْعَافِیَۃَ مِنْ دَیْنٍ تُخْلِقُ بِہِ وَجْھِی، وَ یَحَارُ فِیہِ ذِھْنِی، وَ یَتَشَعَّبُ لَہُ فِکْرِی، وَ یَطُولُ بِمُمَارَسَتِہِ شُغْلِی وَ أَعُوذُ بِکَ، یَا رَبِّ، مِنْ ھَمِّ الدَّیْنِ وَ فِکْرِہِ، وَ شُغْلِ الدَّیْنِ وَ سَھَرِہِ، فَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ آلِہِ، وَ أَعِذْنِی مِنْہُ، وَ أَسْتَجِیرُ بِکَ، یَا رَبِّ، مِنْ ذِلَّتِہِ فِی الْحَیَاۃِ، وَ مِنْ تَبِعَتِہِ بَعْدَ الْوَفَاۃِ، فَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ آلِہِ، وَ أَجِرْنِی مِنْہُ بِوُسْعٍ فَاضِلٍ أَوْ کَفَافٍ وَاصِلٍ.

خدایا! محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور مجھے اس قرض سے نجات دیدے جو میری آبرو کو مٹادے اور میرے ذہن کو پریشان کردے اور میری فکر کو منتشر کردے اور میں اس کی فکر میں ہمہ وقت مصروف رہوں۔ خدایا میں قرض کی فکر اور اس کے ہم و غم اور اس میں مشغول رہنے اور اس کے لئے بیدار رہنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں لہٰذا محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور مجھے اپنے وسیع فضل اور مسلسل رزق کے ذریعہ نجات دیدے۔

امام علیہ السلام اس دعا میں پانچ چیزون کے سلسلہ میں تاکید فرماتے ہیں:

1۔ فقر مقروض ہونے سے زیادہ برا ہے کیونکہ فقیر کی حیثیت معاشرے میں ایسی نہیں ہوتی کہ کوئی اسے قرض دے۔

2۔ دعا میں مختلف چیزوں سے پناہ مانگی گئی ہے جیسے فقر' عزت وآبرو کے ختم ہونے' غم واندوہ' ذلت و رسوائی' بے خوابی وغیرہ۔

3۔ اس دعا میں پانچ مرتبہ مختلف تعبیرات کے ذریعہ خدا کی پناہ مانگی گئی ہے فقر سے۔

4۔ قرض ایک ایسی چیز ہے جسے اسلام نے ایک ضرورت کے تحت مقرر کیا ہے نہ کہ ایک اصل کے عنوان سے اور اسی وجہ سے قرض کے اوپر تاکید بھی کی گئی ہے تاکہ انسان کی ضروریات پوری ہوسکیں حالانکہ اسلام کا ہدف یہ ہے کہ وہ معاشرے سے فقر وتنگدستی کو ختم کردے اور انسان خود کفیل بن جائے

5۔ یہ بات مسلم ہے کہ امام علیہ السلام نے جس چیز کو اپنے لئے چاہا ہے یقینا دوسروں کے لئے بھی یہی پسند کرتے ہیں۔ اگر طلب مال کی تعریف کرنے والی حدیثوں اور مال کی مذمت کرنے والی حدیثوں کو جمع کیا جائے تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ انسان کو بحد ضرورت حاصل کرنا چاہیئے اور اضافی بچ جانے والے مال ک ذریعہ نادار لوگوں کی مدد کرنی چاہیئے۔

الھم انی اسئلک حسن المعیشة معیشة اتقوی بھا علی جمیع حوائی و اتوصل بھا الیک فی حیاة الدنیا و فی آخرتی من غیر ان تترفنی فیھا فاطفی او تفتر بھا علی فاشقی اوسع علی من حلال رزقک۔۔۔۔ثم لا تشغلنی عن شکر نعمتک باکثار منھا تلھینی بھجتہ و تفتنی زھرات زھوتہ ولا باقلال علی منھا یقصر بعملی کدہ ویملا صدری ھمہ اعطنی من ذالک یا الھی غنی عن شرار خلقک وبلاغا بہ الی رضوانک۔۔۔

خدایا میں تجھ سے نیک کمائی کی درخواست کرتا ہوں ایسی کمائی جس سے ہماری ساری ضرورتیں پوری ہوجائیں اور دنیا وآخرت کی زندگی میں وہ کمائی تجھ سے قرب کا سبب بنے نہ یہ کہ تو مجھے نعمتوں میں ایسا غرق کردے کہ

میں سرکشی پر اتر آؤں اور نہ ہی میری زندگی کو اتنا تنگ کردے کہ میں فقر و بدبختی میں مبتلا ہو جاؤں۔ میرے اوپر رزق حلال کو وسیع کردے۔۔۔ مجھے اپنی نعمتوں کے مقابل میں شکران نعمت اور سے محروم نہ کرنا اسی طرح مال دنیا کے کم ہونے کی صورت میں میری جستجو کو طلب دنیا کے لئے مشغول مت کرنا اور مجھے اتنا عطا کر کہ مجھے برے لوگوں کی ضرورت نہ پڑے اور مجھے اتنا دے کہ تیری رضا کو پا سکوں۔

اجتماعی تعاون

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِهِ، وَ تَوَلَّنِي فِي جِيرَانِي وَ مَوَالِيَّ الْعَارِفِينَ بِحَقِّنَا، وَ الْمُنَابِذِينَ لِأَعْدَائِنَا بِأَفْضَلِ وَلَايَتِكَ. وَ وَفِّقْهُمْ لِإِقَامَةِ سُنَّتِكَ، وَ الْأَخْذِ بِمَحَاسِنِ أَدَبِكَ فِي إِرْفَاقِ ضَعِيفِهِمْ، وَ سَدِّ خَلَّتِهِمْ، وَ عِيَادَةِ مَرِيضِهِمْ، وَ هِدَايَةِ مُسْتَرْشِدِهِمْ، وَ مُنَاصَحَةِ مُسْتَشِيرِهِمْ، وَ تَعَهُّدِ قَادِمِهِمْ، وَ كِتْمَانِ أَسْرَارِهِمْ، وَ سَتْرِ عَوْرَاتِهِمْ، وَ نُصْرَةِ مَظْلُومِهِمْ، وَ حُسْنِ مُوَاسَاتِهِمْ بِالْمَاعُونِ، وَ الْعَوْدِ عَلَيْهِمْ بِالْجِدَةِ وَ الْإِفْضَالِ، وَ إِعْطَاءِ مَا يَجِبُ لَهُمْ قَبْلَ السُّؤَالِ وَ اجْعَلْنِي اللّٰهُمَّ أَجْزِي بِالْإِحْسَانِ مُسِيئَهُمْ، وَ أُعْرِضُ بِالتَّجَاوُزِ عَنْ ظَالِمِهِمْ، وَ أَسْتَعْمِلُ حُسْنَ الظَّنِّ فِي كَافَّتِهِمْ، وَ أَتَوَلَّى بِالْبِرِّ عَامَّتَهُمْ، وَ أَغُضُّ بَصَرِي عَنْهُمْ عِفَّةً، وَ أُلِينُ جَانِبِي لَهُمْ تَوَاضُعاً، وَ أَرِقُّ عَلَى أَهْلِ الْبَلَاءِ مِنْهُمْ رَحْمَةً، وَ أُسِرُّ لَهُمْ بِالْغَيْبِ مَوَدَّةً، وَ أُحِبُّ بَقَاءَ النِّعْمَةِ عِنْدَهُمْ نُصْحاً، وَ أُوجِبُ لَهُمْ مَا أُوجِبُ لِحَامَّتِي، وَ أَرْعَى لَهُمْ مَا أَرْعَى لِخَاصَّتِي. اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِهِ، وَ ارْزُقْنِي مِثْلَ ذَلِكَ مِنْهُمْ، وَ اجْعَلْ لِي أَوْفَى الْحُظُوظِ فِيمَا عِنْدَهُمْ، وَ زِدْهُمْ بَصِيرَةً فِي حَقِّي، وَ مَعْرِفَةً بِفَضْلِي حَتَّى يَسْعَدُوا بِي وَ أَسْعَدَ بِهِمْ، آمِينَ رَبَّ الْعَالَمِينَ.

خدایا! محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور ہماری بہترین امداد فرما ہمارے ہمسایہ اور ان کے دوستوں کے حق میں جو ہمارے حق کے پہچاننے والے اور ہمارے دشمنوں کو ٹھکرانے والے ہیں اور انہیں توفیق دے کہ تیری سنت کو قائم کرنے 'کمزوروں کے ساتھ نرمی برتنے' ان کی حاجت روائی کرنے مشورہ لینے والوں کو صحیح مشورہ دینے 'وارد ہونے والوں سے ملاقات کرنے 'اسرار کو پوشیدہ رکھنے 'عیوب کو چھپانے 'مظلوم کی امداد کرنے' ظروف کے معاملہ میں ہمدردی کرنے '، بخشش و انعام کے ذریعہ انہیں فائدہ پہنچانے اور سوال سے پہلے عطا کرنے میں بہترین ادب کا مظاہرہ کریں۔

اور مجھے بھی توفیق دے کہ میں ان کے بدسلوکوں کو اچھا بدلہ دوں' ان کے ظالموں سے درگزر کروں' سب کے بارے میں حسن ظن سے کام لوں' عام لوگوں کے ساتھ نیک برتاؤ کروں' بربنائے عفت نگاہوں کو نیچا

رکھوں، تواضع کے ساتھ اپنے پہلو نرم رکھوں، جو مبتلائے مصیبت ہو جائی ان کے ساتھ نرمی اور مہربانی کا برتاؤ کروں جو نگاہوں سے غائب ہوں ان کی بھی محبت دل میں رکھوں۔ اخلاص کے ساتھ ان کی نعمتوں کی بقا کی خواہش کروں اور جو کچھ اپنے قرابتداروں کے لئے لازم قرار دیتا ہوں ان کے لئے بھی لازم قرار دوں اور جن باتوں کا اپنے خواص کے بارے میں خیال رکھتا ہوں ان کے بارے میں بھی خیال رکھوں۔

خدایا! محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور مجھے بھی تمام چیزیں ان کی طرف سے عنایت فرمادے اور جو چیزیں ان کے پاس ہیں ان میں میرے حصہ کو وافر قرار دیدے کہ وہ میرے ذریعہ نیک بخت ہوں اور میں ان کے ذریعہ خوش بخت رہوں۔ آمین یارب العالمین۔

لوگوں کی محتاجی اور ان کی تعریف کرنا

وَ نَعُوذُ بِكَ مِنْ شَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ، وَ مِنَ الْفَقْرِ إِلَى الْأَكْفَاءِ، وَ مِنْ مَعِيشَةٍ فِي شِدَّةٍ،—

اور ہم اس بات سے بھی پناہ چاہتے ہیں کہ دشمن ہمیں طعنے دے سکیں اور ہم اپنے جیسوں کے محتاج ہو جائیں یا ہماری معیشت شدت کا شکار ہو جائے۔

اپنے پڑوسیوں کے ساتھ ہمدردی

من بات شبعان وبحضرته مومن جائع طاو قال الله عزو جل: ملائکتي! اشهد کم علی هذا العبد انی قد امرته فعصانی واطاع غیری وکلته الی عمله و عزتی وجلالی لا غفرت له ابدا۔

جو شخص سیر ہو کر سو جائے درحالیکہ اس کے نزدیک ایک مومن بھوکا رہے، ایسے شخص کے بارے میں خدا فرماتا ہے: اے فرشتوں! میں تمہیں اس بندہ پر گواہ بناتا ہوں کہ جسے میں نے حکم دیا مگر اس نے نافرمانی کی اور میرے مقابل دوسرے کی اطاعت کی، میں نے اس کو اس کے عمل کے حوالہ کر دیا اور میر عزت وجلالت کی قسم میں اس کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔

امام سجاد علیہ السلام نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول کو نقل کرتے ہوئے فرمایا:

ما من خطوة احب الی الله من خطوتین خطوة یسد بها صفا فی سبیل الله تعالی و خطوة الی ذی رحم قاطع یصلها وما من جرعة احب الی الله من جرعتین جرعة غیظ یردها مومن بحلم جرعة وجزع یردها مومن بصبر وما من قطرة احب الی الله من قطر تین قطرة دم فی سبیل الله قطرة دمع فی سواد اللیل من خشیة الله۔

خداوند عالم ان دو اقدام سے زیادہ کسی اور اقدام کو دوست نہیں رکھتا ایک وہ قدم جو مجاہد راہ خدا میں آگے بڑھاتا ہے اور دوسرا وہ قدم جو انسان ایسے انسان سے صلہ رحم کے لئے قدم آگے بڑھاتا ہے جس نے قطع رحم کرر کھا ہے اور خدا کے نزدیک دو گھونٹ سے زیادہ کوئی اور گھونٹ محبوب نہیں ہے ایک وہ گھونٹ جو مومن غصہ کی حالت میں پیتا ہے اور دوسرا جب مومن بے تابی کی کیفیت میں صبر کا گھونٹ پیتا ہے؛ اور خدا کے نزدیک دو قطروں سے زیادہ محبوب کوئی قطرہ نہیں ہے ایک وہ خون کا قطرہ جو میدان جہاد میں گرتا ہے اور دوسرا وہ جو شب کی تاریکی میں خوف خدا سے مومن کی آنکھوں سے گرتا ہے۔

بزرگی کے عالم میں نعمتوں میں اضافہ چاہنا

اللّٰهمّ صلِّ على محمّد و آله، و اجعل أوسع رزقك علىّ إذا كبرت، و أقوى قوّتك فىّ إذا نصبت،

خدایا محمد وآل محمد پر درود بھیج اور مجھے وسیع ترین رزق عطا فرما جب میں بڑا ہو جاؤں اور مجھے اپنی بہترین قوت عنایت فرما جب میں بیمار ہو جاؤں۔

ذمہ داریاں

قرآن کریم، پیغمبر اکرم اور ائمہ معصومین علیہم السلام کی تعلیمات میں مسلسل حقوق اور اوامر و نواہی کو بیان کیا گیا ہے جن کی انجام دہی انسان کے ہاتھوں میں ہے۔

ذمہ داری اور امر و نہی

اللّٰهمّ صلّ على محمّد و آله، و وفّقنا فى يومنا هذا و ليلتنا هذه و فى جميع أيّامنا لاستعمال الخير، و هجران الشرّ، و شكر النّعم، و اتّباع السّنن، و مجانبة البدع، و الأمر بالمعروف، و النّهى عن المنكر، و حياطة الإسلام، و انتقاص الباطل و إذلاله، و نصرة الحقّ و إعزازه، و إرشاد الضّالّ، و معاونة الضّعيف، و إدراك اللّهيف-

خدایا! محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور ہمیں آج کے دن اور آج کی رات اور تمام دنوں میں خیر کو عمل میں لانے، شر کو ترک کرنے، نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے، سنتوں کا اتباع کرنے، بدعتوں سے کنارہ کش رہنے، نیکیوں کا حکم دینے، برائیوں سے روکنے، اسلام کی حفاظت کرنے، باطل کی کمزوریوں کے اظہار کرنے اور اسے ذلیل کرنے، اہل حق کے اعزاز، دردمندوں کی دادرسی کرنے کی توفیق عطا فرما۔

انسان کا امتحان

ثُمَّ أمرنا لیختبر طَاعتنَا، و نَهَانَا لیبتلی شُکْرنَا، فَخَالَفْنَا عَن طَرِیقِ أَمرِه، و رَکِبنَا متونَ زَجرِه، فَلَ
یبتدرنا بعقوبته، و لَم یعاجلْنَا بنقمته، بل تَأَنَّانا برحمته تکرُّماً، و انتظَر مراجعتنا برأفته حلْماً.
الْحمد لله الَّذی دلَّنا علَی التَّوبَة الَّتی لَم نفدها إلَّا من فضله، فَلَو لَم نعتدد من فضله إلا بـ
لَقَد حسن بلاؤه عندنا، و جلَّ إحسانه إلَینا و جسم فضله علَینا فما هکَذا کانَت سنَّته فـ
التَّوبة لمن کانَ قَبلَنَا، لَقَد وضع عنَّا ما لَا طَاقَةَ لَنا به، و لَم یکَلِّفنَا إلَّا وسعاً، و لَم یجشِّمنا إ
یسراً، و لَم یدَع لأحد منَّا حجَّةً و لَا عذراً. فَالْهالك منَّا من هلَك علَیه، و السَّعید منَّا من رغب
إلَیه۔

اس کے بعد ہمیں احکام عنایت فرمائے تاکہ ہماری اطاعت کا امتحان لے اور ہمیں نہی کی تاکہ ہمارے شکر کی
آزمائش کرے۔ مگر ہم نے اس کے امر کی راہ سے اختلاف کیا اور اس کے ممنوعات کی پشت پر سوار ہو گئے۔ پھ
بھی اس نے عذاب میں سبقت نہیں کی اور انتقام میں عجلت سے کام نہیں لیا بلکہ کرم کر کے اپنی رحمت سے
مہلت دیدی اور اپنے حلم کی بنا پر مہربانی کر کے ہماری واپسی کا انتظار کیا۔ ساری حمد اس اللہ کے لئے ہے جس
نے ہمیں س توبہ کی طرف رہنمائی کی ہے جسے ہم اس کے فضل کے بغیر نہیں پا سکتے تھے۔ تو اب اگر اس کے
فضل و کرم میں توبہ کے علاوہ کسی چیز کی طرف اعتنا کریں تو بھی اس کی نعمتیں ہمارے پاس حسین ترین ہیں اور
اس کا احسان ہمارے اوپر جلیل القدر ہے اور اس کا فضل و کرم وسیع تر ہے۔ ظاہر ہے کہ گذشتہ لوگوں کی توبہ
میں اس کا انداز کرم یہ نہیں تھا اور اب تو اس نے ہم سے ان تمام احکام کو اٹھا لیا ہے جن کی ہم میں طاقت نہیں
ہے اور ہم کو صرف بقدر وسعت تکلیف دی ہے اور سہولت کو دیکھ کر ہمیں مشقت میں مبتلا کیا ہے اور اس
طرح کسی بندے کے لئے نہ کوئی دلیل چھوڑی ہے اور نہ کوئی عذر۔ لہٰذا اب اگر کوئی ہلاک ہو گا تو اس کی
مخالفت کی بنا پر اور نیک بخت بنے گا تو اس کی طرف رغبت پیدا کر کے۔

ہادی امت حضرت امام زین العابدین علیہ السلام

سید محمد جواد عسکری زیدی

خاندان نبوت کا یہ چاند اگرایک طرف آبائی فضائل وکمالات کا مالک ہونے کی بناپر فخر عرب ہے تو دوسری طرف ماں کی عظمت وجلالت کی بناپر عجم کے جاہ وحشم کا مالک ہے۔ آپ کی والدۂ ماجدہ ایران کے بادشاہ یزدجرد بن شہریار بن کسریٰ کی بیٹی تھیں۔ مورخین لکھتے ہیں کہ آپ خلافت ثانیہ کے زمانہ میں فتح مدائن کی غنیمت میں اپنی دوسری بہنوں کے ساتھ تشریف لائیں اور حضرت امیر نے خرید کر امام حسین کی زوجیت میں دے دیا۔ دوسری روایت ہے کہ آپ حضرت امیر کی ظاہری حکومت میں آئیں اور آپ کا عقد امام حسین سے کردیا گیا۔ ۱۵/جمادی الاولیٰ ۳۸ھ کو آپ کے بطن اطہر سے امام زین العابدین علیہ السلام کی ولادت ہوئی، جس کی خبر سن کر امیر المومنین نے سجدۂ شکر ادا کیا اور آپ کا نام علی رکھا۔ آپ کی والدہ کا انتقال آپ کی ولادت کے بعد دس دن کے اندر ہی ہوگیا تھا۔ آپ کی شخصیت کے بارے میں مشہور راوی زہری کا بیان ہے کہ اہل بیت میں اس دور میں علی بن الحسین سے افضل کوئی نہ تھا۔ بعض دیگر مورخین نے آپ کو افقہ زمانہ کے نام سے یاد کیا ہے۔

یوں تو ہر امام، پروردگار عالم سے ایک خاص تعلق رکھتا ہے جس کی بناء اسے عہدۂ امامت عطا کیا جاتا ہے لیکن آپ کے امتیاز کے لئے یہی کافی ہے کہ آپ کو رسول خداؐ نے زین العابدین کہہ کر یاد کیا ہے اور فرمایا ہے کہ روز قیامت جب زین العابدین کو آواز دی جائے تو میرا ایک فرزند علی ابن الحسین لبیک کہتا ہوا بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوگا۔ اس کی تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے جسے صاحب مناقب اور صاحب شواہد النبوۃ نے نقل کیا ہے کہ آپ نماز تہجد میں مشغول تھے کہ شیطان آپ کو اذیت دینا شروع کرتا ہے اور پیر کے انگوٹھے کو چبانا شروع کرتا ہے لیکن جب آپ نے کوئی توجہ نہ دی اور وہ شکست کھا کر چلا گیا تو ایک آواز غیبی آئی کہ انت زین

العابدین۔ ظاہر ہے کہ اس آواز کا تعلق اژدھے یا ابلیس سے نہ تھا بلکہ یہ ایک ندائے قدرت تھی جو اس فتح مبین کے موقع پر بلند ہوئی تھی۔

روایتوں میں ملتا ہے کہ آپ ایک ایک دن میں ہزار ہزار رکعت نماز ادا کرتے تھے اور معمولی سے معمولی نعمت پانے یا مصیبت کے دور ہونے پر سجدۂ شکر کرتے تھے۔ آپ اتنا زیادہ سجدہ کرتے تھے کہ آپ کے اعضاء سجدہ پر اتنے اونچے گھٹے پڑ جاتے تھے جو سال میں دو مرتبہ تراشے جاتے تھے اور ہر مرتبہ پانچ تہہ نکلتی تھیں جس کی وجہ سے لوگ آپ کو ذوالثفنات کہتے تھے۔

آپ کی زندگی میں جتنی اہمیت آپ کی نمازوں اور عبادتوں کو حاصل ہے اتنی ہی اہمیت آپ کی دعاؤں کو بھی حاصل ہے اور شاید کسی معصوم سے بھی اس طرح کی دعائیں نقل نہیں ہوئی ہیں جس طرح کی عظیم دعائیں امام سجاد علیہ السلام سے نقل کی گئی ہیں۔ صحیفہ کاملہ جو کہ دعاؤں پر مشتمل ہے آپ کی دعاؤں کا ایک بے مثل و نظیر مجموعہ ہے جس کا ایک ایک فقرہ معرفت الٰہی سے پر ہے اور جس میں بے شمار معانی و مفاہیم کا بحر بیکراں اور علوم و فنون کے جواہر موجود ہیں۔ اسے علمائے اسلام نے زبور آل محمد اور انجیل اہلبیت کا درجہ دیا ہے اور اس کی فصاحت و بلاغت کو دیکھ کر اسے کتب سماویہ و عرشیہ کا رتبہ دیا گیا ہے۔ آپ کی دعاؤں میں ایک نکتہ یہ بھی پایا جاتا ہے کہ آپ نے دعا کو صاحبان ایمان کے لئے تعمیر کردار اور ظالموں کے خلاف احتجاج کا بہترین ذریعہ قرار دیا ہے اور اپنی دعاؤں کے ذریعہ ان حقائق کا اعلان کر دیا جن کا اعلان دوسرے انداز میں ممکن نہ تھا۔ اس دور میں سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ ظلم کے خلاف کسی طرح کا قیام مناسب نہیں تھا۔ لیکن امام علیہ السلام کے لئے خاموش بیٹھنا بھی ممکن نہ تھا۔ لہٰذا اس ہادی امت نے تبلیغ و ہدایت کے دوسرے راستے کو اختیار کیا اور اپنی دعاؤں کے ذریعہ تمام مراحل تبلیغ و ترویج مکمل کر لئے۔ اس میدان میں جس قدر رہنمائی و ہدایت آپ نے کی ہے اور جس قدر دعا کو تبلیغ کا ذریعہ آپ نے بنایا ہے دیگر معصومین کے یہاں بھی اس کی مثالیں نہیں ملتیں۔ دعاؤں کے سلسلہ میں آپ کے الفاظ و کلمات کی تعریف کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ آپ کی دعا اس قدر جامع اور مطابق مقصد ہوا کرتی تھی کہ آپ کے شاگرد نے آپ کی ایک دعا کے بارے میں یہاں تک کہہ دیا کہ اگر اس دعا کے ذریعہ مدعا حاصل نہ ہو تو دعا کرنے والا مجھ پر لعنت کر سکتا ہے۔ لیکن یہ مقاصد صرف دعاؤں کے الفاظ دہرانے سے حاصل نہیں ہو سکتے جب تک کہ ان کے معانی و مفاہیم پر نظر نہ رکھی جائے اور اس کے ساتھ ساتھ دعا کے شرائط مثلاً دعا میں جوش و ولولہ اور دل میں قصد و

ارادہ بھی ضروری ہے اور اسی طرح ضروری ہے کہ ان پاکیزہ الفاظ کے لئے پاکیزہ قلب فراہم کرے تاکہ اس کے نتائج سے بہرہ مند و مستفید ہو سکے۔

حضرت امام زین العابدین - نے اپنے اس جدید طرز تبلیغ کے ذریعہ لوگوں کے ضمیر کو جھنجھوڑ دیا اور معاشرے میں انقلاب کے آثار نمایاں ہوگئے 'کل جو سماج اہلبیت کا راستہ روک رہا تھا آج وہی سماج حضرت کے لئے صحن حرم میں راستہ بنا رہا ہے اور اموی دربار کا شاعر اپنے شہزادہ کے سامنے امویت کی ہجو اور اہل بیت کی مدح خوانی کر رہا ہے۔ کل جو لوگ نیزہ و شمشیر لئے ہوئے تیار رہتے تھے آج وہی لوگ قلم و کاغذ لے کر امام کے ارشادات کو نقل کرنے کے لئے جمع ہو گئے۔

امام زین العابدین علیہ السلام کا یہ انداز ہدایت آواز دیتا ہے کہ زمانے کی مشکلات اور بگڑے ہوئے حالات کے مقابلے میں تھک کر بیٹھ جانا ایک الٰہی رہنما کے شایان شان نہیں ہے۔ الٰہی رہنمائے ہدایت حالات کے تابع نہیں ہوا کرتے بلکہ حالات کو اپنا تابع بنا کر فریضۂ ہدایت کی ادائیگی کے لئے نئی راہ نکال لیتے ہیں اور امت اسلام کو ضلالت و گمراہی کے اندھیروں سے نکال کر رشد و ہدایت کی پر نور وادی میں پہونچا دیتا ہے۔

خدایا! ہمیں اس پیکر ہدایت کی پر نور تعلیمات سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرما۔

عصر امام سجادؑ اور الحادی افکار

جہانگیر علی خان

جب عقیدہ اسلامی تشبیہ، تجسیم، جبر اور ارجاء ایسے الحادی نظریات اور خرافات کی زد میں آگیا تو ایسے موقع پر ایک ایسے مضبوط مورچے کی ضرورت بھی جہاں اسی فکر حیات بخش کا دفاع ہو اور ان حق سے منحرف کے قلعوں پر حملہ کیا جاسکے۔

یہ مورچہ امام سجادؑ نے اپنی دعاوں کے واسطے سنبھالا اور بڑے حکیمانہ انداز میں حقائق کو منتشر کر کے عقیدہ اسلامی کی حفاظت کا فرض نبھایا یہ دعا شیعی اسلامی افکار کو بڑے خوبصورت اور محکم انداز میں بیان کرتی ہیں۔اب ہم ایک ایک کر کے ان زہریلے افکار کا جائزہ لیکر یہ دیکھتے ہیں کہ امام نے کس طرح سے ان کا مقابلہ کیا۔

تشبیہ اور تجسیم :

لغت میں تجسیم کے معنی ہیں ایک چیز کو دوسری چیز جیسا بنانا اور تنزیہ کا مطلب ہے ایک چیز کو دوسری چیز سے جدا کرنا اور اصطلاح میں تشبیہ سے مراد ہے خداوند عالم کو ذات، صفات اور افعال میں مخلوق کے جیسا قرار دینا اور تنزیہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ خدا کی ذات کو مخلوق کی تمام صفات سے پاک اور بری مانا جائے۔ نظریہ تشبیہ کے ماننے والوں کو مشبہہ اور تنزیہ کے قائل افراد کو منزہہ کہتے ہیں۔

معنی اور مفہوم کے اعتبار سے تشبیہ اور تجسم ایک دوسرے سے کافی حد تک ایک دوسرے سے نزدیک ہیں اس فرق کے ساتھ کہ تشبیہ کا مفہوم تجسیم کے دائرہ کار سے بڑا ہے۔ بعض علماء نے ان دونوں اصطلاحوں کو ایک

دوسرے کے مقابل معنی بھی برتا ہے اور وہ اس طرح سے کہ مشبہہ ان کے نزدیک وہ لوگ ہیں جو خدا کی صفات کی نسبت بندوں کی طرف دیتے ہیں اور مجسمہ بندوں (جسمانیت) کو خدا سے منسوب کرتے ہیں۔

لفظی اعتبار سے ان اصطلاحات کا سراغ ہمیں قرآن میں نہیں ملتا لیکن ان سے جڑے مفاہیم اور معانی کا سرچشمہ پہلے مرحلے میں قرآن مجید اور دوسرے می حدیث ہے اب یہ سوال اٹھ کر سامنے آتا ہے کہ اگر قرآن اور حدیث میں ان مفاہیم اور معانی کی فراوانی پائی جاتی ہے تو پھر ان کے حوالے سے الجھاو اور پیچیدگی کیوں پائی جاتی ہے؟ مختلف مکاتب فکر کا اختلاف کس بات پر ہے؟ یہ الجھاو دراصل اس لیے پایا جاتا ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہم کو دونوں طرح کی آیتیں ملتی ہیں کچھ آیتیں خدا اور مخلوقات کے درمیان ہر قسم کی شباہتوں کو رد کرتی ہیں: لیس کمثلہ شیء۔(الشوری/آیت۔11) لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد۔اخلاص/3۔4۔اور بعض آیتوں کے ظاہر سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ خدا بھی مخلوق کی مانند بعض حرکتیں انجام دیتا ہے مثلا ید اللہ فوق ایدیھم۔(الفتح/10) یا الرحمٰن علی العرش استوی۔(طٰہ آیت/5) احادیث اور روایات میں بھی ہم کو تقریبا یہی صورتحال نظر آتی ہے۔

اب اس گنجلک سے نکلنے کا راستہ کونسا ہے؟ دونوں قبیل کی آیتوں میں سے کس قبیل کی آیتوں کو بنیاد قرار دیا جائے تاکہ دوسری قبیل کی آیتوں کی اس کی روشنی میں تاویل کی جاسکے؟ یہی الجھاو اس بات کا باعث بنا کہ مسلمان اسماء وصفات کی بحث میں ایک دوسرے سے الجھتے رہیں اور بعد میں اموی طاغوتی حکومتوں نے اسی الجھاؤ کو پانے سیاسی مافع تک پہنچنے کی راہ میں ایک ذریعہ بنایا۔ مسلمانوں کی ایک جماعت نے تشبیہ سے مربوط آیتوں کا سہارا لے کر خدا کو انسان کی سطح تک گرایا اور اس طرح عقیدہ توحید کو ایک ناقابل تلافی نقصان سے دوچار کیا لیکن اس کے مقابلے میں ایک جماعت حق نے اپنے ائمہ ہدی کی راہنمائی کے سائے میں عقیدہ توحید کو اعتدال کے ساتھ محفوظ رکھا۔انہوں نے تنزیہ مطلق کو سراہا اور نہ ہی تشبیہ کو قبول کیا بلکہ تشبیہ،جسمانیت اور صورت سے پاک توحید کو گلے سے لگایا اور خدا کے حوالے سے "شی" اور "موجود" جیسی تعبیریں استعمال کیں۔

امام سجادؑ کا کردار اس حوالے سے بڑا ہی روح پرور رہا ہے،حکومتی جبر واستبداد اور اپنے زمانے کی سیاسی گھٹن بھی آپ کو یہ عقیدتی وربنیادی جہاد کرنے سے نہ روک سکی۔آپ نے دور جاہلیت کی بت پرستی کو پھر سے سر ابھارنے نہیں دئیے۔ایک مرتبہ آپ مسجد النبی میں بیٹھے تھے کہ کچھ لوگوں کو خدا کو اس کے بندوں

ے ملاتے ہوئے سنا آپ کے اوپر ایک بے تابی طاری ہو گئی۔ آپ سے رہا نہ گیا اور قبر نبی کے پاس جاکر، دونوں ہاتھ اٹھا کر اونچی آواز میں یہ مناجات کرنے لگے۔

"الھی بدت قدرتک ولم تبد ھینه فجھولک وقدروک بالتقدیر علی غیر ماانت به شھوک وانا بري،یا الھی من الذین بالتشبیه طلبوک لیس مثلک شيئ،الھی ولم یدرکوک وظاھر ما بھم من نعمة دلیلھم علیک لوعرفوک وفی خلقک یا الھی مندوحة ان یتاولک،بل سوک،بخلقک فمن ثم لم یعرفوک واتخذوا بعض آیات ابا فبذالک وصفوک فتحا فتعالیت یا الھی عما به المشبھون نعتوک۔

ترجمہ: خدایا! تیری قدرت توظاہر ہوئی لیکن ہیئت چھپی رہی جسکی وجہ سے ان بندوں سے تم کو نہیں پہچانا اور تمہاری حقیقت کے برعکس تمہاری ذات کا اندازہ لگایا۔خدایا! جنہوں نے تشبیہ کے سہارے تک پہنچنا چاہا میں ان سے بیزار ہوں جبکہ کوئی بھی چیز تمہارے مانند نہیں ہے اور اس طرح سے وہ کبھی بھی تمہارا پتہ نہیں لگا سکے۔اگر وہ تم کو پہچاننا چاہیں تو ان کے پاس موجود نعمت ان کو تم تک نہیں پہنچا سکتی ہے لیکن یہ انہوں نے کیا کردیا! تم کو مخلوق کی سطح تک گرادیا جس کی وجہ سے تمہاری معرفت سے محروم رہ گئے انہوں نے بعض آیتوں کے ظاہر کے سہارے تمہارے اوصاف بیان کئے اور تمہاری ذات ان اوصاف سے برتر ہے۔(امالی صدوق، ص 487)

جبر:

جبر و اختیار کی بحث علم کلام کے اندر بڑی اہمیت کی حامل رہی ہے اور اس کا تعلق بندوں کے افعال سے ہے۔اس لفظ کو طرح طرح کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے مثلاً ٹوٹی ہڈی کو جوڑنا، بہبود پانا، اچھی حالت کی طرف پلٹنا، اچھی حالت میں آنا، بلندی، خوب اور عظمت۔ اصطلاح میں اس سے مراد ہے بندوں کی نسبت سے فعل کی نفی کرنا اور اس کو خدا کی طرف منسوب کرنا فعل کا مطلب یہاں پر ہر وہ کام ہے جس کو انسان اپنے اختیار سے انجام دے اور "جبریہ" کے نزدیک ایسا فعل بھی دوسرے مخلوقات کی مانند خدا کی مخلوق ہے اور خود انسان کا اختیار بے اثر اور بے معنی ہے وہ اس کام کے انجام پانے کی راہ میں کسی بھی رکاوٹ نہیں بن سکتا۔لہٰذا جبر و اختیار کی بحث کا موضوع یہی فعل ہے اور اختلاف کا آغاز تب ہوتا ہے جب خدا کے علم، ارادہ اور حدوث کی نسبت اس فعل (بندوں کا فعل) کی طرف دی جاتی ہے اور یہ سوال کیا جاتا ہے کہ کیا بندوں کے سارے کام خدا کے علم، قدرت اور ارادہ سے انجام پاتے ہیں اور کود بندوں کا ارادہ بے اثر ہوتا ہے یا ایسا نہیں

ہے؟ عقیدہ جبر کے ماننے والے بندوں کو عزم اور ارادے سے خالی مخلوق مانتے ہیں اور سارے افعال
نسبت خدا کی طرف دیتے ہیں جبکہ اس نظریے کے مقابلے میں وہ لوگ نظر آتے ہیں جو بندوں کو صاح
اختیار سمجھتے ہیں عقیدہ جبر کا سب سے برا نتیجہ یہ سامنے آیا ہے کہ انسان اپنی ذمہ داریوں سے سبک دوش
کر بندگی سے کوسوں دور ہو جاتا ہے۔

جبر واختیار کی بحث علماء کلام کی ایجاد کردہ نہیں ہے بلکہ پیغمبر اکرم ﷺ کے زمانے میں بھی یہ اپنی ابتدائی ش
میں پائی جاتی تھی۔ پیغمبر اکرم ﷺ کی وفات اور امت اسلامی کو بڑے سخت امتحانات سے گزرنا پڑا' خلیفہ س
کی خلافت کے اواخر میں اسلامی معاشرہ میں بڑے بڑے عبرت خیز حوادث پیش آئے جس کے نتیجے میں امام ع
کو اپنے دور خلافت میں بڑی جنگیں لڑنی پڑی اور اس طرح حوادث اور امتحانات کا ایک نہ رکنے والا سلسلہ چل
پڑا۔ عقیدہ جبر حالات کی اسی گہما گہمی کے نتیجے میں سامنے آیا۔ شروع شروع میں یہ عقیدہ صرف دینی رنگ
میں رنگا تھا۔ لیکن آہستہ آہستہ اموی طاغوت نے اس کو اپنا آلہ کار بنانا شروع کیا' چنانچہ معاویہ وہ پہلا شخص ہے
جس نے اس عقیدے کو بنیاد بنا کر اپنے سیاسی منافع حاصل کرنے کی کوشش کی اور اس کے بعد اس کے
وارثوں نے اپنی حکومت کو بچانے کے لیے اس نظریے کا بھرپور سہارا لیا۔ عام مسلمانوں کو یہ بات تلقین کی
جاتی تھی کہ تمام حالات خدا کی منشا سے چل رہے ہیں اور بندوں کے حق میں یہی بہتر ہے اور اس طرح سے
سب سے زیادہ مضر اور زہریلا عقیدہ بن گیا کیونکہ اس کے نتیجے میں لوگ طاغوتی نظام کو بھی توحید ے آئینے
میں دیکھنے لگے۔

ائمہ اہل بیت نے شروع سے ہی عقیدہ جبر کے خلاف مورچہ سنبھالا اور اہل ایمان کو گمراہ ہونے سے بچایا' امام
سجادؑ نے اس حوالے سے بھی امامت کا فریضہ انجام دیا۔ جب اسراء کربلا کو کوفہ ابن زیاد کے دربار میں لایا جاتا
ہے اور ابن زیاد امام سجادؑ سے نام پوچھتا ہے اور امام "علی" کے نام سے اپنا تعارف کراتے ہیں تو ابن زیاد بڑی
ستاخی کے ساتھ کہتا ہے۔ کیا علی ابن الحسین کو خدا نے نہیں مارا؟ امام سجادؑ نے بڑی جرات کے ساتھ جواب
یا "میرا ایک بھائی تھا اور اس کا نام بھی علی تھا جس کو لوگوں نے مارا' خدا موت کے وقت نفوس کو اپنی
ویل میں لیتا ہے۔ (الزمر آیت۔34) یہ جواب سن کر ابن زیاد کو بڑا غصہ آیا۔

ی طرح یزید نے بھی شام میں بھی یہی پرچار کیا تھا کہ امام حسینؑ کو خدا نے قتل کیا ہے اور امام سجادؑ نے بھی
اس پہ بھی اس کا جواب یوں دیا "میرے بابا کو لوگوں نے قتل کیا۔" (تاریخ طبری' ج5' ص460)

محمد بن شہاب زہری کی روایت کے مطابق امام سجادؑ سے سوال کیا گیا کہ لوگوں کے مشکلات قضا و قدر کا نتیجہ ہے یا ان کے عمل کا؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا: "تقدیر اور عمل کی مثال روح اور جسم کی ہے خداوند عالم عمل میں ہی اپنے نیک بندوں کی مدد کرتا ہے اور اس کے بعد آپ فرماتے ہیں: "سب سے بڑا ظالم وہ ہے جو اپنے ظلم کو انصاف سمجھے اور ایک ہدایت یافتہ انسان کی عدالت کو ظلم سمجھے۔" (التوحید، ص366)

عقیدہ ارجاء:

ارجاء لغت میں ٹالنے یا امید دلانے کے ہیں اور اس عقیدے سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص خدا پر ایمان رکھتا ہو اور اس سے ایسا گناہ سرزد ہو جائے جو کفر کی سرحدوں کو چھوتا ہے تو اس پر حکم کفر لاگو نہیں ہوگا بلکہ اس کے اس کیس کو قیامت پر ٹال دینا چاہیے۔ اس نظریے کی رو سے سب کچھ ایمان ہے اور عمل کے ہاتھوں میں سرنوشت نہیں ہے۔ لہٰذا جنت و جہنم کی تقسیم کا کام عمل کی بنیاد پر نہیں ہوگا دراصل اس گروہ نے خوف و رجاء کے توازن کو توڑ کر رجائیت اختیار کر لی اور اس طرح سے اجتماعی سطح پر مسلمان معاشرے کو بڑی رکاوٹوں اور مشکلوں سے دوچار کیا۔ رسول اکرم ﷺ کی رحلت جانگداز کے بعد امت مسلمہ کو اپنی خود کردہ غلطیوں کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ واقعہ "ردہ" میں زکوۃ نہ دینے والوں کی شورش کو کچلنا، خلیفہ سوم عثمان کا عام مسلمانوں کے ہاتھوں مارا جانا یہ وہ اجتماعی حوادث تھے جنہوں نے عقیدہ ارجاء کا بیج بویا اور اس کو پروان چڑھایا اور یہی وہ عقیدہ ہے جس کا سہارا لینے والوں نے امام علیؑ کی فتنوں کی آگ بجھانے میں کوئی مدد نہیں کی۔ یہ لوگ قاتل اور مقتول دونوں کو ایک ہی زمرے میں شمار کرتے تھے اور اپنی ناقص حدیث فہمی کا سہارا لیکر دوسروں کو بھی گمراہی کے جال میں پھنساتے تھے۔ سعد بن ابی وقاص، عبد اللہ بن عمر، اسامہ بن زید اور محمد بن مسلمہ انصاری وغیرہ اسی نظریہ اور خیال پر چل رہے تھے اور اسی سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ یہ نظریہ دراصل کوئی باضابطہ کلامی مکتب فکر نہیں تھا بلکہ مختلف کلامی نظریوں سے وابستہ افراد اس نظریہ و فکر کو اپنا سیاسی منشور بنائے ہوئے تھے اس کی ایک اور مثال جہم بن صفوان اور غیلان دمشقی کی شکل میں نظر آتی ہے۔ جہم بن صفوان جبر کا قائل تھا لیکن اس کے باوجود دونوں "ارجاء: کا عقیدہ رکھتے تھے۔

یہ سب اسی نظریے کے کرشمات تھے کہ مذکورہ افراد نے اسلامی معاشرہ کے اہم اور اجتماعی حوادث میں کوئی کردار ادا نہیں کیا بلکہ خاموشی اختیار کی البتہ اس خاموشی اور غیر جانبداری کی بھرپور تشہیر بھی کیا کرتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ جو کوئی ان فتنوں سے کنارہ کرلے وہ شرکت کرنے والوں سے بہتر ہے، جو کوئی بھی ان فتنوں سے کامیاب ہو کر باہر نکل آتا تھا، اس فکر کے ماننے والے اس کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ اس زہریلے

عقیدے کی وجہ سے معاشرے کی ایک اچھی خاصی تعداد اسلامی معاشرے کے سیاسی اور اجتماعی مسائل میں حصہ لینے سے کترانے لگی اور اس طرح سے لاشعوری طور پر (بعض اوقات شعوری طور پر) اسلام کو فائدہ پہنچانے کے بجائے اس کے ناقابِ تلافی نقصان کا باعث بنتی۔

شروع شروع میں یہ عقیدہ صرف سیاسی نوعیت کا تھا اور دینی و عقیدتی رنگ میں نہیں رنگا تھا لیکن چونکہ اسلام میں دین و سیاست ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں لہٰذا آہستہ آہستہ اس فکر نے مذہبی اور دینی رنگ اختیار کر لیا اور علم کلام کی دنیا میں قدم رکھا جس کے نتیجے میں ایمان اور کفر کی معرکہ آرا بحث چھڑ گئی' خوارج اور مرجئہ آمنے سامنے آگئے خوارج کہنے لگے کہ گناہان کبیرہ انجام دینے والے کافر ہیں لہٰذا ان کے ساتھ جنگ کرنا واجب ہے اس کے مقابلے میں مرجئہ کہنے لگے کہ گناہان کبیرہ انجام دینے والوں کے ساتھ مومنوں جیسا سلوک ہونا چاہیے انہوں نے ایمان ہی کو مسلمان ہونے کو بنیاد قرار دیا اور اس نظریے میں اس حدتک آگے نکل گئے کہ ایک گھنٹہ انسان کے ایمان کو حضرت جبرئیل اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایمان کا ہم پلہ قرار دیا۔

اس نظریے کو اسلام کے فلسفہ حیات سے فاصلہ اختیار کرنے کی وجہ سے ہی بنوامیہ جیسے اسلام دشمنوں نے اس فکر کو اور فکروں کی طرح سے اپنا سیاسی ہتکنڈا بنایا اور اس فکر کے ماننے والوں نے بھی اموی طاغوتی نظام کی بڑی خدمت انجام دی اور اس طرح سے اپنے اصولی غیر جانبداری کو اپنے پاوں تلے روند ڈالا' چنانچہ جب معاویہ شام میں ایسی حکومت کے ستون مضبوطی سے گاڑ رہا تھا تو یہی مرجئہ ایمان کی گمراہ کن تفسیر کر رہے تھے اور فاسق حکمرانوں کو اپنے فسق و فجور' عیش و نوش اور من مانیوں کا جواز پیش کر رہے تھے۔ یہاں یہ بات ذکر کرنا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگی کہ ابن ابی الحدید کی رو سے سب سے پہلے عقیدہ ارجا کو معاویہ اور عمرو عاص نے مانا۔ (شرح نہج البلاغہ۔ ج6' ص132) چونکہ عمل میں بھی ان کا ماننا یہی تھا کہ معصیت سے ایمان کو کوئی بھی ضرر نہیں پہنچتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ جب معاویہ سے پوچھا گیا کہ تمام امام علیؑ کو پہچانتے تھے پھر بھی جنگ کی اور برا سلوک روا رکھا؟ تو اس نے بڑی ڈھٹائی کے ساتھ جواب دیا کہ مجھے خدا کی اس بات پر ایمان ہے کہ وہ سارے گناہوں کو بخشتا ہے۔

مرجئہ نے کچھ ایسے عقیدہ کی بنیاد پر اور کچھ سیاسی منافع کی خاطر بنوامیہ کے طاغوتی نظام کو تقویت پہنچائی اور نے اس اعتمان کا اظہار کیا کہ بنوامیہ کی حکومت خدا کے اذن سے ہے لہٰذا مشروع ہے اور حکام کے گناہان کبیرہ انجام دینے سے ان کی حکومت کی مشروعیت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا صرف ان کے ساتھ جنگ کرنی چاہیے جو

مسلمانوں کے اوپر تلوار اٹھائے اور یہی وجہ ہے کہ مرجئہ کو آخر میں بادشاہوں کا دین کہا گیا۔(الاعتبار وصفوۃ العارفین' ص141)

اس زہریلی فکر کا بنو میہ نے اتنا سہارالیا کہ انہوں نے بڑے بڑے گناہ کو پانے لیے آسان بنالیا اور اس طرح اسلامی معاشرے کو پہلی جاہلیت کی طرف دھکیلا ایسے اسلام کے حقیقی وارث اور محافظ یعنی ائمہ اہل بیتؑ نے مومنین کو اس فکری یلغار سے بچایا۔ائمہ نے فرمایا کہ ایمان کا مطلب ہوتا ہے زبان سے اقرار کرنا' دل میں اعتقاد رکھنا اور اعض وجوارح سے عمل کرنا۔ان کا کہنا ہے کہ اگر کوئی ضروریات دین کا انکار کرے تو اس پر کافر کے احکام لاگو ہوں گے اور یہی وجہ ہے کہ انہوں نے حکام ظلم وجور کی کھلم کھلا اور مخفیانہ خلاف ورزیوں کی بڑی کھل کر مخالفت کی' ان سے حساسب مانگا اور بعض اوقات قیام بھی کیا۔امام حسینؑ نے اسی لیے قیام کیا تاکہ امت کو اس زہریلی فکر سے نجات دیں۔انہوں نے قیام کیا' کربلا کی سرزمین پر اپنے خاندان اور اصحاب باوفا کے ساتھ خون بہایا' اہل بیت کو اسیر بنایا گیا جس کے نتیجے میں واقعہ حرہ پیش آیا' حرم پیغمبر کی حرمت پامال ہوئی' ہزاروں لوگوں کا قتل عام ہوا' خانہ کعبہ کی بے حرمتی ہوئی' یہ سب اس لیے ہوا تاکہ ان حکام جور کے مسلمانوں ومومن نہ ہونا طشت از بام ہوجائے' امام سجادؑ بھی اسی خط پر چلے اور اپنی غیر معمولی جدوجہد کے نتیجے میں مسلمانوں کی مردہ روح کو زندہ کیا' ان کو خواب خرگوش سے جگایا اور ان کی منتشر صفوں کو پھر سے استحکام بخشا اور امام سجادؑ کی تعلیمات کا ہی نتیجہ تھا کہ لوگوں کے اوپر بنوامیہ کے حکام کا کافر ہونا اور ان کی حکومت کا غصبی ہونا واضح ہوگیا اور انہیں تعلیمات کا اثر تھا کہ آپ کے فرزند ارجمند حضرت زید اور آپ کے پوتے حضرت یحیٰؑ نے اس طاغوتی نظام کے خلاف قیام کیا اور دلچسپی کی بات یہ ہے کہ سواد اعظم کے ایک امام ابوحنیفہ نے بھی حضرت زید کے قیام میں ان کی مالی اور سیاسی مدد کی اور اس طرح سے بنوامیہ کی حقیقت کو دنیا پر ہمیشہ کے لیے روشن کردیا۔

ناشر پیغام کربلا امام سجاد علیہ السلام

سید علی ہاشم عابدی

آدم آل محمد ؑ، میر کاروان اسارت، زینت قافلہ عبادت، جانشین رسول الثقلین فرزند امام حسین ؑ جو از لحاظ نسب اشرف عرب و عجم، عبادت و ریاضت میں زین العابدین و سید الساجدین ہیں۔ سلسلہ ولایت الٰہیہ کے چوتھے ولی اور امام معصوم ہیں۔

آپ کا نام علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب ؑ، کنیت ابو محمد و ابوالحسن اور آپ کے القاب کی ایک طویل فہرست ہے جنمیں مشہور و معروف القاب زین العابدین، سید الساجدین، سید العابدین، ذکی، امین، سجاد اور ذوالثفنات ہیں، ان میں ہر لقب کی ایک خاص وجہ ہے۔

آپ ۱۵ جمادی الاول ۳۸ھ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد سرکار سید الشہداء حضرت امام حسین اور والدہ ماجدہ حضرت شہر بانو بنت یزدجرد بن شہریار تھیں؛ جن کے بارے میں ملتا ہے کہ امام محمد باقر ؑ سے روایت ہے کہ جب فتح ایران کے بعد آپ کو مدینہ لایا گیا تو آپ کے نور جمال کے دیدار کے لئے دختران مدینہ کا ہجوم تھا۔ عمر بن خطاب نے چاہا کہ آپ کے چہرے سے نقاب ہٹا کر دیکھے تو آپ مانع ہوئیں اور فرمایا "سیاہ بار وز ہرمز" کہ تو اس کی بیٹی کی طرف دست درازی کر رہا ہے۔ عمر نے غصہ میں کہا کہ یہ لڑکی مجھے گالیاں دے رہی ہے اور چاہا کہ آپ کو اذیت کرے۔ امیر المومنین مانع ہوئے اور فرمایا: اے عمر! جب تو اس کی باتیں نہیں سمجھتا تو کیسے کہہ رہا ہے کہ وہ تجھے گالیاں دے رہی ہے۔ عمر نے کہا: اس کو بیچ دو۔ امام نے فرمایا: شاہزادیاں چاہے کافر ہی کیوں نہ ہوں ان کو بیچنا جائز نہیں ہے۔ بلکہ اس کو اختیار دو کہ یہ مسلمانوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرے اور اس سے اس کی شادی کرا دی جائے۔ جناب شہر بانو نے امام حسین ؑ کے

کاندھے پر ہاتھ رکھا۔امیر المومنین نے پوچھا اے کنیز خدا تیرا کیا نام ہے؟ کہا جہاں شاہ۔آپ نے فرمایا: شہر بانو۔کہا یہ میری بہن کا نام ہے۔امام نے فرمایا تم نے سچ کہا اور اس کے بعد آپ 'امام حسین -کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے بیٹا! اس کی حفاظت کرو اور اسکے ساتھ نیک برتاؤ کرو کیونکہ اس کے بطن سے ایک ایسا بیٹا پیدا ہوگا جو تمہارے بعد اشرف کائنات ہوگا' یہ میری ذریت طیبہ کی ماں ہے۔پس آپ کے بطن سے امام زین العابدین پیدا ہوئے۔ (منتہی الامال 'ج 'ص .)

لیکن مولانا شبلی نعمانی صاحب اس روایت کو رد کرتے ہیں اور اپنی کتاب ''الفاروق'' میں رقم کرتے ہیں کہ ایران حضرت فاروق کے زمانے میں فتح نہیں ہوا اور دوسرے یہ کہ ''اس واقعہ کے سلسلے میں مورخین کا اتفاق ہے کہ یہ واقعہ ھ کو ہوا ہے اور اس وقت سیدنا امام حسین کی عمر مبارک یا سال کی تھی۔یہ بات حضرت علی سے بعید ہے کہ آپ اپنے کمسن یا سال کے نابالغ بیٹے کی شادی کر دیں۔''

لیکن جائے تعجب یہ ہے کہ موصوف نے اسی الفاروق میں سالہ نابالغ ام کلثوم کے افسانوی عقد کو قبول فرمایا ہے۔ایسا کیوں؟!

اخلاق

مدینہ میں ایک شخص تھا جو اپنے حرکات و سکنات سے لوگوں کو ہنساتا تھا۔ایک دن امام اپنے دو غلاموں کے ہمراہ جا رہے تھے' وہ شخص آیا اور پیچھے سے امام کی ردا گھسیٹ لی اور ہنستا ہوا چلا گیا۔آپ کے غلاموں نے اس سے ردا واپس لی۔امام نے پوچھا: یہ شخص کون تھا تو کہا گیا یہ ''بطّال'' ہے اپنے حرکات و سکنات سے لوگوں کو ہنساتا ہے۔امام نے فرمایا: اس سے کہہ دو کہ خدا کے لئے ایک دن ہے اور اس دن وہ افراد' جو اپنی زندگی کو بے کار کاموں میں گزارتے ہیں گھاٹا اٹھائیں گے۔

اسی طرح واقعہ حرہ میں مروان جو مولائے کائنات کو بر سر منبر برا بھلا کہتا تھا اور بغض اہلبیت میں مشہور تھا۔لیکن جب اس نے آپ سے مدد مانگی تو آپ اس کی امداد کو پہنچے۔یہ آپ کے حسن اخلاق کی بین اور بہترین دلیل ہے۔

عبادت

آپ کی دعا و عبادت کے سلسلہ میں جو کچھ لکھا گیا یا لکھا جائے گا وہ سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔چونکہ آپ قائم اللیل اور صائم النہار تھے۔روزانہ ہزار رکعت نمازیں پڑھتے تھے۔دن میں روزہ رکھتے' جس

کی وجہ سے آپ کا جسم نازنین نحیف ولاغر ہو گیا تھا۔اعضائے سجدہ پر سجدوں کے نشان' اسکی غمازی کر رہے تھے۔وقت وضو چہرہ کا رنگ متغیر' نماز کے وقت جسم میں لرزہ اور کثرت دعا سے آپ کے لبہائے مبارک خشک ہو گئے تھے' حالت عبادت میں شیطان انگوٹھا چباتا رہے تو چباتا رہے' گھر میں آگ لگی ہے تو لگی رہے' بیٹا کنویں میں گر گیا تو آپ پر کوئی فرق نہیں۔ یہ عابد و زاہد اپنی عبادت میں مشغول رہتے اور آپ خضوع خشوع میں ذرہ برابر فرق نہیں آتا تھا' یہاں تک کہ شام غریباں اور اس کے بعد کوفہ وشام میں قید و محن اور ظلم و ستم بھی آپ کی عبادت و خضوع و خشوع میں خلل ڈالنے سے عاجز رہے' جب نماز میں مالک یوم الدین پر پہونچتے تو اسے بار بار دہراتے تھے' سجدہ میں سر رکھتے تو جب تک پیشانی تک پسینہ جاری نہ ہو جائے تو سر بلند نہ ہوتا۔ماہ رمضان المبارک میں گفتگو نہ کرتے مگر یہ کہ وہ استغفار ہو۔جب سائل نے آپ سے کثرت عبادت کے سلسلہ میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: وہ کتاب لائی جائے جس میں امیر المومنین کی عبادت مرقوم ہے۔جب اس کتاب کو لایا گیا تو آپ نے اسے مختصر پڑھا اور اس کے بعد فرمایا: کہاں کوئی ہے جو امیر المومنین جیسی عبادت کر سکے۔

جب آپ کی کنیز سے آپ کے بارے میں سوال کیا گیا تو اس نے اختصار سے جواب دیا: میں نے کبھی دن میں اپنے آقا کے لئے دستر خوان اور رات میں بستر نہیں بچھایا۔

فضائل

راوی کہتا ہے کہ ایک شخص نے امام سے سوال کیا کہ کیا آپ نماز کے بارے میں جانتے ہیں؟ مجھے غصہ آگیا اور چاہا کہ اسے اس گستاخی پر سزا دوں۔امام نے فرمایا: عالم کو چاہئے کہ بردبار اور مہربان ہو۔پھر اس شخص سے فرمایا: ہاں میں جانتا ہوں۔پس اس نے وہ تمام سوالات کئے کہ جس میں کیا چیزیں نماز کے لئے ضروری ہیں اور کن چیزوں کا ترک کرنا ضروری ہے۔واجبات و مستحبات کے سلسلہ میں سوال کئے یہاں تک کہ گفتگو اس مقام پر پہنچی کہ اس نے سوال کیا کہ آغاز نماز کیا ہے؟آپ نے فرمایا: اللہ اکبر' اس نے کہا کہ آپ کی دلیل کیا ہے؟فرمایا: قرائت سورہ۔سوال کیا نماز میں خشوع کیا ہے؟فرمایا: مقام سجدہ کی طرف نگاہ کرنا۔اس نے پوچھا کس چیز کے ذریعہ دوسرے امور اس پر حرام ہو جاتے ہیں؟فرمایا: تکبیرۃ الاحرام۔سوال کیا کس چیز کے ذریعہ ممنوعیت ختم ہو جاتی ہے؟آپ نے فرمایا: سلام جو کہ نماز کے آخر میں پڑھا جاتا ہے۔سوال کیا اس کا جوہر کیا ہے؟فرمایا: تسبیح یعنی سبحان اللہ۔اس نے پوچھا اس کی علامت کیا ہے؟آپ نے فرمایا: تعقیب (یعنی وہ دعا و اذکار جو نماز کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔) اس نے پوچھا: اس کا کمال کیا ہے؟آپ نے فرمایا: محمد وآل محمد پر صلوات

بھیجنا۔اس نے پوچھا: سبب قبولیت نماز کیا ہے؟آپ نے فرمایا: ہم اہلبیت کی محبت اور ہمارے دشمنوں سے برائت۔اسی کے ذریعہ نماز قبول ہوتی ہے' جب سوالات وجوابات کا سلسلہ ختم ہو گیا تو اس شخص نے کہا: آپ نے کسی کے لئے کوئی عذر نہیں چھوڑا اور یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ خدا بہتر جانتا ہے کہ رسالت کن کو عطا کرے۔

آپ کے دستورات میں راتوں کو خود فقراء ومساکین کے یہاں جاکر روٹیاں اور غذا اس طرح دینا شامل تھا کہ اس طرح کہ وہ آپ کو نہ پہچانیں۔ مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مدینہ میں تقریباً سو گھروں میں آپ غذا پہنچاتے تھے' لیکن وہ افراد نہیں جانتے تھے کہ انھیں غذا کون فراہم کرتا ہے۔پشت پر غذا اور روٹی کے بار کا نشان موجود تھا جب آپ کی شہادت واقع ہو گئی تو لوگوں کو معلوم ہوا کہ ان کا فریادرس اور مسیحا کوئی اور نہیں امام زین العابدین تھے۔پشت پر بار کے ایسے سنگین نشان تھے کہ غسل کے وقت امام باقر دیکھ کر رو پڑے۔

آپ کے لئے تبلیغ میں بہت دشواریاں پیش آتی تھیں' کیونکہ بعد از شہادت امام حسین سوائے چند افراد کے تمام لوگ آل محمد۔ سے دور ہو گئے تھے۔ ہر طرف گانے بجانے کا ماحول تھا' یہاں تک کہ اس عمل قبیح سے مکہ ومدینہ جیسے مقدس شہر بھی محفوظ نہ رہ پائے۔یہ اخلاقی انحطاط عبد الملک اور اس کے بیٹے ولید بن عبد الملک کے زمانے میں اپنے عروج پر تھا۔کیونکہ ھ عصر خلافت عثمان سے یہ سلسلہ شروع ہوا تھا کہ قریب والوں کو دولت پر دولت اور مال و متاع سے نوازا جائے' یعنی وہ افراد جو زمیندار اور مالدار تھے' ان کو بھی حکومت کی طرف سے مال کثیر سے نوازا گیا۔اسی وجہ سے شہر مقدس مدینہ میں بھی آرام طلبی' حسن پرستی اور دوسرے کارہائے بد کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا' جس کے نتیجہ میں مدینہ ومکہ میں گانے والی عورتیں اور مرد کثیر تعداد میں آگئے تھے۔ مسعودی کا بیان ہے کہ یزید کی بدکاریاں اس کے قریب والوں پر بھی اثر چھوڑ گئیں اور اس کے زمانے میں مکہ ومدینہ میں ناچ گانا عام ہو گیا تھا اور لوگ کھلم کھلا شراب پیتے تھے۔ (مروج الذہب' ج ' ص)

یعنی ایسا لگتا تھا کہ یہ دونوں شہر یعنی مکہ ومدینہ ناچ گانے اور شراب کے لئے تعمیر کئے گئے ہیں۔یہاں تک علماء و فقہاء و عابد و زاہد بھی اس کاربد اور اس کے فروغ سے نہیں چوکتے تھے۔ (تاریخ الادب العربی' ج ' ص)

ایک دن دحمان نامی ایک گانے والے نے مدینہ کے قاضی عبد العزیز مخزومی کے سامنے ایک مدنی اور کوفی یعنی عراقی کے درمیان اختلاف کی صورت میں ایک مدنی انسان کے حق میں گواہی دے دی تو قاضی نے اس کی

گواہی قبول کرلی۔ عراقی نے قاضی سے کہا: جناب یہ دحمان ہے قاضی نے جواب دیا میں پہچانتا ہوں اگر نہ پہچانتا تو اس بارے میں سوال کرتا۔ عراقی نے کہا کہ یہ اہل غناء اور کنیزوں کو گانا سکھاتا ہے۔ قاضی نے جواب دیا: خدا ہم کو اور تم کو بخش دے، ہم میں کون گانا نہیں گاتا۔ جاؤ اس مدنی کا حق اس کو دے دو۔ (الاغانی، ج ،ص)

اس کے علاوہ اور بہت سے واقعات و حادثات موجود ہیں جو تاریخ کے صفحات ننگ ہیں۔ جب مکہ و مدینہ میں ایسا عالم تھا تو دوسرے شہروں کا خدا حافظ و ناصر۔ لیکن اس خطرناک ماحول میں بھی امام سجاد نے ایسے انگشت بدنداں جواب دیئے جس کی وجہ سے اسلام آج بھی موجود ہے ورنہ مورخ کا بیان ہے کہ صحابی رسولؐ انس بن مالک دمشق میں ایک گوشہ تنہائی میں بیٹھے رو رہے تھے جب پوچھنے والے نے سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: اسلام کے مجموعہ میں سے صرف ایک نماز بچی تھی وہ بھی ضائع ہو گئی۔ یعنی اس ماحول میں لوگ نماز و روزہ کے احکام بھی بھلا چکے ہیں۔ اسلام صرف برائے نام باقی تھا ایسے ماحول میں امام سجاد نے تبلیغ کے فرائض انجام دیئے، جن میں ایک فریضہ ''دعا'' تھا۔ آج ان دعاؤں کے مجموعہ کو صحیفہ کاملہ یا صحیفہ سجادیہ کے نام سے جانا جاتا ہے، جسے اخت القرآن، زبور آل محمد، انجیل اہلبیت اور قرآن صامت کہا جاتا ہے، یہ دعائیں اپنی مثال آپ ہیں فصاحت و بلاغت کا بہتا ہوا دریا، علم و معرفت کا بحر ذخار جسے پڑھ کر ہر صاحب علم اس کی عظمت کا اندازہ لگا سکتا ہے۔

ھ میں مرجع عالی قدر مرحوم آیت اللہ العظمٰی مرعشی نجفی نے جب صحیفہ کاملہ کے ایک نسخہ مصر کے مفتی ''طنطاوی'' کے پاس بطور تحفہ بھیجا تو اس نے شکریہ کے بعد لکھا:

یہ ہماری بدبختی ہے کہ اتنا قیمتی اثر جو نبوت کی میراث میں سے ہے، ابھی تک اس کی طرف متوجہ نہیں ہوا تھا۔ میں جس قدر اس میں غور و خوض کرتا ہوں تو یہی پاتا ہوں کہ یہ خدا کے کلام سے نیچے اور مخلوق کے کلام سے افضل ہے۔ (صحیفہ سجادیہ، ترجمہ سید صدر الدین صدر بلاغی، ص)

کربلا

جس طرح بانی اسلام پیغمبر اسلامؐ ہیں اور بقائے اسلام امام حسین ہیں اسی طرح کربلا کے فاتح اعظم حضرت امام حسین کی ذات والا صفات ہے اور ہر مقصد و پیام کربلا کی بقاء حضرت سید سجاد اور آپ کی پھوپھی حضرت زینب علیا مقام کی ذات گرامی ہے، آپ نے اپنے والد امام حسین کے ہمراہ رجب ھ کو مدینہ چھوڑا اور مکہ و کربلا کا سفر طے کیا۔ روز عاشور جب امام حسین کی آواز استغاثہ بلند ہوئی تو آپ بیماری کے عالم میں عصا

کے سہارے خیمہ کے باہر آ گئے۔ لیکن امام حسین نے خود ہی آپ کو جنگ سے روک دیا تاکہ زمین حجت
سے خالی نہ ہو۔ عصر عاشور امام حسین شہید ہو گئے 'اب آپ ہی سربراہ اور امام تھے۔ لیکن شدید بیماری اور
یزید کے ظلم و ستم جو کہ شام غریباں سے کوفہ و شام تک جاری رہا' تاکہ آپ اظہار حق سے دوری کریں
لیکن آپ ہر مقام پر جہاں ضرورت تھی اپنی تقریر و خطبات کے ذریعہ اعلان حق اور اپنی مظلومیت کا اظہار
کرتے رہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود یزید نے ہتھیار ڈال دیئے اور کہا آپ کا جی چاہے تو آپ دمشق میں رہیں
یا مدینہ لوٹ جائیں یہ آپ کی اور عقیلہ بنی ہاشم حضرت زینب کی حکمت عملی ہی تھی۔ آپ نے شام میں سات
دن تک مظلوم کربلا کا سوگ منایا اور اپنی مظلومیت کا اظہار کیا۔ آپ نے اپنی حکمت عملی سے اہل حرم کا تحفظ
بھی فرمایا اور ساتھ میں مقصد امام حسین کو محفوظ کر لیا۔ شام سے رہائی کے بعد آپ نے مدینہ میں ایک دائمی
عزاداری کا انعقاد کیا اور آپ جب بھی گفتگو کرتے تو اس میں امام حسین کی مظلومیت ضرور بیان کرتے۔ جس
کے نتیجہ میں ابراہیم بن مالک اشتر اور مختار کا قیام عمل میں آیا۔ اسی طرح جب مدینہ میں واقعہ حرہ کے وقت
کوئی گھر یزیدی سپاہیوں کے شر سے محفوظ نہ رہا اس وقت بنی ہاشم محفوظ رہ گئے۔

خلفاء عصر

معاویہ بن ابو سفیان و ہندہ؛ جو بغض اہلبیت میں مشہور تھے۔ معاویہ ہی نے امیر المومنین پر بر سر منبر لعنت
کرنے کی بدعت رائج کی اور درواقع یہی امیر المومنین اور امام حسن مجتبیٰ کا قاتل تھا۔

یزید بن معاویہ' جس نے تین سال حکومت کی۔ پہلے سال قتل امام حسین دوسرے سال واقعہ حرہ اور
تیسرے سال کعبہ پر حملہ کیا۔

عبد اللہ بن زبیر 'جو بغض اہلبیت میں مشہور تھا۔

معاویہ بن یزید 'اس نے چند ماہ حکومت کی۔

مروان بن حکم ' یہ بھی بغض اہلبیت میں مشہور تھا۔

عبد الملک بن مروان ' یہ اپنے باپ ہی کے نقش قدم پر عمل کر رہا تھا۔

ولید بن عبد الملک بن مروان۔ اس نے ظلم کی انتہا کر دی اور خود امام سجاد کو زہر دے کر شہید کر دیا۔

شہادت

آپ برس اپنا فریضۂ امامت ادا کر کے ' محرم ھ کو ولید بن عبدالملک کے زہر سے شہید کر دیئے گئے۔ جب زہر نے جسم پر اثر کیا تو فرمایا: خدایا مجھ پر رحم کر تو کریم ہے۔ خدایا مجھ پر رحم کر تو رحیم ہے پھر امام محمد باقر۔ سے فرمایا: بیٹا اس پر ظلم سے پرہیز کرو' جس کا مددگار خدا کے علاوہ کوئی اور نہ ہو۔

آپ کو غسل وکفن کے بعد جنت البقیع میں امام حسن کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔ لیکن افسوس صد افسوس ہمارا آقا مظلوم کل بھی تھا اور آج بھی مظلوم ہے۔

خدایا! امام سجاد کے وارث امام زمانہ کے ظہور میں تعجیل فرما تا کہ ائمہ بقیع کے روضے دوبارہ تعمیر ہو سکیں اور پھر سے شہیدان راہ خدا کی یہ بستی آباد ہو جائے۔۔ آمین

موضوع بندی رسالۃ الحقوق

سید محمد عارف رضوی

ق کے معنی اور اس کا مقام استعمال :

ق ایک ایسی صفت ہے جو قرآن واحادیث اور فقہی عبارتوں میں زیادہ تر صحت اور واقعیت پر دلالت کرتی ہے
حق کے دو اصلی معنی بیان ہوئے ہیں: پہلا استحکام و پائداری اور دوسرا موافقت و مطابقت۔
حق اور اس کے مشتقات قرآن کریم میں 287 مرتبہ مختلف معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔ قرآن کریم
لفظ حق کا اصل ترین معنی ' مفہوم وجود سے ارتباط رکھتا ہے قرآنی آیات کے مطابق حق کا منشا اور اس کا
مصداق خداوند عالم کی ذات اقدس ہے۔ اس کے علاوہ خود لفظ (الحق) خدا کے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک
ہے۔ حدیث کی کتابوں میں حق کی معرفت ' راہ حق میں استقامت اور باطل سے مقابلہ کرنے کے سلسلہ
بہت سے مطالب بیان ہوئے ہیں روایات کے اعتبار سے حق کی معرفت عقلمندی اور بصیرت کی علامت
اسی طرح عقل کا کمال ' حق کی پیروی اور اس کے تواضع میں نہاں ہے اور اس کے مقابل خواہشات
کی پیروی انسان کو حق سے دور کر دیتی ہے۔
ث پیغمبر کے بناپر معرفت حق کا راستہ نفس کی معرفت ہے یعنی حق کی موافقت نفس کی مخالفت میں ہے۔
لی ع اپنے فرزند سے فرماتے ہیں: کتنا بھی مشکل کیوں نہ ہو حق تک پہنچو اور آپ ع کی نظر میں حق کی راہ
بر ایک بہترین عادت ہے۔ یہاں تک کہ بعض احادیث تو اس جگہ بھی اظہار حق کو لازم جانتی ہیں جہاں
ر کا امکان بھی ہو جیسا کہ مشہور حدیث ہے: سب سے بڑا جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا ہے۔

بہت سی احادیث میں لفظ حق ' حقوق پر دلالت کرتا ہے اور یہاں پر جو حقوق مد نظر ہیں وہ اعتباری حقوق ہیں کہ جو قرارداد اور معاہدوں کے ذریعہ معاشرے میں رائج ہیں۔ جس شخص کے ذمہ کسی کا حق ہوتا ہے اس کو مکلف کہتے ہیں لہٰذا جہاں کہیں بھی کسی کے ذمہ کسی کا حق ہوگا یقینا اس کے ذمہ اس انسان کی ذمہ داری بھی ہوگی اسی طرح سامنے والے پر بھی پہلے والے شخص کے سلسلہ میں کچھ حقوق اور ذمہ داریاں ہوں گی۔

لہٰذا حق ہمیشہ دو افراد کے درمیان ہوگا جو مختلف شکل میں ہو سکتا ہے جیسے خدا کا حق بندوں پر ' یا انسان کا حق اپنے معاشرے کے افراد کے مقابل میں۔ روایات کی رو سے تمام حقوق کا منشا بندوں پر خدا کا حق ہے۔ ان میں سے ایک حق یہ ہے کہ اللہ کی خالص عبادت واطاعت بجالائی جائے اور کسی کو اس کا شریک قرار نہ دیا جائے۔ امام علی ع کے بقول بندوں پر خدا کا حق ثابت ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خدا پر بھی بندں کے حقوق عائد ہوں لیکن اگر بندہ حقوق الٰہی کو ادا کرتا ہے تو خداوند عالم بر بنائے فضل و کرم اپنے اوپر لازم کرلیتا ہے کہ وہ اس بندے کو دوگنا اجر وانعام دے جو اس کی دنیا و آخرت کے لئے کافی ہو اور اس کو عذاب سے آزاد کردے گا۔ اس کے بر عکس انسانوں کے آپس میں بھی ایک دوسرے پر حقوق ثابت ہوتے ہیں۔

ہر تکلیف اور مسئولیت کا محور حق ہے اور انسان جس ذمہ داری کو بھی پورا کرتا ہے گویا اس نے ایک طرح کا حق ادا کیا ہے احکام اسلامی میں کوئی بھی ایسا حکم نہیں پایا جاتا جس کا منشا حق نہ ہو اس بنا پر اسلام میں تکلیف کے معنی قوانین حق کے مطابق عمل کرنا ہے اور مکلف یعنی حق بر عمل پیرا اور حق و حقوق کے احیا کی کوشش کرنے والا ہے۔

فقہی اور حدیثی کتابوں جیسے نہج البلاغہ اور رسالۃ الحقوق میں سماج اور معاشرے کے ہر فرد کے مصالح اور مفاسد اور نظام خلقت کے مقاصد اور ان کے درمیان پائے جانے والے روابط پر لازمی توجہ دی گئی ہے اور اسی کے حساب سے حقوق بھی بیان کئے گئے ہیں جن میں سے بعض کا ادا کرنا واجب اور بعض ' گرچہ واجب نہیں ' کی رعایت کرنا بہتر ضرور ہے۔ وہ حقوق یہ ہیں :

1۔ بندوں پر خدا کے حقوق ' پیغمبر اکرم (ص) اور ائمہ معصومین ع اور قرآن کے حقوق۔ البتہ حق الٰہی تمام حقوق کی اصل مانا گیا ہے۔

2۔ انسان کے خود اپنے اوپر حقوق اور اسی طرح حاکموں اور رعایا کے آپس میں ایک دوسرے کے اوپر حقوق۔

3۔ قوموں کے حقوق ایک دوسرے کے مقابل میں۔

4۔ انسان کے حقوق جہان و حیوان کے مقابل میں۔

ان تمام حقوق کی تفصیل امام سجاد ع کے ایک مختصر رسالہ (جس کا نام رسالۃ الحقوق ہے) میں بیان کی گئی ہے اس رسالہ کے مطابق تمام حقوق کا منشا وہ حق ہے جو خدا اپنے بندوں پر رکھتا ہے' خدا کا سب سے بڑا حق جو بندوں کی گردن پر ہے وہ خالص عبادت واطاعت ہے۔ امام علی ع کے مطابق اللہ نے انسانوں پر جو سب سے عظیم حق واجب کیا ہے وہ حاکم اور رعایا کے درمیان کے حقوق ہیں۔

شیعوں کے درمیان نہج البلاغہ کے بعد رسالۃ الحقوق اسلام کی بہترین اور کامل ترین کتاب ہے۔ امام سجاد ع کے اس رسالہ میں 51 حقوق کی توضیح وتشریح پیش کی گئی ہے کہ جو کسی بھی حال میں انسانوں کی گردن سے ساقط نہیں ہو سکتی۔ اس رسالہ میں حق اللہ کے بعد حکومت وملت کے درمیان پائے جانے والے حقوق کو بیان کیا گیا ہے۔ حاکموں اور رہبروں کی اطاعت بھی لوگوں پر ایک طرح کا حق ہے اور ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس وقت تک حکومت کے حق کا دفاع کرتے رہیں جب تک ان کو یا ان کے دین کو نقصان نہ پہنچے۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ حاکموں کی حکومت اور ان کا اختیار لوگوں کی وجہ سے ہے چونکہ حاکموں کو اس منزل اور مقام تک پہنچانے میں انسانوں کا ہی ہاتھ ہے لہذا حاکم حضرات کی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کے ساتھ نرمی' رحم دلی اور حسن نیت کے ساتھ پیش آئیں۔ گویا امام سجاد ع کی کتاب رسالۃ الحقوق ایک محکم نظام ہے جو معاشرے اور سماج میں نافذ ہونا چاہیئے۔

رسالۃ الحقوق کی سند:

حدیث کی تمام کتابیں اس بات پر متفق ہیں کہ یہ کتاب امام علی بن الحسین علیہما السلام کی ہے اس کتاب کے راوی ابو حمزہ ثمالی ثابت بن دینار ہیں جو ابن ابی صفیہ یزدی کوفی کے نام سے مشہور ہیں آپ کا تعلق خاندان ابی صفیہ سے ہے۔ شیعہ راویوں کا یہ خاندان پہلی اور دوسری ہجری سے کوفہ میں موجود تھا۔

ابو حمزہ ثمالی نے تین اماموں یعنی امام سجاد امام باقر اور امام صادق علیہم السلام کا زمانہ درک کیا ہے آپ شیعوں کے ان موثق راویوں میں سے ہیں جن کی خبر واحد بھی معتبر جانی گئی ہے مشہور ترین چیز جو آپ نے امام سجاد ع سے نقل کی ہے وہ دعائے سحر ہے جو دعائے ابو حمزہ ثمالی کے نام سے مشہور ہے۔ اور دوسری رسالۃ الحقوق ہے۔

نجاشی نے رسالۃ الحقوق کی نسبت خود ابو حمزہ ثمالی کی طرف دی ہے یعنی انہوں نے امام سجاد ع سے روایت کی ہے اور شیخ کلینی لکھتے ہیں کہ: یہ کتاب در حقیقت ایک خط تھا جو امام سجاد ع نے اپنے کسی صحابی کے نام لکھا تھا۔

رسالۃ الحقوق کے منابع :

اس کتاب کے منابع بہت زیادہ ہیں من جملہ شیخ صدوق نے اپنی کتاب من لایحضرہ الفقیہ اور کتاب خصال امالی میں اس کی سند کو نقل کیا ہے۔ شیخ صدوق المشیخہ میں اس حدیث کی سند کو ابو حمزہ ثمالی تک بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ابو حمزہ کے ذریعہ اس حدیث کو بہت سے طریقوں سے نقل کیا گیا ہے لیکن میں نے صرف ایک ہی سلسلہ کے بیان کرنے پر اکتفا کی ہے۔ حالانکہ شیخ صدوق نے جو سند المشیخہ میں بیان کی ہے و اس سند سے مختلف ہے جو انہوں نے کتاب خصال میں بیان کی ہے لیکن دونوں کی انتہا ابو حمزہ ثمالی پر ہی ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ابن شعبہ حرانی نے اپنی کتاب تحف العقول عن آل رسول میں بھی اس رسالہ کا تذکرہ کیا ہے۔

اس رسالہ میں موجود تمام روایات مرسل ہیں لیکن ابن شعبہ کے بقول روایات کی سند کا محذوف ہونا تخفیف اور اختصار کا کے سبب ہے در حالیکہ اس کی اکثر روایات کو انہوں نے حدیث کے اساتذہ سے سنا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ اس میں پائی جانے والی تمام احادیث آداب و حکمت کے سلسلہ میں ہیں نہ کہ احکام و مسائل شرعی کے بارے میں۔

رسالۃ الحقوق کا متن تھوڑی سے تبدیلی کے ساتھ دو طریقوں سے وارد ہوا ہے ایک وہ عبارت جسے شیخ صدوق نے اپنی کتاب خصال میں بیان کیا ہے اور دوسری وہ عبارت جسے ابن شعبہ حرانی نے اپنی کتاب تحف العقول میں تحریر فرمایا ہے۔ ہم یہاں پر کتاب خصال کی نقل کے اعتبار سے رسالۃ الحقوق کے اہم موارد کو پیش کریں گے۔

وہ حقوق جو خداوند عالم کی جانب سے بندوں پر عائد ہوتے ہیں ان میں سے اہم ترین حقوق یہ ہیں :

الف : قرآن کا حق : مسلمانوں پر قرآن کا بہت بڑا حق ہے امام صادق ع سے مروی روایت کے مطابق قرآن خدا اور بندوں کے درمیان ایک عہد نامہ ہے لہٰذا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ روزانہ اس عہد نامہ کو دیکھے اور کم از کم اس کی 50 آیتوں کی تلاوت کرے۔ یعنی قرآن کی بنسبت مسلمانوں کی ذمہ داری بہت اہم ہے۔

ب : پیغمبر اکرم اور معصومین علیہم السلام کا حق : نبوت اور امامت دو معنوی نعمتیں ہیں جسے خداوند عالم نے اپنے بندوں کو عطا کی ہیں جن کے ذریعہ انسان کمال تک پہنچتا ہے۔ خدا و پیغمبر و ائمہ کے حقوق کی اہمیت کو امیر

المومنین ع کے اس کلام سے سمجھا جا سکتا ہے آپ ع نے فرمایا: جو شخص خدا، پیغمبر اور اہل بیت کی معرفت رکھتے ہوئے دنیا سے چلا جائے وہ یقینا شہید مرتا ہے اور اس کا اجر و ثواب خدا کے ذمہ ہے۔

اللہ کے اہم فرائض اور سنتوں کا حق: خدا نے ہر عمل کے مقابل انسان کی گردن پر کچھ حق رکھے ہیں جیسے نماز کا حق، روزہ کا حق، والدین کا حق، پڑوسیوں کا حق، امام جماعت کا حق وغیرہ۔ خوش قسمت ہے وہ انسان جس کی خداوند عالم حقوق کی ادائگی میں نصرت و مدد فرماتا ہے۔

1 ۔خدا کا حق

فاما حق اللہ الا کبر علیک فان تعبده ولاتشرک به شیئا فاذافعلت بالاخلاص جعل لک نفسه ان یکفیک آمر الدنیا ولاخرة

خدا کا سب سے بڑا حق تم پر یہ ہے کہ تم اس کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک قرار نہ دو، پس اگر تم نے اخلاص کے ساتھ یہ کام انجام دیا تو خداوند عالم نے اپنے اوپر یہ فرض کر لیا ہے کہ وہ تمہاری دنیا و آخرت کو سنوار دے گا۔

لفظ عبادت قرآن کریم میں 267 مرتبہ اور لفظ شرک اور اس کے مشتقات 156 مرتبہ استعمال ہوا ہے اور 4 مرتبہ یہ جملہ استعمال ہوا ہے کہ: خدا کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ۔

2۔ نفس کا حق

وحق نفسک علیک ان تسعملها بطاعة اللہ عزوجل

نفس کا حق انسان پر یہ ہے کہ اس کو خداوند عالم کی عبادت میں لگائے۔

امام ع نے دوسرا حق نفس کے سلسلہ میں بیان کیا ہے یعنی انسان کی ذمہ داری خود اپنے مقابل میں۔ خداوند عالم نے قرآن کے توسط سے لوگوں کو حکم دیا ہے کہ وہ خود کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچائیں۔

3 ۔زبان کا حق

و حق اللسان اکرامه عن الخنی و تعویده الخیر وترک الفصول التی لافائدة لها والبر بالناس وحسن القول فیهم

زبان کا حق انسان پر یہ ہے کہ وہ اس کو برائی اور بیہودہ گوئی سے روکے اور اچھی باتوں کے لے اس کو استعمال کرے۔ اور لوگوں کے ساتھ نیکی کرے اور ان کے بارے میں اچھی باتیں کہے۔

4۔کان کا حق

وحق السمع تنزيهه عن سماع الغيبته و سماع ما لايحل سماعه

کان کا حق یہ ہے کہ کسی کی غیبت نہ سنے بلکہ اس کو ان تمام چیزوں سے محفوظ رکھے جن کا سننا حرام ہے۔

5 ۔آنکھ کا حق

وحق البصر ان تغضه عمالايحل لک و تعتبر بالنظريه

اور آنکھ کا حق یہ ہے کہ اس کو حرام چیزوں کو دیکھنے سے بچائے یا اس کی طرف دیکھنے سے نصیحت حاصل کرے۔

6 ۔ہاتھ کا حق

و حق يدک ان لا تبسطها الى مالايحل لک

ہاتھوں کا حق یہ ہے کہ ان سے فعل حرام انجام نہ دے۔

7 ۔پیروں کا حق

حق رجليک ان لاتمشى بهما الى مالا يحل لک فبهما تقف على الصراط فانظر ان لاتزل بک فتردى فى النار

پاوں کا حق یہ ہے کہ حرام جگہوں پر مت جائے بلکہ صراط مستقیم پر گامزن رہے اور اس بات سے ہوشیار رہے کہ کوئی تمھیں صراط مستقیم سے منحرف نہ کرنے پائے۔

8 ۔شکم کا حق

و حق بطنک ان لاتجعله وعاء للحرام ولا تزيدعلى الشبع

پیٹ کا حق یہ ہے کہ اس کو حرام چیزوں سے پر نہ کرے اور ضرورت سے زیادہ نہ کھائے۔

9 ۔شرمگاہ کا حق

وحق فرجک ان تخصنه عن الزنا و تحفظه من ان ينظراليه

شرمگاہ کا حق یہ ہے کہ اس کو زنا فحشا اور منکر سے محفوظ رکھے۔

10 ۔ نماز کا حق

و حق الصلاه ان تعلم انها وفاده الی الله عزوجل و انت فیها قائم بین یدی الله عزوجل فاذا علمت ذالک قمت مقام العبد الذلیل الحقیر الراغب الراهب الراجی الخائف المستکین المعظم لمن کا ن بین یدیه بالسکون والوقار وتقبل علیها بقلبک و تقیمها بحدودها وحقوقها۔

نماز کا حق یہ ہے کہ یہ جان لو کہ نماز خداوند عالم کے حضور میں حاضری ہے خداوند عالم کی عظمت اور جلالت کے سامنے کھڑا ہونا ہے اور جب تمھیں اس بات کا یقین ہو جائے گا تو تم اس طرح سے کھڑے ہو گے کہ جس طرح سے ایک معمولی سا غلام ایک عظیم ترین بادشاہ کے سامنے کھڑا ہوتا ہے اور اس وقت تمھاری تمام تر توجہ اس مالک حقیقی کی طرف ہی ہو گی۔

11۔ حج کا حق

و حق الحج ان تعلم انه وفادة الی ربک وفرار الیه من ذنوبک وبه قبول توبتک وقضاء الفرض الذی آوجبه الله علیک

حج کا حق یہ ہے کہ حج بارگاہ خداوند عالم میں حاضر ہونا ہے اور گناہوں سے مغفرت واستغفار کی طرف سفر کرنا ہے

حج توبہ کی قبولیت کا وسیلہ ہے حج اس اہم کام کو انجام دینے کا نام ہے جو خدا نے تم پر واجب کیا ہے۔

12۔ روزہ کا حق

و حق الصوم ان تعلم انه حجاب ضربه الله علی لسانک و سمعک و بصرک و بطنک وفجک

روزہ کا حق یہ ہے کہ روزہ ایک ایسا پردہ ہے جو آنکھ، کان، ناک، شکم، ہاتھ اور پاؤں پر پڑ جاتا ہے۔

13۔ صدقہ کا حق

و حق الصدقه ان تعلم انها ذخرک عند ربک عزوجل و ودیعتک التی لاتحتاج الی الا شهاد علیها فاذا علمت ذلک کنت بما تستودعه سرا آوثق منک بما تستودعه علانیة وتعلم انها تدفع البلا یا الا سقام عنک فی الدنیا وتدفع عنک النارفی اللاخرة

صدقہ کا حق یہ ہے کہ جو چیز بھی صدقہ دیتے ہو وہ خدا کے پاس محفوظ ہے اور اس کے سلسلے میں کسی شاہد

وگواہ کی ضرورت نہیں ہے اور جب تمھیں اس بات کا یقین ہو جائے گا تو تم پوشیدہ طور سے زیادہ صدقہ دو گے بنسبت ظاہر بظاہر صدقہ دینے کا یقین رکھو کہ صدقہ دنیا میں آفتوں اور بلاؤں کو دور کرتا ہے اور آخرت میں آتش جہنم سے نجات کا باعث ہوتا ہے۔

14۔قربانی کا حق

وحق الهدى ان تريد به وجه الله عزوجل ولاتريد به خلقه ولاتريد به الا التعرض لرحمة الله نجاة روحک يوم تلقاه

قربانی کا حق یہ ہے کہ اس کو خداوند عالم کا نام لے کر ذبح کرو نہ کہ کسی اور کا اور اس قربانی کے ذریعہ سے قیامت کے دن رضائے خدا کے علاوہ اور کچھ مت طلب کرو

15۔سلطان اور حاکم کا حق

وحق السلطان ان تعلم انک جعلت له فتنه و انه مبتلى بک بما جعله الله عزوجل له عليک من السلطان و ان عليک لاتعرض لسخطه فتلقه بيدک الى التهلكه وتكون شريكا له فيما ياتى اليک من سوء

سلطان کا حق یہ ہے کہ تمکو معلوم ہونا چاہئیے کہ تم اس کی آزمائش میں ہو اور وہ خدا کی عطا کردہ قوت کے ذریعہ مرحلہ امتحان میں ہے اب تمہاری ذمہ داری ہے کہ اپنے کو اس کے غصہ سے بچا کر رکھو اور خود کو ہلاک ہونے سے بچاؤ اور اس کی برائیوں میں شریک نہ ہو۔

16۔معلم کا حق

وحق سائسک بالعلم التعظيم له والتوقير لمجلسه وحسن الاستماع اليه والاقبا ل عليه وان لاترفع عليه صوتک والا تجيب احدا يسئاله عن شيء حتى يكون هو الذى يجيب ولاتحدث فى مجلسه ادا ولاتغتاب عنده احدا وان تدفع عنه اذا ذكر عندک بسوء وان تستر عيوبه وتظهر مناقبه ولاتجالس له عدوا ولاتعادى له فاذا فعلت ذلک شهد لک شهد لک ملائكة الله بانک قصدته وتعلمت علمه لله جل اسمه لا للناس

استاد کا حق یہ ہے کہ اس کا احترام کرو اس کے سامنے ادب سے بیٹھو اس کی باتوں کو غور سے سنو اس کو سامنے زیادہ زور سے کلام نہ کرو اگر کسی نے تمھارے استاد سے کوئی سوال کیا ہے تو تم استاد سے پہلے اس سوال کا جواب نہ دو اس کی موجودگی میں کسی اور سے گفتگو نہ کرو اگر کوئی استاد کی برائی کرے تو استاد کی طرف سے اسکا دفاع کرو اس کی برائیوں کی پردہ پوشی کرو اسکی اچھائیوں کو نشر کرو استاد کے دشمن کو دوست نہ بناو اور اسی طرح استاد کے دوست کو دشمن نہ بناو پس اگر تم نے ایسا کیا تو فرشتہ اس بات کی گواہی دیں گے کہ تم خدا کے لئے نہ کہ لوگوں کے لئے استاد کے نزدیک گئے تھے اور اس سے علم حاصل کیا تھا۔

17۔مالک کے حقوق

واما حق سائسک بالملک فنحومن سائسک بالسلطان الا ان هذا یملک مالا یملک ذاک تلزمک طاعته فیما دق و جل منک الا ان تخرجک من وجوب حق الله ویحول بینک وبین حقه و حقوق الخلق فاذا قضیته رجعت الی حقه فتشا غلت به

تمہارے مالک کا حق مثل تمہارے سلطان کے ہے اس فرق کے ساتھ کہ مالک ایسے مال کا مالک ہوتا ہے کہ جسے کم اور زیادہ کرنے کا اختیار ہوتا ہے اور تمہاری ذمہ داری ہے کہ اس کی اطاعت کرو مگر یہ کہ وہ تم کو خداوند عالم کے حق سے خارج کردے اور وہ تمہارے اور خدا یا تمہارے اور بندوں کے حقوق کے درمیان حائل ہو جائے لہٰذا ایسی صورت میں جب تم اپنے خدا کا حق ادا کردو اس کے بعد مالک کے حق کی طرف رجوع کرو اور اس کی اطاعت کرو۔

18۔رعایا اور امت کا حق

واما حق رعیتک بالسلطان فان تعلم انهم صاروا رعیتک لضعفهم وقوتک فیجب ان تعدل فیهم و تکون لهم کالوالد الرحیم ق تغفر لهم جهلهم و لاتعاجلهم بالعقوبة و شکرالله عزوجل علی ماآتاک من القوةعلیهم

رعایا کا حق تم پر یہ ہے کہ وہ اپنی ناتوانی اور کمزوری کے سبب تمہاری رعایا بنے ہیں لہٰذا تم پر واجب ہے کہ تم ان کے ساتھ عدالت سے پیش آؤ اور ان کے لئے ایک رحیم باپ بنو ان کی نادانیوں کو معاف کردو اور ان کو سزا دینے میں عجلت سے کام نہ لو اور خدا کی عطا کردہ قوت کے مقابل میں اس کا شکر ادا کرو۔

19۔شاگروں کا حق

واما حق رعیتک بالعلم فان تعلم ان الله عزوجل انما جعلک قیما لهم فیماآتاک من العل
وفتح لک من خزائنه فان احسنت فی تعلیم الناس ولم تخرق بهم و لم لضجر علیهم زادک
الله من فضله و ان انت منعت ا لناس علمک او خرقت بهم عند طلبهم العلم منک کا
حقا علی الله عزوجل ان یسلبک العلم و بهاءه ویسقط من القوب محلک

شاگرد کا حق یہ ہے کہ خداوند عالم نے تم کو جو علم کی دولت اعطا کی ہے اور اس علم سے تم کو مالامال کیا ہے اس
کا حق یہ ہے کہ اگر کوئی اہل مل جائے تو اس دولت کو اس تک پہچا دو لیکن یہ بات یاد رہے کہ لوگوں کو عل
کی دولت سے آشنا کراتے وقت غم اور غصہ کے بجائے نرمی اور تواضع سے کام لو جس کے نتیجے میں خداوند عالم
تمہارے لیے فضل کرم کے دریچے مزید کھول دے گا اگر تم نے اپنے علم سے دوسروں کو محروم رکھا تو خد
کے لئے سزاوار ہے کہ جتنا علم تمہارے پاس ہے اس کو بھی چھین لے اور تمھاری عزت کو ذلت کی خاک میں
ملادے۔

20۔غلام کا حق

واما حق ملوکک فان تعلم انه خلق ربک وابن ابیک وامک و لحمک ودمک و لم تملکه
لانک صنعته دون الله و خلقت شینا من جوارحه ولا اخرجت له رزقا ولکن الله عز وجل کفاک
ذالک ثم سخره لک و ائتمنک علیه واستودعک ایاه لیحفظ لک ما تاتیه من خیر الیه کما
احسن الله الیک وان کرهته وان استبدلک به ولم تعدب خلق الله عز و جل۔

غلام کا حق تم پر یہ ہے کہ جان لو وہ تمہارے پروردگار کا خلق کردہ، تمہارے ماں باپ کا بیٹا اور تمہارا ہی گوشت و
خون ہے تم اس کے مالک بن گئے ہو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم اس کے خالق اور رازق ہو گئے۔ بلکہ
خداوند عالم نے تم کو اس کام کے لئے کافی جانا ہے پھر اس نے اس کو تمہارے لئے مسخر کردیا اور تم کو اس کا
امین بنادیا پھر اس کو تمہارے حوالہ کردیا تاکہ جو بھی نیکی تم کے بارے میں انجام دو خداوند عالم اس کو
تمہارے لئے محفوظ کرلے۔ لہٰذا جیسے خدا نے تمہارے حق میں نیکی کی ہے تم بھی اس کے ساتھ نیکی کرو اور اگر
تم نے اس کو ناخوش کیا تو اس کو بدلو تاکہ خداوند عالم کو تکلیف نہ پہنچا سکو۔

خاندان اور رشتہ داروں کے حقوق: یہ حقوق بیوی، ماں، باپ، اولاد اور بھائی کو شامل ہیں۔

21۔ بیوی کا حق

واما حق الزوجة فان تعلم ان الله عزو جل جعلها لک سکنا وانسا فتعلم ان ذالک یعمة من الله علیک فتکرمها و نرفق بها وان کا حقک علیها اوجب فان لها علیک ان ترحمها لانها اسیرک و تطعمها وتکسوها فاذا جهلت عفوت عنها۔

زوجہ کا حق یہ ہے کہ خداوند عالم نے اس کو تمھارے لیے سکون واطمینان وانس ومحبت کا ذریعہ قرار دیا ہے اور ایک نعمت خدا ہے لہٰذا تم پر یہ بات لازم ہے کہ تم اس کے ساتھ خوش رفتاری اور حسن سلوک سے پیش آؤ اگرچہ تمھارا حق زوجہ پر واجب ہے لیکن شرافت کا تقاضا یہ ہے کہ نیکی کا برتاو کرو۔

22۔ ماں کا حق

و حق امک ان تعلم انها حملتک حیث لا تحمل احد احدا و اعطتک من ثمرة قلبها ما لا یعطی احد احدا ووقتک بجمیع جوارحها ولم تبال ان تجوع و تطعمک و تعطش وتنقیک وتعری وتکسوک وتضحی وتظلک ؤ تهجر النوم لاجلک ووقتک الحر والبرف لتکون لها فانک لا تطیق شکرها الا بعون الله تعالی وتوفیقه۔

والدہ کا حق یہ ہے کہ اس نے تمھارا بار اٹھایا جب کوئی تمھارا بار نہ اٹھایا تھا اس نے اپنے خون سے تمھاری پرورش کی جبکہ کوئی اس فداکاری کے لیے حاضر نہ تھا خود بھوکی پیاسی رہی مگر تم کو تکلیف نہ ہونے دی اس کے اپنے پاس کپڑے نہیں تھے لیکن تم کو ہر قسم کی موسمی گرمی وسردی سے محفوظ رکھا خود چلملاتی دھوپ میں جلتی رہی لیکن تم کو اذیت ہونے دی تمھارے واسطہ راتوں کی نیند حرام کی تو کیا یہ سزاوار نہیں ہے کہ تم ہمیشہ اس کا کہنا مانو اس کا شکریہ ادا کرو اس سے نیکی کا برتاو کرو لیکن یہ سب اسی وقت ہو سکتا ہے کہ جب توفیق الٰھی تمھارے شامل حال ہوئے

23۔ باپ کا حق

واما حق ابیک فتعلم انه اصلک وانک فرعه وانک لولاه لم تکن فمهما رایت فی نفسک مما یعجبک فاعلم ان ایاک اصل النعمة علیک فیه واحمد الله واشکره علی قدر ذالک

والد کا حق یہ ہے کہ وہ تمھاری اصل واساس اور بنیاد ہے اگر وہ نہ ہوتا تمھارا وجود بھی نہ ہوتا لھذا اگر تمھیں کوئی نعمت ملے تو خیال رکھو کہ اس نعمت کی اصل واساس وہ ہے اس کے ساتھ احسان کرو اور اس نعمت پر خدا کا شکرادا کرتے رہو

24۔اولاد کا حق

واما حق ولدک فان تعلم انه منک ومضاف الیک فی عاجل الدنیا بخیره و شره وانک مسئول عما ولیته من حسن الادب والدلالة علی ربه عزوجل والمعونة له علی طاعته فاعمل فی امره عمل من یعلم انه مثاب علی الا حسان الیه معاقب علی الاسائة الیه۔

بیٹے کا حق یہ ہے کہ بس یہ خیال رکھو کہ تم اس کی اصل واساس ہو اس کی سعادت وشقاوت تم سے وابستہ ہے اس اس کی تربیت تمھارے ذمہ ہے دین کی باتوں سے اشنا کرانا تمھارا فریضہ ہے اچھے اور نیک کاموں میں اس کی مدد کرو تاکہ وہ باقاعدہ خدا کی عبادت کر سکے بس اتنا یاد رکھو کہ اگر تم نے اس کی اچھی تربیت کی تو تم کو اس کا اجر وثواب ملے گا اور اگر اس نے دوسرا راستہ اختیار کیا تو اس کا عذاب تمھاری گردن پر ہوگا۔

25۔ بھائی کا حق

واما حق اخیک فان تعلم انه یعک و عزک وقوتک فلا تتخذه سلاجا علی معصیة الله ولا عدة للظلم بخلق الله و (لا) ندع نصرته علی عدوه والنصیحة له فان اطاع الله والا فلیکن الله اکرم علیک منه

بھائی کا حق یہ ہے کہ وہ تمھاری قوت بازو ہے تمھارا وقار وعزت ہے اس کو خدا کی معصیت کا ذریعہ قرار نہ دو اور دشمن کے مقابلہ میں اسے تنہا نہ چھوڑو اس سے اپنی نصیحت کو نہ روکو اگر وہ خدا کے حکم کے مطابق ہے ورنہ تم اس کے مقابل میں خدا کو بزرگ وبرتر جانو۔

26۔ مولا اور آقا کا حق

و اما حق مولاک المنعم علیک فان تعلم انه انفق فیک ماله وآخر جک من ذل الرق و وحشته الی عز الحریة و انسها فاطلقک من اسر الملکة وفک عنک قید العبودیة واخرجک من السجن وملکک ونفسک و فرغک لعباده ربک وتعلم انه اولی الخلق بک فی حیاتک وموتک و ان نصرته علیک واجبه بنفسک والحتاج الیه منک

لیکن تمہارے مولا کا حق، جس نے تمہیں آزاد کیا' یہ ہے کہ تمہیں معلوم ہونا چاہئیے کہ اس نے اپنے مال کو راہ خدا میں خرچ کر کے تمہیں ذلت وخواری سے نجات دی اور تم کو عزت وآزادی عطا کی اس نے طوق غلامی کو اتار کر تم کو اس سے نجات دی اور تم کو اس قید غلامی سے ازاد کیا اور تمکو خود مختار بنادیا اور عبادت خداوند کے لئے آسودہ خاطر کر دیا لہٰذا اب جو بھی شخص تمہاری زندگی یا موت میں تم سے زیادہ قریب ہے اس کی مدد کرو اور اس کی ضروریات کو پورا کرنا تم پر واجب ہے۔

27۔غلام کا حق

واما حق مولاک الذی انعمت علیه فان تعلم ان الله عزوجل جعل عتقک له وسیلة الیه و حجابا لک من النار و ان ثوابک فی العاجل میراثه اذالم یکن له رحم مکافاة بما انفقت من مالک وفی الا جل الجنة

لیکن مولا کا حق جس پر تم نے احسان کیا ہے یہ ہے کہ خداوند عالم نے تمہاری آزادی کو اپنی طرف وسیلہ قرار دیا ہے اور تمہارے وآتش جہنم کے درمیان ایک پردہ حائل کر دیا ہے اس دنیا میں اس کا ثواب یہ ہے کہ اس نے مولا کا وارث نہ ہونے کی صورت میں تم کو اس کا وارث بنایا ہے اور آکرت میں اس کا بدلہ جنت ہے۔

28۔نیک لوگوں کا حق

واما حق ذی المعروف علیک فان تشکره و تذکر معروفة وتکسبه المقالة الحسنة وتخلص له الدعا ء فیما بین و بین الله عزوجل فاذا فعلت ذلک کنت قد شکرته سرا و علانیة ثم ان قدرت علی مکافاته یوما کافیته

نیکی کرنے والے کا حق تم پر یہ ہے کہ اس کا شکریہ ادا کرو اور اس کی نیکیوں کو یاد رکھو اور اس کو ہمیشہ اچھے نام سے یاد کرو اور خداوند عالم سے اس کے حق میں خلوص دل کے ساتھ دعا کرو۔ اگر تم نے یہ کام کیا چاہے آشکارا طور پر ہو یا مخفی انداز میں تو گویا تم نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اگر تم اس کی نیکیوں کا جبران کر سکتے ہو تو اس کا جبران کرو۔

29۔موذن کا حق

اما حق الموذن ان تعلم انه مذکر لک ربک عزوجل وداع لک الی حظک وعونک علی قضاء فرض الله علیک فاشکره علی ذلک شکرک للمحسن الیک

موذن کا حق یہ ہے کہ گویا اللہ نے تم کو یاد دہانی کرائی ہے اور تم کو تمہارے حصہ کی طرف دعوت دی ہے
واجبات کی انجام دہی پر تمہاری نصرت فرمائی ہے لہذا اس بات پر اس کا شکر یہ اس طرح ادا کرو جس طرح
کے نیک بندے انجام دیتے ہیں۔

30۔ پیش نماز (امام جماعت) کا حق

واما حق امامک فی صلاتک فان تعلم انه قد تقلد السفاره فیما بینک وبین ربک عزوجل
تکلم غنک و لم تتکلم عنه ودعا لک ولم تدع له و کفاک هول المقام بین یدی الله عزو
فان کان به نقص کان به دونک و ان کان تماما کنت شریکه ولم یکن له علیک فضل فو
نفسک بنفسه و صلاتک بصلاته فتشکر له علی قدرذلک

امام جماعت کا حق یہ ہے کہ وہ تمھارے اور خدا کے درمیان ایک وسیلہ اور واسطہ ہے اور اس عظیم عھدے
س نے اپنے
ذمہ لے رکھا ہے وہ تمھارا ترجمان ہے وہ تمھارے لیے دعائیں کرتا ہے نہ تم اس کے لیے اگر نماز میں کچھ نقص
ور کمی ہو تو تم اس میں برابر کے شریک ہو لیکن اس کے باوجود بھی اس کو تمھارے اوپر کوئی فضیلت حاصل
ہیں ہے
س نے تمھاری جان کی اھنی جان کی طرح اور تمھاری نماز کی اپنی نماز کے ساتھ حفاظت کی ہے اب تم پر
یز لازم ہے وہ یہ کہ اس کے شکر گذار رہو

3۔ ساتھ بیٹھنے والے کا حق

ما حق جلیسک فان تلین له جانبک و تنصفه فی مجاراة اللفظ ولا تقوم من مجلسک
باذنه و من یجلس الیک یجوز له القیام عنک بغیراذنک وتنسی زلاته وتحفظ خیراته ول
سمعه الا خیرا

تھی کا حق یہ ہے کہ اس کے ساتھ نرمی اور عدل وانصاف سے گفتگو کرو اور بغیر اس کی اجازت کے کہیں نہ
لیکن اس کو تمھاری اجازت کی ضرورت نہیں ہے اس کی لغزشوں کو فراموش کر ڈالو اس کی اچھائیون کو یاد
و اور ہمیشہ اس کے خیر خواہ رہو

32۔پڑوسی کا حق

واما حق جارک فحفظه غائبا و اکرامه شاهدا ونصرته اذا کان مظوما و لاتتبع له عورة ف
علمت علیه سوئا سترته علیه وان علمت انه یقبل نصیحتک نصحته فیما بینک وبی
ولا تسلمیه عند شدید ة و تقبل عثرته و تغفر ذنبه و معاشرة کریة

پڑوسی کا حق یہ ہے کہ اس کی عدم موجودگی میں اس کا احترام اور اس کی مدد کرو اسکی عیب جوئی مت کرو اس کے
عیبوں کی پردہ پوشی کرو اگر نصحت کا اہلیت رکھتا ہو تو اس کو نصیحت کرو سختیوں اور پریشانیوں میں اس کا سات
مت چھوڑو لغزشوں سے درگذر کرو اور اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آو

33۔دوست کا حق

اما حق الصاحب فان تصحبه با لتفصل والانصاف و تکرمه کما یکرمک و کن علیه رحم
لا تکن علیه عذابا

دوست کا حق یہ ہے کہ عدل وانصاف اور مہربانی سے اس سے گفتگو کرو اور جس طرح سے وہ تمھارا احترام کر
ہے ویساہی تم اس کا احترام کرو اور یہ دکھو کہ وہ کوئی گناہ کرنا چاہتا ہے تو اس کو اس سے باز رکھو اس کے لیے
رحمت بنے رہو اور عذاب کا باعث نہ بنو۔

34۔شریک کار کا حق

اما حق الشر یک فان غاب کفیته وان حضر رعیته ولا تحکم دون حکمه ولا تعمل رایک
دون مناظرته تحفظ علیه ماله و لاتخونه فیما عز اوهان من امره فان یدالله تبارک و تعالی
علی الشریکین مالم یتخاونا

شریک کا حق یہ ہے کہ اس کی عدم موجودگی میں اس کی کفالت کرو اور اس کی موجودگی میں اس کے حقوق کی
رعایت کرو اس کے خلاف بات مت کرو اس کے مشورہ کے بغیر قدم مت اٹھاو اس کے مال کی حفاظت کرو اس
کے حق میں ذرا بھی خیانت نہ کرو کیونکہ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ خدا ہمیشہ تمھارے ساتھ رہے تو تم ایک
دوسرے کے حق میں خیانت نہ کرو۔

35۔ مال کا حق

واما حق مالک فان لا تاخذه الا من حله تنفقه الا فی وجهه ولا تئوثر علی نفسک من لا یحمدک فاعمل فیه بطاعه ربک

مال کا حق یہ ہے کہ صرف حلال ذریعہ سے حاصل کرو اور حلال کاموں میں ہی صرف کرو اور نااہل کو اپنے اوپر مقدم نہ کرو مال کو اطاعت اور خوشنودی خدا میں صرف کرو۔

36۔ قرض مانگنے والے کا حق

اما حق غریمک الذی یطالبک فان کنت مو سرا عطیته وان کنت معسرا ارضیته بحسن القول و رددته عن نفسک ردا لطیفا

قرض خواہ کا حق یہ ہے کہ اگر تمھارے پاس ہو تو بخل سے کام نہ لو اور اگر نہ ہو حسن اخلاق سے پیش او نیکی اور نرمی سے اس کا جواب دو۔

37۔ رفاقت کا حق

وحق الخلیط ان لا تغره ولا تغشه ولا تخدعه وتتقی الله تبارک وتعالی فی امره

رفاقت کا حق یہ ہے کہ کوئی تمھارے ساتھ اٹھے بیٹھے اسکو دھوکا مت دو اور خدا سے ڈرتے رہو

38 ۔ دشمن کا حق تم پر

و حق الخصم المدعی علیک فان کا ن یدعی علیک حقا کنت شاهده علی نفسک ولم تظلمه و اوفیته حقه وان کان مایدی باطلا رفقت به لم تاب فی امره غیر الرفق ولم تسخط ربک فی امره

دشمن کا حق یہ ہے کہ اگر تمھارے بارے میں کوئی بات کہے تو اگر سچی ہو تو تم خو اس کے گواہ بنو اس کے حق کو ادا کرو ظلم و ستم سے کام نہ لو اور اگر اس نے جو بات کہی ہے وہ درست نہیں ہے تب بھی اس کے ساتھ خوش روئی سے پیش او اور ایسا کوئی اقدام نہ کرو کہ جس سے خدا ناراض ہو

39۔ تمہارا حق دشمن پر

وحق خصمک الذی تدعی علیه ان کنت محقا فی دعوتک اجملت مقاولته ولم تجهد حقه وان کنت مبطلا فی دعویک اتقیت الله عزوجل و تبت الیه وترکت الدعوي

تمھارا حق دشمن پر یہ ہے کہ تم نے اس کے سلسلے میں جو بات کہی ہے اور وہ درست ہے تو اس کے ساتھ نیکی سے پیش آؤ اور اگر وہ بات درست نہیں ہے تو اپنی بات واپس لے لو اور بارگاہ خداوندی میں توبہ کرو

40۔ مشورہ کرنے والے کا حق

وحق المستشير ان علمت ان له رايا اشرت عليه وان لم تعلم ارشدته الى من يعلم

مشورہ کرنے والے کا حق یہ ہے کہ اگر اس کی رای تمھاری رای کے موافق نہیں ہے تو اس کو بدنام نہ کرو اور اگر تمھاری رای کے موافق ہے تو اس پر خدا کا شکر ادا کرو

41۔ مشورہ دینے والے کا حق

حق المشير عليک ان لا تتهمه فيما لا توافقک من رايه فان وافقک حمدت الله عزوجل

جس سے تم نے مشورہ لیا ہے اس کا حق تم پر یہ ہے کہ اگر وہ تمہارے موافق نہ ہوا تو اس کو متہم نہ کرنا اور تمہارے موافق ہوا تو اس بات پر خدا کا شکر ادا کرو۔

42۔ نصیحت چاہنے والے کا حق

وحق المستنصح ان تؤدی اليه النصيحة وليكن مذهبک الرحمة و الرفق به

نصیحت چاہنے والے کا حق یہ ہے کہ اس کو اچھی بات کی نصیحت کرو اور نصیحت کرتے وقت مہربانی سے پیش آؤ

43۔ نصیحت کرنے والے کا حق

وحق الناصح ان تلين له جناحک تصغی اليه بسمعک فان اتی الصواب حمدت الله عزوجل وان لم يوافق رحمته ولم تتهمه وعلمت انه اخطا ولم تواخذه بذالک الا ان تكون مستحقا للتهمة فلا تعبا بشيء من امره على كل حال

نصیحت کرنے والے کا حق یہ ہے کہ تواضع انکساری سے پیش آؤ اور اس کی بات کو غور سے سنو اگر اچھی بات کہہ رہا ہے تو خدا کا شکر ادا کرو اور اچھی بات نہیں کہہ رہا ہے تب بھی نرمی سے پیش آؤ لیکن اس کو بدنام نہ کرو بلکہ یہ سمجھ لو کہ اس سے خطا ہو گئی ہے لہٰذا اس کو معاف کردو مگر یہ کہ وہ مستحق تہمت ہو اس صورت میں رعایت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

44۔بزرگوں کا حق

وحق الکبیر توقیره لسنه واجلاله لتقد مه فی الاسلام قبلک وترک مقابلته عند الخصام ولا تسبقه الی طریق ولا تستجهله وان جهل علیک احتملته و اکرمته لحق الاسلام و حرمته

بڑوں کا حق یہ ہے کہ اس کا احترام کرو اس لیے کہ وہ تم سے عمر میں بڑا ہے اور اس بات کی عزت کرو کہ وہ تم سے پہلے اسلامی دائرے میں داخل ہوا ہے اس سے لڑائی جھگڑا نہ کرو اور اس کے آگے نہ چلو اس کے ساتھ جاہلوں والا رویہ اختیار نہ کرو اور اگر وہ تمہارے ساتھ ایسا کرتا ہے تو تم اسلام کی خاطر اس پر صبر کرو اور اس کا اکرام کرو۔

45۔ چھوٹوں کا حق

و حق الصغیر رحمته فی تعلیمه والعفو عنه والستر علیه و الرفق به و المعونة له

چھوٹے بھائی کا حق یہ ہے کہ اس کو پڑھاتے وقت یا کوئی چیز دیتے مہربانی سے پیش آو اس کے عیب کو چھپاؤ اچھے کاموں میں اس کی مدد کرو

46۔سائل کا حق

و حق السائل اعطا ئوه علی قدر حاجته

سوال کرنے والے کا حق یہ ہے کہ جس قدر اس کو ضرورت ہو اتنا اس کو عطا کردو اور اگر اتنی استطاعت نہیں رکھتے نہایت عمدہ طریقے سے معذرت کرلو۔

47۔ عطا کرنے والے کا حق

وحق المسئول ان اعطی فاقبل منه بااشکر والمعرفة بفضله وانّ منع فاقبل عذره

جس سے سوال کیا جائے اس کا حق یہ ہے کہ اگر تم کو کوئی چیز دے تو اس کا شکریہ ادا کرو اس کے لئے دعا کرو اور اگر تم سے معذرت چاہے تو اس کے عذر کو قبول کرو۔

48۔خوش کرنے والے کا حق

وحق من سرک الله تعالی ان تحمد الله عزوجل اولاثم شکره

جس نے تم کو خوش کیا ہو اس کا حق یہ ہے کہ اگر اس نے تم کو خدا کے لیے خوش کیا ہے پہلے خدا کا اس کے بعد اس کا شکر ادا کرو

49۔ بد سلوکی کرنے والے کا حق

و حق من اساءک ان تعفوعنه و ان علمت ان العفو اعنه یضر انتصرت قال الله تبارک تعالی و (لمن انتصر بعد ظلمه فاولئک ماعلیهم من سبیل)

جس نے تمہارے ساتھ برا سلوک کیا ہو اس کا حق یہ ہے کہ اس کو معاف کردو لیکن اگر یہ جانتے ہو کہ تمہارے معاف کردینے سے وہ اور زیادہ بد سلوک کرے گا اس کو مناسب سزا دو کیونکہ خداوند عالم کا ارشاد ہے کہ[جس پر ظلم کیا گیا ہے اگر وہ ظالم سے انتقام لے تو ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں }

50۔ ہم دین و ہم مذہب کا حق

وحق اهل ملتک اضمار السلا مة والر حمه لهم والرفق بمسیئهم و تالفهم و استصلاحهم و شکرمحسنهم و کف الذی عنهم و تحب لهم ما تحب لنفسک و تکره لهم ما تکره لنفسک وان تکون شیوخهم بمنزله ابیکشبابهم بمننله اخوتک وعجائز هم بمنزله امک الصغار بمنزله اولادک

تمہارے ہم مذہب کا حق یہ ہے کہ اس کے لے سلامتی کی دعا کرو اگر وہ برائی میں ملوث ہے تو اس سے نرمی سے پیش آو اس کی اصلاح کی فکر کرو اچھے لوگوں کے حق میں شکر گذار رہو ان کو تکلیف نہ دو جو چیز تم اپنے لیے چاہتے ہو وہی اس کے لیے بھی چاہو اور جو چیز تم اپنے لیے ناپسند کرتے ہو وہ ان کے لیے بھی ناپسند کرو بوڑھوں کے ساتھ باپ جیسا بوڑھی عورتوں کے ساتھ ماں جیسا سلوک کرو جوانوں کے ساتھ بھائی چھوٹوں کے ساتھ فرزند جیسا سلوک کرو۔

51۔ کافر ذمی کا حق

و حق اهل الذمه ان تقبل منهم ماقبل الله عزوجل ولا تظلمهم ما وفوالله عزوجل بعهده

جو اسلام کی پناہ میں ہیں ان کا حق یہ ہے کہ جو چیز ان سے چاہتا ہے وہی تم بھی ان سے چاہو اور جب تک وہ وفادار بنے رہیں تم بھی وفاداری سے پیش آؤ اور ظلم و ستم روا نہ رکھو۔

عصر امام سجاد علیہ السلام میں کچھ الحادی افکار و انحرافات

جہانگیر علی خان

جب عقیدہ اسلامی تشبیہ، تجسیم، جبر اور ارجاء ایسے الحادی نظریات اور خرافات کی زد میں آگیا تو ایسے موقع پر ایک ایسے مضبوط مورچے کی ضرورت بھی جہاں اسی فکر حیات بخش کا دفاع ہو اور ان حق سے منحرف کے قلعوں پر حملہ کیا جاسکے۔

یہ مورچہ امام سجادؑ نے اپنی دعاوں کے واسطے سنبھالا اور بڑے حکیمانہ انداز میں حقائق کو منتشر کر کے عقیدہ اسلامی کی حفاظت کا فرض نبھایا یہ دعا شیعی اسلامی افکار کو بڑے خوبصورت اور محکم انداز میں بیان کرتی ہیں۔اب ہم ایک ایک کر کے ان زہریلے افکار کا جائزہ لیکر یہ دیکھتے ہیں کہ امام نے کس طرح سے ان کا مقابلہ کیا۔

تشبیہ اور تجسیم :

لغت میں تجسیم کے معنی ہیں ایک چیز کو دوسری چیز جیسا بنانا اور تنزیہ کا مطلب ہے ایک چیز کو دوسری چیز سے جدا کرنا اور اصطلاح میں تشبیہ سے مراد ہے خداوند عالم کو ذات، صفات اور افعال میں مخلوق کے جیسا قرار دینا اور تنزیہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ خدا کی ذات کو مخلوق کی تمام صفات سے پاک اور بری مانا جائے۔ نظریہ تشبیہ کے ماننے والوں کو مشبہہ اور تنزیہ کے قائل افراد کو منزہہ کہتے ہیں۔

معنی اور مفہوم کے اعتبار سے تشبیہ اور تجسم ایک دوسرے سے کافی حد تک ایک دوسرے سے نزدیک ہیں اس فرق کے ساتھ کہ تشبیہ کا مفہوم تجسیم کے دائرہ کار سے بڑا ہے۔ بعض علماء نے ان دونوں اصطلاحوں کو ایک

دوسرے کے مقابل معنی بھی برتا ہے اور وہ اس طرح سے کہ مشبہہ ان کے نزدیک وہ لوگ ہیں جو خدا کی صفات کی نسبت بندوں کی طرف دیتے ہیں اور مجسمہ بندوں (جسمانیت) کو خدا سے منسوب کرتے ہیں۔

لفظی اعتبار سے ان اصطلاحات کا سراغ ہمیں قرآن میں نہیں ملتا لیکن ان سے جڑے مفاہیم اور معانی کا سرچشمہ پہلے مرحلے میں قرآن مجید اور دوسرے ہی حدیث ہے اب یہ سوال اٹھ کر سامنے آتا ہے کہ اگر قرآن اور حدیث میں ان مفاہیم اور معانی کی فراوانی پائی جاتی ہے تو پھر ان کے حوالے سے الجھاو اور پیچیدگی کیوں پائی جاتی ہے؟ مختلف مکاتب فکر کا اختلاف کس بات پر ہے؟ یہ الجھاو دراصل اس لیے پایا جاتا ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہم کو دونوں طرح کی آیتیں ملتی ہیں کچھ آیتیں خدا اور مخلوقات کے درمیان ہر قسم کی شباہتوں کو رد کرتی ہیں: لیس کمثلہ شیئ۔ (الشوری/آیت۔11) لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد۔ اخلاص/3۔4۔ اور بعض آیتوں کے ظاہر سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ خدا بھی مخلوق کی مانند بعض حرکتیں انجام دیتا ہے مثلاً ید اللہ فوق ایدیہم۔ (الفتح/10) یا الرحمٰن علی العرش استوی۔ (طہٰ آیت/5) احادیث اور روایات میں بھی ہم کو تقریبا یہی صورتحال نظر آتی ہے۔

اب اس گنجلک سے نکلنے کا راستہ کونسا ہے؟ دونوں قبیل کی آیتوں میں سے کس قبیل کی آیتوں کو بنیاد قرار دیا جائے تاکہ دوسری قبیل کی آیتوں کی اس کی روشنی میں تاویل کی جاسکے؟ یہی الجھاو اس بات کا باعث بنا کہ مسلمان اسماء وصفات کی بحث میں ایک دوسرے سے الجھتے رہیں اور بعد میں اموی طاغوتی حکومتوں نے اسی الجھاؤ کو پانے سیاسی مافع تک پہنچنے کی راہ میں ایک ذریعہ بنایا۔ مسلمانوں کی ایک جماعت نے تشبیہ سے مربوط آیتوں کا سہارا لے کر خدا کو انسان کی سطح تک گرایا اور اس طرح عقیدہ توحید کو ایک ناقابل تلافی نقصان سے دوچار کیا لیکن اس کے مقابلے میں ایک جماعت حق نے اپنے ائمہ ہدی کی راہنمائی کے سائے میں عقیدہ توحید کو اعتدال کے ساتھ محفوظ رکھا۔ انہوں نے تنزیہ مطلق کو سراہا اور نہ ہی تشبیہ کو قبول کیا بلکہ تشبیہ جسمانیت اور صورت سے پاک توحید کو گلے سے لگایا اور خدا کے حوالے سے "شی" اور "موجود" جیسی تعبیریں استعمال کیں۔

امام سجادؑ کا کردار اس حوالے سے بڑا ہی روح پرور رہا ہے، حکومتی جبر واستبداد اور اپنے زمانے کی سیاسی گھٹن بھی آپ کو یہ عقیدتی وربنیادی جہاد کرنے سے نہ روک سکی۔ آپ نے دور جاہلیت کی بت پرستی کو پھر سے قدم گھاڑنے نہیں دیئے۔ ایک مرتبہ آپ مسجد النبی میں بیٹھے تھے کہ کچھ لوگوں کو خدا کو اس کے بندوں

سے ملاتے ہوئے سنا آپ کے اوپر ایک بے تابی طاری ہو گئی۔ آپ سے رہا نہ گیا اور قبر نبی کے پاس جا کر، دونوں ہاتھ اٹھا کر اونچی آواز میں یہ مناجات کرنے لگے۔

"الٰہی بدت قدرتک ولم تبد ہیئۃ فجہلوک وقدروک بالتقدیر علی غیر ما انت بہ شبہوک وانا بری، یا الٰہی من الذین بالتشبیہ طلبوک لیس مثلک شیئ، الٰہی ولم یدرکوک وظاہر ما بہم من نعمۃ دلیلہم علیک لو عرفوک وفی خلقک یا الٰہی مندوحۃ ان یتاولک، بل سوک، بخلقک فمن ثم لم یعرفوک واتخذوا بعض آیات اربابا فبذالک وصفوک فتعالیت یا الٰہی عما بہ المشبہون نعتوک۔

ترجمہ: خدایا! تیری قدرت تو ظاہر ہوئی لیکن ہیئت چھپی رہی جسکی وجہ سے ان بندوں سے تم کو نہیں پہچانا اور تمہاری حقیقت کے برعکس تمہاری ذات کا اندازہ لگایا۔ خدایا! جنہوں نے تشبیہ کے سہارے تک پہنچنا چاہا میں ان سے بیزار ہوں جبکہ کوئی بھی چیز تمہارے مانند نہیں ہے اور اس طرح سے وہ کبھی بھی تمہارا پتہ نہیں لگا سکے۔ اگر وہ تم کو پہچاننا چاہیں تو ان کے پاس موجود نعمت ان کو تم تک نہیں پہنچا سکتی ہے لیکن یہ انہوں نے کیا کر دیا! تم کو مخلوق کی سطح تک گرا دیا جس کی وجہ سے تمہاری معرفت سے محروم رہ گئے انہوں نے بعض آیتوں کے ظاہر کے سہارے تمہارے اوصاف بیان کئے اور تمہاری ذات ان اوصاف سے برتر ہے۔ (امالی صدوق، ص 487)

جبر:

جبر واختیار کی بحث علم کلام کے اندر بڑی اہمیت کی حامل رہی ہے اور اس کا تعلق بندوں کے اعمال سے ہے۔ اس لفظ کو طرح طرح کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے مثلاً ٹوٹی ہڈی کو جوڑنا، بہبود پانا، اچھی حالت کی طرف پلٹنا، اچھی حالت میں آنا، بلندی، خوب اور عظمت۔ اصطلاح میں اس سے مراد ہے بندوں کی نسبت سے فعل کی نفی کرنا اور اس کو خدا کی طرف منسوب کرنا فعل کا مطلب یہاں پر ہر وہ کام ہے جس کو انسان اپنے اختیار سے انجام دے اور "جبریہ" کے نزدیک ایسا فعل بھی دوسرے مخلوقات کی مانند خدا کی مخلوق ہے اور خود انسان کا اختیار بے اثر اور بے معنی ہے وہ اس کام کے انجام پانے کی راہ میں کسی بھی رکاوٹ نہیں بن سکتا۔ لہذا جبر واختیار کی بحث کا موضوع یہی فعل ہے اور اختلاف کا آغاز تب ہوتا ہے جب خدا کے علم، ارادہ اور حدوث کی نسبت اس فعل (بندوں کا فعل) کی طرف دی جاتی ہے اور یہ سوال کیا جاتا ہے کہ کیا بندوں کے سارے کام خدا کے علم، قدرت اور ارادہ سے انجام پاتے ہیں اور کو دبندوں کا ارادہ بے اثر ہوتا ہے یا ایسا نہیں ہے؟ عقیدہ جبر کے ماننے والے بندوں کو عزم اور ارادے سے خالی مخلوق مانتے ہیں اور سارے افعال کی

نسبت خدا کی طرف دیتے ہیں جبکہ اس نظریے کے مقابلے میں وہ لوگ نظر آتے ہیں جو بندوں کو صاحب اختیار سمجھتے ہیں عقیدہ جبر کا سب سے برا نتیجہ یہ سامنے آیا ہے کہ انسان اپنی ذمہ داریوں سے سبک دوش ہو کر بندگی سے کوسوں دور ہو جاتا ہے۔

جبر واختیار کی بحث علماء کلام کی ایجاد کردہ نہیں ہے بلکہ پیغمبر اکرم ﷺ کے زمانے میں بھی یہ اپنی ابتدائی شکل میں پائی جاتی تھی۔ پیغمبر اکرم ﷺ کی وفات اور امت اسلامی کو بڑے سخت امتحانات سے گزرنا پڑا' خلیفہ سوم کی خلافت کے اواخر میں اسلامی معاشرہ میں بڑے بڑے عبرت خیز حوادث پیش آئے جس کے نتیجے میں امام علیؑ کو اپنے دور خلافت میں بڑی جنگیں لڑنی پڑی اور اس طرح حوادث اور امتحانات کا ایک نہ رکنے والا سلسلہ چل پڑا۔ عقیدہ جبر حالات کی اسی گہما گہمی کے نتیجے میں سامنے آیا۔ شروع شروع میں یہ عقیدہ صرف دینی رنگ میں رنگا تھا۔ لیکن آہستہ آہستہ اموی طاغوت نے اس کو اپنا آلہ کار بنانا شروع کیا' چنانچہ معاویہ وہ پہلا شخص ہے جس نے اس عقیدے کو بنیاد بنا کر اپنے سیاسی منافع حاصل کرنے کی کوشش کی اور اس کے بعد اس کے وارثوں نے اپنی حکومت کو بچانے کے لیے اس نظریے کا بھرپور سہارا لیا۔ عام مسلمانوں کو یہ بات تلقین کی جاتی تھی کہ تمام حالات خدا کی منشا سے چل رہے ہیں اور بندوں کے حق میں یہی بہتر ہے اور اس طرح سے سب سے زیادہ مضر اور زہریلا عقیدہ بن گیا کیونکہ اس کے نتیجے میں لوگ طاغوتی نظام کو بھی توحید کے آئینے میں دیکھنے لگے۔

ئمہ اہل بیت نے شروع سے ہی عقیدہ جبر کے خلاف مورچہ سنبھالا اور اہل ایمان کو گمراہ ہونے سے بچایا' امام سجادؑ نے اس حوالے سے بھی امامت کا فریضہ انجام دیا۔ جب اسراء کربلا کو کوفہ ابن زیاد کے دربار میں لایا جاتا ہے اور ابن زیاد امام سجادؑ سے نام پوچھتا ہے اور امام "علی" کے نام سے اپنا تعارف کراتے ہیں تو ابن زیاد بڑی ستاخی کے ساتھ کہتا ہے۔ کیا علیؑ ابن الحسین کو خدا نے نہیں مارا؟ امام سجادؑ نے بڑی جرات کے ساتھ جواب یا "میرا ایک بھائی تھا اور اس کا نام بھی علی تھا جس کو لوگوں نے مارا' خدا موت کے وقت نفوس کو اپنی تویل میں لیتا ہے۔ (الزمر آیت۔ 34) یہ جواب سن کر ابن زیاد کو بڑا غصہ آیا۔

ی طرح یزید نے بھی شام میں بھی یہی پرچار کیا تھا کہ امام حسینؑ کو خدا نے قتل کیا ہے اور امام سجادؑ نے بھی ہاں پر بھی اس کا جواب یوں دیا "میرے بابا کو لوگوں نے قتل کیا۔" (تاریخ طبری' ج5' ص460)

ر بن شہاب زہری کی روایت کے مطابق امام سجادؑ سے سوال کیا گیا کہ لوگوں کے مشکلات قضا وقدر کا نتیجہ ہے یا ان کے عمل کا؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا: "تقدیر اور عمل کی مثال روح اور جسم کی ہے خداوند عالم

عمل میں ہی اپنے نیک بندوں کی مدد کرتا ہے اور اس کے بعد آپ فرماتے ہیں: "سب سے بڑا ظالم وہ ہے جو اپنے ظلم کو انصاف سمجھے اور ایک ہدایت یافتہ انسان کی عدالت کو ظلم سمجھے۔" (التوحید، ص366)

عقیدہ ارجاء:

ارجاء لغت میں تالنے یا امید دلانے کے ہیں اور اس عقیدے سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص خدا پر ایمان رکھتا ہو اور اس سے ایسا گناہ سرزد ہو جائے جو کفر کی سرحدوں کو چھوتا ہے تو اس پر حکم کفر لاگو نہیں ہوگا بلکہ اس کے اس کیس کو قیامت پر تال دینا چاہیے۔ اس نظریے کی رو سے سب کچھ ایمان ہے اور عمل کے ہاتھوں میں سرنوشت نہیں ہے۔ لہذا جنت و جہنم کی تقسیم کا کام عمل کی بنیاد پر نہیں ہوگا دراصل اس گروہ نے خوف ورجاء کے توازن کو توڑ کر رجائیت اختیار کر لی اور اس طرح سے اجتماعی سطح پر مسلمان معاشرے کو بڑی رکاوٹوں اور مشکلوں سے دوچار کیا۔ رسول اکرم ﷺ کی رحلت جانگداز کے بعد امت مسلمہ کو اپنی خود کردہ غلطیوں کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ واقعہ "ردہ" میں زکوۃ نہ دینے والوں کی شورش کو کچلنا، خلیفہ سوم عثمان کا عام مسلمانوں کے ہاتھوں مارا جانا یہ وہ اجتماعی حوادث تھے جنہوں نے عقیدہ ارجاء کا بیج بویا اور اس کو پروان چڑایا اور یہی وہ عقیدہ ہے جس کا سہارا لینے والوں نے امام علیؑ کی فتنوں کی آگ بجھانے میں کوئی مدد نہیں کی۔ یہ لوگ قاتل اور مقتول دونوں کو ایک ہی زمرے میں شمار کرتے تھے اور اپنی ناقص حدیث فہمی کا سہارا لیکر دوسروں کو بھی گمراہی کے جال میں پھنساتے تھے۔ سعد بن ابی وقاص، عبد اللہ بن عمر، اسامہ بن زید اور محمد بن مسلمہ نصاری وغیرہ اسی نظریہ اور خیال پر چل رہے تھے اور اسی سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ یہ نظریہ دراصل کوئی باضابطہ کلامی مکتب فکر نہیں تھا بلکہ مختلف کلامی نظریوں سے وابستہ افراد اس نظریہ و فکر کو اپنا سیاسی منشور بنائے ہوئے تھے اس کی ایک اور مثال جہم بن صفوان اور غیلان دمشقی کی شکل میں نظر آتی ہے۔ جہم بن صفوان جبر کا قائل تھا لیکن اس کے باوجود دونوں "ارجاء: کا عقیدہ رکھتے تھے۔

یہ سب اسی نظریے کے کرشمات تھے کہ مذکورہ افراد نے اسلامی معاشرہ کے اہم اور اجتماعی حوادث میں کوئی کردار ادا نہیں کیا بلکہ خاموشی اختیار کی البتہ اس خاموشی اور غیر جانبداری کی بھرپور تشہیر بھی کیا کرتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ جو کوئی ان فتنوں سے کنارہ کر لے وہ شرکت کرنے والوں سے بہتر ہے، جو کوئی بھی ان فتنوں سے کامیاب ہو کر باہر نکل آتا تھا، اس فکر کے ماننے والے اس کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ اس زہریلے عقیدے کی وجہ سے معاشرے کی ایک اچھی خاصی تعداد اسلامی معاشرے کے سیاسی اور اجتماعی مسائل میں

حصہ لینے سے کترانے لگی اور اس طرح سے لاشعوری طور پر (بعض اوقات شعوری طور پر) اسلام کو فائدہ
پہنچانے کے بجائے اس کے ناقابل تلافی نقصان کا باعث بنتی۔
شروع شروع میں یہ عقیدہ صرف سیاسی نوعیت کا تھا اور دینی و عقیدتی رنگ میں نہیں رنگا تھا لیکن چونکہ اسلام
میں دین و سیاست ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں لہٰذا آہستہ آہستہ اس فکر نے مذہبی اور دینی رنگ اختیار کر لیا
اور علم کلام کی دنیا میں قدم رکھا جس کے نتیجے میں ایمان اور کفر کی معرکہ آرا بحث چھڑ گئی، خوارج اور مرجئہ
آمنے سامنے آگئے خوارج کہنے لگے کہ گناہان کبیرہ انجام دینے والے کافر ہیں لہٰذا ان کے ساتھ جنگ کرنا واجب
ہے اس کے مقابلے میں مرجئہ کہنے لگے کہ گناہان کبیرہ انجام دینے والوں کے ساتھ مومنوں جیسا سلوک ہونا
چاہیے انہوں نے ایمان ہی کو مسلمان ہونے کو بنیاد قرار دیا اور اس نظریے میں اس حد تک آگے نکل گئے کہ
ایک گھنٹہ انسان کے ایمان کو حضرت جبرئیل اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایمان کا ہم پلہ قرار دیا۔
اس نظریے کو اسلام کے فلسفہ حیات سے فاصلہ اختیار کرنے کی وجہ سے ہی بنوامیہ جیسے اسلام دشمنوں نے اس
فکر کو اور فکروں کی طرح سے اپنا سیاسی ہتکنڈا اپنایا اور اس فکر کے ماننے والوں نے بھی اموی طاغوتی نظام کی
بڑی خدمت انجام دی اور اس طرح سے اپنے اصولی غیر جانبداری کو اپنے پاؤں تلے روند ڈالا، چنانچہ جب
معاویہ شام میں ایسی حکومت کے ستون مضبوطی سے گاڑ رہا تھا تو یہی مرجئہ ایمان کی گمراہ کن تفسیر کر رہے تھے
اور فاسق حکمرانوں کو اپنے فسق و فجور، عیش و نوش اور من مانیوں کا جواز پیش کر رہے تھے۔ یہاں یہ بات
ذکر کرنا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگی کہ ابن ابی الحدید کی رو سے سب سے پہلے عقیدہ ارجا کو معاویہ اور عمرو
عاص نے مانا۔ (شرح نہج البلاغہ۔ ج6، ص132) چونکہ عمل میں بھی ان کا ماننا یہی تھا کہ معصیت سے ایمان
کو کوئی بھی ضرر نہیں پہنچتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ جب معاویہ سے پوچھا گیا کہ تمام امام علیؑ کو پہچانتے تھے پھر
بھی جنگ کی اور برا سلوک روا رکھا؟ تو اس نے بڑی ڈھٹائی کے ساتھ جواب دیا کہ مجھے خدا کی اس بات پر ایمان
ہے کہ وہ سارے گناہوں کو بخشتا ہے۔
مرجئہ نے کچھ ایسے عقیدہ کی بنیاد پر اور کچھ سیاسی منافع کی خاطر بنوامیہ کے طاغوتی نظام کو تقویت پہنچائی اور
انہوں نے اس اعتماد کا اظہار کیا کہ بنوامیہ کی حکومت خدا کے اذن سے ہے لہٰذا مشروع ہے اور حکام کے گناہان کبیرہ
انجام دینے سے ان کی حکومت کی مشروعیت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا صرف ان کے ساتھ جنگ کرنی چاہیے جو
مسلمانوں کے اوپر تلوار اٹھائے اور یہی وجہ ہے کہ مرجئہ کو آخر میں بادشاہوں کا دین کہا گیا۔ (الاعتبار و صفوۃ
...فین، ص141)

اس زہریلی فکر کا بنو میہ نے اتنا سہارا لیا کہ انہوں نے بڑے بڑے گناہ ک و پانے لیے آسان بنا لیا اور اس طرح اس لامی معاشرے کو پہلی جاہلیت کی طرف دھکیلا ایسے اسلام کے حقیقی وارث اور محافظ یعنی ائمہ اہل بیتؑ نے ؤ منین کو اس فکری یلغار سے بچایا۔ ائمہ نے فرمایا کہ ایمان کا مطلب ہوتا ہے زبان سے اقرار کرنا' دل میں اعتقاد رکھنا اور اعض وجوارح سے عمل کرنا۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر کوئی ضروریات دین کا انکار کرے تو اس پر کافر کے احکام لاگو ہوں گے اور یہی وجہ ہے کہ انہوں نے حکام ظلم وجور کی کھلم کھلا اور مخفیانہ خلاف ورزیوں کی بڑی کھل کر مخالفت کی' ان سے حساب مانگا اور بعض اوقات قیام بھی کیا۔ امام حسینؑ نے اسی لیے قیام کیا تاکہ امت کو اس زہریلی فکر سے نجات دیں۔ انہوں نے قیام کیا' کربلا کی سرزمین پر اپنے خاندان اور اصحاب باوفا کے ساتھ خون بہایا' اہل بیت کو اسیر بنایا گیا جس کے نتیجے میں واقعہ حرہ پیش آیا' حرم پیغمبر کی حرمت پامال ہوئی' ہزاروں لوگوں کا قتل عام ہوا' خانہ کعبہ کی بے حرمتی ہوئی' یہ سب اس یے ہوا تا کہ ان حکام جور کے مسلمانوں و مومن نہ ہونا طشت از بام ہو جائے' امام سجادؑ بھی اسی خط پر چلے اور اپنی غیر معمولی جدوجہد کے نتیجے میں مسلمانوں کی مردہ روح کو زندہ کیا' ان کو خواب خرگوش سے جگایا اور ان کی منتشر صفوں کو پھر سے استحکام بخشا اور امام سجادؑ کی تعلیمات کا ہی نتیجہ تھا کہ لوگوں کے اوپر بنوامیہ کے حکام کا کافر ہونا اور ان کی حکومت کا غصبی ہونا واضح ہو گیا اور انہیں تعلیمات کا اثر تھا کہ آپ کے فرزند ارجمند حضرت زید اور آپ کے پوتے حضرت یحییٰؑ نے اس طاغوتی نظام کے خلاف قیام کیا اور دلچسپی کی بات یہ ہے کہ سواد اعظم کے ایک امام ابو حنیفہ نے بھی حضرت زید کے قیام میں ان کی مالی اور سیاسی مدد کی اور اس طرح سے بنوامیہ کی حقیقت کو دنیا پر ہمیشہ کے لیے روشن کر دیا۔

امام زین العابدین علیہ السلام اور تواضع

انعام رضا مصطفیٰ آبادی

اس دور کہ جس میں انانیت اور خود بزرگ بینی کے سوا کچھ نہیں ہے جدھر دیکھو ہر طرف ہر شخص ہر جگہ پر اپنے ہی چرچے کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اپنے سے بلند کسی اور کو شمار نہیں کرتا۔ درحالانکہ یہ کوئی نئی بات نہیں تقریباً ہر نبی کے دور میں یہی ہوا کہ ان کے مقابلے میں کوئی نہ کوئی ایسا ضرور آیا ہے کہ جو صرف اپنے ہی گن گانے کو دوسروں سے کہتا ہو۔ یہاں تک کہ بعض ایسے معکوس وسر پھرے افراد نظر آئیں گے کہ جن میں انانیت اتنی بڑھی کہ اپنے کو سجدہ کرانے لگے اور لائق پرستش شمار کرنے لگے' یہ تو اس دور کی بات ہے کہ جب قرآن جیسی ہدایت دینے والی کتاب موجود نہ تھی' { درحالانکہ وحی والہام کا سلسلہ تھا جس کے ذریعہ نبی ان کی تبلیغ کرتے تھے } لیکن جب قرآن نازل ہو گیا اس کے بعد بھی کچھ افراد ایسے دکھیں گے جو مسلمان کا مال لوٹ کر اس کے ذریعے لالچ دے کر اپنی شان میں قصیدہ پڑھاتے تھے ان کو اس بات کا خیال نہ تھا کہ اس سے اللہ کی توہین ہوگی یا رسول اللہ کی توہین۔ جبکہ قرآن کی آیت سامنے موجود تھی کہ عبادالرحمان الذین یمشون علی الارض ھونا { سورہ فرقان آیت ۶۳ }

۔ پرودگار کے لائق ستائش اور تعریف کے اہل وہ بندہ ہیں کہ جو زمین پر متواضع و منکسر بن کر اور فروتنی اختیار کر کے چلتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود فروتنی وانکساری درکنار بے گناہ لوگوں پر ظلم دوسروں پر تسلط وقبضہ کر کے بڑائی جتانا لوگوں کا شعار بن چکا ہے جبکہ قرآن میں سورہ شعراء کی آیت نمبر ۲۱۵ میں ارشاد ہوتا ہے۔" واخفض جناحک لمن اتبعک من المومنین " کہ جو صاحبان ایمان کا اتباع کرلیں ان کے سامنے اپنے شانوں کو جھکالو۔ تو ایک طرف یہ قرآن کا پیغام اور دوسری طرف انانیت میں چور اور دیوانہ افراد

اپنے کو امیر المومنین کہلوا رہے ہیں۔ جبکہ صاحبان کردار عمل کا یہ مرتبہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلیہ وسلم بھی ان کے سامنے اپنے شانوں کو جھکانے کے لئے تیار ہیں۔ اور تاریخ میں ایسے صاحبان کردار کا ذکر موجود ہے۔ کہ جنہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلیہ وسلم نے اپنے دوش پر بلند کیا یہی ان کے اتباع کامل کی دلیل ہے ' {حاشیہ علامہ ذیشان حیدر جوادی اعلی اللہ مقامہ}

اس کے علاوہ اس سے قطع نظر اگر خود تواضع اور فروتنی ہی کو دیکھا جائے تو اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ ایک مہمترین اور برترین صفات میں سے ہے۔ فروتنی ہر انسان کے لئے اس کے مزین کرنے کا ذریعہ ہے اور ان کی روحانیت کے لئے اور بھی زیادہ۔ اور اس کے برعکس تکبیر 'انانیت 'خود بزرگ بینی ' یہ ایک بری عادت ہے۔ اور اس کے طلب کرنے والے کے لئے زشت تر اور بدتر ہے۔ خاکساری وانکساری انسان کی برتری اور اس کی بلندی کا ذریعہ خاص ہے۔

اور وہ چیزیں جو انسان کی تواضع 'انکساری وفروتنی کو ختم کر کے تکبر وخود محوری کو جنم دیتی ہیں وہ یہ ہیں کہ 'جاہ ومقام 'مال ومنال 'علم ودانش 'پس جاہ ومقام مال ومنال کا جہاں تک تعلق ہے کہ گزشتہ زمانے میں جتنے بھی افراد گذر رہے ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو "انا ربکم اللہ اعلیٰ" کہلوایا اور دوسرے القاب اپنے لئے چنے ہوں یا پھر جنہوں نے اپنے لئے اعلان کرایا فلاں آیت جو ہماری شان میں مشہور کرے گا۔ اس کو اتنے درہم ملیں گے۔ فلاں حدیث سے مراد میں ہوں جو اسے شائع کرے گا 'اس کو یہ انعام ملے گا۔ اس کے علاوہ حسد یہ ہے کہ ظلم وستم پر بھی انعام واکرام سے نوازا گیا ہے۔ جس نے اس شخص کو قتل کر دیا اس کو فلاں شہر کی حکومت ملے گی 'تو یہ تمام ظلم وستم اور بربریت یا اس کے سوا اپنے کو اعلیٰ رب کہلوانا وغیرہ صرف جاہ وحشم اور مقام سلطنت یا مال ودولت اور منال واسباب کی بناء پر ہی ہوا ہے۔

اور جہاں تک علم ودانش کی گفتگو ہے تو حدیث میں وارد ہوا ہے کہ " من قال انا عالم فهو جاهل "{بحار الانوار جلد ۲ ص ۱۱۰} جو اپنے کو عالم محسوب کرے گا فخر ومباہات کرتے ہوئے کہ میں عالم ہوں تو در حقیقت وہ نادان وجاہل ہے۔ تو یہ وہ نادان انسان ہیں کہ جو لوگوں کے سامنے احساس حقارت کرتے ہیں۔ اور اپنی حیثیت عرفی کو مجروح وکم شمار کرتے ہیں۔ تو وہ جھوٹ کا سہارا لیکر اپنا نام کمانا چاہتے ہیں۔ امیر المومنین امام علی علیہ السلام خطبہ قاصعہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ " ثم اختبر بذلک ملائکته ومقو بین لیمیتة الموضعین منهم المستکبرین "اس کے بعد پروردگار نے ملائکہ مقربین کا امتحان لیا تاکہ تواضع وفروتنی کرنے والوں اور غرور رکھنے والوں میں امتیاز قائم ہو جائے۔ سلسلہ کو آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا جب خدا نے

آدم کے پتلے میں روح ڈالنے کے بعد سجدہ کرنے کا حکم دیا تو سب کے سب گر پڑے سوائے ابلیس کے تو اس کے بعد سے اب یہ دشمن خدا ابلیس تمام متعصب افراد کا پیشوا اور متکبر لوگوں کا مورث اعلیٰ بن گیا۔ اسی نے تکبر کی بنیاد قائم کی اور اس نے پروردگار سے مقابلہ کیا اور اپنے خیال میں عزت وجلال کا لباس زیب تن کر لیا اور تواضع وانکساری کا لباس اتار پھینکا۔

تو جب ابلیس پیشوا ولیڈر ٹھہرا تو کچھ افراد ہوں گے جن کا پیشوا اور رہبر ہو گا پس وہ وہی افراد ہیں جو " انا ربکم الله " کا اعلان کرتے ہیں۔ اور اپنی تعریف وستائش میں مال واسباب اور حکومت ومنال کی لالچ دیکر حدیث وضع کراتے ہیں۔

فقراء ومساکین کے ساتھ منکسرانہ ومتواضعانہ برتاؤ ہماری ثقافت وتہذیب کا حصہ اور اعلی اسلامی وانسانی اقدار کا آئینہ ہے جسے ہمارے ائمہ معصومین علیہم السلام نے بطور وراثت ہمارے سپرد کیا۔

اسلامی تعلیم اور اقدار کا ایک اہم حصہ مسلمانوں کو تواضع وانکساری کی دعوت دیتا ہے۔ لیکن یہ ایک تعلیم ہے جس سے ہم بیگانہ ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ ہمارے معاشرے کا المیہ یہ ہے کہ اگر کوئی انکساری کرے تو اسے یچ سمجھتے ہوئے انسان کو اسی نگاہ سے دیکھتے ہیں مثلا اگر کوئی خود کو انکساری کا مظاہرہ کرتے ہوئے جاہل قرار دے تو ہم بھی اس کی علمی منزلت سے آنکھیں بند کر کے اسے ایک جاہل انسان فرض کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ اخلاقی گراوٹ یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ ہمارے معاشرے میں لوگوں نے تواضع وانکساری کو تقریبا خیر باد ہی کہہ دیا ہے اور اب تو ہم اتنی طبقاتی تقسیمات میں تقسیم ہو چکے ہیں کہ گویا ہمارے ساتھ زندگی بسر کرنے والے دیگر افراد کسی دوسرے سیارے کی مخلوق اور اچھوت ہیں۔ لیکن بزرگان دین نے ہمیشہ اس رویے کی مخالفت کر کے مسلمانوں کے لیے ایسے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں جن پر قدم رکھنے کی صورت میں ہم نہ کبھی انسانی اقدار سے دور ہوں گے نہ کبھی اخلاقی گراوٹ کا شکار ہوں گے۔

ائمہ معصومین علیہم السلام ہماری زندگی کے لئے مشعل راہ ہیں' ان کے افعال اور اقوال ہماری زندگی کی کامیابی کے لئے سند ہیں' انہیں میں سے ایک ہمارے چوتھے امام حضرت زین العابدین علیہ السلام ہیں جو کمالات کی اعلی منزل پر فائز تھے' جن کے پاس خدا کا دیا سب کچھ تھا مگر اسکے باوجود تکبر' غرور اور گھمنڈ جیسے امراض سے کوسوں دور تھے بلکہ آپ کی پوری زندگی میں سوائے تواضع کے کوئی اور چیز نہیں دیکھی گئی آپ خود کو خدا کا بندہ کہنے میں فخر محسوس کرتے تھے اور لوگوں کو بھی تواضع اور فروتنی کی دعوت دیتے تھے۔

ایک مقام پر آپ ارشاد فرماتے ہیں: " لَا حَسَبَ لِقُرَشِی وَ لَا عَرَبِی اِلَّا بِتَوَاضُع "

خدا کے نزدیک قریشی اور عربی کا کوئی معیار نہیں ہے اس کے نزدیک بس تواضع کی قدر و منزلت ہے۔
{بحار الانوار' ج ۶۷' ص ۲۰۴۴' محمد باقر بن محمد تقی بن مقصود علی مجلسی' معروف بہ علامہ مجلسی و مجلسی ثانی' انتشارات مؤسسۃ الوفاء بیروت - لبنان' ۱۴۰۴ قمری}

دوسرے مقام پر تواضع کی عظمت ظاہر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: " إنَ فی السَّماء مَلَکَین مُوکَّلَین بالعَباد، فَمن تَواضَعَ للہ رَفَعَاہُ، و مَنْ تَکَبَّر وَضَعَاہ "{الکافی' ج ۳' ص ۳۱۴' محمد بن یعقوب بن اسحاق کلینی رازی' انتشارات دار الکتب الاسلامیۃ' تہران' چاپ چہارم' ۱۳۶۵ ہجری شمسی}
خداوند منان نے آسمان پر بندوں کے لئے دو فرشتے معین فرمائے ہیں' لہٰذا جو تواضع کرتا ہے یہ فرشتے اسکے درجات کو بلند کرتے ہیں اور جو تکبر کرتا ہے اسکے درجات کو کم کرتے ہیں۔

ایک دن مشہور شاعر اور محدث محمد بن شہاب زہری غمگیں شکل و صورت لئے امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا' امام علیہ السلام نے زہری سے پریشانی کا سبب دریافت کیا تو اس نے کہا: قَالَ یا ابن رَسُول اللہ غُمُومٌ و هُمُومٌ تَتَوالَی عَلَیَ لما امتُحِنتُ بہ من جِھَۃ حُسَّادِ نِعَمِي مجھے ان لوگوں پر غصہ آتا ہے جن سے میں تو نیکی کرتا ہوں لیکن وہ مجھ سے حسد کرتے ہیں۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: " تمہارے لئے ضروری ہے کہ تمام مسلمانوں کو اپنا ذاتی خاندان تصور کرو' ان میں سے جو تم سے بڑا ہو اسے اپنے باپ کے مقام پر سمجھو اور جو تم سے چھوٹا ہو اسے بیٹے کے مقام پر سمجھو اور جو تمہارا ہم عمر ہو اسے اپنا بھائی تصور کرو پھر تم سوچو کہ آیا اپنے خاندان کے افراد کا کوئی نقصان تمہیں پسند آتا ہے؟ کیا تم اپنے خاندان پر ظلم یا بد دعا کرنا گوارا کرو گے؟ یا چاہو گے کہ ان کے راز آشکار ہو جائیں؟ اور اگر کبھی ابلیس تمہارے دل میں یہ وسوسہ پیدا کرے کہ تم ان سے بہتر ہو تو شیطانی وسوسہ کو اپنے سے دور کرو اور اپنے آپ سے کہو کہ فلاں شخص مجھ سے عمر میں بڑا ہے یہ ایمان لانے میں مجھ پر سبقت رکھتا ہے اور اس کے نیک عمل مجھ سے زیادہ ہیں' اگر وہ تم سے عمر میں چھوٹا ہو تو تم اپنے دل میں یہ خیال کرو کہ اس کی عمر مجھ سے کم ہے اسی لئے اس کے گناہ بھی مجھ سے کم ہیں' لہٰذا یہ مجھ سے بہتر ہے' اگر وہ شخص تمہارا ہم عمر ہو تو تم اپنے دل میں یہ خیال پیدا کرو کہ مجھے اپنے گناہوں کا یقین ہے اس کے گناہوں کا شک ہے' لہٰذا یہ مجھ سے بہتر ہے' اگر تم کسی کو اپنا احترام کرتے ہوئے دیکھو تو تم میں تکبر اور خود پسندی کے جذبات پیدا نہیں ہونے چاہیے تم اپنے دل سے کہو کہ اسلام ہر مسلمان کو دوسرے مسلمان کے احترام کا حکم

دیتا ہے اسی لئے یہ لوگ میرا احترام کرتے ہیں ورنہ مجھ میں کوئی خصوصیت نہیں ہے' اگر کسی شخص کو اپنے آپ سے بے اعتنائی کرتا ہوا پاؤ تو یہ سمجھو کہ یہ تمہارے گناہوں کی سزا ہے۔

یاد رکھو اگر تم نے میری باتوں پر عمل کیا تو تمہارے دوست زیادہ اور دشمن کم ہوں گے۔ تم ان کی خوبیوں سے مستفید ہو سکو گے اور ان کی برائیوں سے محفوظ رہو گے۔{ بحار الانوار' ج۱۷' ص۱۵۶' محمد باقر بن محمد تقی بن مقصود علی مجلسی' معروف بہ علامہ مجلسی و مجلسی ثانی' انتشارات مؤسسۃ الوفاء بیروت - لبنان' ۱۴۰۴ قمری}

اگر انسان ذرا غور کرے تو اس حقیقت و سچائی کو درک کر سکتا ہے کہ عزت اور بزرگی بغیر کمال کے ممکن نہیں ہے جس کے پاس کمال نہیں اس کے پاس کبرائی کا تصور ایک جنون اور دیوانگی ہے اور بس۔

اس لئے عزت و کبرائی اس پروردگار کے لئے ہے کہ کمال مطلق اسی کی ذات سے وابستہ ہے۔ اس کے علاوہ کوئی کمال کا حقدار اور مستحق نہیں ہے۔ لہٰذا اس کے سامنے سر تسلیم خم اور فروتنی سے رہنا چاہئے "تعنوا الوجوہ لعظمتہ"

مثالی واقعہ

ایاز ایک غلام تھا جسے سلطان محمود غزنوی نے بازار سے خریدا تھا' ایاز کے مخفی جوہر آہستہ آہستہ سلطان کے سامنے کھلتے گئے تو اس نے ایاز کو اپنا مقرب بنالیا یہ قربت اتنی بڑھی کہ اس کے باقی وزراء و امراء ایاز سے حسد کرنے لگے۔

ایاز کا اصول تھا کہ وہ روزانہ سلطان کے دربار سے اٹھ کر اپنے ایک مخصوص کمرے میں آتا اور کچھ وقت وہاں گزار کر اپنے محل میں آتا تھا اور وہ اپنے مخصوص کمرے میں کسی کو آنے کی اجازت نہ دیتا تھا۔

حاسد وزیروں نے سلطان سے شکایت کی کہ : ایاز آپ کی برائی کا خواہاں ہے' اس نے اپنے لئے ایک علیحدہ کمرہ بنایا ہوا ہے جہاں وہ کسی کو داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتا۔ ہمارا خیال ہے کہ وہ اس کمرے میں بیٹھ کر آپ کے مخالفین سے خط و کتابت کرتا رہتا ہے۔

یہ سن کر سلطان نے کہا: آج ہم اس کے کمرے کو اندر سے دیکھیں گے۔

جب ایاز دربار سے اٹھ کر چلا تو وہ حسب معمول اس کمرہ کی طرف گیا' جب وہ کمرہ میں کھڑا تھا تو سلطان نے اس کے دروازہ پر دستک دی اور کہا: ایاز دروازہ کھولو۔

سلطان کی آواز سن کر ایاز نے دروازہ کھولا تو سلطان یہ دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ اس نے پھٹا پرانا لباس پہنا ہوا تھا اور قد آدم شیشے کے سامنے کھڑا اپنے آپ کو دیکھ رہا تھا' سلطان نے ایاز سے پوچھا کہ : ایاز یہ کیا ہو رہا ہے؟ تو وفادار غلام نے کہا کہ : آپ نے مجھے بے حد عزت دی ہے کبھی کبھی میرا نفس سرکشی کرنے لگتا ہے' اسی لئے میں روزانہ اس کمرہ میں آکر اپنا دور غلامی کا لباس پہن لیتا ہوں اور اس آئینہ کے سامنے کھڑا ہو کر اپنے آپ سے کہتا ہوں ایاز اپنی حیثیت کو پہنچان لے' تو اس طرح میرے ذہنسے تکبر وغرور دور ہو جاتا ہے۔ {اقتباس از مثنوی مولوی}

ایاز کی اس مثال کو سامنے رکھ کر ہم بھی عبرت حاصل کریں کہ ہماری اصلیت کیا ہے اور ہم اپنے آپ کو کیا سمجھ رہے ہیں' ایک وقت تھا کہ ہم بالکل ذرہ ناچیز تھے اور پھر نطفہ کی شکل میں رحم مادر میں داخل ہوئے اور خون میں غوطہ زن رہے اور ہماری تخلیق اس نطفہ گندیدہ سے ہوئی جس سے انسانی طبیعت نفرت کرتی ہے۔

اسی لئے قرآن نے انسان کو اس کی اصلیت یاد دلائی ہے اور فرمایا: فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ مِمَّ خُلِقَ. خُلِقَ مِن مَّاءٍ دَافِقٍ. يَخْرُجُ مِن بَيْنِ الصُّلْبِ وَ التَّرَائِبِ: پھر انسان دیکھے کہ اسے کس چیز سے پیدا کیا گیا۔ وہ ایک اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا کیا گیا ہے۔ جو پیٹھ اور سینہ کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔ {سورہ طارق/۵ تا ۷}

پھر وہ وقت بھی آیا جب ہم نے شکم مادر سے زمین پر قدم رکھا اس وقت ہم اتنے عاجز تھے کہ رونے کے سوا کچھ بھی کرنے کے قابل نہ تھے، مکمل طور پر بے بس اور مکمل طور پر لاعلم تھے۔ قرآن نے انسان کو اس کا وہ وقت بھی یاد دلایا ہے وَ اللهُ أَخْرَجَكُم مِّن بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ لَا تَعْلَمُونَ شَيْئاً اور اللہ ہی نے تمہیں شکم مادر سے اس طرح نکالا ہے کہ تم کچھ نہیں جانتے تھے اور اسی نے تمہارے لئے کان آنکھ اور دل قرار دئے ہیں کہ شاید تم شکر گزار بن جاؤ۔ {سورہ نحل/آیت ۷۸}

آج کے انسان کو چاہئے کہ وہ دانائے راز' حضرت علی علیہ السلام سے اپنی قدر و قیمت سنے' آپ فرماتے ہیں : " عَجِبْتُ لِلْمُتَكَبِّرِ الَّذِي كَانَ بِالْأَمْسِ نُطْفَةً وَ يَكُونُ غَداً جِيفَةً" {نہج البلاغہ (صبحی صالح) ص ۴۹۱} مجھے تعجب ہے اس پر جس کا آغاز نطفہ اور جس کا انجام مردہ ہے اور آغاز و انجام کے درمیان وہ نجاست اٹھائے پھرتا ہے' وہ کیسے تکبر کر سکتا ہے؟

مطالب بالا سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انسان کی ابتدا ایک نجاست ہے اور انتہاء بھی ایک نجاست ہی ہے جب حقیقت انسان یہی ہے تو تکبر کیسا؟ اور کس لئے؟ حقیقت میں جو انسان اپنی حقیقت کو ہمیشہ نظر میں رکھے اور

قرآنی تعلیمات اور اہل بیت کے ارشادات کا مطالعہ کرے تو کبھی بھی وہ تکبر اور غرور نہیں کرے گا اور ہمیشہ متواضع زندگی بسر کرے گا۔ تواضع زندگی کی اتنی اہم چیز ہے کہ اگر انسان کے اندر تواضع نہ ہو تو گوشت پوست والا انسان حیوانیت کی سطح پر گر جاتا ہے۔ جب دل میں تواضع کی صفت نہیں ہوگی تو پھر تکبر ہوگا' دل میں اپنی بڑائی ہوگی اور یہ تکبر اور بڑائی تمام امراضِ باطنہ کی جڑ ہے' اسی لئے ہمارے ائمہ نے تواضع کی اتنی تاکید فرمائی ہے تاکہ انسان دوسرے صفات رذیلہ سے محفوظ رہے۔

آخر میں بارگاہ خداوندی میں دعا ہے کہ خدایا! امام زین العابدین علیہ السلام کے صدقے میں ہمیں تواضع جیسی عظیم صفت سے مزین فرما!

حوالہ جات

۱۔ بحار الانوار' ج ۶۷' ص ۲۰۴۴' محمد باقر بن محمد تقی بن مقصود علی مجلسی' معروف بہ علامہ مجلسی و مجلسی ثانی' انتشارات مؤسسۃ الوفاء بیروت - لبنان' ۱۴۰۴ قمری۔

۲۔ الکافی' ج ۳' ص ۳۱۴' محمد بن یعقوب بن اسحاق کلینی رازی' انتشارات دار الکتب الاسلامیۃ' تہران' چاپ چہارم' ۱۳۶۵ ہجری شمسی۔

۳۔ بحار الانوار' ج ۱۷' ص ۱۶۵' محمد باقر بن محمد تقی بن مقصود علی مجلسی' معروف بہ علامہ مجلسی و مجلسی ثانی' انتشارات مؤسسۃ الوفاء بیروت - لبنان' ۱۴۰۴ قمری۔

۔ اقتباس از مثنوی مولوی۔

۔ سورہ طارق/۵ تا ۷۔

۔ نحل/۷۸۔

۔ نہج البلاغہ (صبحی صالح) ص ۴۹۱۔

www.kitabmart.in

دعائے مکارم الاخلاق

عمار رضا نقوی

دعا اسلام کی گرانقدر تعلیمات میں سے ایک ہے جس کی اہمیت وافادیت کے اثبات کے لئے پیچیدہ عقلی و فلسفی دلائل کی ضرورت نہیں ہے۔قرآن مجید کی آیات مبارکہ اور احادیث معصومین کے سرسری مطالعہ سے ہی دعا کی اہمیت و عظمت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔

دعا یعنی خدائے عزوجل کو پکارنا اس سے راز و نیاز کرنا اور اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کی درخواست کرنا۔

دعا ایک خوبصورت الٰہی تحفہ ہے جو اس نے اپنے بندوں کو عطا فرمایا ہے۔دعا در حقیقت کمال مطلق سے اتصال کا ایک ذریعہ ہے۔دعا کے وسیلہ سے کمزور و ناتواں انسان خالق دو جہاں کی لامتناہی قدرت سے متصل ہو کر خود بھی غیر معمولی قدرت حاصل کر لیتا ہے۔

کائنات کے بہیم حوادث اور جھکڑ خیز طوفانوں کے درمیان انسان کی حیثیت ایک تنکے سے زیادہ نہیں ہے۔یہ اس کی دعا اور عبادت ہی جو اسے ان طوفانوں اور حوادث سے ٹکرانے کا حوصلہ عطا کرتی ہے۔شاید اسی بناپر احادیث معصومین میں دعا کو ''اسلحہ'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔نبی کریم کا ارشاد گرامی ہے: دعا مومن کا ہتھیار ہے۔

جی ہاں! دعا ایک ایسا اسلحہ ہے جو مرد مومن کو یاس و ناامیدی اور غرور و تکبر جیسی خطرناک روحانی بیماریوں سے بچاتا ہے اور اسے امید، توکل، خود اعتمادی اور تواضع و خاکساری جیسے اعلیٰ ترین روحانی فضائل سے آراستہ کرتا ہے۔

دلچسپ بات یہ ہے جدید علوم نے بھی دعا کی افادیت کو تسلیم کر لیا ہے۔عالمی شہرت یافتہ
نفسیات ڈاکٹر الکسیس کارل کہتا ہے: ''دعا روح کی پرواز ہے۔'' بیشک انسان جب روز مرہ کی مصروفیات
جسمانی تگ و دو سے دستکش ہو کر بارگاہ معبود میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتا ہے تو اس کی روح ایک سرور آگی
کیفیت کے ساتھ عالم بالا کی جانب پرواز کرنے لگتی ہے۔دعا کے وقت (بشرطیکہ پورے انہماک کے ساتھ
جائے) انسانی لاشعور بیدار ہو جاتا ہے اور اس وقت ہماری زبان سے نکلنے والا ہر مثبت 'امید افزا اور تعمیری جم
حیرت انگیز طور پر ہمارے وجود پر اثر انداز ہوتا ہے۔جدید علم نفسیات میں اس میکنزم کو '' تلقین نفس '' ک
نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

دعا یاس و ناامیدی کے گھور اندھیروں میں امید کا دیا روشن کرتی ہے۔دعا کرنے والا محسوس کر
ہے کہ اسے ایک مطمئن پناہ گاہ میسر آگئی ہے جہاں دنیا کا کوئی دکھ 'کوئی تکلیف اور کوئی مصیبت اسے نقصان
نہیں پہنچا سکتی۔اس کے وجود پر نشاط 'سرخوشی اور توانائی کا ایک غیر معمولی احساس چھا جاتا ہے۔اس کے
ر عکس اگر رحمت و قدرت کے اس لامحدود سرچشمے سے رابطہ منقطع ہو جائے تو انسان دلتنگی 'ٹینشن اور
تشویش کا شکار ہو کر خطرناک نفسیاتی اور جسمانی امراض کا شکار ہو جاتا ہے۔

مشہور ماہر نفسیات ''ڈیل کارنیگی'' اپنی کتاب ''آئین زندگی'' میں دعا و عبادت کی افادیت کو تسلیم
تے ہوئے لکھتا ہے: ''نفسیاتی امراض کے معالجین نے دریافت کر لیا ہے کہ دعا و عبادت اور دین پر ایک
ضبوط ایمان انسان کو پریشانی 'تشویش اور اضطراب اور خوف سے نجات عطا کرتا ہے۔(آئین زندگی ')

دعا کی اس معالجاتی افادیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: ''کیا
تمہیں اس چیز سے باخبر نہ کروں جو ہر مرض کی دواء ہے یہاں تک کہ موت کی بھی؟ راوی نے کہا ضرور
۔آپ نے فرمایا: وہ چیز دعا ہے۔''

ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم مکتب اہل بیت سے وابستہ ہیں۔مکتب اہل بیت میں ادعیہ و اوراد کا ایک
م ذخیرہ موجود ہے۔یہ دعائیں نہ صرف انسان کو دعا کرنے کا سلیقہ سکھاتی ہیں بلکہ اپنے اندر علوم و معارف
ے دریا سمیٹے ہوئے ہیں۔یوں بھی زبان عصمت سے نکلے ہوئے کلمات مخصوص تاثیر کے حامل ہوتے

دعا کے حوالے سے معصومین کے درمیان امام سجاد کی شخصیت سب سے نماں نظر آتی ہے۔آپ کی دعاؤں کا مجموعہ ''صحیفہ کاملہ'' کے نام سے ہمارے درمیان موجود ہے۔ صحیفہ کاملہ کو زبور آل محمد بھی کہا جاتا ہے۔ہم جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے کہ ہمارے پاس قرآن و نہج البلاغہ کے علاوہ دعاؤں کی عظیم کتاب صحیفہ کاملہ موجود ہے۔

صحیفہ کاملہ مختلف دعاؤں پر مشتمل ہے۔انہیں میں سے ایک عظیم دعا ''دعائے مکارم الاخلاق'' ہے۔ جیسا کہ نام ہی سے واضح ہے یہ دعا اسلام کے ان اہم ترین انسان ساز تعلیمات پر مشتمل ہے جو انسان کو منزل کمال تک پہنچانے کی ضامن ہیں۔انسان جس حد تک ان تعلیمات پر عمل پیرا ہو گا بلکہ جس حد تک اپنے وجود کو ان تعلیمات سے آراستہ کرے گا اتنا ہی منزل کمال سے قریب تر ہوتا چلا جائے گا۔رسول اکرمؐ نے اپنی بعثت کا مقصد ''مکارم اخلاق'' کی تکمیل کو قرار دیا تھا۔فرزند رسولؐ نے دعا کی شکل میں مکارم اخلاق کا ایک مکمل پروگرام بیان کر دیا۔

اس دعا کے نورانی کلمات کی اگر تشریح کی جائے تو کئی جلدیں تیار ہو سکتی ہیں۔سر دست ہم یہاں پر قارئین کے ملاحظے کے لئے کچھ جھلکیاں پیش کرنے ہی پر اکتفا کریں گے۔

۔''اللھم صل علیٰ محمد و آل محمد''

حضور سرور کائناتؐ نے قرآن و عترت کو ثقلین سے تعبیر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ یہ دونوں کبھی بھی جدا نہیں ہوں گے اور اگر تم گمراہی سے محفوظ رہنا چاہتے ہو تو ان دونوں سے وابستہ رہنا۔ مگر افسوس رسولؐ کی آنکھ کیا بند ہوئی امت نے عترت کو پس پشت ڈال دیا اور ان کے حقوق کو غصب کر لیا۔امام سجاد نے صلوات سے اپنی دعا کا آغاز کر کے بتایا کہ عترت کے بغیر خداوند کریم سے ارتباط ممکن نہیں ہے۔

۔''و بلغ بایمانی اکمل الایمان واجعل یقینی افضل الیقین و انته بنیتی الیٰ احسن النیات و بعملی الیٰ احسن الاعمال''

ترجمہ: پروردگارا! میرے یمان کو کمال ایمان تک پہنچا' میرے یقین کو افضل یقین قرار دے۔ میری نیت کو بہترین نیت پر اور میرے عمل کو بہترین عمل پر تمام کر!

ایمان اور یقین اخلاق کریمہ کے حصول کے لئے مقدمہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔اخلاقیات کی چاہے جتنی اونچی عمارت تعمیر کر لی جائے اگر اس کی بنیاد ایمان و یقین پر نہیں ہے تو وہ بہت دیر تک قائم نہیں رہ سکتی۔''ژان ژاک روسو'' اور دوسرے مادی فلاسفہ اخلاق نے ایمان کے بغیر اخلاقی مکتب مغرب کے سامنے

پیش کرنے کی کوشش کی مگر اس کا کیا حشر ہوا اس کا انداز مغربی ممالک میں انحطاط پذیر انسانی قدروں اور گرتے ہوئے اخلاقی معیار سے لگایا جا سکتا ہے۔

ہر عمل کی بنیاد ''نیت'' پر ہوتی ہے۔ اگر نیت خالص ہے تو بظاہر ایک حقیر سا عمل بھی لائق ستائش ہوتا ہے۔ اس کے برعکس اگر نیت خالص نہ ہو تو بڑے سے بڑا عمل بھی نگاہ حقیقت شناس میں کوئی وقعت نہیں رکھتا۔

۔''واکفنی ما یشغلنی الاهتمام به واستعملنی بماتسئلنی غداً عنه واستفرغ ایامی فیما خلقتنی له''

ترجمہ: پروردگارا! مجھے ایسے کاموں سے روک دے جو مجھے اپنے میں مشغول کر لیتے ہیں اور مجھے اس چیز میں مشغول کر جس کے بارے میں تو مجھ سے کل (روز قیامت) سوال کرے گا!۔

انسان زمین پر خدا کا جانشین ہے۔ اس کے سر پر پروردگار نے ''کرمنا بنی آدم'' کا تاج رکھا ہے۔ ملائکہ نے بھی اس کی عظمت کے سامنے سر جھکایا ہے۔ انسان کو چاہئے کہ اپنی قدر و قیمت پہچانے اور دنیا میں ہر طرح کی مشغولیات میں اپنے وجود کو گم نہ کر دیں بلکہ فقط وہی کام کرے جس کے بارے میں کل قیامت میں سوال ہوگا اور جو اس کی زندگی کے مقصد میں معاون ہو۔ جس شخص کو یہ احساس ہو کہ کل بازپرس ہونے والی ہے وہ اپنے آج کو ضائع نہیں کر سکتا۔ جو شخص اپنی زندگی کے مقصد سے آشنا ہوتا ہے وہ اپنی زندگی کے لمحے لمحے سے استفادہ کرتا ہے۔

۔''و اعزنی ولا تبتلینی بالکبر''

ترجمہ: پروردگارا! مجھے عزت بخش لیکن تکبر میں مبتلا نہ کر!

عزت اور ذلت کا معاملہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ جو خدا کی نگاہ میں عزت والا ہو اسے کوئی ذلیل نہیں کر سکتا اور جو خدا کی نگاہ میں ذلیل ہو اسے ساری دنیا مل کر بھی عزت والا نہیں بنا سکتی۔ اس لئے دعا کرنا چاہئے کہ خدا ہمیں عزت عطا کرے اور ذلت سے دوچار نہ کرے۔ خداوند کریم کے نزدیک جو چیزیں انسان کو ذلیل کرتی ہیں ان میں سے ایک تکبر ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ تکبر کرنے والا خدا کی نگاہ میں تو ذلیل ہوتا ہی ہے بندوں کی نگاہ میں بھی اسے کوئی وقعت حاصل نہیں ہوتی۔

۔''و عبدنی لک ولا تفسد عبادتی بالعجب''

ترجمہ: پردرگارا! مجھے اپنا بندہ قرار دے مگر میری عبادت کو عجب و خود پسندی سے بیکار نہ کر!

شیطان انسان کا دیرینہ دشمن ہے۔ وہ ہر ممکن طریقے سے انسان کو راہ بندگی سے منحرف کرنا چاہتا ہے حتی عبادت کے ذریعہ بھی۔ عبادت اس وقت راہ بندگی سے خروج کا ذریعہ بنتی ہیں جب وہ خود پسندی اور غرور جیسی گندگیوں سے آلودہ ہوں۔ اس لئے دعا کرنا چاہئے کہ خدایا ہماری عبادتوں کو خود پسندی کے ذریعہ برباد ہونے سے بچالے!

۔"و اجر للناس عليٰ يدى الخير ولا تمحقه بالمن"

ترجمہ: پوردگارا! لوگوں کے لئے میرے ہاتھوں سے خیر جاری کر اور اسے منت گذاری کے ذریعہ محو نہ کر!

اس دنیا میں انسان کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اس کا اپنا نہیں ہے بلکہ پروردگار کا دیا ہوا ہے۔ اس لئے اگر ہم کسی کے کام آتے ہیں اور اس کی مدد کرتے ہیں تو احسان جتا کر اسے ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ ہماری حیثیت تو بس ایک وسیلے کی سی ہے پھر ہمیں احسان جتانے کا کیا حق پہنچتا ہے۔

۔"و عمرنى ما كان عمرى بذلة فى طاعتک فاذا کان عمرى مرتعا للشيطان فاقبضنى اليک قبل ان يسبق مقتک الى او يستحکم غضبک علي"

ترجمہ: پردگارا! مجھے ایسی عمر دے جو اطاعت خدا میں بسر ہو اور جب میری عمر شیطان کی چراگاہ بن جائے تو اس سے پہلے کہ تیرا غیض مجھ تک پہنچے یا تیرا غضب مجھ پر سخت ہو میری روح قبض کرلے!

زندگی کی اپنی کوئی ذاتی قدر و قیمت نہیں ہوتی۔ جب تک طاعت خدا میں بسر ہو لعل و یاقوت سے زیادہ قیمتی ہے۔ جب شیطان کی چراگاہ بننے لگے تو موت اس سے بہتر ہے۔ مرد مومن زندگی کا عاشق نہیں ہوتا اسے تو طاعت الٰہی میں لطف آتا ہے۔ جب زندگی طاعت خدا سے خالی ہوجائے تو وہ موت کی تمنا کرنے لگتا ہے۔

۔"واجعل لى يدا عليٰ من ظلمنى و لسانا عليٰ من خاصمني"

ترجمہ: پوردگارا! جس نے مجھ پر ظلم کیا ہے اس پہ مجھے قدرت عطا کر اور جس نے مجھ سے دشمنی کی ہے اس کے سامنے مجھے گویائی عطا کر!

ظلم کے خلاف قیام کرنا اور اسے منہ توڑ جواب دینا ایمان کی نشانی ہے۔ مرد مومن ظلم سہنے کے بجائے پوری توانائی کے ساتھ اس کا مقابلہ کرتا ہے۔ مومن کمزور نہیں ہوتا اس لئے کہ قادر مطلق خدا اس کے ساتھ ہے۔ ظلم سہنا اخلاقی برائی ہے اور ظلم کا مقابلہ کرنا کمال خلاق۔ جو لوگ مذہب کو سماج کے لئے

افیون قرار دیتے ہیں اور یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ مذہب انسان سے قوت عمل چھین لیتا ہے اور اسے ظلم سہنے کی تلقین کرتا ہے انہیں کم از کم اسلام کے بارے میں اپنی سوچ میں بدلاؤ کرنا چاہئے۔

۔"اللھم اجعلنی اصول بک عند الضرورۃ و اسئلک عند الحاجۃ۔ولا تفتنی بالاستعانۃ بغیرک اذا اضطررت۔فاستحق بذالک خذلانک و منعک و اعراضک"

ترجمہ: پروردگارا! ضرورتوں کے وقت میری تمام تر توجہات کا مرکز اپنی ذات قرار دے اور حاجت کے وقت صرف تجھ سے سوال کروں اور جب میں مجبور ہوں تو دوسروں کے سامنے دست سوال دراز کرنے کے ذریعہ میرا یوں امتحان نہ لے کہ میں اس امتحان کے ذریعہ رسوائی، محرومی اور تیری عدم توجہی کا مستحق ہو جاؤں!

اسلام دین توحید ہے۔اور توحید کا تقاضا یہ ہے کہ نظر و فکر کے ساتھ ساتھ ہمارا عمل بھی توحید کے رنگ میں رنگا ہوا ہو۔یعنی میدان عمل میں بھی ہم خدا ہی کو خالق، مالک اور رازق سمجھے۔اس کے علاوہ کسی کو اپنا قبلہ امید نہ بنائے۔اس کے علاوہ کسی کے سامنے دست طلب دراز نہ کرے۔ضرورت کے وقت اسی سے امید رکھے اور اسی کو مدد کے لئے پکارے۔ضرورت کے وقت خدا انسان کو آزماتا ہے کہ میرا بندہ مجھ سے مدد مانگتا ہے یا کسی اور سے۔جو خدا کے علاوہ کسی اور سے امید لگائے ایسا شخص ذلت، بے توجہی اور محرومی کا مستحق ہے۔

۔"ومتعنی بالاقتصاد واجعلنی من اھل السداد"

ترجمہ: پروردگارا! مجھے اچھی معیشت سے بہرہ ور کر اور مجھے مستحکم اور صاحب صولت قرار دے!

اعتدال اور میانہ روی تمام اخلاقی خوبیوں کی بنیاد ہے۔شہوانی قوت کے اعتدال سے عفت جیسی خوبی وجود میں آتی ہے۔ قوت غضب کے استعمال میں اگر اعتدال سے کام لیا جائے تو انسان شجاع کہلاتا ہے۔اخلاقی رویوں میں اعتدال سے انسانی شخصیت میں وقار پیدا ہوتا ہے۔افراط و تفریط سے نقص، بیماریاں اور بے ڈھنگاپن پیدا ہوتا ہے۔اسی طرح عملی میدان میں اگر اعتدال کا دامن پکڑ لیا جائے تو کاموں کے بہتر نتائج نکلتے ہیں۔سماج میں وہی شخص کامیابی کے زینے طے کرتا ہے جو میانہ روی کے ساتھ اپنی قوت اور توانائی کا صحیح استعمال کرتا ہے۔اعتدال کے ساتھ ساتھ استقامت اور ثابت قدمی کے ذریعہ انسان راہ میں آنے والی مشکلات کا بآسانی مقابلہ کر سکتا ہے۔

۔اللھم انت عدتی ان حزنت و انت منتجعی ان حرمت وبک استغاثتی ان کرثت وعندک مما فات خلف و لما فسد صلاح"

ترجمہ: پروردگارا! جب میں غمگیں ہوتا ہوں تو تو میری پناہ گاہ ہے اور میری محرومیت کے وقت تو میرے لئے جائے عطا ہے اور میری سختیوں میں تو میری فریاد سننے والا ہے اور بس تیرے ہی پاس ہاتھ سے جانے والی چیزوں کا عوض اور تباہ شدہ چیزوں کی اصلاح کا سامان ہے۔

غم والم کے سائے' مشکلات کی یورش اور مال واولاد سے محرومی انسان کا امتحان لینے آتی ہیں۔جو خدا پر ایمان نہیں رکھتے یا اس کی لامحدود رحمت سے مایوس ہوتے ہیں وہ اس امتحان میں ناکام ہو کر راہ بندگی سے منحرف ہو جاتے ہیں۔ لیکن مرد مومن کسی بھی حال میں مایوسی کو اپنے پاس پھٹکنے نہیں دیتا۔جب اس کے وجود کے ارد گرد غم والم کا اندھیرا پھیلنے لگتا ہے تو وہ اپنے معبود واقعی کی یادوں کے چراغ روشن کر لیتا ہے۔ساری دنیا سے محروم پر بھی اسے یہ اطمینان رہتا ہے کہ ساری دنیا کا خالق ومالک میرے ساتھ ہے۔جب اس کا کوئی کام بگڑتا ہے تو خدا اس کی اصلاح کر دیتا ہے۔اور جب وہ کسی چیز سے محروم ہوتا ہے تو خدا اس کا جبران کر دیتا ہے۔

خداوند کریم ہم سب کو اس دعا کو پڑھنے سمجھنے اور اس میں بیان شدہ مکارم اخلاق سے خود کو آراستہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

www.imammesajjad.com

تنظیم عسکری، اتحادیہ انجمن های فرهنگی طلاب هندوستان